خیابان فارس

یعنی

ترجمہ کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشین کوسچن"

مصنفہ

ہز اکسلنسی دی رائٹ آنریبل جارج نیتھنیل کرزن

پی۔ سی۔ جی۔ ایم۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ ایم۔ آئی۔ ای

بیرن کرزن آف کیڈلسٹن۔ اعظم الامرائے آئرلینڈ

ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی

وائسرائے و گورنر جنرل کشور ہند

مترجمہ

ظفر علی خان بی۔ اے (علی گڈھ)

متوسل سرکار نظام

جلد اوّل

در مطبع شمسی حیدرآباد دکن باہتمام محمد ابراہیم خان اکبرآبادی طبع شد

(سنہ ۱۹۰۲ء)

مختصر فہرست کتاب

فہرست مضامین جلد اول

مقدمہ

دوسرا باب

راہ و رسد

تیسرا باب

لندن سے عاشق آباد تک سفر

چوتہا باب

ماوراءالنہر

پانچوان باب

عاشق آباد سے کوچان تک کا سفر

چھٹا باب

از کوچان تا بہ قلات نادری

ساتوان باب

مشہد

آٹھوان باب

خراسان کے سیاسی و تجارتی حالات

نوان باب

معاملات سیستان

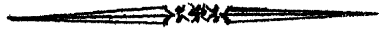
دسواں باب

از مشہد تا بہ طہران

فہرست تصاویر و نقشہ جات

تصاویر

نقشہ جات



دیباچۂ مترجم



وایران کے حالات کے متعلق متعدد کتابین لکھی گئی ہین اور اس موضوع کی مسلسل وعمیق دلچسپی اور وسیع اہمیت نے ایک عرصہ دراز سے اس کو اون ذی رتبہ سیاحون اور مقیم ملک مصنفون کا مبحث بنا رکھا ہے جنہین اپنے شوق سفر یا تعلقات سفارت کی وجہ سے اس مسئلہ پر رائےزنی کرنے کے مواقع حاصل ہوئے چنانچہ اس سرزمین کے مختلف پہلوؤن کو عالم وفاضل وتجربکار لوگون نے وقتاً فوقتاً اپنے زور قلم کا تختۂ مشق بنایا کسی نے اسکی تاریخ لکھی - اور کسی نے اسکے جغرافیہ طبعی - اسکی ہیئت طبقات الارض - اس کے تمدن - اس کی السنہ - اس کی اقوام اور اسکے آثار قدیمہ پر خامہ فرسائی کی - بعض مصنفین نے دولت ایران کے اون تعلقات سیاسی کو جو اسے دول خارجہ سے ہین اور نیز اسکے اندرونی طرز نظم ونسق اور اس کی تدبیر مملکت کے مالہ وماعلیہ کو شرح وبسط کے ساتھہ بیان کیا - لیکن آجتک کسی ایک کتاب مین ان تمام امور پر اوس وضاحت سلاست اور امعان نظر سے بحث نہین کیگئی جو لارڈ کرزن کی جامع تصنیف کی حقیقی خصوصیات ہین - لارڈ کرزن کی کتاب متعلقہ دولت ایران جو خود لارڈ ممدوح کے قول کے مطابق تین سال کی لگاتار محنت - چھہ مہینے کے سفر ایران وعلاقہ جات ملحقہ اور اس سفر کے بعد سے لائق ومستند اصحاب مقیم ایران کے ساتھہ مسلسل خط وکتابت کا نتیجہ ہے - اس ملک کی آغاز زمانۂ

تاریخ سے لیکر آجتک کی سیاسی۔جغرافی۔طبعی اور تمدنی سرگذشت ہی اور اس بے نظیر کتاب سے ایران کے حالات کے شایق کی وہ تمام ضروریات رفع ہوسکتی ہین جو اس کے اندرونی و بیرونی تعلقات سے نسبت رکھتی ہین۔

مسلمانان ہند کے لئے جو اس ہمسایہ سلطنت مین ابھی تک عہد گذشتہ کے عظمت و جلال کا نشان پاتے ہین اور اسکے حوالی مثلاً بخارا۔سمرقند۔سیستان اور خراسان پر اوس پر اسرار سرزمین کی حیثیت سے نظر ڈالتے ہین جو فاتحان عالم کے ایک جلیل القدر سلسلہ کا مولد و منشا تھی۔ایک ایسی کتاب جس سے ایران کے متعلق اون کی معلومات کے ذخیرہ مین اضافہ ہوسکے باعث دلچسپی ہوگی۔اسکے علاوہ جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ اس کتاب کا نمایان وصف یہ ہے کہ اس مین اوس روز افزون اثر کی تصویر کھینچی گئی ہے جو شمال کے دیو مہیب یعنی روس کو ایران اور ملحقہ علاقون مین حاصل ہورہا ہے جسکے باعث نصیب اعدا سلطنت انگریزی ہند کے ثبات و قیام کا متاثر ہونا متصور ہے اور جبکہ ساتھہی اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ اس کتاب مین قابل تحسین تفصیل اور پیش بندی کے ساتھ اوس طرز عمل کی توضیح کی گئی ہے جو حکومت برطانیہ کو وسط ایشیا مین روس کے سیاسی اور تجارتی تفوق کے ردعمل کی غرض سے اختیار کرنا چاہیئے تو اس کتاب کی دلچسپی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔یہ خیال ہندوستان پر خاص طور سے راست آتا ہے کیونکہ یہان ایک غیر محدود زمانہ سے یہ خوف پھیلا ہوا ہے کہ روس کشور ہندوستان کے مسخر کرنے کی نیت سے برابر پیش قدمی کررہا ہے۔مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب مین بچہ تھا اور میری عمر چھہ سال کی تھی تو یہی افواہ میرے سننے مین آئی تھی اور آج جبکہ میری عمر ۴۸ سال کی ہی مین دیکھتا

ہون کہ یہ افواہ فرو نہین ہوئی اور مجھے ڈر ہے کہ آئیوالی نسلون کے کان بھی اسی تشویش ناک خبر سے ناآشنا نہ رہین گے۔ مصنف نے مسئلہ کے اس پہلو پر نہایت مفصل طور پر بحث کی ہے اور اس لحاظ سے جیسا کہ مین بیان کرچکا ہون یہ کتاب اہل ہند کے لئے اور بھی زیادہ دلچسپ ہوجاتی ہے۔

اس مقام پر یہ کہنا غالباً بیجا نہ ہوگا کہ اس کتاب کی خوبی اور اوسکے مستند ہونیکا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ جو تجاویز اسکے عالی مقام مصنف نے اوس زمانہ مین جبکہ وہ محض پارلیمنٹ کا ممبر تھا اور ایران و وسط ایشیا مین بطور خود سفر کر رہا تھا حکومت برطانیہ کے غور کے لئے پیش کی تھین اور وہی آج کے دن ہندوستان کی مشرقی سرحد کی قسمت کے فیصلہ کا جزو اعظم ہین۔ ہندوستان اور ایران کے درمیان براہ نوشکی و سیستان ایک تجارتی راستہ کے کہولے جانے کی تجویز اس غرض سے کہ مشہد مین روس کے تجارتی اثر کے تفوق و ترفع کا اندفاع ہو اور دریائے ہلمند کے کنارہ غیر مزروعہ زمین کا جو وسیع خطہ حال مین انگریزی دائرہ اثر کے اندر داخل ہوگیا ہے اوسکی زراعتی استعداد کو ترقی دیجائے آج مکمل ہوگئی ہے[1] جنوبی بلوچستانی ریلوے کے ایک سلسلہ

---

[1] یہ رستہ کوئٹہ اور مشہد کے درمیان ۱۸۹۷ء کے شروع مین کہولا گیا۔ کل فاصلہ ۱۱۰۱ میل ہے یعنی کوئٹہ سے نوشکی تک ۹۰ میل نوشکی سے قلعہ رباط تک جہان سے ایران کی سرحد شروع ہوتی ہے ۴۰۳ میل۔ قلعہ رباط سے نصرت آباد تک ۱۴۳ میل اور نصرت آباد سے مشہد تک ۵۰۰ میل سڑک پختہ ہی اور اوسپر گاڑیان چل سکتی ہین۔ مناسب فصل سے مسافرونکے آرام کیلئے جابجا کنوئین موجود ہین۔ ہر منزل پر تھانہ اور کاروان سرائے اور دوکانین بھی ہین اور راہ مین لٹیرون اور ڈاکوؤن وغیرہ کی طرف سے کسی قسم کا خطرہ نہین کوئٹہ اور مشہد کے درمیان ہفتہ مین دومرتبہ ڈاک آتی جاتی ہے اور طریقہ قیمت طلب پارسل جاری ہی کوئٹہ سے نوشکی تک سلسلہ تار برقی بھی قایم ہے۔ جو قابل ذکر مقامات اس راہ پر پڑتے ہین وہ یہ ہین :۔ نوشکی۔ چاغی۔ نصرت آباد۔ برجند۔ ان مقامات پر انگریزی افسر متعین ہین۔ تاجرون اور سیاحون کی آسانی کے خیال سے نوشکی۔ نصرت آباد و برجند اور مشہد مین سرکار انگریزی کی طرف سے بینک کے ایجنٹ مقرر ہین۔ اور روپیہ بینک کے ذریعہ سے کوئٹہ سے مشہد کو بھیجا جاسکتا ہے اس رستہ کے کہلنے کی وجہ سے جو فروغ ہندوستانی تجارت کو ہو رہا ہے اوسکا اندازہ اس سے کیا جاتا ہے کہ ۱۸۹۷ء مین اس راہ مشہد کے ساتھ مبلغ ۵ لاکھ روپیہ کی تجارت ہوئی اور ۱۹۰۰ء مین بڑھکر مالیت کی مقدار ۱۷ لاکھ تک پہنچ گئی۔

کے اس غرض سے قایم کرنے کا منصوبہ کہ برطانوی سرحد پر روس کی شمالی ماوراء النہری ریلوے کی طاقت اور دولت کا جواب ہو اس وقت زیر غور ہے[1]۔ ان دونون تجویزون اور انکے علاوہ اور بہت سی تجاویز کی تحریک جن کے اعادہ کی یہان ضرورت نہین جارج نیتھنیل کرزن نے بارہ سال قبل اپنی مشہور و معروف تصنیف متعلقہ دولت ایران مین کی تہی یہ کتاب ساڑہے تیرہ سو صفحون کی ضخامت کی ہے جن مین کثیر التعداد حواشی بخط خفی درج ہین۔ مصنف کو جو کوششین اس کتاب کے لکھنے مین کرنی پڑی ہونگی اونکا اندازہ اس امر سے کیا جاتا ہے کہ جو تصانیف اس کتاب کے مرتب کرتے وقت مصنف کے پیش نظر تہین اونکی تعداد ڈہائی سو سے کم نہین - اور ان سب کی سب یا تقریبًا سب کا اوسنے بغور مطالعہ کیا۔

اردوے معلی مین لارڈ کرزن کی تصنیف جیسی جامع اور فاضلانہ کتاب تو کجا کوئی ایسی معمولی تصنیف بھی موجود نہتھی جو ایران کے حالات پر آج کل کے زمانہ کے مذاق کے موافق روشنی ڈالتی اور اس لئے جب میرے مخدوم محترم جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے سابق ہوم سکرٹری وحال ڈپٹی کمشنر علاقہ سرکار آصفیہ نے مجھکو ہز اکسلنسی لارڈ کرزن کی کتاب کے ترجمہ کرنے کا مشورہ دیا تو مین نے بہ شوق تمام اونکی تجویز پر عمل کیا۔

چنانچہ مین نے بہ وساطت سرکار آصفیہ ہز اکسلنسی لارڈ کرزن بالقابہم کی پیشگاہ مین کتاب "پرشیا" کے ترجمہ کی اجازت کی استدعا کی جسے ہز اکسلنسی نے اوس شوق علم وفن اور ہنر پروری کے اقتضا سے جو حضور ممدوح کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ منظور فرمایا۔

---

[1] اس ریلوے کی جو نوشکی سے ہوکر گذرے گی آجکل بڑی سرگرمی سے پیمایش ہو رہی ہے۔ مترجم

اِسکے علاوہ بادشاہ دکن ہز ہائینس میر محبوب علیخان بہادر جی سی ۔ ایس آئی نے ازراہ مواہب خسروانہ اس امر کی اجازت مرحمت فرما کر میری قدر بڑہائی کہ ترجمہ کو حضرت اقدس کے اسم گرامی سے مزّین کرون میرا دل گواہی دیتا ہے کہ جب اس ترجمہ کو ایسے جلیل القدر سخن پرورون کی ذات سے انتساب ہے اور جبکہ مین نے ترجمہ مین اصلی زور قایم رکہنے کی برابر کوشش کی ہے تو اسے پوری کامیابی حاصل ہوگی

اس کا ترجمہ چار جلدون مین شایع کیا جائیگا ۔ جن مین سے پہلی جلد جو ساڑہے چہہ سو صفحے کی ہونے کے باعث کچھ ضخیم نہین ہے ۔ اِس وقت ملک کے سامنے پیش کی جاتی ہے مجھے اُمید ہے کہ اہل ملک اسے شرف قبول عطا فرما کر دوسری تیسری اور چوتھی جلدون کے جلد شایع کرنیکی مجھے جرات دلائینگے ۔ مجھے افسوس ہے کہ نقشہ ایران جو اس جلد کے ساتھ منسلک ہے خوشنما ہونے کے لحاظ سے اصل جیسا نہ ہوسکا اس لئے کہ میرے پاس ایسے ذرایع موجود نہ تھے کہ مین اصل کے مطابق نقشہ تیار کراسکتا ۔ مگر امید ہے کہ اس کتاب کے ناظرین کی ضروریات نقشہ منسلکہ سے پوری ہوجائینگی ۔ اِسکے علاوہ مین نے ایک اور نقشہ اس کتاب کے لئے مصنف کی دوسری تصنیف "رشیا ان سنٹرل ایشیا" سے لیکر تیار کرایا ہے ۔ اس نقشہ سے وہ تمام ریل کی راہین معلوم ہوسکتی ہین ۔ جو یوروپ اور ایشیا کو ایران سے ملاتی ہین یہ نقشہ اُن لوگون کے لئے جو سیاحت ایران کا قصد رکھتے ہون بدرجہ غایت مفید ثابت ہوگا ۔

اصل کتاب کے بعض ابواب کا آغاز کسی اُستاد کی نظم سے ہوا ہے مین نے نظم کا نظم مین ترجمہ کیا ہے ۔ جہان جہان ضرورت پیش آئی ہے مین نے متن پر اپنی طرف سے حاشیے بھی لکھے ہین اور اونکے لئے میرا ماخذ حسب ذیل مصنّفین ہین ۔

الاصطخری | ابن حوقل | فرہاد میرزا | پروفیسر میرزا حیرت مرحوم
علامہ شبلی | اسٹوڈنٹس سائیکلوپیڈیا | انسائکلوپیڈیا برٹانیکا | لارڈ بائرن

تصاویر لندن کے مشہور کارخانہ لانگ مین گرین اینڈ کمپنی مین تیار کرائی گئی ہین جس کے اہتمام سے لارڈ کرزن کی اصل کتاب طبع ہوئی تھی۔ مصنف کی شبیہ جس سے اس کتاب کا پہلا صفحہ مزین ہے مین نے علیحدہ طور پر حیدرآباد کے ایک عکاس سے تیار کرائی ہے۔

اصل دلچسپی کا مرکز دوسری تیسری اور چوتھی جلدین ہین۔ جن مین اون مشہور و معروف مقامات مثلاً طہران۔ شیراز۔ اصفہان۔ اصطخر۔ رے وغیرہ کے حالات سے بحث ہے جن سے فارسی لٹریچر معمور ہے۔ یہ جلد ابتدائی ہے اور اسکا نصف حصہ زیادہ تر فن سیاست مدن اور جغرافیہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس لحاظ سے وہ ناظرین جو ایسے مباحث کو پیچیدہ اور پھیکا سمجھتے ہین شاید اسکے ساتھ وہ محویت وابستہ نہ پائین جو آیندہ جلدونکے اکثر حصہ کا خاصہ ہے۔

مین اپنے محب صادق مولوی سید محفوظ علی صاحب بی۔ اے (علیگڈھ) کا دلی شکریہ ادا کرتا ہون جن کی گرانبہا مدد اور محنت کے بغیر مین اس کتاب کو وقت پر ختم نہ کرسکتا۔

آخر مین ناظرین سے میری یہ التماس ہے کہ کتابت کی غلطیون کو جو اوس وقت تک برابر قایم رہین گی۔ جب تک کہ پتھر کا چھاپہ متروک نہ ہوجائیگا جسکی وجہ سے مصنفین کو اہالی مطبع کے "نازیبا" سہنے پڑتے ہین۔ اغماض کی نگاہ سے دیکھین۔ علی الخصوص جبکہ اس امر کو مدنظر رکھا جاے کہ اتنی بڑی ضخیم کتاب دو مہینے کی مدت مین چھپی ہے۔

حیدرآباد دکن
یکم مارچ ۱۹۰۲ء
ظفر علیخان

دیباچہ مصنّف

کتاب جو تقریباً تین سال کی لگاتار محنت چھ مہینے کے سفر ایران و علاقہ جات ملحقہ اور اس سفر کے بعد سے لایق و مستند اصحاب مقیم ایران کے ساتھ مسلسل خط و کتابت کا نتیجہ ہے اس امید پر شایع کی جاتی ہے (اور بیجا نہ ہوگا اگر مین یہ کہون کہ یہ اُمید شائبۂ تفاخر سے پاک ہے) کہ جب تک اس سے بہتر کوئی کتاب ایران کے حالات کے متعلق نہ لکھی جائے اوس وقت تک انگریزی زبان مین یہ کتاب مستند سمجھی جائیگی۔ جب مین سنہ ۱۸۸۹ء کے موسم خزان مین اخبار "ٹائیمس" کا نامہ نگار ہوکر ایران کو گیا تو میرا مقصود اصلی یہ تھا کہ مضامین کے ایک سلسلے کے ذریعے سے جن کا بلحاظ تعداد و طوالت محدود ہونا لازمی تھا اس اخبار کے لئے شاہ کجکلاہ کے ممالک محروسہ کی سیاسی حالت کی مجمل کیفیت قلمبند کرکے بھیجون[1]۔ اس کے ساتھ ہی مین نے اس موقع

[1] یہ خطوط جو تعداد مین ستّو تھے ماہ نومبر سنہ ۱۸۸۹ء سے ماہ اپریل سنہ ۱۸۹۰ء تک "ٹائمس" مین وقتاً فوقتاً شایع ہوتے رہے۔

سے فایدہ اوٹھاکر بہت کچھ مزید اطلاع جس سے مین اس موقع پر استفادہ نہین کرسکتا تہا بہم پہونچائی اور ایران کے موجودہ حالات کے متعلق متعدد تصانیف کے مطالعہ سے جن فروگذاشتون کا مجھے پہلے سے علم تہا اونکی تلافی کرنے کیلئے بھی مین نے ضروری معلوم حاصل کین یہی اطلاعات و معلومات ہین جو بشمول اوس مسلسل تحقیقات اور خط و کتابت کے جو مین نے بعد مین جاری رکہی اس کتاب کا مواد ہین

جس مضمون کو مین نے اختیار کیا تہا جب مین نے اوسپر مزید نظر ڈالی تو مجھے بہت جلد معلوم ہوگیا کہ ایران کے متعلق ہماری معلومات کے موجودہ ذرایع بالکل ناکافی ہین اگرچہ اس ملک کے حالات کے متعلق موجودہ (انیسوین) صدی کے ربع اوّل بلکہ نصف اول کے اختتام پر عمدہ کتابین اور بعض صورتون مین ایسی تصانیف قلمبند کی جاچکی تہین جو موزون طور پر یادگار زمانہ کہی جاسکتی ہین۔ لیکن تاریخ ثانی الذکر کے بعد سے کوئی ایک جامع تصنیف اس ملک کے حالات پر بحیثیت مجموعی نہین لکہی گئی جن مصنفین نے ایران پر کتابین لکہین اونہون نے اپنا موضوع اس مضمون کے مختلف پہلوؤن کو قرار دیا اور بعض صورتون مین جو کچھ اونہون نے لکھا وہ نہایت ہی مجمل اور مختصر تھا۔ لیکن باوجودیکہ اونہون نے مضمون کا ایک پہلو اختیار کیا تھا پھر بھی مجھے اکثر یہ دیکھنے کا اتفاق پیش آیا کہ اونہون نے کسی خاص مقام کی تفصیل یا کسی خاص مسئلہ کی تشریح سے محض اس بنا پر گریز کی ہے کہ مصنفین سابق ان امور پر تفصیل کے ساتھ راے زنی کرچکے ہین اور جب مین نے اون کے اس استدلال

کی تصدیق کیلئے ان مصنفین کی تصانیف کی ورق گردانی کی تو اول تو مجھے اون کی تفصیلی رائزنی کا سراغ ہی نہ ملا - کیونکہ اس کا سرے سے وجود ہی نہ تہا اور یا اس کو زمانہ مابعد کی تحقیقات یا آثار قدیمہ یا حوادث وعوارض سیاسی کی وجہ سے بالکل بے اثر پایا - اس لئے مین نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس قسم کے مسایل پر قلم اٹھانے مین مصنفین مذکور کا تامل اکثر تو سہل انکاری پر مبنی ہے - اور کسی قدر اس بات پر بھی کہ متقدمین کی مساعی کی تعظیم اون کو تصرف کی اجازت نہ دیتی تھی - غرضنکہ دولت ایران کے متعلق جسقدر صحیح معلومات ہتین وہ ایسی پریشان ومنتشر ثابت ہوئین کہ اگر ایران کے وسیع سفر کے لئے کسی سیاح کو معلومات کے لوازم کا ہمراہ لے جانا مطلوب ہو تو اوسے اون کتابون کی باربرداری ہی کے لئے جن کے بغیر کام ہی نہین چل سکتا ایک علیحدہ "چارپایے" کی ضرورت ہوگی - پس جس نسبت سے مین بڑہا اوسی نسبت سے میرے کام کا دائرہ زیادہ وسیع ہوتا گیا یہان تک کہ مجھے یہ بات محسوس ہوئی کہ ایک ایسی جامع کتاب کا موجود ہونا حقیقی اور لازمی طور پر ضروری ہے جس مین ایران کے تمدن کے ہر پہلو سے بحث ہو جس مین اسکے باشندون - اسکے صوبون - اسکے صوبون - اسکے شہرون - اسکی سڑکون - اسکے آثار قدیمہ - اسکے نظم ونسق سلطنت - اسکے وسائیر وآئین اسکی طاقت - اسکی تجارت - اسکی آمدنی - اسکے طرز عمل اور اسکے موجودہ وآئندہ نشو ونما - غرضنکہ اون تمام امور سے بحث ہو جن کی وجہ سے اسے دولت ایران کا لقب حاصل ہے یا جو اس لقب کے حصول مین اوسکے معین ہین -

اس ذمہ داری کو اپنے اوپر لیکر مین نے ذاتی قابلیت کی عدم موجودگی کی تلافی جہ کا

مین یہ آبادی گی تمام مقرہون اوس مطالعہ یا تحقیقات سے کرنے کی کوشش کی ہے جو کتابون
کے پڑھنے یا لایق مصنفین سے استشارہ کرنے کی بدولت مین کرسکا اہنی ذرایع کو مین نے
اون مقامات کے حالات کی تفصیل کے بہم پہونچانے کے لئے استعمال کیا ہے جہان
اپنے اثنائے سفر مین مجھے خود جانے کا موقع نہین ملا - یورپین زبانون مین ایران کے
متعلق گذشتہ پانچ صدیون کے اثناء مین جو دوسو اور تین سو کے درمیان کتابین
لکھی گئی ہین اونہین یا مین نے خود شروع سے لیکر آخر تک پڑہا اور یا اون کا اس کتاب
مین حوالہ دیا اور مین سچائی کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ اس کتاب مین جو کئی سو حوالے دئے
گئے ہین اون مین سے ایک بھی ایسا نہین جو بجائے اسکے کہ کسی دوسری کتاب
سے نقل کر لیا گیا ہو میرے ذاتی مطالعہ کا نتیجہ نہو - جو ناظرین میری اس محنت پر تبسم کرین
اونہین مین والٹیر کے ان لفظون مین جواب دونگا:

"تمہین یاد رہے کہ مین نے بہت سی کتابین اس لئے پڑہی ہین کہ تم اون کے
پڑہنے کی زحمت سے بچو - اور اسکے لئے میرا شکر ادا کرو"

اور جو ناظرین میری اس محنت پر تعجب کرین اون سے مین یہ کہونگا کہ بغیر اس جانکاہی کے
نہ تو مین دوسرے سیاحون یا مصنفون کے اقوال یا افعال یا جو کچھ وہ کہہ نہین سکے
یا کر نہین سکے - اوسکی تحقیق کر سکتا اور نہ مجھہ مین یہی قدرت ہوتی کہ تاریخ کے جن متعدد
مباحث کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور جسے عام مورخ جو زبردست نتائج کے مترتب
کرنے کا متمنی ہوتا ہے نظر انداز کر دیا کرتا ہے اونکو اپنے حیز غور مین لاسکون اور نہ

میری تصویر مین ترتیب کی وہ وحدت ہی نمایان ہوتی جس سے مین نے اس کو آراستہ
کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگرچہ اس تصنیف کا حقیقی موضوع سیاسی قرار دیا جاسکتا ہے تاہم بہت کچھ تاریخی
معلومات بھی اسکے اوراق مین پائی جائینگی۔ خواہ مین اسکے ضمن مین اہم صوبون
اور قومون اور شہرون کے ابتدائی کارنامے درج کرون خواہ اون مدارج کے سراغ
لگانے کی کوشش کرون جو ایران جاہلیت کی پستی سے تمدن کی بلندی پر پہونچنے مین
طے کرچکا ہے اور مشرق کی گھڑی کے سست رفتار پنڈلم کے بجائے مغرب کے
سریع السیر پہیون اور چکرون کی ترویج سے ابھی تک طے کر رہا ہے خواہ اوس
تار و پود کو سلجھاؤن جسکی رسن سازی یوروپ اور ایران اور بالخصوص برطانیہ کلان سے
تین صدی کے تجارتی و سیاسی تعلقات کی طرف انگشت شہادت سے اشارہ کریگی۔
اسی طرح فن تحقیق آثار ماضیہ کے متعلق مین نے اس امر کو نظر انداز نہین کیا کہ اگرچہ
ایران حقیقی و اصلی اعتبار سے مدبرون اور تاجرون ہی کی جولانگاہ ہے تاہم اس مین
آثار قدیمہ بھی بہ کثرت پائے جاتے ہین جن پر متبحر اور یگانہ فضلا نے اپنے قلم اور
طبیعت کو آزمایا ہے اور ابھی تک اس میدان مین اون کی کوششین جاری ہین اور اونکی
مساعی نے مجھے اوس کام کے لئے تیار کردیا ہے جسے مین نے بے احتیاطی اور جہل
انگاری سے شروع نہین کیا اور جس مین طالب علم کے جوش و اشتیاق کو چشمدید شہادت
سے بہت بڑی تائید حاصل ہوتی ہے۔ پس میرا روئے خطاب اون لوگون کی طرف

بھی ہے جو ایران کے حالات سے کماحقہ آگاہی رکھتے ہین اور اون لوگون کی طرف بھی جنہین فن سیاست مدن سے مذاق ہے اور جو ایران کے حالات کے دریافت کرنے کے شایق ہین۔

مقامات کے جغرافی موقعون کے مسئلہ پر جو توجہ مین نے صرف کی ہے وہ ہرگز کسی ایسے ملک پر مبذول نہ کی جاتی جسکے متعلق لوگون کی معلومات ایران کے مقابلہ مین زیادہ وسیع ہوتین۔ ایران مین بہت کم ممتاز مقامات ایسے ہونگے جن کا اس کتاب مین ذکر نہین کیا گیا یا حوالہ نہین دیا گیا۔ ان مقامات کی فہرست کتاب کے آخر مین بطور ضمیمہ کے لگا دی گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ نقشہ ایران جو اس کتاب کے ساتھ منسلک ہے اور جسپر مین نے ایک سال کی محنت شاقہ اور نگرانی صرف کی ہے سابق کی ہر مطبوعہ نقشہ کے مقابلہ مین زیادہ بہتر ہوگا۔ اسکے مجدد مسٹر ڈبلیو جے ٹرنر کے ہنرزا ہاتھ سے تیار ہونے اور موجودہ شکل مین کتاب کے ساتھ نظر آنے کیلئے مین رایل جاگریفیکل سوسائٹی کی فیاضی کا ممنون ہون جس نے اسکے مرتب کرانے کی ذمہ داری میرے تفویض کی اون اسناد کی یادداشت کے لئے جن پر اس کی ترتیب مبنی ہے اور اون اصولون کے لئے جو اسکی تیاری مین مرعی رکھے گئے۔ مین ناظرین کی توجہ اوس یادداشت کی طرف منعطف کرتا ہون جو سوسائٹی کی روئداد ماہ فروری ۱۸۹۲ء کے ساتھ اس نقشہ کے اول اول شایع ہونے کے موقعہ پر مین نے قلمبند کی تھی۔ یہان مین صرف اسی قدر ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہون کہ اس نقشہ مین ایک نام بھی ایسا نہین جسکی تحقیق

اور تلفظ کی نگرانی مین نے خود نہ کی ہو - بلا شبہ اس مین بہت سی غلطیان ہین لیکن مین امید کرتا ہون کہ یہ غلطیان غفلت و بے احتیاطی کا نتیجہ نہ ہونگی بلکہ معلومات کے نقص کا - اس کتاب کے چھوٹے نقشے میری ہدایت کے بموجب مسٹر غفار بورایل جاگریفیکل سوسائٹی کے نقشہ نویس نے جن کا پاکیزہ اور صحیح کام قابل تعریف ہے تیار کیے ہین -

اگر مغربی ممالک کے متعلق اسی قسم کی تصانیف کے ساتھہ اس کتاب کا مقابلہ کرنے پر میرے ناظرین کو محسوس ہو کہ ان مضامین پر اور خصوصًا ان کے اوس حصہ پر جو فن تدبیر مملکت سے تعلق رکھتا ہے اور جسکی نسبت مین مقدمہ مین کچھہ بیان کرونگا بحث کرتے وقت مجھہ سے لغزشین سرزد ہوئی ہین تو مین اون سے یہ عرض کرون گا کہ اونہین یاد رہے کہ مشرق مین اطلاع و معلومات کے حصول کے وہ سرکاری ذرایع ہرگز موجود نہین ہین جو مغرب مین عام طور پر آسانی سے بہم پہونچ سکتے ہین - نہ یہان کوئی بلو بک شایع ہوتی ہے نہ علمی طور پر شمار اعداد کو ترتیب دیا جاتا ہے - نہ مردم شماری کی رپورٹ نکلتی ہے نہ کوئی اخبار یا موقت الیشوع رسالہ ہی چھپتا ہے غرضکہ معلومات کے اون مہتم بالشان لوازم کا ایک جزو بھی یہان نہین پایا جاتا جنکی نسبت یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اون سے انسان کے اطمینان کی دولت مین اضافہ ہوتا ہی یا وہ خانہ برانداز عقل و ہوش ہوتے ہین - شمار اعداد و واقعات کا جو نفس الامر مین مشرقی تصور کے لیے باعث توہین ہین اگر ایران مین بہم پہونچنا ممکن ہے تو عرصہ دراز کی تحقیقات اور صبر و تحمل کے بعد اور وہ بھی اوس صورت مین جب کہ تفحص و جستجو کی متعدد کوششین جداگانہ طور پر عمل مین لائی جائین - اور مین سچ کہتا ہون کہ بعض دفعہ اس کتاب کی ایک سطر کی

لکھنے مین مجھے گھنٹون کی محنت اور کبھی کبھی صفحون کی خط وکتابت کرنی پڑتی ہے۔

جو خاص خاص باتین مین نے اس کتاب مین بڑہائی ہین وہ حسب ذیل ہین۔ جن ابواب کا موضوع کوئی خاص صوبہ یا علاقہ ہے اونکے آخر مین مین نے قرب وجوار کے اون خاص خاص رستون کی فہرست درج کر دی ہے جنہین سیاحان سابق نے اختیار اور بیان کیا۔ جس ملک مین ریل نہو اور جہان مسافر کی رہنمائی کے لیئے کوئی ہدایتی دستور العمل موجود نہو وہان اجنبی اگر پگڈنڈی سے کترا کر کوئی دوسری سمت اختیار کرے گا تو ظن غالب ہے کہ اوسکو اس بات کا بالکل علم نہوگا کہ آیا اوسکے رستے کو پہلے کوئی اور مسافر طے کر چکا ہے۔ یا وہ اچھوتی زمین پر چل رہا ہے۔ صورت اوّل الذکر مین مین اوسکو مقابلہ کے ذرایع بہم پہونچاتا ہون اور صورت ثانی الذکر مین مین اوسکو تحقیقات کی ذمہ داریون سے آگاہ کرتا ہون۔ ابتداءً مجھے یہ امید تھی کہ مین اس کتاب کے آخر مین اون مقامات کے نامون کی فہرست ضمیمہ کے طور پر شامل کر سکون گا جو ایرانی جغرافیہ اور سیاحت سے متعلق ہون لیکن ان نامون کی فہرست اس قدر ضخیم ہو گئی ہے کہ مجھے اوس کا علیحدہ شایع کرنا لازم ہوا اس کی تلافی کے لیئے مین نے ہر ایک مقام یا مضمون کی بحث مین تصانیف متعلقہ بزبان یوروپ کی جن کا مین نے مطالعہ کیا ایک مکمل فہرست درج کر دی ہے۔ بہت سے نقشے۔ شجرے اور فہرستین بھی جو پہلے کبھی شایع نہین ہوئین۔ کتاب مین شامل کی گئی ہین۔

جو سیاسی آرار مین نے اس مین ظاہر کی ہین اون کی ذمہ داری مین کوئی دوسرا میرا شریک نہین ہے۔ نہ تو ان آراء کا ماخذ سفارت برطانوی متعینہ طہران ہے اور نہ

غالباً سفارت مسطورہ ان سب کی ہمداستان ہی ہے اور جن احباب کی اعانت کا مین آگے چلکر اعتراف کرونگا اون سے بھی انکو منسوب نہین کیا جا سکتا۔ اگر یہ آرا ایران کے معترفین کو کبھی ناگوار گزرین تو اونہین یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان آرا کے اظہار کی وجہ تحریک معاندانہ تھی جس قوم کی نسبت مین نے یہ خیالات ظاہر کئے ہین مین تو اوس کی اغراض کا حامی اور معین ہون یہ بھی واضح رہے کہ مین نے کوئی راے اوس وقت تک ظاہر نہین کی جب تک کہ مجھے اس بات کا واثق یقین نہین ہوا کہ یہ راے صحیح ہے۔ یہ امر ہنوز معرض نزاع مین ہے کہ سیاسی مباحث مین اظہار حق سے کس حد تک کام لینا چاہیئے۔ مگر پھر بھی مجھے اون لوگون کے ساتھہ تو اتفاق ہے جو سیاسی جھوٹ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ اس کتاب کی دو نون جلدین باستثنا اوس فصل کی جسکا موضوع اصطخر ہے اوسوقت مطبع مین بھیجی جا چکی تہین جبکہ سرکاری طور پر میر التعلق انڈیا آفس سے ہوا اور اس لئے آرا مندرجہ کتاب ہذا ہر صورت مین ایک خانگی حیثیت کے شخص کی رائین ہین اور سرکاری سند یا تحریک کے بغیر قایم کی گئی ہین۔

تلفظ کے متعلق واضح رہے کہ مین نے رواج عام اور عالمانہ تنقید کے درمیان حد اوسط قایم کی ہے اور بجاے اسکے کہ خودنمائی اور تفاخر کا التزام مجھپر عاید ہو مین نے عامی ہونے کا الزام اپنے سر لینے کو زیادہ پسند کیا ہے۔ فارسی اور عربی نامون کو ایک ایسی زبان مین ادا کرنا جو اون علامات سے بالکل معرا ہو جنکے ذریعہ سے ان زبانون کی بعض آوازین ادا کی جا سکین درحقیقت مشکل ہے اور موجودہ صورت مین اسکو ایرانی نامونکے ہندوستانی تلفظ نے جس سے انگریز زیادہ آشنا ہین گر جن کا خود ایران مین رواج نہین زیادہ پیچیدہ کر دیا ہے۔ بہت سی صورتون مین مین نے غلط العام فصیح کی

اصول پر عمل کیا ہے جو کچھ عرصہ کے بعد بمنزلہ قانون کے ہو جاتا ہے اور اس لحاظ سے ابوشہر کو بوشایر اور مشہد کو مشد[1] لکھا ہے۔ کہین کہین مین نے دیسی تلفظ کی آواز کے بعینہ ادا کرنے کے ساتھ جسقدر صحت ممکن ہو سکتی تھی اوسکا لحاظ رکھا ہے۔ اگر مجھ سے بعض دفعہ تناقض سرزد ہوا ہے تو وہ ایسا ہے جس سے اجتناب ممکن نہ تھا۔

اگر یہ کتاب کسی حد تک مصنف کی دلی خواہش کے معیار مین پوری اوترے تو اس کی وجہ محض وہ فیاضانہ امداد ہے جو خوش طالعی سے اوسے مل سکی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف مین نہ تو میرا سفر اور نہ میری کتب بینی ہی میرے کام آتی اگر اوسکے معین وہ تمام مصنفین نہوتے جن سے مین نے استعانت کی۔ اس بارہ مین خاص طور سے اطلاعات و معلومات کا وہ بیش بہا مخزن میرے لئے مفید ثابت ہوا جو اس کتاب کے شایع ہونے کی تاریخ تک بعض احباب ایران سے مجھے بہم پہونچاتے رہے۔ اسکے علاوہ ان اوراق کی اشاعت مین صحت کا پورا اعتبار مجھے اوسوقت تک نہ ہو سکتا جب تک کہ لکھے جانے کے بعد وہ مجھ سے بھی زیادہ لایق لوگون کی نظر ثانی کے لئے طہران کو نہ بھیجے جاتے اور بہت سی صورتون مین اونہین انگلستان کے مساوی قابلیت کے اصحاب کی خدمت مین تبصرہ کے لئے پیش نہ کیا جاتا۔ ان معاونین مین سے پہلا نام بلحاظ مستند ہونے اور باعتبار وسعت اعانت کے جرنیل اے ہاوٹم شنڈلر کا ہے۔ یہ صاحب جو ایران مین بہت سی ممتاز خدمات پر سرفراز رہ چکے ہین اب امپیریل بینک آف پرشیا واقع طہران کے مشیر کار ہین۔ قطع نظر اس کے کہ اس ملک مین وہ ایک عرصہ دراز سے اقامت پذیر ہین تبحر علمی اور جوش قومی اون کی ذات کے نمایان اوصاف ہین مین نے

[1] اگرچہ انگریزی مین بوشہر کو بوشایر اور مشہد کو مشد کر کے لکھتے ہین لیکن مین نے یہ لحاظ رکھا ہے کہ ان مقامات کا اصلی نام جس طرح اردو مین لکھا جاتا ہے کتاب مین لکھا جائے۔ مترجم۔

نہ صرف وہ جدید معلومات جو اس کتاب میں درج ہین اون سے حاصل کی ہین - بلکہ ان دونون جلدون کے
تقریباً ہر ایک صفحہ پر اونہون نے نظر ثانی کی ہے اور جب یہ خیال میرے دل مین آتا ہے کہ اگر اونکی
فیاضانہ اور بیدریغ مدد نہوتی تو اس کتاب مین کتنی غلطیان ہوتین تو مین کانپ اوٹھتا ہون بہت کم
لوگ ایسے ہون گے جو خود ایک اعلی درجہ کی کتاب لکھنے کی استعداد رکھنے پر بھی دوسرے آدمی کی
کتاب کی قدر و قیمت کے بڑہانے مین ایسی بے غرض کوشش کرین - جن دوسرے اصحاب مقیم ایران
سے مجھے مدد ملی ہے وہ مسٹر جے آر - پریس حال انگریزی قونسل متعینہ اصفہان مسٹر جے جے
فہی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ انڈو یورپین محکمہ تار برقی شیراز اور نیز میرے سفر ۱۸۸۹-۹۰ء کے متعدد میزبان
ہین - ان کے علاوہ دوسرے صاحبون کی اعانت کا بھی مجھے اعتراف ہے جنکے بارمنت سے مین
اسوجہ سے سبکدوش نہین ہوجاتا کہ اونکے نام یہان درج نہین ہین - انگلستان مین سر ایف گولڈ اسمڈ
براہ کرم اون فصلون پر نظر ثانی کی ہے جو سیستان اور جنوبی و مشرقی صوبجات سے متعلق ہین اور جن پر
بلحاظ وسعت تجربہ اونہین خاص طور سے رائے زنی کا استحقاق ہے ۔ اسکے علاوہ اور دوسرے
امور مین بھی اونہون نے میری مدد کی - کرنل سر ای سی - راس نے جو ایام بوشہر مین برطانوی رزیڈنٹ
تھے جنوبی ایران اور خلیج فارس سے متعلقہ ابواب پر اسی طرح کی فیاضانہ توجہ مبذول کی ہے اور کرنل اسٹوارٹ
ہماری لایق قونسل جنرل متعینہ تبریز نے اکثر ابواب کو جو سلطنت ایران کے شمالی علاقجات سے تعلق رکھتے ہین اپنی
مبصرانہ نگاہ کا فیض پہونچایا ہے مسٹر سیسل اسمتھ نے جنکا تعلق عجایب خانہ لندن سے ہے براہ عنایت
پسارگدے اور اصطخر کے حالات کو پڑہا ہے اور مین اون کی اس عنایت سے اس لیے مستفیض
ہوا کہ اونہون نے ان مقامات کی خود سیر کی ہے - آخر مین مجھے سر الفریڈ لایل کے فاضلانہ اور

محققانہ مشورون کا جن سے مجھے بیشمار صورتون مین نفع پہونچا صدق دل سے اعتراف ہے
جن عکسی تصاویر سے یہ کتاب مزین ہے وہ یا تو خود میری اتاری ہوئی ہین یا طہران کے شاہی مدرسے
ایرانی تلامذہ کی یا میرے احباب کی جن مین خصوصیت کے ساتھ مین مسٹر سایر اور مسٹر ہربرٹ ویلڈ بلنڈل کا نام
لے سکتا ہون چند نقشے پیرس کی ہیشنے لائبریری کی کریمانہ اجازت سے اصل سے لئے گئے ہین
مین خوب جانتا ہون کہ اتنی بڑی ضخیم کتاب باوجود متذکرہ بالا صدر موافق اور حسب مراد حالتون کے غلطیون
اور فروگذاشتون سے پاک نہ ہوگی جن ناظرین کی نظر اس قسم کی غلطیون پر پڑے اون کی بہترین تحسین
یہی ہے کہ اس کتاب کی طبع ثانی کیلیے (اگر خدا وہ وقت لائے) تصحیحاً میری امداد کرین جسکے لیے
مین بصدق دل اون کا شکریہ ادا کرونگا مین اوپر اشارہ کر چکا ہون کہ مین ایک کتاب اس تصنیف کے
ضمیمہ کے طور پر شایع کرنا چاہتا ہون مجھے اُمید ہے کہ سال رواں مین یہ ضمیمہ شایع ہو جائیگا اسمین ایران کی
تاریخ جغرافیہ سیاحت واقعات اور مقامات کے نقشون عہدنامجات و معاہدات کی نقول
خاندانون کی فہرست اوزان پیمانون اور سکون کے نقشون اور بہت کچھ مزید اطلاع متعلقہ شمار اعداد کا
تفصیلی بیان ہوگا جسے مین نے ان اوراق کی تصنیف و ترتیب کے وقت جمع کیا ہے یہ ضمیمہ جزئیات
کے طالب کیلیے مفید ثابت ہوگا اور عام ناظرین کو اس سے زیادہ دلچسپی نہوگی لیکن مجھے اُمید ہے کہ اصحاب ثانی الذکر
مین سے بھی بعض مجھپر عنایت کرینگے کہ جہان یہ کتاب اونکی الماری مین ہو وہان وہ اسکے ضمیمہ کو بھی اوسکے پہلو مین جگہ دیدیا
خاتمہ پر مین اپنی اس دوسری تصنیف کے لئے جسکے ساتھ میری واثق تر اسیدین وابستہ ہین اس سے زیادہ
کامیابی کا خواہان نہین ہون کہ دو سال قبل میری زیادہ تر کم مایہ تصنیف کو ناظرین نے جس حوصلہ افزائی اور
قدردانی کی نظر سے دیکھا تھا اوسکا اسکے متعلق بھی اعادہ کیا جائیگا۔

جارج نتھینیل کرزن

مقدمہ


شیاء قابل دید و مشاہدہ یہ ہین - بادشاہون کے دربار بالخصوص اوس حالتین جبکہ سفرا اونکے حضور مین باریاب ہون - عدالتہائے دینوی و مذہبی جبکہ وہ مقدمات کی سماعت مین مصروف ہون - کلیسا اور صومعے اور اونکے آثار ماضیہ - بلاد و امصار کی فصیلین - شہرپناہین - بندرگاہ - قدیم یادگارین - کھنڈر - کتبخانے - مدارس - مناظرے اور خطبات - کشتیان - جہاز اور بحری قوت کے لوازم - بڑے بڑے شہرون کے قرب وجوار کی سرکاری اور تفریح عام کی عمارات و باغات - سلاح خانے - آلات حرب کے مخازن - گولی بارود کے ذخیرے - ساہوکارے - مہاجنی کوٹھیان - مال کے گودام - سواری - پھکیتی - فوجی قواعد اور اسی قسم کے دوسرے کرتب - کھیل تماشے جنکے دیکھنے کے لئے شرفا جاتے ہون - خلعت و جواہرات کے توشہ خانے - شیشہ آلات اور بلورین ظروف اور دوسری نادر اور کمیاب چیزین - غرضکہ جو کچھ بھی عجیب اور بے عدیل معلوم ہو اوسے دیکھنا چاہیئے -

(بیکن کا اٹھارہوان مضمون جسکا موضوع سفر ہے)

اس کتاب کے مقاصد سہ گانہ



پنی سیاحت کی داستان کے شروع کرنے سے پہلے مین اس ابتدائی باب مین اون سہ گانہ مقاصد کو اپنے ناظرین پر واضح کرنا چاہتا ہون جو اس کتاب کی تصنیف کے متعلق میرے پیش نظر ہین - مینے ایران سے جو پہلا مراسلہ اخبار "ٹائمس" کو لکھا تہا اگر مین اوسکے شروع کی عبارت کا اس مقام پر اقتباس کرون تو شاید بہترین طریقہ پر اس کتاب کی اصلی غرض کی تصریح ہو سکے گی۔

"شاہ ایران کے ۱۸۸۹ء کے سفر انگلستان اور اوس خاطر و مدارات نے جو ملک مین سرکاری طور پر اور خلایق عامہ کی طرف سے اون کے لئے عمل مین لائی گئی - ایران اور مسئلہ ایران کی اوس دلچسپی کو پہر تازہ کر دیا ہے جس مین چند سال سے (شاہ موصوف کے ممالک محروسہ کے بعد اور اُس روز افزون بے توجہی کے باعث جو اہل انگلستان کو اپنی فوری اغراض کے علاوہ دوسرے امور کے متعلق پیدا ہو گئی تھی) ضعف آچلا تہا - جس گرمجوشی اور تپاک کے ساتہ ابنائے ملک کے ہر طبقہ نے ملکہ معظمہ سے لیکر ادنی ترین رعایا تک اس جلیل القدر مہمان کا استقبال کیا اور برطانیہ کلان کے عظمت و جلال اور اہل برطانیہ کی رفاقت و اخلاص کا نقش اوس کے دل پر بٹھانے کی جو کوششین کیگئین وہ اس امر کی شاہد تہین کہ شاہ کجکلاہ کو محض اسی نظر سے نہین دیکھا گیا کہ وہ ایک مشرقی حکمران ہے جسے ممالک غیر مین سفر کرنے کی چاٹ لگی ہوئی ہے اور اسلئے بزم معاشرت کی جدید ترین شمع ہونیکی

حیثیت سے سب لوگون کو اوس کی جہلک دیکہنی چاہیئے بلکہ اوسکی وقعت کا پلہ اس سے بھی بھاری تھا۔ گو یقین کی روشنی اس پر نہ پڑی تہی لیکن پھر بھی لوگون کو یہ خیال ضرور تھا کہ جس شاہنشاہ کی سواری اس تزک و احتشام اور جلوس کے ساتھہ دریائے "ٹیمس" کی شاہراہ پر لائی گئی ہے۔ جسے قصر گلڈ ہال مین دعوت دیگئی ہے اور جسے سلطنت کے خاص خاص صنعتی مراکز کی سیر کرائی گئی ہے وہ انگریزی قوم کا رفیق اور شریک ہونیکے علاوہ مشرق مین ہماری تدابیر مملکت کے انفصال کا ایک مہتم بالشان جزو ہے۔ جن لوگون کو سیاست و تدبیر ملکی کی شاہانہ اغراض کی طرف سے بے پروائی تہی وہ بھی اس بات سے بے خبر نہ تھے کہ قلمرو ایران انگریزی اور (انگلستان کی وساطت سے) ہندوستانی اشیا کی تجارت کے لئے ایک وسیع اور نفع رسان منڈی بن سکتی ہے اور اگر روپیہ اور فائدہ کے خیال کے علاوہ اور کوئی خیال مرکوز خاطر نہ بھی ہوتا ہم ایران کے حکمران کے ساتھہ دوستانہ تعلقات قایم رکھنا ایک پرزور خواہش ہونی چاہیئے۔ لیکن اسکے ساتھہ ہی باوجودیکہ یہ امر مسلم تہا کہ شاہ ایران کا سفر غیر معمولی طور پر نتیجہ خیز ہے اور اس گرمجوشی کے ساتھہ اونکا استقبال اور تواضع کرنی قرین مصلحت ہے پھر بھی اخبارون کی تحریرات اور اراکین بیت العوام (ہاؤس آف کامنز) کی آرا سے اس بات کا پتہ چلتا تھا کہ اکثر لوگ ایسے ہین جنہون نے زمانہ کی علامات کی تعبیر غلط کی ہے یا جو اون کی تعبیر سے قاصر رہے ہین اور اشارۃً وکنایۃً ہی نہین بلکہ علانیہ طور پر بھی اس امر کا اظہار کیا گیا کہ ایک ایسے شاہنشاہ کی آؤ بھگت مین جو غالباً غرض آمیز موانست کی ان علامات کو حقارت کی نگاہ سے دیکہتا ہے اور جس سے

اسکے معاوضہ مین کسی بات کی توقع نہین ہوسکتی اس قدر نمایش سے کام لینا اور شور و غل مچانا کچھ مضحکہ انگیز سا معلوم ہوتا ہے۔ غرضکہ مسئلہ ایران کے پیچ در پیچ اور مہتم بالشان حقایق کا مفہوم اوس وقت ناکامل طور پر سمجھا گیا اور جو مقدمہ کہ اصل مین نہایت ہی معقد اور مغلق تدبر کی شان سے لیے ہوئے تہا اوس پر اسطرح سے بحث کیگئی کہ گویا وہ ایک اتفاقی فرض ہے جسکی انجام دہی سے خوش آیند طور پر عہدہ برا ہوکر بعد مین بلا تردد اوسے صفحہ خاطر سے محو کردینا چاہیئے۔

چونکہ میرا خیال ہے کہ اس قسم کے تصورات لوگون کے ذہن مین ابھی تک جاگزین ہین اور مجھے یقین ہے کہ یہ تصورات غلط ہین اور ممکن ہے کہ اون سے بربادی بخش نتایج مترتب ہون اس لیے جو کچھ مین نے اپنی آنکھون سے ایران مین دیکھا ہے اوس سے استشہاد کرکے مسئلہ ایران کے مالیہ وما علیہ کو بیان اور اس بات کو اپنے انگریزی ناظرین پر ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ اس بعید مملکت کے ساتہہ اونکی کیا کیا اغراض متعلق ہین۔ کیون وہ ایران کے سیاسی مسئلہ اور اوسکے نشو و نما کو اس شدید اشتیاق کے پہلو سے دیکھنے پر مجبور ہین۔ ایران کے ساتہہ اتحاد قایم ہونے کے کیا معنی ہین۔ اور اوس سے کیا کیا نتایج حاصل ہوسکتے ہین۔ اور کیون یہ امر خارج از امکان ہے کہ شاہ ایران اور اونکی رعایا کو بے اعتنائی سے دیکھا جائے۔ بہت سے مسایل ایسے ہین جن پر مجھے اپنے سفرنامہ کے ضمن مین بحث کرنی پڑے گی۔ یہ مسائل شاہ کی گورنمنٹ کے طرز نظم و نسق کے موجودہ رجحان۔ مملکت ایران کے انتظام کے اسلوب۔ کیفیت۔ محاسن یا معایب۔ شاہ کے سفر یورپ سے

اصلاحون کے منتج ہونے کے احتمال۔مسئلہ وراثت تخت وتاج۔ فوج کی کیت وکیفیت قلمرو ایران مین ریلوے کے اجرا۔اہل ایران کے سیاسی رجحانات۔روس اور برطانیہ کلان کی رسوخ واثر کے مدارج کی نسبتی تعیین۔ان دونون دولتون کے اغراض ومقاصد۔مسئلہ خراسان کے مفہوم اور اوس کی وقعت۔اور اون خطرات پر مشتمل ہین جن مین انگریزی تجارت کا غیرون کے مقابلہ مین ممالک محروسہ شاہ کجکلاہ کے مختلف صوبہ جات مین پڑنا بیان کیا جاتا ہے۔

سر چارلس میگگریگر متوفی نے ۱۸۷۵ء مین شاہ کے سفر اوّل یورپ کے بعد اپنے سفر ایران کے اثناء مین حسب ذیل راے ظاہر کی۔

"میرے خیال مین شاہ کا جو استقبال ہم نے کیا اوس سے کچھ بھی مفید اثر نہین پیدا ہوا ایرانی جانتے ہین کہ ہمین روسیون کی طرف سے کھٹکا لگا ہوا ہے۔ اور اسلیئے وہ اس معاملہ پر محض سیاسی پہلو سے نظر ڈالتے ہین۔ اور گو جس گرمجوشی اور تپاک سے اونکے شاہ کا استقبال لندن مین کیا گیا اوس سے اون کی نگاہون مین اوس کی وقعت بہت بڑہ گئی ہے پھر بھی ہماری حالت مین اس سے کچھہ ترقی نہین ہوئی۔میری دانست مین ایرانیون کو یہ خیال ہے کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ جب روس کے ساتھہ چپقلش ہو تو ایرانی ہماری طرف ہون اور اس کمک کیلیئے ہم اونہین بیش قرار معاوضہ دینگے۔ اگر انکا ایسا خیال ہے تو مجھے نہایت افسوس ہے"

"مین اس امر کے تحقیق کرنے کی کوشش کرونگا کہ آیا یہ خیال شاہ ایران کی رعایا کے ذہن مین ابھی تک سمایا ہوا ہے یا نہین۔ اور گذشتہ سولہ سال کے عرصہ مین فن تدبیر مملکت کے

ابتدائی اصولون کی تحصیل مین اوہون نے کس حد تک ترقی کی ہے۔ غرضکہ مین اپنے مراسلات مین ایران پر ایک انگریز اور بالخصوص ایک انگریزی مدبر کی حیثیت سے بحث کرونگا کسی ملک مین جو شخص عرصہ دراز سے مقیم ہو وہ اُس ملک کے باشندون کے رسم ورواج و عادات کو بوجہ احسن بیان کرسکتا ہے اور اس کام کے لئے موزون بھی ایسا ہی شخص ہوتا ہی اگر ایک سیاح اس کام کو اپنے ذمہ لیگا تو اوس سے لامحالہ غلطیان سرزد ہون گی کیونکہ جو رائے وہ قایم کریگا وہ تعجیل اور نقایص سے مملو ہو گی۔ لیکن ایک سیاسی مسئلہ کا تصفیہ بلاخوف وخطر ایک مدبر پر چھوڑا جاسکتا ہے اور اس تصفیہ مین غلط نتایج کے استنباط کا احتمال نہین ہوسکتا اگر یہ کوشش کیجائے جیسی کہ اس صورت مین کی گئی ہے کہ مسئلہ مزبور پر تنگ حوصلگی یا خودغرضی کے پہلو سے نظر نہ ڈالی جاے بلکہ اغراض سلطنت کو ملحوظ اور اون تعلقات کو مرعی رکھکر اسپر بحث کیجائے جو اس کو اجتماعی حیثیت سے ایشیائی سیاست مدن کے وسیع تر مسئلہ کے ساتھ ہین اور جسکا یہ ایک ممتاز جزو ہے“

اس کا تعلق قلمرو ہند کے ساتھ

گرہ بالا فقرون مین مینے کافی وضاحت کے ساتھ اس کتاب کے سیاسی پہلو کو دکھایا ہے۔ مجھے اس امر کے اخفا کی ضرورت نہین کہ میری اصلی غرض وغایت بھی اسی پہلو کا دکھانا ہے اور بجائے اسکے کہ مین کوئی سفرنامہ لکھون جسے عام لوگ ایک دفعہ پڑھ جائین اور پھر اُٹھا کر بھی نہ دیکھین۔ مین اس بات کو بدرجہا اولیٰ وانسب خیال کرتا ہون کہ کوئی ایسی سیاسی تصنیف میرے قلم سے نکلے جو اون خاص لوگون کے پسند آئے جنکی

معلومات وسیع ہین - میری اس خواہش کی یہی وجہ نہین کہ فن سیاست مدن کے متعلق اگر کسی کتاب کی تصنیف مین کامیابی ہوئی تو وہ دیرپا ہوگی - حالانکہ سیر وسیاحت کی کسی داستان کے ساتھہ لوگون کو دلچسپی ہوئی بھی تو وہ عارضی اور بے ثبات ہوگی - بلکہ اوسکا منشا یہ ہے کہ وسط براعظم ایشیا کی سلطنتون اور حکومتون کے حالات سے بحث کرتے وقت کوئی امر زیر بحث ایسا ضروری اور نتیجہ خیز نہین جیسا کہ وہ حصہ ہے جو مشرق کی آیندہ قسمت کا فیصلہ کرنے مین وہ لین گی یا لے سکتی ہین - ترکستان - افغانستان - ماوراالنہر[۵۱] اور ایران ایسے نام ہین جنہین سنکر بہت سے لوگون کے ذہن مین بُعد مسافت عجیب وغریب انقلابات - اور اون افسانون اور حکایتون کے جادو کے سوا جسکے دہوئین کوئی دم مین اڑا جاتے ہین اور کوئی خیال پیدا نہین ہوتا - اگر مجھ سے پوچھا جائے تو مین یہ کہون گا کہ میرے نزدیک وہ شطرنج کے مہرے ہین جو ایک ایسی بساط پر چنے ہوئے ہین جسپر ربع مسکون کی حکومت کی بازی کھیلی جا رہی ہے - اس خیال کے مطابق برطانیہ عظمی کی آیندہ قسمت کا فیصلہ نہ یوروپ مین ہوگا نہ اون سمندرون پر جن پر اوس کا پھریرا اڑ رہا ہے اور نہ اوس برطانیہ عظمی ترین جسکی بنا اوسکی

---

[۵۱] ابتدائی زمانہ کے اسلامی مورخین دریائے آکسس یعنی جیحون کو لفظ " النہر " سے تعبیر کرتے تھے اور اس لحاظ سے اوس علاقہ کو جو دریائے جیحون کے بائین جانب واقع ہے اور جسکے شمال مین یورالسک - جنوب مین سطح مرتفع خراسان وافغانستان - شمال ومشرق مین خیوا اور بخارا - جنوب ومشرق مین افغانی ترکستان اور مغرب مین بحیرہ اخضر واقع ہے ماوراالنہر کہتے تھے - زمانہ حال کے جغرافیہ مین جس صوبہ کی حدود اربعہ حدود متذکرہ بالا پر منطبق ہوتی ہین وہ بحیرہ اخضر کی دہنی جانب واقع ہونے کے باعث انگریزی مین ٹرانس کیسپیا یعنی ماوراالاخضر کے نام سے موسوم ہے - لیکن چونکہ یہ دونون علاقے دراصل ایک ہی ہین اس لئے مین نے ٹرانس کیسپیا کا ترجمہ ماوراالنہر کیا ہے - مترجم

اولاد و احفاد نے ڈالی ہے۔ بلکہ اوس بڑا اعظم مین جہان سے ہمارے اولین آبا و اجداد ترک وطن کرکے آئے تھے اور جہان اون کی اولاد فتح و نصرت کے ساتھہ پھر واپس آئی ہی۔ ہندوستان کے بغیر سلطنت برطانیہ قایم نہین رہ سکتی۔ ہندوستان کا قبضہ کرۂ زمین کے مشرقی حصہ مین شاہنشہی کی التمغہ سند ہے جب سے کہ ہندوستان کے وجود کا علم ہوا ہے اوس وقت سے اسکے حکمران نصف دنیا کے فرمان فرما رہے ہین۔ جس خواہش نے سکندر۔ تیمور اور بابر کو دریائے انڈس کی طرف بڑہنے کی تحریک کی اوسی نے پرتگیزون کے حق مین شاہنشہی کا وہ قلیل المیعاد قبالہ لکہدیا جسکے فرسودہ پرزون کو اونہون نے ابھی تک حرز جان بنا کر رکھہ چھوڑا ہے۔ اوسی نے گذشتہ صدی مین ایران کے ایک شاہ کو دس سال تک مشرقی متناصین کا حکم بنائے رکھا۔ اوسی نے فرانس کو وہ سلطنت دے ہی دی ہوتی جسے قوی تر دلون اور روشن تر ستارۂ بخت نے ہماری قوم کو عطا کیا اور یہ وہی ہے جو آج کے دن تک دیو شمال[۱] کے سمند حرص پر تازیانے برسا رہی ہے اور اوسکے رگ و پے مین موجین مار رہی ہے۔ باوجودیکہ سیاسی حیثیت سے ہمارے زمانہ مین خانگی مسائل متعلقہ سیاست مدن ایک ایسی وقعت اور اہمیت کی شان لئے ہوئے ہین جو یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہے اور باوجودیکہ عام رجحان یہ ہے کہ مغرب کی طرف عنان توجہ کو منعطف کیا جائے اور واجب الاتباع نظایر اور تدبر و سیاست کی مثالون کیلئے نوخیز لوگون اور ایک صبیح رنگ کی قوم سے استشارہ کیا جائے پھر بھی ایک شخص ضرور ایسا

---

[۱] دیو شمال سے مراد روس ہے۔ مترجم

سے ملے گا۔ جسکے مرقع تصورین زمانہ قدیم کی شبیہین کھنچی ہین۔ جو اپنے ہموطنون کو یہ بات یاد دلاتا ہے کہ گو مغرب مین اونکو یہ اختیار باقی نہین رہا کہ

"جس کو چاہا دے دیا اور جس سے چاہا لے لیا"

پھر بھی وہ مشرق کے وصی اور ولی ہین اور دنیا مین ملیح رنگ کی دوسرے درجہ مین سب سے بڑی آبادی اونکے زیر حکومت ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ صیانت و حفاظت کا کوئی ایسا دقیقہ اٹھا نہ رکھنا چاہیئے جسکے ذریعہ سے دوامی طور پر علم سیاست مدن کے اون عمدہ ترین نتائج سے استفادہ کیا جائے جو انسان کو اپنے اسلاف سے میراث مین پہونچے ہین۔

تاریخ وجغرافیہ

علاوہ اوس تعلق کے جو ایران کو ایشیا کے دقیق اور وسیع تر سیاسی مباحث سے ہے اور جو میرا اصلی اور ابتدائی مقصود ہے۔ ایک دوسری غرض بھی جو اہم ہونے مین اوس سے کچھ کم نہین ہمیشہ میرے پیش نظر رہی ہے اور نحوا اور وسعت کے اعتبار سے اوس نے بتدریج اسقدر ترقی کی ہے کہ مجھے یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ اگر اس ضخیم کتاب کا موضوع اکیلی یہی غرض ہوتی تو اسے غیر حق بجانب نہ کہا جا سکتا۔ یہ غرض اس خواہش پر مشتمل ہے کہ مین ایران کی حالت موجودہ کو قطع نظر اون تعلقات کے جو اوسے دول خارجہ سے ہین بیان کرون۔ اوسکے مختلف صوبون۔ باشندون۔ قوانین و خصوصیات۔ منظرون۔ شہرون محلون۔ معبدون اور کھنڈرون کے مختصر حالات قلمبند کرون۔ موجودہ صدی اور بالخصوص گذشتہ پچاس سال مین (یہ وہ زمانہ ہے جو موجودہ شاہ کی عہد حکومت پر قریب قریب منطبق ہوتا ہے)

جسطرح ایران اقوام کے سیاسی خانوادہ مین شریک ہوا اوس کا سراغ لگاؤن اور جو کوششین
کہ اس مملکت نے ایک ایسے تمدن و شایستگی کا غیر موزون لباس پہننے کے متعلق کی ہین جو
اوسے زیب نہین دیتین اونہین تفصیل وار حیز تحریر مین لاؤن - اس سے میرا مقصد یہ ہے
کہ جو شخص یہ تحقیق کرنا چاہے کہ ناصر الدین شاہ کا ایران کیسا ہے - وہان کسطرح پہونچ سکتے
ہین - کس راستہ سے وہان جانا چاہیئے اور کتنے دن کا وہ رستہ ہے - وہان کی کیا کیا
اشیا لینے یا دیکھنے کے قابل ہین - جن لوگون نے اوس سے پہلے ایران کا سفر کیا
ہے اونہون نے کیا کچھ کیا - کون سی نئی بات دریافت کی یا اسکی نسبت کیا رائے ظاہر کی -
اور اب خود اوسکے لئے کیا کرنا باقی ہے - ان صفحون مین وہ باتین دریافت کر سکے جن کا
وہ متلاشی ہے - اس کتاب مین اوسے نہ صرف ایران کی موجودہ حالت کے کوایف معلوم
ہونگے - بلکہ وہ اون وسائل اور ذرایع کے حلقون کو جداگانہ طور پر دیکھ سکیگا جن سے
اس حالت کی زنجیر تیار کی گئی ہے اور جن سے آگاہ ہونے کے بغیر نہ تو وہ اون نتایج کو سمجھ سکتا
ہے جو اوس سے منتج ہونگے اور نہ آیندہ کے متعلق کوئی پیشین گوئی کر سکتا ہے - غرضکہ
ایران کے حالات کے قلمبند کرنے کے متعلق مین اون مساعی سے کام لونگا جو مجھ سے
قابل تر مصنفون نے دوسرے ممتاز ممالک پر مبذول کی ہین لیکن جنھین دو سو سال سے
کسی انگریزی مصنف نے ایران پر صرف نہین کیا یعنی اس قلمرو کی ہو بہو اور پورے قد کی
تصویر اتارنا -

سیاحت

بالآخر مین مسافر کی زندگی کے اون حالات کو جو مشرق مین سفر کرنے سے پیش

آتے ہین اور سیاحت کے اون واقعات کو جو گو ہمیشہ اہم نہین ہوتے لیکن پھر بھی تازگی کی ایک شان لئے ہوتے ہین قلمبند کرنے سے اس تصنیف مین وہ دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کرونگا جسکے نہونے کی صورت مین ناظرین کی طبیعت اسکے پڑہنے سے شاید کسی حدتک اُکتاجاتی۔

ایرانی قوم کے حالات کی دلچسپی

اہل انگلستان کو ایرانیون کے حالات سے دلچسپی پیدا کرانا کوئی زیادہ مشکل نہین [۱] اونکا وہی نسب ہے جو ہمارا ہے تین ہزار سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ اونکے آبا واجداد نے اوسی پر اسرار آریہ ورت کی سطوح مرتفع کو خیرباد کہا جہان سے ہمارے اسلاف پہلے ہجرت کرچکے تھے۔ جس مقام سے اونہون نے نقل مکان کیا وہ ایک عرصہ سے علوم وفنون

[۱] مجھے ڈر ہے کہ بہت سے انگریزون کے دلون مین ایران کا خیال آتے ہی ہرودوٹس کے قصون یمور کی نظمون اور شاہ کے جواہرات کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ مجموعی اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہرودوٹس نے قصون کے مقابلہ مین زیادہ تر تاریخی حالات قلمبند کئے اور شاہ کے جواہرات کی خوبی اور چمک دمک مین کوئی کلام نہین ہوسکتا۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ مور پر بوجہ اوس مبالغہ وا طراء عظیم کے جس سے اوس کی نظم بہری پڑی ہے۔ ذمہ داری کا بہت بڑا بار عاید ہوتا ہے۔ ایران کے جو حالات اوسنے بیان کئے ہین اون کو اصلی حالات سے اوسی درجہ مشابہت ہے جتنا کہ لیسٹر کے چوک کے الحمرا کو ابوعبداللہ کے دلفریب اور بے نظیر محل کے ساتھ۔ جوئے بندمیر کی گلگشت کا بیان ایسا ہی سراب آسا ہے جیسا کہ عادل شید اکا "شراب عنبرین کشمار" کو اصل کشم کے بنجر ویرانہ سے مقابلہ کرنے پر بے اختیار ہنسی آتی ہے اور جب لرٹل نے یہ اشعار لکھے تھے کہ

مور امینے یہ سنا ہے کہ صفاہان پہ جب	چادر نور چڑہاتی ہے قمر کی طلعت
گاتے ہین فارسی مین لوگ تمہاری غزلین	گر یہ سچ ہے تو ہو تم یار بڑے خوش قسمت

تو ضرور اوسنے مور کی لاعلمی کے متعلق تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہوگا اور ہمارے شاعر کی انانیت کا اوسکی خاطر سے دم بہرا ہوگا۔

کا مسلسل و متصل گو غیر نتیجہ خیز مبحث بن رہا ہے[۵۱]- انڈو یورپین خانوادہ کے وہ پہلے افراد تھے جنہون نے خالص توحید کو اپنا ایمان قرار دیا- اونہین مین زردشت کا ظہور ہوا جو مشرق کے بڑے بڑے مذہبی پیشواؤن مین زمانہ کے اعتبار سے دوسرے درجہ پر تھا بشرطیکہ اوسکا ظہور حقیقت مین کبھی ہوا بھی ہو[۵۲]- یزدان و اہرمن کے روح کو تزکیہ بخشنے والے عقیدے نے وہین نشوونما پایا اور اوستا نے تدوین کی شکل پکڑ کر وہان اوس آگ کو روشن کیا جو اگرچہ اپنے آبائی آتش خانون مین قریبًا بجھ گئی ہے پھر بھی اوسکا ایک دہیما مگر مستقل شعلہ بمبئی کی دولت و آسایش کے فانوس مین جل رہا ہے-

تاریخ ایران کا ڈراما

تاریخ ایران کی شاندار منازل کو ہم جون جون طے کرتے ہین ہماری نظر کے

---

۵۱ مین اس امر سے واقف ہون کہ آجکل یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ آریہ لوگ ایشیا سے نہین آئے لیکن فی الحال مجھے سارمیشین تہیوری (ملاحظہ ہو "اقوام آریہ کی قدامت قبل زمانہ تاریخ" مصنفہ ڈاکٹر شریڈر و مترجمہ ایف- بی جیونس- اور "آریون کی اصلیت" مصنفہ کپتین آئی زک ٹیلر سنہ ۱۸۹۰ع) کے تسلیم کرنے مین بھی تامل ہے اور اسکینڈی نیوین تہیوری (دیکھو "تاریخ آریہ" مصنفہ مسٹر پنکا سنہ ۱۸۸۶ع) کے باور کرنے سے بھی مین جھجکتا ہون کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہین اسکے بعد کوئی تیسرا نظریہ جو ابھی تک معرض شہود مین نہین آیا میرے سامنے نہ پیش کر دیا جائے لہذا مین ابھی اوس قدیم مفروضہ کو سب پر ترجیح دیتا ہون کہ آریون کا اصل وطن ایشیا تہا جسکی تائید پروفیسر جے اشمڈٹ نے ایک مضمون مین جو رسالہ "ٹرینز کشنس آف دی رایل ایکیڈیمی آف برلن" مین سنہ ۱۸۹۰ع مین شایع ہوا تہا نہایت شد و مد سے کی ہے-

۵۲ اس شرط کی قید مجھے یہہ اس لئے لگانی پڑی ہے کہ پروفیسر ڈارمسٹیٹر جیسے فاضل جید کی رائے مین زردشت کے وجود کی اصلیت اس سے زیادہ نہین کہ وہ "طوفان کے عالمگیر فسانہ کا ماحصل ہے"

سامنے بہت سے ایسے لوگون کے نام گذرتے ہین جنکو ہم بچپن سے اچھی طرح پرجانتے ہین-روایات اور فرضی حکایات سے جنکو بمقابلہ کسی دوسرے ملک کے ایران سے زیادہ تعلق ہے - قطع نظر کرکے ہمین کیخسرو- دارا- اور اخشیارشا کی جلیل القدر اور عظیم الشان صورتین نظر آتی ہین جنکے ہاتھون کی لکھی ہوئی تحریر زبان حال سے اونکی شہرت اون محلون اور عمارتون سے پکار رہی ہے جہان اونہون نے حکومت کی تھی اور جشن برپا کئے تھے - اسکے بعد کچھ شہاب ثاقب جو بنی نوع انسان کو تعجب مین ڈال گئے یا اون پر بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہوئے - سکندر- چنگیز خان- تیمور- نادرشاہ کی شکل مین وقتاً فوقتاً گذرتے ہین اور آتش افشانی اور خونچکانی کرتے ہوئے غائب ہو جاتے ہین- روما کی جمہوری سلطنت کے لئے سب سے زیادہ مصیبت ناک وہ زمانہ تہا جبکہ کیرسے کے میدان جنگ پر کریسیس کی فوجون کے کشتون کے پشتے لگ گئے - دو دفعہ روما کے ایک قیصر کو ایک ایرانی یا نیم ایرانی فاتح کے آگے گردن اطاعت جھکانی پڑی ایک تو اوسوقت جبکہ قیصر ولیرین نے اپنی گردن شاپور اول کے جوتے کی ایڑی کے نیچے رکھی اور ایک اوسوقت جبکہ قیصر رومینس دیوجانس کو الپ ارسلان سلجوقی ہزبر اعظم نے قید کرلیا- ایک تیسرے روما کے قیصر جولین کا جسے ایک زمانہ جانتا ہے میدان جنگ مین مارا جانا شاپور ثانی کے لئے بمنزلہ ایک ایسی فتح کے ہوگیا جو لڑائیان جیتنے سے بھی زیادہ قیمتی تھی- پھر دو دفعہ مشہور ومعروف خسرو نوشیروان اور اوسکے پوتے خسرو پرویز کے عہد مین سرحد ایران بحر روم کے ساحل سے جاملی اور اوسکی سطوت وجبروت کا ڈنکا بازنطیم کی چار دیواری کے اندر بجا کیا-

اسکے بعد حضرت عمرؓ کی تلوار چمکی اور قرآن کے شعلہ جوالہ کی لپٹ نے ہر طرف آتش افشانی کی۔ ازمنہ مابعد مین بڑے بڑے لوگون مثلاً ابو ابن سینا[۱] فردوسی۔ عمر خیام۔ سعدی۔ حافظ کے نام ایران کے صفحۂ حکمت و شعر و سخن کے عنوان طراز ہوئے اور اوسکے لیئے ایک ایسی میراث چھوڑ گئے جسکی شہرت کا فنا ہونا محالات سے ہے۔ بالآخر ایک ملکی خاندان شاہی اور اوسکے ساتھ ایک ملکی خصوصیتون کے رنگ مین ڈوبا ہوا مذہب نمودار ہوا اور ایران کی تاریخ کے گذشتہ تین سو سال کے جسقدر کارنامون مین عظمت و شکوہ اور ثبات و استقلال کی شان پائی جاتی ہے وہ آجکے دن تک شاہ عباس اعظم سے منسوب کئے جاتے ہین۔ اسکے بعد کمتر درجہ کے فرمانرواؤن کے نامون کا ایک سلسلہ ہماری نظر کے سامنے گذرتا ہے اور اندرونی خانہ جنگیون اور قومی کشاکشون کا ایک مسلسل نظارہ ہمارے دیکھنے مین آتا ہے جسکے اثنا مین روس اور انگلستان میدان مین آ نمودار ہوتے ہین۔ یہ واقعات ہمکو موجودہ زمانہ تک لے آتے ہین اور ہم دیکھتے ہین کہ سلطنت ایران جسکی حدود اب بہت ہی کم رہ گئی ہین لیکن پھر بھی سمٹی ہوئی خوب ہین ایک ترکی خاندان کے زیر نگین ہے اور دنیا کے روبرو ناصر الدین شاہ کی مشہور و معروف ذات کو پیش کرتی ہے۔ اگر ایران کو کسی اور لحاظ سے وقعت کی نظر سے دیکھے جانیکا استحقاق نہ بھی حاصل ہو پھر بھی اوسکے لئے کیا یہ شرف و امتیاز کچھ کم ہے کہ اوس کی ڈہائی ہزار سال کی مسلسل و متصل قومی تاریخ موجود ہے جو دنیا کے بہت کم ملک پیش کر سکتے ہین۔

---

[۱] مصنف کی مراد مشہور حکیم بو علی سینا سے ہے۔ مترجم

انگلستان اور ایران کے تعلقات



اسکے علاوہ جو خاص تعلقات ایران کو انگریزی قوم کے ساتھہ مختلف زمانون اور بالخصوص موجودہ صدی مین رہے ہین اوسکے لحاظ سے لازم ہے کہ انگریزون کو ایران سے دلچسپی ہو اور جس انگریز نے اپنے ملک کی تاریخ کو بامعان نظر پڑھا ہے وہ اس لزوم کا نظر انداز کرنا پسند نہ کریگا۔ شاہ ایڈورڈ اول کے عہد مین برطانیہ کلان نے ایک معتبر سفیر کو اپنی طرف سے پورے اختیارات دیکر مغل شاہنشاہ ارغون کے دربار مین بہیجا جسکے علاقہ مین اوسوقت ایران شامل تھا۔ اسکے قریبًا تین صدی بعد ایک سفیر صفوی خاندان کے دوسرے شاہنشاہ کے پاس ملکہ ایلزبتھ کے خطوط لایا۔ شاہ چارلس اول نے بھی اپنا ایک ایلچی ایران بہیجا تھا مگر اوس کا یہان پہونچکر انتقال ہوگیا۔ سولہوین اور سترہوین صدی مین انگریزی کارپردازون نے شمالی یوروپ اور بحیرہ اخضر کی راہ سے ایران کے ساتھ تجارتی روابط قایم کرنے مین مساعی جمیلہ سے کام لیا۔ ان دونون صدیون کے درمیان انگلستان کو اپنی بحری قوت کے روز افزون تفوق کی وجہ سے پہلے تو خلیج فارس کی تجارت کا ایک حصہ ملا اور پھر پوری طرح سے یہ تجارت اوسکے ہاتھ مین آگئی۔ بالآخر موجودہ صدی کے آغاز کے ساتھہ انگلستان اور ایران مین قریبی تعلقات کا ایک ایسا سلسلہ قایم ہوگیا جو باوجودیکہ دو دفعہ تو سیاسی کشاکش اور ایک مرتبہ جنگ سے ٹوٹ چکا ہے پھر بھی اوسکا وجود برابر قایم رہا ہے۔ انہین تعلقات کی وجہ سے انگلستان کو کئی موقعون پر وہ شہرت حاصل ہوی کہ جسکے مہتم بالشان ہونے مین کوئی کلام نہین ہوسکتا اور گو ان تعلقات پر بہت سی غلطیون اور

کسی قدر ندامت کا داغ لگا ہوا ہے اور بہت سی مثالین ایسی بہی پائی جاتی ہین کہ کبھی تو اس شد و مد کے ساتھ ان روابط کے متعلق سلسلہ جنبانی کی گئی کہ اوسپر انتشار و ہیجان کے الفاظ صادق آنے لگے اور کبھی ایسی غفلت اور کاہلی سے کام لیا گیا کہ ضعف و اضمحلال کی تعریف کا اوسپر اطلاق ہونے لگا لیکن با این ہمہ انہین تعلقات کی بدولت انگلستان و ایران ایک ایسے قریب کے سیاسی رشتہ سے مربوط ہین جو مملکت اول الذکر کو ایشیا کی کسی دوسری خود مختار حکومت کے ساتھ نہین۔

میرے سفر کے چار حصے

حکایت کو مین اب شروع کرنے والا ہون اوسکے ضمن مین مین متذکرہ صدر زمانون مین سے اکثر کی یادگارون اور مندرجہ بالا اشخاص مین سے بعض کے کارنامون پر نظر ڈالون گا۔ میرا سفر چار حصون مین منقسم ہے جن مین سے ہر ایک تاریخی دلچسپی یا سیاسی امتیاز اور نیز جداگانہ طور پر اپنی اپنی خصوصیات کی شان لئے ہوئے ہے۔ ان چارون حصون مین علی الترتیب ایران کے شمالی و شرقی۔ وسطی اور جنوبی و مغربی صوبہ جات اور جنوب کی بحری شاہراہ سے بحث ہوگی۔ اور اگر مین استعارہ سے کام لون تو مین اونکو ایک تاگے سے تعبیر کرسکتا ہون جس مین مینے اون ممالک کے متعلق جن مین مین نے خود سفر کیا ہے یا جو اون سے ملحق تھے ایسے تمام کوایف و معلومات کو پرو دیا ہے جن کا مصدر میرا اپنا سفر ہے جو حسب ذیل اجزا پر مشتمل ہے۔

(۱) ۸۵۰ میل کا سفر بذریعہ سواری اسپ خراسان کے سرحدی صوبہ مین اور وہان سے

دارالسلطنت طہران تک۔

(۲) ۸۰۰ میل کا مشہور سفر (یہ بھی گھوڑے پر) طہران سے بوشہر تک

(۳) شط العرب اور دریاے قارون کی مرحلہ پیمائی اور۔

(۴) خلیج فارس کا کشتی کا سفر۔

(۱) خراسان



ولاً مین اپنے ناظرین کو اون مقبوضات کی سیر کراؤنگا جو زمانہ کی غارت گری سے بچکر خراسان کے پاس جو کسی زمانہ مین ایک عظیم الشان سلطنت ہوتی تھی رہ گئے ہین۔ ایک وہ زمانہ تہا کہ مملکت خراسان مین مرو کا علاقہ شریک تھا۔ خیوا تک اس کی سرحد پہیلی ہوئی تھی۔ ہرات اور قندہار اس مین شامل تھے اور دریاے جیحون اسے سیراب کرتا تہا۔ اور گو اب اسکی عظمت وشوکت قایم نہین رہی پھر بھی یہ صوبہ (جو ہیبتناک پہاڑون اور دشوار گذار گہاٹیون سے مستحکم ہے جسمین جابجا ایسے میدان پہیلے ہوئے ہین جن مین مشہور ومعروف دارالسلطنتون کے آثار ابھی تک باقی ہین اور جس مین کم از کم ایک شہر[1] اب بھی ایسا ہے جو تمام دنیا مین مشہور ہے) ایسے بہت سے مباحث کی جولانگاہ ہے جو موثر اغراض سلطنت اور دلچسپ ومعنی خیز ہین صدہا سال سے یہ مختلف الاغراض اور مختلف المقاصد اقوام کا میدان کارزار بن رہا ہے اور جنگ کی دستبرد کے علاوہ قتل وغارت کا بازار یہان خوب گرم رہا ہے۔ ایشیا مین کم علاقے ایسے ہونگے جنکا رقبہ خراسان کے رقبہ کے مساوی ہو

[1] اس سے غالباً مشہد مراد ہے۔ مترجم

اور اُن مین استنے ہی آدمی قتل ہوئے ہون جتنے کہ خراسان ہین۔

صوبجات ملحقہ

ایک قدرتی امر ہے اور اس کتاب کی ضخامت کا بھی یہی اقتضا ہے کہ اپنے سفر کے اس حصہ کے حالات بیان کرتے وقت مین صوبجات یا اضلاع ملحقہ کے جدید ترین کوایف قلمبند کرون۔ ان کوایف کے اکثر حصہ کا ماخذ وہ تحقیقات ہے جو مینے بطور خود اس نواح مین کی اور اجتماعی حیثیت سے نہایت لایق اور مستند لوگون نے اوس کی نظر ثانی کی ہے۔ اسمین مشرق کی طرف سرحد ایران و افغانستان اور سیستان کے مسایل کی حقیقت داخل ہے جہان سرحد ہندوستان کا مسئلہ ایک زبردست حریف کی شکل مین آکر ظاہر ہوتا ہے اور ایران کے ترکی کے مقبوضات واقع بحر اخضر کے واقعات بھی ان مین شریک ہین۔ اس حصہ کے طبعی حالات اور اقلیم ایران کے دوسرے حصون کی طبعی خصوصیات مین ایسا حیرت انگیز تخالف اور تناقض پایا جاتا ہے کہ یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ ہم سرزمین ایران کے کسی حصہ کے بجائے کرۂ ارض کے متقابل حصہ (امریکہ) مین آگئے ہین۔ اِسکے علاوہ کوایف مسطور شمال مغربی اور مغربی صوبہ جات کے حالات پر مشتمل ہین جہان بڑے بڑے شہر موجود ہین۔ غیر ممالک کے ہر قوم و ملت کے لوگ آباد ہین اور نہ مٹ سکنے والے آثار قدیمہ پائے جاتے ہین۔ اسی طرح ایران کے جنوبی حصون کے حالات پر بحث کرتے وقت مین اون بعید المقام اور غیر معروف جنوب شرقی و جنوب غربی صوبہ جات کے حالات قلمبند کرونگا جو زمانہ کے تمدنی رجحانات

کا ایک عرصہ دراز سے مقابلہ کرتے چلے آئے ہین۔ اور جن مین اب تک خانہ بدوشی کا وہ تمرد اور شورش پائی جاتی ہے جو ایک زمانہ مین اہل ایران کی خصوصیات کا ایک غیر تغیر پذیر جزو تھی۔

(۲) صوبجات متوسط

ان کو خیرباد کہتے وقت مین اپنے ناظرین کو ایک ایسے دربار کی تصویر کا ایک رخ دکھاؤنگا جو عظمت و شان کے لحاظ سے زمانہ سابق مین سلاطین مغلیہ کے دربار کا ہمسر تہا اور ایک ایسے طرز حکومت کا نقشہ کہینچکر بتاؤنگا جسپر باستثنائے چین مشرقیت کا سب سے زیادہ رنگ چڑہا ہوا ہے اور بالآخر ایک ایسے شہر کی سیر کراؤنگا جس مین ایک ایشیائی دارالسلطنت کی ناقابل تغیر خصوصیات کے ساتھ یوروپ سے مستعار لوازم تمدن ملے ہوئے نظر آئینگے۔ طہران سے ایک شاہراہ (جسکے عرفی مفہوم کا اطلاق صرف نوّے میل کے ایک ٹکڑے پر ہوسکتا ہے) اوس عظیم الشان سطح مرتفع کی تدریجی حدود و فاصل کی طرف ہماری رہنمائی کرے گی جو سطح سمندر سے بحساب اوسط ...۴ سے لیکر ...۵ فٹ تک بلند ہوگی۔ اور جو ایران کے بیچون بیچ واقع ہے۔ اِس سطح مرتفع کے کثیر التعداد سلسلہائے کوہ شمالی اور جنوبی سمندرون کے مابین ارہ کے دندانون کی طرح حایل ہین۔ جو کم یا زیادہ وسعت کے میدان ان پہاڑون کی دامن مین واقع ہین اون پر ہم کو بڑے بڑے مگر ویران شہرون کی شکل مین گئی گذری شان و شوکت۔ شرمناک بے عنوانی اور اندرونی انحطاط کی محسوس یادگارین نظر آئین گی۔ تم اپنے ادہام و تعصب اور ہوز و اسرار کے

پردہ کے پیچھے سے اون دمکتے ہوئے سنہری قبون کی جہلک دکھا رہا ہوگا۔ جو اولیاء کے مزارون اور شہنشاہون کے مقبرون پر سایہ افگن ہین۔ اصفہان اپنے محلون کے اُجڑے ہوئے کروفر۔ اپنے باغون کی خزان رسیدہ فضاؤن اور اپنے عظیم الشان پلون کی شکستہ حالی سے جو کسی زمانہ مین چھہ لاکھ پچاس ہزار کی آبادی کی دہمک سے گونجا کرتے تہے ایک حسرت اور درد سے بھری ہوئی داستان سنا رہا ہوگا۔ گو کہ اِسکے پررونق بازارون کی گھما گہمی سے ابھی تک اس بات کا ثبوت ملتا ہو کہ بیج بیوپار مین یہان کے لوگ سرگرمی سے مشغول ہین اور قومی تجارت فروغ پر ہے۔ شیراز جس مین کبھی حافظ کے دلکش ترانون کی شکرین صدا آتی تھی اور جو سعدی کے فلسفہ آمیز کلام کی شورانگیزی کا نمکدان تہا ان شعرا کے مقابر کو اپنی آغوش مین لئے ابھی تک اون پر نازان نظر آرہا ہوگا لیکن اِسکے دلفریب چمنستان۔ اِسکی رقص کنان فوارے اور اس کی جانفزا بہارین اون لوگون کے ساتہہ چلی گئی ہین جو اونکی مدح مین رطب اللسان تہے اور جنکا اب فقط نام باقی رہ گیا ہے جسکی یاد آٹہہ آٹھ آنسو رُلاتی ہے۔ اسی نواح مین اور زمانہ حال کے ان کھنڈرون سے بالکل ملحق ایک زیادہ عظیم الشان تصور اور ایک قدیم تر عہد سلف کے آثار کچھ فاصلہ پر واقع ہین۔ یہان ابھی تک میدان پردہ سفید سنگ مرمر کا مقبرہ کھڑا ہے جسمین غالبًا کسی زمانہ مین کیخسرو کی نعش ایک سونے کے تابوت مین محفوظ تھی۔ اس سے تہوڑے ہی فاصلہ پر دارا کا مقبرہ جسپر کسی بُرے نے نباشی کا ستم ڈہایا ہے ایک عمودوار گہاٹی کے ڈہلوان پہلو سے حسرت بھری نگاہ کے ساتھ ٹکٹکی جمائے نظر آتا ہے۔

اِسکے مقابل اصطخر کا شاہانہ چبوترہ اپنے بوسیدہ ستونون کو اپنی ہتیلی پر اوٹھائے کھڑا ہے اور ملبہ کے ڈہیرون مین سنگتراشی کی صنعت کے اون نمونون کو دکہاتا ہے جنہون نے کسی زمانہ مین اخشیارشا کے محلون اور ارتخششت کے طاق ورواق کو زینت بخشی تہی۔

آثار قدیمہ

اگر مین عہد سلف کی ان مشہور و معروف یادگارون کی سیر مین تہوڑا سا وقت اور صرف کرون تو غالباً میرے ناظرین کو مجہہ سے شکایت نہ ہوگی۔ یہ یادگارین ہمین بتاتی ہین کہ دولت وعظمت اور طمطراق کے لحاظ سے ازمنہ وسطی کے ایران کو زمانہ حال کے ایران پر جسقدر تفوق عظیم حاصل تہا اوس سے بھی زیادہ عہد سلف کے ایران یعنی ہیروڈوٹس اور زنوفن کے ایران کو ازمنہ وسطی کے ایران پر اپنی خصوصیات کے اعتبار سے فضیلت حاصل تھی اور اب بھی اوسکے کھنڈرون کو دیکھکر ہین اوس کی اس فوقیت کا سراغ ملتا ہے۔ اگرچہ ان قدیم اور تاریخی یادگارون کو بحث مین لاتے وقت مین اون تفاصیل کا اعادہ نہین کرونگا جو مقام وقوع اور عمارت کی حیثیت سے ان سے متعلق ہین کیونکہ ایسی تفاصیل دوسری زیادہ تر اصطلاحی کتابون مین شرح و بسط کے ساتھہ درج ہین۔ پھر بھی مین علوم وفنون جدیدہ کی معلومات وتحقیقات سے استفادہ کرون گا۔ مجھے اون لوگون کے ساتھہ ہمدردی نہین ہے جو ایک ملک مین جسکے حالات لایق اور مشہور مصنفون نے لکھے ہون ادہر اودہر چکر لگا کر اپنا سفرنامہ لکھہ ڈالتے ہین اور سمجھنے لگتے ہین کہ ایک سیاح کی بیاض کی مجہول الکیف یادداشتون کا رطب ویابس مواد متعدد علما وفضلا کی مساعی کے ماحصل سے بہتر ہے۔ جس وقایع نگار سفر کو

کچھ بھی پاس وضع یا خودداری کا خیال ہو وہ "ڈھورنیر" کے مدیر کے خیال کے مطابق جو سترہوین صدی مین گذرا ہے اِن علما وفضلا کی تحقیقاتون سے فائدہ اُٹھائے گا۔ مدیر مسطور لکھتا ہے کہ "مجھے علوم وفنون والسنہ وجغرافیہ ونقشہ جات وکتب سیاحان ماسبق کے متعلق کافی معلومات حاصل ہین کیونکہ اِنکے بغیر عام اور معمولی درجہ کے سیاح اپنے سفر کے حالات آسانی اور عمدگی کے ساتھ قلمبند نہین کرسکتے اور نہ اپنی ذات کو اور نہ دوسرونکو زیادہ فائدہ پہونچا سکتے ہین" اسکے ساتھ ہی وقایع نگار مسطور کو چاہیئے کہ مشاہدہ اور جایز نکتہ چینی سے کام لیکر اپنے چشمدید واقعات کو صحیح صحیح بیان کرے۔

(۳) جنوب مغربی صوبہ جات



تمہارے جنوب مغرب مین ہین اپنے ناظرین کی توجہ ملک کے ایک ایسے حصّہ کی طرف منعطف کرونگا جو قدرت کے عطیون سے جنگلی انسان نے کبھی تو قدر کی اور جنہین کبھی اوسنے اپنے پاؤن تلے روندا مالامال ہے اس حصّہ ملک مین کشتی چلانے کے قابل دریا اون میدانون مین بہتے ہین۔ جنپر کسی زمانہ مین سبزہ کا زمردین فرش بچھا تھا لیکن جواب اجڑکر پتھریلے ویرانون کی شکل مین بدل گئے ہین۔ یہان اصول فن عمارت کے عظیم الشان نتایج جو علم آب کی صنایع وبدایع اور اوس زمانہ کے لوگون کی بلند نظری اور اولوالعزمی کی دیرپا یادگارین ہین اور جن کے نشان قرون مابعد مین نہین ملتے اسوقت رایگان بہنے والے دریاؤن اور غیر مزروعہ اراضی کے درمیان شکستہ پلیا یون کی شکل مین قایم ہین۔ یہ وہی سرزمین ہے جہان کسی زمانہ مین بڑے بڑے شہر زینت دہ لب

دریا تھے جہان شاندار اور خوبصورت محل بلند ٹیکرون پر اپنے ستونون کے متناسب اور دیوان نمانون کی عظمت و رفعت کی شان دکھلاتے تھے - جہان کیخسرو - دارا - سکندر اور شاپور جیسے جلیل المرتبہ شہنشاہ یا تو کشورستانی اور تسخیر کے اُمڈے ہوئے دریا کی رو کے ساتھ بہے چلے جاتے تھے اور یا آرام و آسایش کی دلفریب اور روح افزا لذت سے بہرہ ور ہونے کے لئے تہوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاتے تھے - یہان مین کچھ عرصہ کے لئے اوس صنعت و حرفت و تجارت کے شرارو نکی تبسم کا تماشا دیکھنے کے لئے قیام کرونگا جسمین از سر نو جان پڑی ہے اور موجودہ نسل کا یہ فرض ہے کہ ان شرارون کو دہکا کر ایک بھڑکتے ہوئے شعلہ کی شکل مین منتقل کر دے - اس دلفریب قطعہ کی ٹکر کا ایک اور قطعہ زمین موجود ہے جو زمانہ سلف کی تاریخ مین اس سے بھی زیادہ مشہور تھا - اس کی سرحد کو وہ وسیع جہانہ سیراب کرتا ہے جس مین سے دجلہ و فرات اپنے ملحقہ پانیون کو خلیج فارس مین ڈالتے ہین - یہ وہ سرزمین ہے جسکی قدر و منزلت مقدس روایات اور گستاخ و ناپاک تاریخ کی نظرون مین یکسان ہے - ہم یہان باغ عدن کی روایتی سرحد سے گزر کر اوس پراسرار مقام مین جا پہونچتے ہین - جہان مٹی کے برتنون اور اینٹون کے دیو ہیکل تودون کے درمیان نوبخت نصر کے حروف تہجی ترشے ہوئے پتھر کے محلون - اونچی کرسی کے ہیکلون اور بابل کے مینارون کی داستان الف ابجد سے لیکر تائے تخت زبان حال سے پکار پکار کر سنا رہے ہین - یہ وہی مقام ہے جہان حضرت دانیال نے اپنی پیشین گوئیان کین - جہان بنی اسرائیل کے شیون و بکا کی صدا بلند ہوئی اور جہان سکندر یونانی نے

ہوا۔ غرضنکہ ہم بصرہ کی دریاے دجلہ پر کھڑے ہین جو سند باد جہازی زمانہ گذشتہ کے عربی کولمبس کا مولد اور وطن مالوفہ تھا۔ یہان سے ہم المداین کی رفیع القدر محراب کو مشاہدہ کرسکتے ہین اور بغداد کے مینارے اور خراسان یہان سے ہمکو افق مین نظر آسکتے ہین۔

(۴) خلیج فارس

لا آخر ایران کی جنوبی اور بحری سرحد کے کنارہ کنارہ کشتی مین سفر کرتا ہوا مین اپنے ناظرین کو ایک ایسے حصہ ملک اور ایک ایسے سمندر کی طرف متوجہ کرونگا جسکے حالات سے بہت کم لوگ انگلستان مین واقف ہونگے اور ساتھ ہی جنگجو عرب قومون بحری قزاقون اور ویران اور غیر آباد بندرگاہون کا ذکر کرون گا جنکا غلغلہ ایک زمانہ مین یورپ مین پڑگیا تھا۔ مزید بران مین سمندر کے اون حصون سے استشارہ کرون گا جنکو پرتگال ہالینڈ اور برطانیہ کلان کے رقیب تجارتی بیڑون نے اپنی جولانگاہ بنایا ہے۔ اگر اسکے ضمن مین مجھے اوس تار و پود کے سلجھانے کی خواہش پیدا ہو جس سے تاریخ کی بساط بنی گئی ہے اور جس سے ہمارے ملک اور قوم کا نہایت گہرا رشتہ ہے۔ تو مین اس کے ساتھ ہی اس بات کو بھی ظاہر کرسکون گا کہ برطانیہ کلان نے ایک ایسے زمانہ مین جو جنگی اور استحصالی اعتبارات سے عہد سلف سے کمتر درجہ پر ہے اوس حق کو جو اوس نے اپنی ایشیائی ملک گیری کے ابتدائی زمانہ مین حاصل کیا تھا اب تک قایم و برقرار رکھا ہے۔ اور انگریزون کا نام ان دور دراز سمندرون مین ابھی تک خوش نظمی اور آزادی کا مترادف ہے۔

مشرق کی غیر تغیر پذیری

مواد میری داستان کو رنگین بنائے گا۔ اور اسکے ساتہہ جب مشرقی سیاحت کے قرین قیاس مگر غیر معمولی واقعات شامل ہونگے تو وہ لوگ بھی اسکے مطالعہ سے گریز کرینگے جو کسی کتاب کو مسلسل اور باقاعدہ طور پر نہین پڑہتے اِسکے علاوہ جب مین زمانہ گذشتہ کے واقعات کو خواہ وہ کیسے ہی تعجب انگیز اور نتیجہ خیز کیون نہ ہون بیان کرتے کرتے زمانہ حال کے حوادث کا ذکر خواہ وہ کیسا ہی حسرت ناک اور عبرت انگیز کیون نہ ہو۔ چھیڑونگا تو ضرور ہے کہ اس قسم کے ناظرین کی رگ اشتیاق پھڑک اوٹھے جس ملک مین ریل نہین وہ بلاشبہ و شک دلفریبیون اور دلبستگیون کا مخزن ہے۔ اور چونکہ ایران کے بہت سے حصون مین ابھی تک ایسے لوگ پائے جاتے ہین جو ایشیائی زندگی کی مقامی خصوصیتون اور رواجون کی لکیر پیٹ رہے ہین۔ اور ایسی گہری نیندین ہین کہ زمانہ حال کا تمدن اونکے دروازہ پر جو دستک دے رہا ہے۔ اوسکا جواب تک نہین دیتے اِسلیئے ایران پر بھی وہی قول صادق آتا ہے۔ اب سے پچاس برس پہلے ایران کے مفصلات کے شہرون پر دارالسلطنت کا روغن گو کسی قدر چڑہ گیا ہو اور اونکے تشخص کی خصوصیت جو وقار و انحطاط کی معجون مرکب تھی۔ گو کسی قدر ضایع ہوگئی ہو۔ لیکن بحالت موجودہ تو ایران مشرق مین مشرقیت کی شان سب سے زیادہ لئے ہوئے ہے اور گو ایرانی امراء روسی ساخت کی بروہم گاڑی مین سوار ہوتے ہون اور ایرانی سوداگر فرانسیسی گھڑیان جیب مین رکھتے ہون۔ اور ایرانی کاشتکار مانچسٹر کے کپڑے کے جبے پہنتے ہون۔ پھر بھی ایرانی قوم کی

باطنی حالت وہی ہے جو پہلے تھی اور پرانے دستورون اور رسمون سے اوسے ایک متعصبانہ موانست (جس سے گو ہمیشہ غیر مضر نتائج مترتب نہین ہوتے) ہے۔ ہم ابھی تک چارڈن فلسفی کے ان الفاظ کو دہرا سکتے ہین:۔

صُورت اشیا مثلاً عادات عمارات ۔ باغات وغیرہ مین جو تغیرات و انقلابات آئے دن ہمارے یوروپ مین برپا ہوا کرتے ہین ۔ وہ ایشیا مین نہین ہوتے ۔ مشرق مین لوگ تمام باتون مین غیر متغیر ہین ۔ اہل مشرق کی عادات وخصایل آج کے دن تک وہی ہین جو زمانہ قدیم مین تھین ۔ اور اس لئے اگر کوئی شخص اس یقین کو اپنے ذہن مین جگہ دے کہ اس حصہ دنیا مین اشیا کی خارجی صورت (مثلاً وہان کے لوگون کی عادات ورواجات) اب بھی وہی ہے جو دو ہزار برس پہلے تھی تو بیجا نہ ہوگا ۔ البتہ اگر کوئی تبدیلیان ہوئی ہین تو وہ مذہب کے باعث ظہور مین آئی ہین ۔ لیکن وہ اسدرجہ کم ہین کہ قابل لحاظ نہین ہوسکتین۔

مشرق کی دائمی دلفریبی

مین دوسرونکو اوس بات کے سمجھانے کی کوشش کرتا ہون جسے مجھے بعض دفعہ خیال ہوتا ہے کہ مین خود کامل طور پر سمجھ نہین سکا یعنی مشرق کی حیرت افزا اور بے انداز دلبستگی ۔ مسٹر اسٹینلی نے اپنے ایک خط مین ایک دفعہ لکھا تھا کہ سوڈان مین بھی کیا مقناطیسی اثر ہے جس نے گارڈن اور دوسرے بہت سے بہادرون کو افریقہ کے قعر تیرہ وتار مین ہلاک ہونے کے لئے کھینچ لیا اور معلوم نہین کہ کتنی انسانی قربانیان اور ابھی چڑھین گی جب اسکی خون کی پیاس کہین جاکر بجھے گی ۔ اسی قسم کا ایک اثر گو وہ اسدرجہ

خطرناک نہین مسافر کو کشان کشان ایشیا مین لاتا ہے اور فاصلہ اور وقت کی خفیف مزاحمتون کی طرف سے بے پروا بنا کر اوسکے دل مین صرف یہی اشتیاق آمیز خواہش پیدا کرتا ہے کہ وہ آگے بڑھا چلا جائے۔ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ وسیع منظرون۔ دامن ہائے کوہ تک بے حجابانہ پھیلے ہوئے میدانون۔ اپنے دامن سے میدانون کی حاشیہ طرازی کرنے والے پہاڑون بے سڑک کے رستون۔ بے پشتہ یا بے خندق کی سڑکون۔ اور سطے منازل و طریقہ سفر کے ذرایع کے بے روک انتخاب مین جو لطف اور مسرت حاصل ہوتی ہے وہ ہرگز انگلستان کے وسائل نقل وحرکت کی یکرنگی اور زندگی روزمرہ کے تکلفات کے روکھے پن مین حاصل نہین ہوتی۔ اسکا باعث ایک حد تک اوس اطمینان کو بھی قرار دیا جاسکتا ہے جو اپنے کام کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دینے کی اوس خواہش کے پورا ہونے سے پیدا ہوتا ہے جسے نوکرون چاکرون کا ایک جم غفیر بھی مٹا نہین سکا۔ اور نیز اسے جان جوکھون مین ڈالنے کے اوس شوق سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جسے انیسوین صدی بھی زائل نہین کرسکی۔ یا شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ مشرق کی سرزمین مین اُن نظارون کی دید مین محو ہو کر جہان زندگی اور اوس کے حوالیات مین ہزارہا سال سے کوئی تبدیلی واقع نہین ہوئی۔ جہان خانہ بدوش ابراہیم ابھی تک اپنے مویشیون کے گلون کو لئے ہوئے دشت نوردی اور بادیہ گردی کرتے پھرتے ہین جہان ربیکا ابھی تک کنوئین سے مشک مین پانی بھر کرلاتی ہے۔ جہان وحشیانہ چپقلشین حضرت ایوب کی غریب الوطنی کے مصائب و آلام کی یاد کو تازہ رکھتی ہین۔ مغربی شخص اپنے مصنوعی تمدن کا خول اتار دیتا ہے اور اُسے یہہ محسوس

ہونے لگتا ہے کہ مین اپنے آباو اجداد کی نسل سے پھر آملا ہون اور اوس سرزمین کی ہوا میرے رخسارون پر مروحہ جنبانی کر رہی ہے۔ جس مین کبھی میرے اسلاف نے پرورش پائی تھی۔

مغرب اور مشرق کا مقابلہ

مغرب اور مشرق کی زندگی کے حوایج اور سامان معیشت کے محسوس اور مستقل اختلافات پر خامہ فرسائی کرنا تحصیل حاصل ہے۔ جس شخص نے مشرق خاص مین سرسری طور پر بھی سفر کیا ہوگا وہ ان اختلافات کی حیرت انگیز بے پایانی سے بیخبر نہین۔ جن ملکون مین نہ گہاٹ ہین نہ بندرگاہ۔ نہ ریلین ہین نہ اسٹیشن۔ نہ شاہراہین ہین نہ بازار (جن معنون مین کہ ہم ان لفظون کا استعمال کرتے ہین) نہ سرائین ہین نہ ہوٹل۔ نہ پلنگ ہین نہ میزین اور نہ کرسیان بلکہ جہان ایک مسافر کے لیے یہی ساز و سامان کافی ہوتا ہے کہ اوسکی پاس سواری کی ایک زین کے علاوہ اگر اور کچھ ہو تو صابن کی ایک ٹکیا ہو۔ اون مین اور ہماری ملک مین فی الحقیقت بعد المشرقین حایل ہے اور اوسکے عجائبات فی الواقع شوق و تحیر کے پہلو مین چٹکیان لیتے ہین۔ کوئی ایسا وقت بھی ہے کہ یہان ایک نہ ایک عمامہ کا سحر ہمکو از خود رفتہ نہ بناتا ہو۔ یا غبار آلودہ گلیون مین سے گذرتی ہوئی اون برقعہ پوش شکلون کے معمے کے حل کرنے مین جنہین عورتون سے تعبیر کیا جاتا ہے ہماری عقل چکر مین نہ آتی ہو؟ کیسا عجیب اور انوکھا ہمکو معلوم ہوتا ہے وہ منظر جہان کہیتون کے گرد جہاڑیون یا درختون کی باڑ ہے۔ نہ جنگل ہین۔ نہ چراگاہین ہین اور نہ کہیت۔ جہان روشن و تابناک مطلع مین ننھی ننھی چیزین کئی میل سے نظر آتی ہین۔ جہان شہرون پر دہوئین کی گھٹا چھائی ہوئی دکھائی نہین دیتی اور جہان

مکانون کی ہوا چھتین روشن دانون اور آتش دانون سے شق نہین ہین۔ یہان کے کف دست میدانون کی پہنائی پر جو بے اختیار کر دینے والی خاموشی طاری ہے وہ انگلستان کے سہانے جنگلون کی اون دلکشا آوازون سے کس درجہ مختلف ہے جن سے ہمارے کان آشنا ہین۔ اور کیسی جانفزا ہے وہ آب و ہوا جسے دہند اور کہر اور ابخرے مکدر نہین کرتے بلکہ جہان نیر اعظم اپنی عمودی شعاعون کی برچھیان نصف النہار پر سے پھینکتا ہے!

ایران اور انگلستان کا بے پایان اختلاف

مشرقی ممالک مین مین پھرا ہون اون مین ایک بھی ایسا نہین جسے ایشیائی اور یوروپی مناظر کے اختلاف کے لحاظ سے ایران کی ہمسری کا دعوی ہو۔ انگریزی ناظرین کو جنکے قدرتی مناظر کے خیالات کا ماخذ محض یوروپ ہے اوس تناقض و تخالف کا تصور دلانا مشکل ہے جو یوروپ کے نظارون کو ایران کے نظارون سے متمیز کرتا ہے۔ یورپ مین پہاڑ بالعموم نیلی یا نافرمانی رنگت کے ہوتے ہین۔ حالانکہ ایران مین پہاڑون کا رنگ شعلہ کی طرح سرخ ہوتا ہے یا بھورا۔ یا فاختئی۔ یوروپ مین جب کھیت گھاس یا زراعت کے سبز پوش سے ڈہکے ہوئے نہین ہوتے تو کلر متون کی سرخی کے باعث ارغوانی نظر آتے ہین لیکن ایران مین صحرا اور کھیت مین اگر کوئی فرق ہے تو وہ یہ ہے

نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۸ سطر اخیر۔ مینے ایک چھوٹی سی چیز مثلاً ایک جھونپڑی یا عمارت کو متعدد بار کم از کم بیس میل کے فاصلے سے دیکھا ہے۔ اور ایران مین جس شخص نے سفر کیا ہے اوسے ماننا پڑے گا۔ کہ لبا او قات اوسے منزل مقصود کے سراب نے یاس و حرمان کا منھہ دکھایا۔

کہ صحرا کی رنگت بھوری ہوتی ہے اور کھیتون کے ساتھ آبپاشی کی نالیون کی خشک تہ بھی ہمکو نظر آتی ہے۔ انگلستان کا مثال کے طور پر پیش کیا جاسکنے والا گاؤن علیحدہ علیحدہ اور اکثر خوبصورت مکانات پر جو عظیم الشان اور سالخوردہ درختون مین چھپے ہوئے ہوتے ہین مشتمل ہوتا ہے لیکن ایک ایرانی گاؤن کی حقیقت جسے نظیر کے طور پر پیش کیا جاسکے کچی مٹی کے غلیظ چھوتپڑون کے ایک مجموعہ سے زیادہ نہین جو بادی النظر مین افقی اور عمودی خطوط سے متشکل اور ایک بوسیدہ کچی مٹی کی دیوار سے محصور ہوتا ہے۔ بحیرہ اخضر کے صوبجات اور چند کوہستانی وادیون کے علاوہ اور کسی حصہ مین جنگل نہین پائے جاتے اور ایران مین ایک بھی ایسا بن نہین جسے بن کہا جاسکے۔ یہان مسافر کئی کئی دن سفر کرتا رہے اور اوسے گھاس کی ایک پتی تک نظر نہ آئے۔ نہ یہان دریا بہتے ہین جنکے کنارون پر سبزہ وریاحین کی رونق نظر آئے اور نہ یہان کوئی ندی

ریزۂ سنگ سے تار آب پہ دلکش زخمہ لگاتی ہے۔

یا تو کوئی جوش وخروش سے بہنے والا سیل تمہارا سد راہ ہوتا ہے اور یا کسی حقیر سے نالے کو عبور کرتے وقت بمشکل تمہارے گھوڑے کے سم تر ہوتے ہین۔

اندرونی تناقص

عرصہ کے بعد یہ احساسات ایسے عامیانہ اور دلچسپی سے اس درجہ معرا ہوجاتے ہین کہ مجھے تو دلبستگی کا سامان اوس اختلاف مین اتنا نظر نہین آتا جو مشرق ومغرب کی زندگی کے اسالیب مین ہے جتنا کہ اوس تناقص مین جو خود مشرقی زندگی

کے عناصر و کیفیات مین پایا جاتا ہے - یہ ایک ایسا تناقض ہے جو غیر ذی روح اور انسانی
دنیا مین یکسان طور پر محسوس ہوتا ہے - وسیع اور بسیط میدان بغیر کسی ڈہلوان یا نشیب و فراز
کے یہان دفعتہً آسمان سے باتین کرتی ہوئی اور ڈراوتی پہاڑ کی چوٹیون پر منتہی ہوجاتے ہین
موسم سرما کا بہیانک اور اجڑا ہوا سمان فصل بہار کی مختلف الالوان جلوہ نمایون سے یکایک
بدل جاتا ہے اور گو یہ رنگین عارضی ہوتی ہے لیکن اسکی دلکشائی اور روح افزائی کی وہ کیفیت
ہوتی ہے کہ ہزارہا قسم کے رنگ برنگ کے پھولون اور سبزہ کا فرش زمین پر کوسون بچھا
نظر آتا ہے - سبز اور مزروعہ مقامات کی بھی یہ حالت ہے کہ ادہر ہم نے پانی کا سحر زا حصار
چھوڑا اور ادہر دہشتناک صحرا نے اپنی مہیب شکل ہمین دکھائی اور اس اچانک تبدیلی سے
دل پر کچھ ایسا اثر ہوتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم وفعتہً وادیٔ حیات سے بادیۂ ممات
مین پہونچ گئے - خزان اور جاڑے کے مہینون مین دن کے وقت تو حرارت کی جان بخشی
کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ گویا جسم مین سیرون خون دوڑ گیا حالانکہ رات کے وقت اور طلوع
آفتاب سے قبل سردی کی وہ شدت ہوتی ہے کہ مغز استخوان منجمد ہوا جاتا ہے - معلوم ہوتا ہے
کہ یہان مغنی قدرت کو اپنی معجز نما اور بے انتہا سرون کی چنگ کی پنچم اور کھرج کے
تارون پر ہی مضراب لگانے مین مزا آتا ہے -

فریب زندگی

جو آثار قدیمہ کہ اشارے اور کنایہ سے ایران کے شہرون اور اون کے
باشندون کو اپنے اسرار کی حقیقت کا درس دے رہے ہین - اونکے سبق کا اثر ایسا

نہین کہ رائگان جائے۔ شہر اور اہل شہر دونون اوس کی کیفیت سے متکیف ہین۔ اجاڑ ویرانون اور خانہ بدوش لوگون کے خیمون کے اطراف مین

از نقش ونگار درودیوار شکستہ آثار پدید است صنادید عجم را

ننھے ننھے بے قاعدہ طور پر پرورش پائے ہوئے بچے بڑے ہوکر صحیح الجسم اور تنومند جوان بنکل آتے ہین۔ برخلاف اسکے عورتون کے حسن کی دوپہر قبل از وقت ڈھل جاتی ہے اور وہ ایسی بدصورت شکل آتی ہین کہ بیان نہین ہوسکتا۔ ایران مین جس طرح کہ ایک قصبہ اپنے باغیچون اور میوہ دار درختون کے جھرمٹ سے گھرا ہوا کچھہ دور سے دیکھنے پر حسن وخوبی کا جواہر ریزہ معلوم ہوتا ہے لیکن جب اسکے پاس جاکر دیکھو تو کچی مٹی کے جھونپڑدن کے ایک مجموعہ کی شکل مین منتقل ہوجاتا ہے اور جس طرح کہ ان مکانون کے بیرونی حصّہ کو دیکھہ کر یہ گمان نہین ہوسکتا کہ اُن کے اندر پہولون کی کیاریان اور حوض اور سامان عیش وراحت ہوگا جیسا کہ بعض دفعہ فی الحقیقت ہوتا ہے اسی طرح اہل ایران کی ظاہری شکل وصورت اوس تناقض کی داستان سناتی ہے جو اوسے اونکے باطن سے ہے ایرانیون کی خصلت۔

"اونچی دوکان پھیکا پکوان۔"

کی مصداق قرار دی جاسکتی ہے۔ یہ لوگ اپنے بال بچون کے ساتھہ گو کیسی ہی شفقت اور سلوک سے پیش آتے ہون لیکن اپنے دوسرے ابنائے جنس کے مصائب وآلام کو دیکھکر اس بے اعتنائی سے منھہ پھیر لیتے ہین۔ کہ اونکو وحشی کہا جاسکتا ہے۔ ان کی وضع وروش مین بظاہر ایک شان پائی جاتی ہے لیکن ساتھہ ہی ان مین بھونڈا پن اور کرختگی بھی اسقدر ہے

کہ اونہین صورت مین انسان اور سیرت مین بہایم سے تشبیھہ دی جاسکتی ہے۔ ایک ہی
شخص ایک وقت تو کبر و نخوت سے اکڑتا نظر آتا ہے اور دوسرے وقت اس تملق اور انکسار
سے کام لیتا ہے کہ فراشی سلام کرتے کرتے اوس کی کمر دہری ہوئی جاتی ہے تہذیب و تمدن
کے اصول سے بوجہ احسن آگاہ ہونے پر بھی اونکا خبط اوہام پرستی زایل نہین ہوئی۔ اونکے
اوضاع و اطوار کو جنکے سامنے بادی النظر مین اہل پیرس کے اخلاق بھی ماند ہین اگر
غور سے دیکھا جائے تو مکر و دروغ بافی اور گندم نمائی و جو فروشی کے سوا اون مین اور کچھہ
نظر نہ آئے گا۔ قانون اخلاق کے مقررہ ضوابط کی دکھانے مین تو نہایت سختی کے
ساتھ پابندی کرتے ہین لیکن عمل کرنے مین نہایت شرمناک بدکرداری اونکا وتیرہ ہے۔ مذہب
کا تقید اور سختی کبھی تو یہان تک بڑھ جاتی ہے کہ آتش تعصب سے لوگون کی روح جل اوٹھتی ہے
اور کبھی ایسی آزادی کی ہوا چل جاتی ہے کہ لا اوریون کی بے اعتنائی اوس مین حلول کر جاتی
ہے۔ نظام سلطنت کو اس لحاظ سے کہ اوسکی ترکیب سادہ ہے زمانہ قدیم کے اوس طرز حکومت
سے تشبیھہ دیجاسکتی ہے۔ جسمین قبیلہ کا سردار اپنے قبیلہ پر فرمانروائی کرتا تھا اور اس اعتبار
سے کہ اوس کو غلط کاری کے نہایت اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے گر اور ڈہب یاد ہین۔ اوس طرز
سلطنت سے تشبیھہ دیجاسکتی ہے جسکے اصول کی بنا فلارنس کے ایک مدبر میکیاول نے
پندرہوین صدی کے آخر اور سولہوین صدی کے شروع مین ڈالی غرضکہ ایران۔ کے طرز زندگی مین
شان و شوکت بھی پائی جاتی ہے اور پھوہڑپن اور غلاظت بھی ہین یہان کے لوگ رذیل بھی ہین اور شریف
بھی۔ اور عجم کے مرقع مین ایک طرف تو چشم ظاہر بین کی دلفریبی اور دوسری طرف مکر و زور کی

حیلہ بازی کی تصویر کھینچی ہوئی نظر آتی ہے۔

کتب سیاحت



س باب کے ختم کرنے سے پہلے مین اون تصنیفات کے متعلق کچھہ لفظ کہنا چاہتا ہون جو ایران کے حالات کے بارہ مین بالخصوص سیاحت اور تحقیقات کے مضامین پر لکھی گئی ہین۔ کم ملک ایسے ہونگے جن کا سفر اسقدر قلیل التعداد لوگون نے اختیار کیا ہو لیکن جن کے حالات مین پھر بھی اسقدر کثیر التعداد کتابین لکھی گئی ہون اسکی وجہ ظاہر ہے۔ جو شخص اس ملک مین وارد ہوتا ہے۔ اوسکے مشاہدون اور تجربون کا نرالاپن اوسکے لئے ایک کتاب تصنیف کرنے کا بہانہ ہو جاتا ہے۔ ان تصنیفات کی فہرست مین ایسی کتابین بھی پائی جائینگی جو نہایت قابلیت اور محنت سے لکھی گئی ہین۔ اور ان کی قدر قیمت ابھی تک نہین گھٹی بلکہ اس لحاظ سے اور زیادہ بڑھ گئی ہے کہ جس فہرست کا مینے ذکر کیا ہے اوس مین بعض نہایت ہی ناکارہ اور بے سر و پا کتابین بھی شامل ہین۔ مین عنقریب ایک دوسری جلد مین تاریخ و سیاحت ایران کے متعلق اون تصنیفات کی ایک کامل فہرست شایع کرنے کا قصد رکھتا ہون جو مین مختلف کتابون کے مطالعہ اور موجودہ وسایل معلومات سے مرتب کر سکا ہون۔ لیکن فی الحال مین ذیل مین ایک نقشہ درج کرتا ہون جو میری ذاتی کتب بینی کا ماحصل ہے۔ اس نقشہ مین اون تمام سیاحون کے نام شریک ہین جنہون نے میرے علم مین دسوین صدی کے شروع سے ایران مین خود سفر کرکے وہان کے تاریخی اور جغرافی حالات کو قلمبند کیا ہے اور اس کے متعلق ہماری معلومات کے صحیفہ کے حجم

کو بڑہایا ہے اور جن کی تصنیفات معدودے چند مستثنیات کو چھوڑکر عام طور پر دستیاب ہوسکتی ہین - ہرایک سیاح کے نام کے مقابل مین نے اوسکے سفریا سکونت ایران کی تاریخ بھی لکھہ دی ہے - اوسکی تصنیف کی اشاعت کی تاریخ کا درج کردینا مینے اس لئے مکتفی نہین خیال کیا کہ اوس سے ناظرین کو ٹھیک حالات معلوم نہ ہوسکین گے . اور جب اس امر کو مدنظر رکھا جاے کہ ان اعداد کے جمع کرنے مین مجھے ہر صورت مین مصنف کی اصلی تصنیف سے جو بعض حالتون مین عسیر الحصول تھی استشارہ کرنا پڑا اور بہت کم صورتین ایسی تہین جہین مینے تصنیف متعلقہ کو بالاستیعاب نہین پڑہا تو غالباً ناظرین کو اس امر کا اعتراف ہوگا کہ ایسی فہرست کی تدوین مین جو ایران کے متعلق اپنی قسم کی پہلی فہرست ہے کچھ محنت صرف نہین کی گئی - ذیل کے نقشہ مین مینے کسی ایسی تصنیف کا نام شریک نہین کیا جو کسی یورپین کی طبعزاد نہ ہو یا جسکا ترجمہ بعد کو یوروپ کی کسی زبان مین نہ ہوا ہو -

سنہ ۹۰۰ء لغایت سنہ ۱۰۰۰ء	سنہ ۱۰۰۰ء لغایت سنہ ۱۱۰۰ء	سنہ ۱۱۰۰ء لغایت سنہ ۱۲۰۰ء	سنہ ۱۲۰۰ء لغایت سنہ ۱۳۰۰ء
علی ابوالحسن مسعودی سنہ ۹۱۳ء لغایت ۹۱۵ء ابواسحق الاصطخری	ناصر خسرو سنہ ۱۰۳۵ء لغایت سنہ ۱۰۵۰ء	ادریسی سنہ ۱۱۵۰ء ربی بنجمن ٹیوڈیلائی سنہ ۱۱۶۰-۷۳ء	یاقوت سنہ ۱۱۸۰-۱۲۲۹ء پادری ولیم ڈی ربروکوئیس سنہ ۱۲۵۳ء نکولو میفیو و مارکو پولو سنہ ۱۲۷۱-۹۴ء ابوالفدا سنہ ۱۲۷۳-۱۳۳۱ء
سنہ ۱۳۰۰ء لغایت سنہ ۱۵۰۰ء	سنہ ۱۵۰۰ء لغایت سنہ ۱۶۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء
سیر یوسیفو باربرو سنہ ۱۴۳۰ء	لیودوویکو ور ٹومینس تھیما سنہ ۱۵۰۳ء	سر اینتھونی و سر رابرٹ شرلی سنہ ۱۵۹۹-۱۶۲۷ء	آدم اولیریئس سنہ ۱۶۳۳-۳۸ء

۱۳۰۰ء لغایت ۱۵۰۰ء	۱۵۰۰ء لغایت ۱۶۰۰ء	۱۶۰۰ء لغایت ۱۷۰۰ء	۱۶۲۰ء لغایت ۱۷۰۰ء
پادری اوڈورِیکس ڈل پورڈنیان سنہ ۱۳۲۵ء	ایک گمنام سوداگر سنہ ۱۵۰۷-۲۰ء	جی مین ویرنگ سنہ ۱۵۹۹-۱۶۰۰ء	پادری گبریل ڈی شنان سنہ ۱۶۲۸-۵۰ء
ابن بطوطہ سنہ ۱۳۳۰ء	جیودینی انجیولیلو سنہ ۱۵۱۰ء	جان کارٹ رایٹ پادری سنہ ۱۶۰۰ء	جے بی ٹیورینیر سنہ ۱۶۲۹-۷۵ء
پادری بی پیگولائی سنہ ۱۳۴۰ء	انٹانیو ٹنزیرو سنہ ۱۵۲۹ء	ڈان جوان ڈی پرشیا سنہ ۱۶۰۰ء	جے۔اے ڈی منڈیلسلو سنہ ۱۶۳۸-۴۰ء
پادری جوبینی ڈی مارگنالی سنہ ۱۳۵۰ء	گبریل ڈی لوئنٹز سنہ ۱۵۴۶-۵۰ء	سر جان ملڈن ہال سنہ ۱۶۰۰-۶ء	ہیر مینٹنگ سنہ ۱۶۴۵ء
ڈان رائی گانزیلیز ڈی کلیویجو سنہ ۱۴۰۵ء	سدی علی سنہ ۱۵۵۶ء	ایس کے زلانکی مینی سنہ ۱۶۰۲ء	پی آرر گورڈی سنہ ۱۶۵۰ء
عبدالرزاق سنہ ۱۴۴۱-۵۸ء	اہلکاران وافسران (برٹش) مسکووی ٹریڈنگ کمپنی یعنی انتھونی جنکنسن	پیڈرو ٹکسیرا سنہ ۱۶۰۴ء	ڈان پیڈرو سیبٹیانو کوبیرو سنہ ۱۶۵۰ء
نکولوکانٹی سنہ ۱۴۱۹-۴۴ء	رچرڈ جیبنی۔ آرتھر اڈورڈس۔ لارنس چیپمین۔ لایونل پلمٹری	پی آر۔ پال سائمن سنہ ۱۶۰۷ء	پی آر الگزنڈر ڈی روڈس سنہ ۱۶۵۶ء
اتھینیسیئس نکیٹن سنہ ۱۴۷۰ء	کرسٹوفر برو سنہ ۱۵۶۲-۸۰ء	جوزف سیلبنک سنہ ۱۶۰۹ء	پی آر مینوئل گاڈنہو سنہ ۱۶۶۳ء
جوزیفا باربیرو سنہ ۱۴۷۴ء	سیزر فریڈریکو سنہ ۱۵۶۳ء	فرے گیسپر ڈی سینٹ برنارڈینو سنہ ۱۶۱۱ء	پی آر انجیلو ڈی لابراس سنہ ۱۶۶۴-۷۸ء
امبروژیو کنٹرینی سنہ ۱۴۷۴-۵ء	دی۔ڈی۔ بلینک سنہ ۱۵۷۰ء	جان کروتھر ورچرڈ اسٹیل سنہ ۱۶۱۵-۱۶ء	جے ڈی تھیونیا سنہ ۱۶۶۴-۷ء
ہیرانیمو ڈی سینٹو اسٹیفینو سنہ ۱۴۹۶ء	ونسنشیو ڈی ایلیسینڈری سنہ ۱۵۷۱ء	ٹامس کاریٹ سنہ ۱۶۱۶ء	سر جے چارڈن سنہ ۱۶۶۵-۷۷ء
	جان نیوبری سنہ ۱۵۸۱-۵ء	پیٹرو ڈیلا ویلی سنہ ۱۶۱۶-۲۳ء	اے ڈالیر ڈیسلنڈیز سنہ ۱۶۶۵ء
	رالف فچ سنہ ۱۵۸۳-۵ء	ڈان گرشیاس ڈی سلوے فیگیورو سنہ ۱۶۱۸ء	ایچ۔ڈی۔ جیگر سنہ ۱۶۶۵ء
	جے۔ایچ۔ وان لنشوٹن سنہ ۱۵۸۳-۹ء	گائس ہابز سنہ ۱۶۱۹-۲۰ء	جان اسٹرائیز سنہ ۱۶۷۱-۲ء
	سی لیمبرٹ سنہ ۱۵۹۸ء	نکولس ہیم سنہ ۱۶۲۳ء	الیف بیٹس ڈی لاکرائے سنہ ۱۶۷۴-۶ء
	انٹونیو ڈی گوویا سنہ ۱۵۹۸ء	سر ٹامس ہربرٹ سنہ ۱۶۲۷-۸ء	جان فرائیر سنہ ۱۶۷۶-۷ء
		پی آر پیسیفک ڈی پراونس سنہ ۱۶۲۸ء	پی آر۔ایس این سنین سنہ ۱۶۸۳ء

سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء

نام	سنہ
وان کمپفر	سنہ ۱۶۸۴-۸ء
پی ارو لا	سنہ ۱۶۸۹-۹۰ء
گیمیلی کریری	سنہ ۱۶۹۴ء
پی آر ڈی لامینز	سنہ ۱۶۹۸ء
ایف سی شلنگر	سنہ ۱۶۹۹ء

سنہ ۱۷۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۰۰ء

نام	سنہ
کپتان اے ہملٹن	سنہ ۱۷۰۰-۲۰ء
جے پی ڈی ٹورنیفورٹ	سنہ ۱۷۰۱ء
کارنیلس لی برن	سنہ ۱۷۰۳-۴ء
پی آر کروزنسکی	سنہ ۱۷۰۵-۲۵ء
جان بیل ساکن انٹرسوری	سنہ ۱۷۱۶-۷ء
ہیس ہیٹیٹنرلیس	سنہ ۱۷۱۶-۳۰ء
دوری افندی	سنہ ۱۷۲۰ء
پی آر بشوو	سنہ ۱۷۲۲ء
کپتان بی ایچ بروس	سنہ ۱۷۲۲-۳ء
پی آر لینڈرو ڈی ایس سیسیلیا	سنہ ۱۷۳۵ء
جے آٹر	سنہ ۱۷۳۷-۹ء
دوانگرنیز	سنہ ۱۷۳۵ء
عبدالکریم	سنہ ۱۷۴۱ء
پی آر بیزن	سنہ ۱۷۴۱-۷ء
جونس ہینوسئے	سنہ ۱۷۴۳-۸ء
پی آر ڈسوبینیز	سنہ ۱۷۴۴ء
ڈاکٹر جے کک	سنہ ۱۷۴۷ء
بارتھالومیو پلیسٹڈ	سنہ ۱۷۵۰ء
لفٹنٹ ای بی آئیوز	سنہ ۱۷۵۸ء
کارسٹن نیبور	سنہ ۱۷۶۱-۵ء
ایس جی گیملن	سنہ ۱۷۷۱-۲ء
آر ہیبلورٹ	سنہ ۱۷۷۳-۴ء
ابراہام پارسنز	سنہ ۱۷۷۵ء
جی فارسٹر	سنہ ۱۷۸۳-۴ء
کانٹ دی فریس ساویاف	سنہ ۱۷۸۴-۵ء
پی ایس پیلاس	سنہ ۱۷۸۵ء
ڈبلیو فرینکلن	سنہ ۱۷۸۶-۷ء
سر ایچ جونز برجز	سنہ ۱۷۸۹ء و سنہ ۱۸۰۸ء
ای ڈی بوشیپ	سنہ ۱۷۸۷ء
جان ٹیلر	سنہ ۱۷۹۰ء
جی اے آلیور	سنہ ۱۷۹۶ء
جان جیکسن	سنہ ۱۷۹۷ء

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

سر جے میلکم سنہ ۱۸۰۰-۱۰ء
جے اسکاٹ ویرنگ سنہ ۱۸۰۲ء
پی اسیڈمی جابرٹ سنہ ۱۸۰۵-۶ء
کرنل اے۔ ڈی بانّس سنہ ۱۸۰۷-۹ء
پی۔ اے ڈی گارڈین سنہ ۱۸۰۷ء
کپتان ٹرول سیر سنہ ۱۸۰۷-۹ء
اے ڈیری سنہ ۱۸۰۷-۹ء
پی ٹینکاین سنہ ۱۸۰۷-۹ء
کرنل ترینرل سنہ ۱۸۰۷-۹ء
جے پی سوریز سنہ ۱۸۰۸-۹ء و سنہ ۱۸۱۱-۵ء
کپتان ڈبلیو پی گرانٹ سنہ ۱۸۰۹ء
سر ایچ پاٹنجر و کپتان کرسٹی سنہ ۱۸۱۰ء
جنرل ڈبلیو مانٹیتھ سنہ ۱۸۱۰-۳۱ء
سر جے میکڈانلڈ کنیئر سنہ ۱۸۱۰-۳۰
سر ڈبلیو آوسلے سنہ ۱۸۱۱-۲ء
پادری ایچ مارٹن سنہ ۱۸۱۱-۲ء
ڈبلیو پرایس سنہ ۱۸۱۱-۲ء
جے۔ بی۔ روسو سنہ ۱۸۱۲ء
کرنل جی ڈروول سنہ ۱۸۱۲-۳ء
ایم فرگین سنہ ۱۸۱۲ء
جے ایس بکنگھم سنہ ۱۸۱۶ء
لفٹنٹ ڈبلیو ہیوڈ سنہ ۱۸۱۷ء

موسو وان کاٹزیبو سنہ ۱۸۱۷ء
کرنل جے جانسن سنہ ۱۸۱۷ء
سر آر کیر پورٹر سنہ ۱۸۱۸-۲۰ء
لفٹنٹ بی ٹلمڈن سنہ ۱۸۱۹-۲۰ء
پی گارڈن سنہ ۱۸۲۰ء
سی۔ جے۔ رچ سنہ ۱۸۰۲-۱ء
جے۔ بی فریزر سنہ ۱۸۲۱-۳۴ء
آنربل جی۔ کیپل سنہ ۱۸۲۴ء
ایم۔ آکورٹ سنہ ۱۸۲۶ء
سر جے۔ ای الگزینڈر سنہ ۱۸۲۶ء
کپتان۔ آر بگنان سنہ ۱۸۲۶-۳۰ء
ٹی۔ بی۔ آرمسٹرانگ سنہ ۱۸۲۸-۹ء
ٹامس الکاک سنہ ۱۸۲۸-۹ء۔ سی بیلینجر سنہ ۱۸۲۹ء
ای۔ اسمتھ و ایچ جی ڈوایٹ سنہ ۱۸۲۹ء
اے این گرووز سنہ ۱۸۲۹ء
ای۔ این مینٹریز سنہ ۱۸۳۰ء
کپتان اے کوتائی سنہ ۱۸۳۰ء
سارجنٹ گنس سنہ ۱۸۳۱ء
ڈاکٹر جے والف سنہ ۱۸۳۱-۴۴ء
جی فاؤلر سنہ ۱۸۳۱-۶ء
جے ایس۔ اسٹوکیولر سنہ ۱۸۳۱-۲ء
سر اے برنس سنہ ۱۸۳۲ء

لال موہن سنہ ۱۸۳۲ء
لفٹنٹ ٹی ایس پادل سنہ ۱۸۲۳-۴ء
میجر ہیڈنسٹم سنہ ۱۸۳۴ء
بیرن ٹامس کارٹ سنہ ۱۸۳۴-۵ء
پادری جے پرکنس سنہ ۱۸۳۴-۴۲ء
سر ایچ۔ رالنسن سنہ ۱۸۳۴-۶۰ء
کرنل ڈبلیو اسٹوئرٹ سنہ ۱۸۳۵-۶ء
آنچر ایلائے سنہ ۱۸۳۵-۷ء
الگزینڈر شوڈزکو سنہ ۱۸۳۵-۴۰ء
جنرل۔ ایف۔ آر چسینی سنہ ۱۸۳۵-۷ء
ڈبلیو۔ ایچ اینسورتھ سنہ ۱۸۳۵-۴۰ء
وی فانٹینیر سنہ ۱۸۳۵-۸ء
میجر ڈارکی ٹاڈ سنہ ۱۸۳۶-۷ء
سر جے میکنیل سنہ ۱۸۳۶-۸ء
سر جسٹن اور لیڈی شیل سنہ ۱۸۳۶-۵۳ء
کپتان۔ آر۔ ولبرہیم سنہ ۱۸۳۷ء
یوجین بوری سنہ ۱۸۳۸-۴۰ء
حاجی عبدالنبی سنہ ۱۸۳۸ء
کپتان لیم سنہ ۱۸۳۸-۹ء
پرنس شہزادہ اے سالٹیکاف سنہ ۱۸۳۸-۹ء
کپتان۔ اے۔ کونولی سنہ ۱۸۳۹ء

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

نام	سنہ
ایچ ٹیکسیر	سنہ ۱۸۳۹-۴۰ء
اے فلینڈن و پی کاسٹی	سنہ ۱۸۳۹-۴۱ء
ڈاکٹر اے گرانٹ	سنہ ۱۸۴۰ء
بیرن سی ڈی بوڈ	سنہ ۱۸۴۰-۱ء
سر اے ایچ لیئرڈ	سنہ ۱۸۴۰-۲ء
ای ایل سٹفورڈ	سنہ ۱۸۴۰ء
کانٹ ڈی سرسی	سنہ ۱۸۴۰ء
ڈاکٹر ایف فاربس	سنہ ۱۸۴۰ء
جی آسکیولیٹی	سنہ ۱۸۴۱-۲ء
لفٹنٹ ڈبلیو بی سیلبی	سنہ ۱۸۴۱-۲ء
ڈاکٹر جی پی بیجبر	سنہ ۱۸۴۲ء
ڈبلیو آر ہالمس	سنہ ۱۸۴۳-۴ء
این ایل وسٹرگارڈ	سنہ ۱۸۴۳ء
ایم ویگینر	سنہ ۱۸۴۳ء
لفٹنٹ آر سرلیچ	سنہ ۱۸۴۳ء
کام جے ای جونس	سنہ ۱۸۴۴-۷ء
جے پی فیریئر	سنہ ۱۸۴۵ء
ایچ وٹی ہیل	سنہ ۱۸۴۸ء
مس آیڈا پلیفر	سنہ ۱۸۴۸ء
ڈاکٹر ایف اے بوسی	سنہ ۱۸۴۸-۹ء
ای کیتھ ایبٹ	سنہ ۱۸۴۹-۵۹ء
آنریبل آر کرزن	سنہ ۱۸۴۹-۵۲ء
ڈبلیو کے لافٹس	سنہ ۱۸۶۵-۹ء
ایم چریکاف	سنہ ۱۸۴۹-۵۲ء
آر بی بننگ	سنہ ۱۸۵۱ء
جے بریزن	سنہ ۱۸۵۱ء
زارنوٹا	سنہ ۱۸۵۲-۳ء
ایچ گارنیئر	سنہ ۱۸۵۲ء
کانٹ جے اے ڈی گابینو	سنہ ۱۸۵۵-۸ء
مسٹر جے آوٹرم	سنہ ۱۸۵۷ء
ڈبلیو اے شفرڈ	سنہ ۱۸۵۷ء
کپتان سی ایچ ہنٹ	سنہ ۱۸۵۷ء
کپتان سی کلارک	سنہ ۱۸۵۷-۶۳ء
این ڈی خانیکاف	سنہ ۱۸۵۸ء
ڈاکٹر اوبلا	سنہ ۱۸۵۸ء
ای ڈیوہاسٹ	سنہ ۱۸۶۰ء
آر جی واٹسن	سنہ ۱۸۶۰ء
جے آسمیٹن	سنہ ۱۸۶۰ء
ایم ڈی بلاکویل	سنہ ۱۸۶۰ء
اے بی ایسٹوک	سنہ ۱۸۶۰-۲ء
ڈاکٹر ایچ بروش	سنہ ۱۸۶۰-۱ء
جے اشر	سنہ ۱۸۶۱ء
سر ایف گولڈاسمڈ	سنہ ۱۸۶۱-۷۲ء
ایف ڈی فلپس	سنہ ۱۸۶۲ء
مسٹر لیوئیس پیلی	سنہ ۱۸۶۲-۷۲ء
آرم ویمبری	سنہ ۱۸۶۲-۳ء
سر او سینٹ جان	سنہ ۱۸۶۴-[illegible]ء
کانٹ جے ڈی راشورٹ	سنہ ۱۸۶۴-[illegible]ء
ایف میش	سنہ ۱۸۶۵ء
وایکاونٹ پالنگٹن	سنہ ۱۸۶۵ء
ڈاکٹر ایس ہاس لنشٹ	سنہ ۱۸۶۵-۹ء
ڈاکٹر جے ای پالک	سنہ ۱۸۶۵-۸۲ء
میجر بی لاوٹ	سنہ ۱۸۶۶-۸۱ء
سی جی ولس	سنہ ۱۸۶۶-۸۱ء
اے ایچ مونسی	سنہ ۱۸۶۶-۷ء
کرنل ای سی راس	سنہ ۱۸۶۷-۹۰ء
ڈی ڈبلیو فریشفیلڈ	سنہ ۱۸۶۷ء
جی میگلیوناف	سنہ ۱۸۶۸ء
پادری اے ایل کٹس	سنہ ۱۸۷۰ء
کرنل ایون اسمتھ	سنہ ۱۸۷۰-۲ء
جے بیسٹ	سنہ ۱۸۷۱-۸۵ء
ڈبلیو برٹل بینک	سنہ ۱۸۷۲ء
بیرن میکس وان تھیل مین	سنہ ۱۸۷۲ء
کپتان ایچ سی مارش	سنہ ۱۸۷۲ء
ڈاکٹر ایچ ڈبلیو بیلیو	سنہ ۱۸۷۲ء
ڈاکٹر جی روزیریو	سنہ ۱۸۷۲ء

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

ڈبلیو ٹی بلینفورڈ سنہ ۱۸۷۲ء
کرنل وال بیکر و کپتان ڈبلیو گل سنہ ۱۸۷۳ء
پی او گورڈ نیکاف سنہ ۱۸۷۴ء
کپتان آنریبل جی نیپیر سنہ ۱۸۷۴ء
ایف اسٹولز و ایف سی انڈریاز سنہ ۱۸۷۴-۸۱ء
اے رواد نیرا سنہ ۱۸۷۴-۵ء
سر سی میگریگر سنہ ۱۸۷۵ء
ایچ بیلنٹائن سنہ ۱۸۷۵ء
ٹی ایس اینڈرسن سنہ ۱۸۷۵-۶ء
اے آرنلڈ سنہ ۱۸۷۵ء
ڈاکٹر ای ٹیٹزر سنہ ۱۸۷۵ء
ای اے فلائیر سنہ ۱۸۷۶-۷ء
سر آر مرڈک اسمتھ سنہ ۱۸۷۶ء
کپتان پشین سنہ ۱۸۷۷ء
سیڈیم سی سرنیا سنہ ۱۸۷۷ء
کے ڈی کیاش سنہ ۱۸۷۸ء
ڈاکٹر جی رڈی سنہ ۱۸۷۹-۸۰ء
جنرل گراڈیکاف سنہ ۱۸۸۰ء
جنرل پیٹروس وچ سنہ ۱۸۸۰ء
جنرل اے ایچ شنڈلر سنہ ۱۸۷۷-۹۱ء

اے لیسو سنہ ۱۸۸۰ء
کرنل سی ای اسٹوئرٹ سنہ ۱۸۸۰-۹۱ء
ای او ڈانوون سنہ ۱۸۸۰ء
اے کاڈی اسٹیفن سنہ ۱۸۸۱-۵ء
ایم ڈیولیفائے و جے ڈیولیفائے سنہ ۱۸۸۱-۶ء
ای اسٹیک سنہ ۱۸۸۱ء
جنرل گستیجر خان سنہ ۱۸۸۱ء
کرنل ایچ ایل ویلس سنہ ۱۸۸۱-۹۱ء
ای آرسول سنہ ۱۸۸۲ء
ایچ موسر سنہ ۱۸۸۳ء
سر جی ڈبلیو بنجمین سنہ ۱۸۸۳-۵ء
اے رائلی سنہ ۱۸۸۴ء
کرنل ایم ایس بیل سنہ ۱۸۸۴ء
کپتان آر ایچ جننگس سنہ ۱۸۸۴-۵ء
فر ہاؤسے سنہ ۱۸۸۵ء
اے مکولسکی سنہ ۱۸۸۵ء
جے آر پریس سنہ ۱۸۸۵ء
سیڈن سوین سنہ ۱۸۸۵ء
جے ڈی ریز سنہ ۱۸۸۵ء
ڈاکٹر اے راڈلر سنہ ۱۸۸۵ء

کپتان اے سی ییٹ سنہ ۱۸۸۵ء
جی بانویلٹ سنہ ۱۸۸۶ء
ٹی اسٹیونس سنہ ۱۸۸۶ء
ایچ بائینڈلر سنہ ۱۸۸۶ء
کرنل اے لی سوئیر سنہ ۱۸۸۷ء
لفٹننٹ آر ای گلنڈ سنہ ۱۸۸۷ء
لفٹننٹ ایچ بی داگن سنہ ۱۸۸۸-۹۱ء
جے بی بینٹ سنہ ۱۸۸۸ء
ایچ ڈی ونٹ سنہ ۱۸۸۸ء
ایم وان پراسکووٹز سنہ ۱۸۸۸ء
کانٹ ڈی سیبرن سنہ ۱۸۸۸ء
ای جی براؤن سنہ ۱۸۸۸ء
ایچ ایف بی لنچ سنہ ۱۸۸۹ء
ڈاکٹر پی ایف ٹرابن برگ سنہ ۱۸۸۹ء
مصنف کتاب ہذا سنہ ۱۸۸۹-۹ء
میجر ایچ اوسایر سنہ ۱۸۹۰ء
مسز بشپ (مس ایسابلا برڈ) سنہ ۱۸۹۰ء

تقسیم باعتبار زمانہ

گرہ بالا فہرست مین جونام شریک ہین اون مین سے بعض کی نسبت اس مقام پر کسی قدر رائے زنی کرنا جس سے اونکے زمانہ ظہور کی تعیین اور نسبتی قابلیت وفضیلت کا اندازہ لگانے مین سہولت ہوسکے بیجا نہ ہوگا- قرون اولی مین جو فتوحات اسلام کے بعد گزرین ایران کے بہت کم سفرنامے لکھے گئے لیکن پھر بھی ہمکو مختلف ملل ومذاہب کے زایرون- مثلاً ربی بنیجمین ہسپانیہ کے ایک یہودی- ابن بطوطہ تنجیر کے ایک بربر- اور ولیم ڈی ربروکوئیس اوراوڈوریکس ڈی پورونیان کیتھولک پادریون کے زہدوورع کا شکر گزار ہونا چاہیے جس نے اونکو اکثر دیار وامصار کی مرحلہ پیمائی کا شوق دلایا- اسی زمانہ مین مارکو پولو کی عظیم الشان شبیہ خرامان خرامان اسٹیج پر جلوہ گر ہوتی ہے- پندرہوین صدی کے آخری حصہ مین وینس کی تجارتی فوقیت کا ثبوت وہان کے بعض تجار اور امرا کے ایران مین آنے سے ملتا ہے- علی ہذا القیاس ایک صدی بعد انگلستان کے روزافزون تجارتی فروغ کی شہادت انگریزی تاجرون کی ایک جماعت سے بہم پہونچتی ہے- جو شمال اور جنوب کی طرف سے ایران کے ساتھ تجارتی تعلقات قایم کرتے ہوئے نظر آتے ہین- ڈان رائی ڈی کلیویجو- ہسپانوی سفیر نے جسے ہنری ثالث شاہ کیسٹیل نے تیمور کے دربار مین سمرقند بھیجا تھا اپنی سفارت کے حالات ایک نہایت گرانمایہ شکل مین قلمبند کرنے سے جو مثال قایم کی تھی اوسکی تقلید اون کثیر التعداد سفرا نے کی جنہین تاجوران یورپ نے سترہوین صدی مین شاہ عباس اعظم کے دارالخلافہ اصفہان مین سفارت پر مامور کرکے بھیجا- سر انتھونی شرلی

دوسرا رابرٹ شرلی نے جو آپس مین بھائی بھائی تھے اور سر ٹامس ہربرٹ نے جو سر ڈاڈ مور کاٹن سفیر شاہ چارلس اول کے ساتھ آیا اور جس نے حالات ایران پر ایک نہایت ہی دلچسپ کتاب لکھی انگریزی پہلو سے ایران کے واقعات قلمبند کیے۔ ڈان گرسیاس ڈی سلوا جسے فلپ ثالث نے خدمت سفارت پر مامور کیا گویا ہسپانیہ کا سرکاری وقایع نگار ہے آدم اولیریس اوس سفارت کے حالات کو ضبط تحریر مین لایا جو ہالسٹین کے ڈیوک نے ایران بھیجی تھی۔ پادری ہیسیفک ڈی پراونس راہب نے فرانسیسی پہلو سے ایران کے حالات لکھے۔ اور کیمپفر متوطن وسٹفیلیا ایران مین اوس سفارت کا میر منشی ہو کر گیا جو چارلس یازدہم شاہ سوئڈن نے بھیجی تھی۔ سترہوین صدی ایران کے منتہاے عروج کا زمانہ ہونے کے علاوہ وہ دور ہے جس مین غیر ممالک کے لوگون نے اسکے بہت سفرنامے لکھے اس زمانہ مین بہت سے فاضل وقابل سیاح تجارتی وتحقیقاتی اغراض سے یکے بعد دیگرے نہایت سرعت کے ساتھ اس ملک مین آئے اور اپنی مساعی اور اون مواقع کے حالات کو جو اونہین ایک دول خارجہ سے ربط ضبط بڑھانے والے دربار کی تائید سے حاصل ہوئے۔ ایسی کثیر التعداد تصنیفات کی شکل مین چھوڑتے گئے۔ جنھین اگر یادگار زمانہ کہا جائے تو غیر موزون نہ ہو۔ ان کتابون مین اہل ایران کی قومی زندگی کے کوایف کے ہر پہلو سے بحث کیگئی ہے اور تفصیل ووضاحت کے ساتھ موقعہ موقعہ کی تصویرین اور نقشہ بھی دیے گئے ہین گو کہ بعض حالتون مین اونکی صحت مین کلام ہے۔ ان سفرنامون مین نہ صرف اوس زمانہ کے ایرانیون کی عادات اور رسوم ورواجات کا حال اور صفوی خاندان کے بادشاہون

کے جاہ وجلال اور تزک واحتشام کی کیفیت مندرج ہے بلکہ ان مین پہلی مرتبہ مفصل اور واضح
طور پر اصطخر اور دوسرے مقامات کے عظیم الشان کھنڈرون کے باتصویر حالات سپرد قلم کئے
گئے ہین جنکی طرف مشاہیر علمائے یوروپ کی توجہ پہلے ہی منعطف ہو چکی تھی اور جن کی
نسبت مضحکہ انگیز خیالات اونکے ذہن مین سما گئے تھے۔ پادری ڈیلا ویلی ایک معزز
خاندان کے رومانی کو جس نے نسطورین فرقہ کی ایک خاتون سے بغداد مین شادی کر لی تھی
لیکن جس کا انتقال اوسکے اثنائے قیام ایران مین ہو گیا۔ اگرچہ گبن نے طول کلامی اور خود
نمائی کا مجرم قرار دیا ہے لیکن پھر بھی وہ ان ضخامت آئین مصنفین مین سب سے پہلا شخص
ہے اور پر گوئی اور خود بینی ایسے عیوب ہین جنکو تنقید اوس مصنف مین اغماض کی نگاہ سے
دیکھ سکتی ہے جو عہد عتیق کے دھندلے پردون کو اوٹھا کر ہمین اُن رازون کی سیر کرائے
جو پردہ کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ اسکے بعد جین بپٹسٹ ٹیورینر مشہور فرانسیسی
جوہری صوفی اعظم (شاہ ایران کو اوس زمانہ مین لفظ صفوی کو بگاڑ کر یوروپ اسی نام سے
پکارتا تھا) اور سلاطین مغلیہ کے دربارون مین تاجرانہ حیثیت سے آتا ہے پھر چارڈن ظاہر ہوتا
ہے۔ یہ متورع اور مشہور و معروف شخص پراٹسٹنٹ مذہب کا ایک فرانسیسی جوہری تھا اپنا
متبحرانہ سفرنامہ ایران لکھنے کے بعد اپنی عمر کے آخری حصہ مین آئین نینٹیز کی تنسیخ پر وہ فرانس
سے ہجرت کر کے انگلستان چلا گیا اور جب وہ مرا تو اوسے شہر لندن کے ایلڈرمین (چوہدری)
اور نائٹ (انگریزی مین سر کا خطاب) ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ اسکے بعد تھیونو اور ڈالیر ڈیلانڈی
دو خانگی حیثیت کے فرانسیسون سینان ایک فرانسیسی پادری اور ڈاکٹر فرائیر ایسٹ انڈیا

کمپنی کے طبیب کی باری آتی ہے جسکی تحریرات انوکھے پن اور ظرافت مین ہربرٹ سے کچھ ہی کم ہون گی اور ان سب کے بعد کارلیس لابرن ولندیز کا ظہور ہوتا ہے جسکا ناپنے کا فیتا اور پنسل ہروقت ساتھ رہتی تھی اور جو اون مصنفین کی غلطیون کا بلاتامل اعلان کرنے کے ساتھ جو اوس سے پہلے گذرے اپنے جانشینون کے حظ نکتہ چینی کے لیئے کچھ کم مواد نہین چھوڑ گیا ہے۔

اٹھارہوین صدی

اسکے بعد کے زمانہ یعنی اٹھارہوین صدی مین ایران سیاسی شورشون کا مرکز بنا رہا اور چونکہ یہ صورت حالات سیاحت یا علمی تحقیقات کے لیئے موزون نہ تھی اس لئے اسی نسبت سے غیر ملک کے مصنفین کی تصنیفات اس ملک کے حالات کے متعلق کم ہوگئین۔ لیکن با این ہمہ جان بیل متوطن اینٹرموری کروزنسکی۔ متعدد رومن کیتھولک پادریون اور آٹر اور بالخصوص جونس ہینوے کی تصانیف مین ہمکو اس عہد کی خونریزیون اور خانہ جنگیون کے ہولناک واقعات کا شرح و بسط کے ساتھ پتہ چلتا ہے۔ جان بیل اوس روسی سفارت کے بطور طبیب کے متعین تھا جو پیٹر اعظم نے خاندان صفوی کے آخری شہنشاہ شاہ سلطان حسین کے پاس بھیجی تھی۔ کروزنسکی اسی عہد مین مسیحی فرقہ جیسوئٹ مقیم اصفہان کا پیشوا تھا۔ آٹر نے اوس عہد مین ایران مین سفر کیا جبکہ نادر شاہ نے ہندوستان پر اپنی مشہور و معروف چڑھائی کی۔ اور جونس ہینوے ایک زیرک اور فہیم اور ہمدرد بنی نوع انسان لندنی تاجر تھا۔ جس نے بحیرہ اخضر کی راہ سے ایران کے

ساتھ انگریزی تجارت کا تعلق قایم کرنے کے خارج از امکان منصوبہ کی تجدید کرنے کا قصد کیا۔ اسی صدی کے آخری حصّہ مین جی۔ فارسٹر نے جو ہندوستان سے روانہ ہوکر پہلی مرتبہ افغانستان اور ایران کی راہ سے انگلستان پھونچا۔ شمالی اقطاع مین اپنے خوفناک سفر سے جغرافیہ کے متعلق ہماری معلومات کو بہت کچھ بڑہایا۔ اور جنوب مین کریم خان زند صوبہ دار شیراز کی بے تعصبانہ اور ہر دلعزیز حکومت کے حالات کو انگلو انڈین فوج کے لفٹنٹ فرینکلن اور کارسٹن نیبور نے جو جزیرہ نمائے عرب کے مہتم بالشان سفر سے واپس آیا تھا بیان کیا ہے۔ اسی زمانہ مین گیمیلن اور آلیور نے ایران کے عمدہ حالات لکھکر اپنے ملکون یعنی روس اور فرانس کی شہرت کے برقرار رکھنے مین حصہ لیا۔

انیسوین صدی

نیسوین صدی کے پردہ کا ایک کنارہ اُٹھاکر ہم ایک ایسے عہد کی دہلیز کے اندر قدم رکھتے ہین جس مین یوروپ کی تدبر و سیاست نے ایران مین داخل ہونے کے تمام رستون کو از سر نو کھول دیا اور سفیرون اور ایلچیون کے ساتھ ساتھ بہت سے سیاح مملکت ایران مین وارد ہوئے اور دونون طبقہ کے لوگون نے اپنے تجربون اور مشاہدون کو مساوی محنت و جانفشانی سے قلمبند کیا۔ سر جان میلکم کی ۱۸۰۰ع اور ۱۸۱۰ع کی دو سفارتون کا ماحصل کئی تصنیفات تھین جن کا ذکر ذیل مین کیا جاتا ہے۔ دو کتابین خود سر جان میلکم نے لکھین۔ ان مین سے ایک کا نام "ہسٹری آف پرشیا" (تاریخ ایران) اور دوسرے کا نام جو گمنام طور پر شایع کیگئی "اسکیچز آف پرشیا" (مرقع ایران) ہے۔

"تاریخ ایران" اگرچہ اوس زمانہ مین لکھی گئی جبکہ فن تاریخ نویسی مین فلسفہ کی روح نہ پڑی تھی لیکن پھر بھی انگریزی مین کوئی کتاب ایران کے تاریخی حالات کے متعلق اسکی ٹکر کی نہین۔ "مرقع ایران" بھی ایک نہایت ہی دلفریب کتاب ہے اور نوادر ولطائف کا مخزن ہے۔ ایک دوسری کتاب جسے مذکرہ بالا سفارتون کے نتائج کے جزو سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کپتان میکڈانلڈ کا "جاگریفیکل میمار" (تذکرہ متعلقہ فن جغرافیہ) ہے۔ یہ کپتان میکڈانلڈ وہی ہین جو بعد مین سر جے میکڈانلڈ کنیئر کے لقب سے ملقب ہوئے اور اون کا یہ تذکرہ ایک عرصہ تک ایران کے حالات متعلقہ فن جغرافیہ مین معلومات کا عطر سمجھا جاتا تھا سفارتہائے مسطورہ کے نتائج کے منجملہ وہ سفر اور تحقیقاتین بھی قرار دی جا سکتی ہین جو متعدد برطانوی یا ہندوستانی افسرون بالخصوص گرانٹ۔ پاٹنجر کرسٹی اور مانٹیتھ نے کین۔ اسی زمانہ مین نپولین کے قاصد جنرل گارڈین کی فرانسیسی سفارت اپنے ہمراہ متعدد لایق لایق مصنّف لیتی گئی - جن مین ٹروہیر۔ ٹریزل۔ ٹنیکائن اور ڈوپری کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن ڈوپری کی تصنیف سب سے عمدہ ہے سر ہارڈ فورڈ جونس نے ۱۸۰۹ء مین اپنی محنتون اور مصیبتون کی سرگذشت کو خود قلمبند کیا۔ اوسکے ساتھ موریئر بھی تھا جس نے اس موقعہ کو اور دو سال بعد سر گور آؤسلی کے ہمراہی کے موقعہ کو غنیمت پاکر دو نہایت مستند اور محققانہ کتابین لکھین۔ کسی سفارت کے ہمراہ اتنے مورخ نہ تھے جتنے کہ آؤسلی کی سفارت کے ساتھ تھے۔ کیونکہ موریئر کی دوسری تصنیف کے علاوہ اس سفارت کے حالات کو سر ڈبلیو آؤسلی سفیر کے بھائی نے جو مشرقی

علوم مین بڑا ماہر تھا اور جیمز ڈبلیو پرائس نے قلمبند کیا۔ ۱۸۱۷ء مین کوٹزبو کاؤنٹ یرمولاف کی روسی سفارت کی سرگذشت کو حیز تحریر مین لایا۔ ۱۸۳۵ء مین کرنل اسٹوارٹ سر ہنری ایلس کا میر منشی ہو کر آیا اور محمد شاہ کے نظام سلطنت کی ایک دلاویز تصویر کھینچتا گیا۔ اسکے بعد سر جسٹن شیل سفیر انگریزی نے اپنی بی بی کو ایک مفید اور معلومات سے بھری ہوئی تصنیف کے مرتب کرنے مین مدد دی۔ کانٹ ڈی گابینو نے طہران مین بطور سفیر مقیم ہوئے کے اثنا مین اغراض فرانس کو مرعی رکھکر متعدد عالمانہ کتابین تصنیف کین۔ اور دوسری سفارتون کے اراکین نے بھی عمدہ عمدہ کتابین لکھین۔ چنانچہ بیرن ڈی بوڈ روسی سفارت کے میر منشی نے سفر سرزمین بختیاری کے دلچسپ حالات کو جو اوس نے ۱۸۴۰ء مین اختیار کیا تھا ایک کتاب کی شکل مین قلمبند کیا۔ ایسٹوک نے جو بیس سال بعد انگریزی سفارت مین اسی عہدہ پر معمور ہو کر آیا ایک عمدہ کتاب لکھی اور موسو باربیر ڈی مینارڈ مشرقی مصنفین کی تصانیف کے تراجم اور شرحون کی وجہ سے درجہ اوّل کے فرانسیسی علما مین شمار ہونے لگا۔

مغربی دنیا مین ایران جو روز افزون شہرت حاصل کر رہا تھا۔ اوس سے متاثر ہو کر متعدد متمول انگریزی سیاحون نے انیسوین صدی کے پہلے دس سال کے بعد سے اس ملک کو فن جغرافیہ کی تحقیقات یا آثار قدیمہ کی سراغ برآری اور بعد مین اس تحقیق و تفتیش کی نتائج کو معرض انشا مین لانے کے متعلق اپنا مقصود قرار دیا۔ اسکاٹ ویرنگ۔ بکنگھم۔ سر آر۔ کیر پورٹر اور جے بیلی فریزر اس طبقہ کے وہ مصنفین ہین جو چودہ صدی کے پہلے نصف حصّہ سے تعلق رکھتے ہین اور فریزر کو تو ایران مین ایک علمی کان مل گئی تھی

جسکے خزاین مین اوسوقت تک کمی نہ آئی جب تک کہ اوس نے متعدد گرانمایہ سفرنامے اور بہت سے لطیف و دلچسپ افسانے دنیا کے سامنے پیش نہین کیئے۔ ایک دوسرے طبقہ کے مصنفین وہ ہین جنکا تعلق افسرانہ حیثیت سے ہند کے دیوانی و فوجی محکمہ جات کے ساتھ تھا اور جو انگلستان کو جاتے ہوئے ایران مین سے ہوکر گذرے۔ ان مین سے محکمہ فوج کے متعلق کرنیل جانسن۔ کپتان آرتھر کونولی۔ (جو بعد مین بخارا مین قتل ہوا) اور سر الگزینڈر برنس جو کابل کے حسرتناک سانحہ کا شکار ہوا اور محکمہ دیوانی کے متعلق آر۔ بی۔ بننگ اور ای۔ اسٹیک کا نام خصوصیت سے لیا جاسکتا ہے۔ بننگ نے ۱۸۵۱ء مین فارسی زبان مین اعلیٰ درجہ کی دستگاہ رکھنے کے باعث ایران کے حالات کے متعلق حقیقت مین ایک ایسی اچھی کتاب لکھی کہ اوس سے بہتر اور کوئی کتاب پھر نہین لکھی گئی اور اسٹیک نے اپنی جدت طراز تحقیقاتون کی رونق کو خیالات کی روانی بندش کی چستی اور طرز ادا کی دلفریبی سے دوبالا کر دیا۔ اس صدی کے وسط مین اور اوسکی بعد کچھ کچھ فصل سے ایران کے متعلق ہماری معلومات کے ذخیرہ کو انگریزی اور امریکی پادریون نے بڑھایا ہے جنھون نے شمالی سرحد پر نسطورین فرقہ کے عیسائیون اور بعض بڑے بڑے شہرون مین ارمنی عیسائیون کے درمیان ایران کو اپنی مساعی کی جولانگاہ بنایا۔ اسی زمانہ مین بعض دوسرے لایق اور ممتاز مصنفین ظاہر ہوئے۔ ان مین سے پہلا نام میجر راسنن کا ہے (جواب سر ہنری راسنن کہلاتے ہین) اس لایق شخص نے اوس زمانہ مین جبکہ وہ محمد شاہ کا ملازم تھا اپنی جغرافی تحقیقات کے ساتھ ایک ایسی سیاسی

نکتہ شناسی اور معاملہ فہمی کا ثبوت دیا کہ اوسے دولت برطانیہ نے طہران مین اپنا سفیر اور
اوراوسکے بعد انگلستان اور فارس کے تعلقات کا سیاسی وقایع نگار مقرر کر دیا۔ اور آثار قدیمہ
کا کھوج لگانے کے متعلق اوس نے ایسی قابلیت ظاہر کی کہ محرز وطی ابجد کے راز سربستہ
کو اوس نے کہولدیا اور علوم شرقیہ کے ماہرین کے طبقہ اعلیٰ مین اوسکا شمار ہونے لگا۔
سر ایچ لیارڈ بھی کچھہ کم پایہ کا مصنّف نہین۔ اوس نے ملک ایران کے ایک حصّہ کے
حالات پر دقیقہ سنجی اور طرز ادا کی شستگی کی اون خوبیون کو صرف کیا جنکی وجہ سے وہ
مشہور ہوگیا۔ اور دوسری قومون کے افسرون مین جو ایران مین مامور کئے گئے فیرمیئر
فرانسیسی کو اپنی قیمتی اور عالمانہ تصنیف کے لحاظ سے سند امتیاز حاصل ہے۔ فرانس اس
تعریف کا بھی مستحق ہے کہ اوس نے ٹیکسیئر۔ فلینڈن اور کاسٹ اور اونکے بعد ڈیولا فائ
کو بصرف زر کثیر ایران مین علمی تحقیقات کی غرض سے بہیجا اور اونہون نے جو تحقیقاتین یا
نئی باتین دریافت کین وہ نہایت عظیم الشان کتابون کی شکل مین نفیس اور پاکیزہ تصاویر
کے ساتھہ معرض اشاعت مین آئی ہین۔ ۱۸۵۹ء مین سینٹ پیٹرس برگ کی انجمن جغرافیہ نے
خانیکاف کو اپنی طرف سے مقرر کرکے ایران بہیجا اور اوس نے فن جغرافیہ کے متعلق اس
ملک کے حالات کو فلسفیانہ طور پر قلمبند کیا لیکن اس تذکرہ مین کسی قدر سیاسی تعصب
کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ اسی زمانہ مین اگرچہ برطانیہ کلان نے اس قسم کی تحقیقات کے
لئے نہ تو کوئی خاص جماعت مامور کی اور نہ اس کام پر روپیہ صرف کیا اور واقعی اوس نے
اس بارہ مین ایسے تساہل اور تغافل سے کام لیا ہے کہ اوسے قابل معافی تصور نہین کیا

جا سکتا پھر بھی کم از کم جن سیاسی مہمات کا بیڑا دولت برطانیہ نے اُٹھایا اونکے نتایج
سر ایف گو الڈ اسمڈ اور اوسکے اون لایق مددگارون کی مساعی و تصانیف کی شکل مین ظاہر
ہوئے ہین جو قیام سلسلہ تار برقی اور تصفیہ مسئلہ سرحد کی انتظامی جماعتون کے رکن تھے
مسٹر کلیمنٹس مارکہم نے ایران کی ایک مفید تاریخ ایک جلد مین لکھی اور موجودہ صدی کے
پہلے نصف حصہ کے تاریخی واقعات کو مسٹر آر۔ جی واٹسن نے احتیاط کے ساتھ مرتب
کیا۔ لیکن مجموعی حیثیت سے ایران کی تاریخ کا موضوع ابھی تک کسی ایسے انگریز کی طبیعت
کی زور آزمائی کا محتاج ہے جو مشرقی زبانون سے اچھی طرح پر واقف ہونے اور وسیع تاریخی
معلومات رکھنے کے علاوہ ایک عالم متبحر و فاضل جید ہو۔ جرمنی مین اسپائگل جسٹی
نولڈیک اور گٹشمڈ نے ان عالمانہ اوصاف کو آپس مین بانٹ لیا۔ لیکن پھر بھی کسی ایک
مین یہ سب فضایل جمع نہین ہوئے۔ مجھے اس بات کے کہنے مین تامل نہین کہ ایران
کے حالات مین سب سے بہتر اور صحیح و مستند کتاب سو صفحے کے حجم کی جو مین نے دیکھی
ہے۔ وہ لیسی رکیولے فرانسیسی کی یادگار زمانہ تصنیف ہے[۱]۔ گذشتہ تیس سال مین ایران
کے شمالی و مشرقی حصہ کے متعلق متعدد لایق محققین کی پیہم کوششون نے ہماری
معلومات کو بہت کچھ بڑھا دیا ہے۔ ان مین سے خانیکاف روسی کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے
کرنل ولینٹائن بیکر اور کپتان گل نے جن مین سے اول الذکر کو وسط ایشیا کے سیاسی
مسایل پر عاقلانہ رائے زنی کرنے مین ید طولیٰ حاصل تھا اس مضمون پر عمدہ کتابین لکھین

[۱] اسکا ترجمہ زبان انگریزی مین ہو گیا ہے۔ دیکھو "یونیورسل جاگرفی" (جغرافیہ عالم) جلد نہم۔

سر چارلس میگگریگر کی حب الوطنی کا جوش اوسکی درشت مگر بے روک طرز تحریر سے ٹپکا پڑتا ہے اور ای۔ او ڈانووِن نامہ نگار ڈیلی نیوز جو مرو تک سفر کر آیا اور پھر سوڈان مین جا کر مارا گیا اپنے علمی کمال کے لحاظ سے ایران کے کسی وقایع نگار سے کم نہین۔ ان سبکا انتقال ہو چکا ہے۔

اسی زمانہ مین مسٹر اسٹولز اور مسٹر اینڈریاز نے ایرانی تجارت۔ صنعت و حرفت نظم و نسق سلطنت اور وسائل و ذرایع آمدنی کے مسئلون پر بہت کچھ روشنی ڈالی اور جنرل ہاوٹم شنڈلر نے جسکی تحریرات سے مین اکثر موقعون پر اقتباس کرونگا۔ جغرافیہ۔ آثار قدیمہ اور عام معلومات کے متعلق ایران کے بہت کچھ حالات لکھے۔ ڈاکٹر ولس نے جو کئی سال تک انڈو یورپین محکمہ تار برقی کے ہمراہ بطور طبیب کے مامور رہا زمانہ حال کے اہل ایران کی طرز زندگی اور رسم و رواج کے واضح اور دلچسپ حالات قلمبند کئے ہین۔ مسٹر بنجیمن نے جو امریکہ کی طرف سے سب سے پہلا سفیر مقرر ہو کر ایران مین بھیجا گیا انگریزی زبان مین اس ملک کے حالات پر سب سے آخری کتاب لکھی اور عادات و صنایع کے متعلق اوس نے اپنے جن مشاہدون کو قلمبند کیا ہے وہ دلچسپ ہین لیکن جن واقعات کو اوس نے بیان کیا ہے وہ عام طور پر اسدرجہ نادرست اور غیر صحیح ہین کہ اوسکی کتاب کی کوئی قدر و قیمت باقی نہین رہتی۔ [۵۱] میڈم ڈیولیفائے کی ضخیم کتاب نہایت شاندار تصاویر سے آراستہ ہے

---

[۵۱] بھلا ایسے مصنف کی نسبت کیا خیال ہو سکتا ہے جو ایک وسیع قطعہ آب کی نسبت جسکا دور تین سو میل ہو یہ بیان کرے کہ وہ "اور دمیا مین ایک چھوٹی سی شور جھیل ہے" جو ہامون واقع سیستان کے اکثر منشک رہنے والے تالاب کو "ایک قابل ذکر رقبہ کی جھیل" ہے

اور اوسکے اوراق دلچسپ ہونے کے ساتھہ نتیجہ خیز بھی ہین۔ ایک اور خاتون مسز بشپ نے بختیاریون اور کُردون کے درمیان اپنے سفر کے حالات پر حال مین ایک کتاب شایع کی ہے جس مین نہایت جدت طراز اور دلچسپ واقعات درج ہین۔

ترتیب باعتبار فضیلت

لایق اور ممتاز مصنفین کے نامون کی جو طویل فہرست مینے اوپر درج کی ہی اون مین فضیلت کے اعتبار سے کسی مابہ الامتیاز کے قایم کرنے مین زیادہ دقیقہ سنجی یا موشگافی سے کام لینا شاید گستاخی اور بے ادبی مین داخل ہوگا۔ جن مصنفین نے امن واطمینان یا شورش وانقلاب کے زمانون مین اپنے چشم دید حالات کو صحیح صحیح طور پر قلمبند کردیا۔ یا تحقیق وتدقیق مین صبر اور تحمل سے کام لیکر ایران کے حالات کے متعلق ہماری معلومات کے ذخیرہ کو بڑہایا اون مین سے اکثر کا نام مین لے چکا ہون۔ اِن مین سے بعض ایسے ہین جو امعان نظر یا مشاہدات کی وسعت کے باعث اس امر کے مستحق ہین کہ اون کا شمار

بقیہ نوٹ صفحہ ۵۱ ۔ سے تعبیر کرے۔ جو سلسلہ کوہ البرز کا مرو تک پہیلا ہوا ہونا بیان اور چین توتون کے ساتھہ کاف مین وسط ایشیا مین لڑا تہا اور نکا تقی ترکمان ہونا ظاہر کرے جو نہ صرف (حضرت) حسنؑ بلکہ حسینؑ کے کربلا مین شہید ہونے کا دعویٰ کرے۔ اس زمانہ مین بہی شوستر اور سوسا مین کوئی فرق نہ سمجھے۔ جو "ایران کے جنوبی مغربی حصہ مین بہترین بندرگاہون کے نزدیک کوئیلے کی لازوال کانون" کے موجود ہونے پر مصر ہو حالانکہ اس طبقہ زمین سے ایک مکعب فیٹ کوئلہ بھی کبہی کہودا نہین گیا۔ جو نادر شاہ کے ظہور کی تاریخ اصل سے پچاس سال قبل اور مشہور قحط کی تاریخ کو اصل سے تین سال بعد بتائے اور جو یہ خیال کرے کہ انگریزی فوج مین پچیس ہزار گرینیڈیر (تنومند اور قدآور جوان) ہین۔

طبقۂ اعلیٰ ترین مین ہو۔

میرے رائے مین یہ لوگ چارڈن[۵۱] ٹیورنیر۔ ہینوے۔ میلکم۔ آؤسلے۔ بیلی فریزر اور رالنسن ہین۔ جن تین مصنفین یعنی موریر۔ آؤسلے اور فریزر کی تصانیف ایک عرصہ دراز سے اون خیالات کا ماخذ ہین جو انگریزون کے دلون مین ایران کے حالات کے متعلق جاگزین ہین ان مین سے اوّل الذکر نے اپنے سفرنامون کی وجہ سے اتنی شہرت اور امتیاز حاصل نہین کیا۔ جتنا کہ حاجی بابا کے قصّہ کے لکھنے سے۔ میرے رائے مین فریزر اور آؤسلے بھی اسی پایہ کے لوگ ہین۔ فریزر کو زمانہ حال کے اہل ایران کی طرز زندگی کے ہر پہلو سے کماحقہ واقفیت حاصل ہے اور وہ جو کچھ لکھتا ہے اوس مین اور اصل مین سرمو فرق نہین ہوتا۔ اور آؤسلے کا مایۂ امتیاز وہ حیرت انگیز تبحر ہے جسکی وجہ سے اوس کی ضخیم کتابین شائقین علم کو مسرور و محظوظ بھی کرتی ہین اور مایوس و محروم بھی اور یہی باعث تھا کہ جو واقعات اون مین درج ہین اونکے ظہور کے پورے دس سال بعد وہ معرض اشاعت مین لائی گئین۔

---

[۵۱] مین جانتا ہون کہ ٹیورنیر پر بعض سنگین الزامات لگائے جاتے ہین اور وہ کسی حد تک صحیح بھی ہین۔ چارڈن کا بیان ہے کہ وہ زبان فارسی کا ایک لفظ بھی نہین سمجھہ سکتا تھا۔ ایک معترض کا قول ہے کہ وہ نہ لکھہ سکتا تھا نہ پڑھ سکتا تھا۔ بعض مقامات کے جو حالات اوس نے بیان کئے وہ صریحی طور پر غیر صحیح ہین۔ اس مین کچھہ شک نہین کہ جن لوگون نے اوسکی کتاب کو شایع کیا اونہین اوسکے مسودات کے ترتیب دینے اور سلجھانے مین جو نہایت پریشان حالت مین تھے نہایت دقت کا سامنا کرنا پڑا (دیکھو سفرنامہ آؤسلے جلد دوم ضمیمہ ۱۰) باایں ہمہ ٹیورنیر کی تصنیف کی قدر و قیمت اس لحاظ سے کہ اوس مین جدت اور قدرت پائی جاتی ہے اور وہ مبالغہ و اطراء سے معرا ہے ابھی تک قایم ہے۔

قدیم تر سیاحون مین سے فرانسیسی پراُٹسٹنٹ اور انگریزی "نائیبٹ" چارڈن کو سند امتیاز کے دیے جانے مین کسیکو کلام نہ ہوگا۔ اس مین شک نہین کہ وہ مبالغہ سے کام لیتا ہے اور جو کچھ بیان کرتا ہے وہ ہر صورت مین قابل اعتبار و لایق پذیرائی نہین ہوتا۔ لیکن پھر بھی وہ ہمیشہ محنت وجانفشانی سے کام لیتا ہے۔ اکثر طباعی وذہانت ظاہر کرتا ہے اور بسا اوقات تبحر کا ثبوت دیتا ہے۔ دوسرے درجہ کے مصنفین کے مین بہت سے نام اوپر بیان کرچکا ہون۔ اور بھی بعض نام ایسے ہین جو اسی درجہ مین شریک کئے جاسکتے تھے یا جنھین شاید اب تک بھی اسی درجہ مین شریک ہونا چاہیئے لیکن مشرق کی نرالی آب وہوا کا آسیب کچھ ایسا زبردست تھا کہ اوسنے اون کی رائے زنی اور نکتہ چینی کے دماغ کی صحت مین خلل پیدا کرکے اون کی سلیم الطبعی ومتین الفکری کے چراغ کو رنگین جذبات کی صرصر کے حوالے کردیا۔ اور کبھی تو اونھین فصاحت بمعانی کے اعلی علیئین پر پھونچا دیا اور کبھی رقت وحسرت کے اسفل اسافلین مین جا گرایا۔ قدیم سیاحون مین سے جان اسٹرائیز ایک ولندیز نے اس پرستان کی خوب سیر کی۔ موجودہ صدی مین اوسکا اتباع قابلیت کے ساتھ سر آرکیر پورٹر نے کیا۔ یہ سیاح اگرچہ تحقیق مین مستعدی وعرقریزی سے کام لیتا ہے لیکن نقشہ جات کی صحیح ترتیب اور واقعات کے اندراج کے متناسب اسلوب سے جن عمدہ نتایج کا اوس نے استنباط کیا ہے اوسکی قدر وقیمت اوس مبالغہ آمیز تفاخر وخودنمائی سے بھری ہوئی طرز تحریر سے کم ہوجاتی ہے جسکو دیکھکر کبھی تو طبیعت کھسیانی ہوجاتی ہے۔ اور کبھی بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ ان بے ربط سخن سراؤن کا کمال دکھنا

ہو تو اوس وقت دیکھنا چاہیئے۔ جبکہ وہ قدرت کی عظمت و شان کی لفظی تصویر کھینچ رہے ہے
یا پرانے کھنڈرون کی حسرت ناک داستان بیان کر رہے ہون۔ ایسے موقعون پر اونکی
وجد کی وہ کیفیت ہوتی ہے۔ کہ حال مین آنیوالے فقیر بھی اون سے سبق لے سکتے ہین
ایک اور طبقہ کے مصنفین کی نسبت جنکی تعداد روز افزون ترقی پر ہے۔ جو ایک ملک کی سیاحی
کا یہی مفہوم سمجھتے ہین کہ ایک سیل کی طرح اوس مین سے گذرتے ہوئے چلے جائین جو ایسی
تصنیفات کا جو اون سے قابل تر لوگ پہلے لکھ گئے ہون اول تو مطالعہ نہین کرتے یا کرتے بھی ہین
تو محض اس غرض سے کہ سرقہ کے مرتکب ہوکر اوسکے مضامین کو اپنا طبعزاد بتائین اور جو معنی
سمجھتے ہین تو غلط تعبیر و تاویل کرتے ہین تو غلط ہجہ تک کرتے ہین تو غلط مین کچھ نہین کہنا
چاہتا۔ ایران اس قسم کے وقایع نگارون کا بھی موقف بنا ہے۔ لیکن جس قسم کی کتابین وہ
لکھتے ہین۔ اونکے لیئے بمقابلہ دوسرے مقامات کے یہان کمتر مواد دستیاب ہو سکتا ہے
اس مواد کے بہم پہونچانے کے لیے بہت کچھ محنت کی ضرورت ہے۔ یہان ریل کی سڑکین
نہین ہین کہ ان حضرات کو سفر مین جسمانی آرام ملے اور دماغ کے خیالی ڈھکوسلون کے بجائے
ضخیم اور کثیر الحجم کتابون کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ غرضکہ ممالک محروسہ شاہ ایسا میدان نہین
جہان سے اونہین عمدہ مال غنیمت مل سکے۔ اسکے علاوہ جس بیاض نسیان مین ان لوگون
کے نام موزون طور پر درج ہین۔ اوس سے ایک کو بھی نجات دلانے کے لیئے مین سیاہی
کا ایک قطرہ تک ضایع نہ کرون گا۔

دوسرا باب

راہ و رسد

(اس باب کو صرف سیاح کے نام سے معنون کیا جاتا ہی)

افریقہ کے آتش بار اور ریگ فشان صحرا یا قاف کے بے توفیق اور وحشت ناک ہا

کیا جانئے بنتے ہین موقف میری چکر کا جہلم مین پڑے جا کر یا نائو میری منجدہار

(ہارلیس)

معلومات کی ضرورت

انگلستان سے روانہ ہونے کے قبل احباب نے مجھ سے استفسار کیا کہ مین کس راستہ سے سفر کرنیکا قصد رکھتا ہون اور جب مین واپس آیا تب بھی مجھ سے یہی سوال کیا گیا کہ مین کس راہ سے گیا تھا - اس لئے مجھے خیال ہوتا ہے کہ باوجودیکہ آجکل عام طور پر مسافرون کی رہنمائی اور رہبری کے لئے ہدایتی دستور العمل جاری ہین پھر بھی جغرافیہ کے متعلق تفصیلی اطلاع ایسے عام طور پر شایع نہین کہ ایک علیحدہ باب جس مین اون مختلف راستون کی تصریح ہو جس سے مسافر ایران جا سکتا ہے اور وہان سے واپس آسکتا ہے اور جس مین اون تدابیر کی توضیح ہو جن پر اوسے آغاز سفر سے پہلے کاربند ہونا چاہیئے - غیر ضروری متصور ہو - مسافر کے لئے راہ اور زاد راہ دونون کے انتخاب کے

اسقدر پہلو موجود ہین کہ کچھ ہدایات ان دونون امور کے بارہ مین مناسب معلوم ہوتی ہین۔ راستون اور فاصلون کے جو نقشے ہمینے دیے ہین۔ اون کا ماخذ قابل اعتماد ذرایع ہین اور وہ جدید ترین معلومات پر مشتمل ہین۔ کوئی کتاب اسوقت ایسی موجود نہ ہوگی۔ جس مین اونہین اسطرحپر ایک جگہ جمع کیا گیا ہو۔

ایران کا موقعہ

ایران اگرچہ دور ہے لیکن رسائی سے دور نہین۔ طبعی لحاظ سے یہ ملک شمال اور جنوب کی طرف دو سمندرون سے محدود ہے اور اس لئے قیاس معًا اس بات کو چاہتا ہے کہ یہان بڑی آسانی سے پہونچ سکتے ہین۔ اس کا مشرقی اور مغربی سرحدی علاقہ وسیع اقطاع سے جو غیر مخالف مگر مختلف النسل اقوام کے قبضہ مین ہین ملحق ہے اور ایران مین داخل ہونے کے دوسرے ابواب کو جو اسقدر آسان نہین ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ زیادہ تر مسافر اسی وجہ سے اوّل یا تو بحیرہ اخضر اور یا خلیج فارس کے سواحل پر لنگر انداز ہوکر سرزمین ایران مین داخل ہوتے ہین۔ موجودہ دار السلطنت طہران بحیرہ اخضر سے سڑک کے راستہ سے دوسو میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اسی لئے اکثر مسافر یہی راستہ اختیار کرتے ہین۔ سترہوین صدی عیسوی مین جبکہ خاندان صفوی کے سلاطین کا پایہ تخت اصفہان تھا جو خلیج فارس سے قریب تر ہے تو قدرتی طور پر مسافر خلیج مسطور کے بندرگاہون پر جہاز سے اُترتے تھے۔ موجودہ صدی کے ابتدائی حصہ مین بھی جبکہ قافنے علم گردن افرازی بلند کر رکھا تھا۔ اور مسافرون کے لئے خوف وخطر کا کمین گاہ بن رہا تھا تو یورپین سیاح بالعموم اور انگریزی

سیاح بالخصوص جنوبی راستہ کو ترجیح دیتے تھے اور اس خصوصیت کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ انگلستان اور فارس کے تعلقات کی شیرازہ بندی اوس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی تھی اور ان کی نگرانی کا صدر مقام کلکتہ تھا یا بمبئی - چنانچہ سر جان میلکم - سر ہارفورڈ جونس اور سر گور آؤسلی کی سفارتون نے شاہنشاہ فارس کے ممالک محروسہ مین اوّل اوّل بوشہر کو اپنا مقام ورود قرار دیا -

ترتیب باب

اس امر کو مسلم قرار دینے کے بعد کہ ایران مین داخل ہونے کے آسان ترین اور واضح ترین بھی رستے یہین مین شمالی راستون مین سے اوّل اوس راستہ کا ذکر کرونگا جس سے انزلی ہوتے ہوئے طہران پہونچتے ہین - اور پھر شمال کیطرف کے باقی راستون کا حال لکھون گا - اسکے بعد مین مشرقی جنوبی اور مغربی راستون کو علی الترتیب بیان کرون گا -

(۱) سفر طہران براہ انزلی

بحیرہ اخضر کا ایرانی بندرگاہ یا یون کہیئے کہ لنگر اندازی کا مقام (کیونکہ ایران مین کوئی ایسا بندرگاہ نہین کہ جسپر لفظ بندرگاہ کے صحیح مفہوم کا اطلاق ہو سکے) انزلی ہے انزلی ایک گاؤن ہے جو سمندر کے کنارے ایک نشیب والے قطع زمین پر جسنے ایک وسیع مگر پایاب سمندر سے ملی ہوئی جھیل کو محیط کر رکھا ہے واقع ہے - اس جھیل کا نام مرداب ہے - اور اسکے جنوبی کنارہ پہ سمندر سے کسی قدر دور رشت کا بڑا قصبہ آباد ہے مسافران

ایران رشت مین لنگر انداز ہونے کا بیان عام طور پر اسی لحاظ سے کیا کرتے ہین۔

انزلی پہونچنے کا ذریعہ

انزلی مین "رشین کا کیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے دخانی جہازون مین جو باکو سے روانہ ہوتے ہین پہونچتے ہین۔ یوروپ سے باکو تک پہونچنے کے کئی طریقے ہین۔

اوّل۔ قسطنطنیہ تک ریل مین آسکتے ہین اور وہان سے (میسیجریز یا آسٹرین لائیڈ یا روسی دخانی کشتی مین سوار ہوکر باطوم پہونچ سکتے ہین۔ جس مین تین یا چار دن لگین گے اور پھر وہان سے ریل مین سوار ہوکر طفلس کے راستہ سے ۳۲ گھنٹہ مین باکو پہونچ سکتے ہین۔

دوم۔ ریل پر سوار ہوکر برلن اور کراکو کی راہ سے اوڈیسہ اور وہان سے روسی جہاز مین سوار ہوکر باطوم پہونچ سکتے ہین۔

سوم۔ طفلس مین سینٹ پیٹرسبرگ اور ماسکو سے والڈیکوکاس تک ریل پر اور وہان سے مشہور سڑک داریل کی راہ سے جو ۱۳۶ میل لمبی ہے گھوڑے گاڑی کے ذریعہ سے گرجستان مین داخل ہوکر پہونچ سکتے ہین۔

چہارم۔ باکو پہونچنے کا ایک اور بھی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ روس کی سرحد مین زارطسن تک جو دریائے والگا کے کنارے واقع ہے ریل پر آئین اور وہان سے کشتی پر سوار ہوکر ندی ندی استرخان تک آئین اور پھر وہان سے "کا کیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے کسی جہاز پر سوار ہوکر بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل پر پیٹرا اور دربند سے گذرتے ہوئے جس مین اڑھائی دن

صرف ہونگے باکو پہونچین شاید وقت کے اعتبار سے یہ نہایت قریب کا راستہ ہے - بہر حال کسی صورت مین مسافر کو یہ یقین نہین ہونا چاہیئے کہ اُسے لندن سے باکو تک پہونچنے مین آٹھ یا نو دن سے کم مدت لگے گی -

بحیرہ اخضر کے جہازات

۵ مئی سے نومبر تک "کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے جہاز ہفتہ مین ایک دفعہ اور بعض اوقات دو دفعہ انزلی آتے ہین اور باکو سے علی العموم یکشنبہ کی رات کو روانہ ہوتے ہین - باقی مہینون مین اونکی آمد و رفت کسیقدر بے قاعدہ ہوتی ہے لنکران کے روسی بندرگاہ (کسی زمانہ مین یہ ایران سے تعلق رکھتا تھا . اور استارا کے سرحدی گاؤن مین دوشنبہ کی دوپہر کو لنگر کرنے کے بعد انزلی مین جو ۱۹۷ بحری میلون کے فاصلہ پر واقع ہے - یہ جہاز ۳۰ سے لیکر ۳۶ گھنٹے کے اندر یعنی سہ شنبہ کی صبح کو کسی وقت پھونچتے ہین -

انزلی مین جہازون کی لنگراندازی

لیکن یہان پہونچکر سفر ایران کی تکلیف دہ خصوصیات کا احتمال شروع ہو جاتا ہے - کیونکہ ریتلی جہال[ے] پر بسا اوقات لہرون کی طغیانی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ مسافرون کو کشتیون

[ے] - یہ جہال جہازونکے لئے ایسی روکاوٹ ہے کہ جو جہاز پانچ فیٹ سے زیادہ پانی مین ڈوبے رہتے ہون وہ اسمین داخل نہین ہو سکتے بلکہ اونہین باہر رہنا پڑتا ہے ایران کی گورنمنٹ سے بارہا تقاضا کیا گیا ہے لیکن اوسنے اس کی درستی کے متعلق کوئی کارروائی نہین کی - شاہ کی چھوٹی سی دخانی کشتی الموسوم بہ "ناصر الدین" کا حال جو بالعموم مرداب مین پڑی رہتی ہے - آگے چلکر ایک فصل مین جسکا عنوان بحری قوت ہے درج کیا گیا ہے -

پر خشکی تک پہونچنا تا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے اور جاڑون مین تو اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ناشاد سیاح کئی کئی گھنٹون تک منزل مقصود کو اپنی نظرون کے سامنے پاتا ہے مگر سوا اسکے کہ موجون کے تھپیڑے کھائے اور اوس سے کچھ نہین بن پڑتا اور پھر اوسے الٹا باکو کو جانا پڑتا ہے جہان ایک ہفتہ تک مٹی کے تیل کی بو سے دماغ پراگندہ اور حواس کو مختل کرنے کے بعد اوسے پھر اپنے سابق کے تجربہ کے دہرانے کے لئے انزلی واپس آنا پڑتا ہے۔

مرداب

اگر انزلی مین طوفان برپا نہ ہو تو مسافر کو ایک چھوٹی سی دخانی ناؤ مین سوار کرکے خشکی پر اتارا جاتا ہے۔ جہان انزلی کا چنگی خانہ اور ایک کسیقدر بوسیدہ مگر خوشنما پنج منزلہ گرمیون کے رہنے کا بنگلہ جو شاہ کی ملک ہے واقع ہے۔ اس مکان پر آسمانی سرخ اور دہانی رنگ کا روغن چڑھا ہوا ہے۔ اور نیچے کے درجون سے اوپر کے درجون کی آرایشی حالت اچھی ہے۔ سب سے اوپر کا درجہ شاہ کجکلاہ کے ورود کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن اس کا آرایشی سامان نہایت ویرانی کی حالت مین ہے اور اکثر تو ایک چٹائی کے غلاف کے چڑھے رہنے کے باعث جو اسے یہان کی بے حدنمی کے اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے اوڑہا دیا جاتا ہے۔ نظر ہی نہین آتا۔ یہان سے بذریعہ دخانی ناؤ کے مرداب کو جس کا پاٹ دس میل ہوگا۔ پونے دو گھنٹہ مین عبور کرتے ہین۔ یہ جھیل جس مین ہوا کے طوفان چلتے رہتے ہین اور جو زیادہ عمیق نہین مشرق سے لیکر مغرب

تک ۳۰ میل لمبی ہوگی اور شمالاً جنوباً اسکا زیادہ سے زیادہ عرض ۱۲ میل ہوگا۔ انواع واقسام
کے آبی جانور مثلاً ماہی خور۔ قاز۔ راج ہنس۔ بطین۔ جلکوے۔ پنڈبیان۔ چینیا بطخین۔
کلنگ۔ حواصل۔ بگلے اور پچھے اس مین آباد ہین۔ پانی کی سطح پر انکا ٹڈی دل چھایا رہتا
ہے اور چھوٹے چھوٹے جزیرون اور سرکنڈون کے جھاڑون مین انہون نے اپنی کمین
گاہین بنا رکھی ہین۔ اس آبی شکار کے علاوہ شکاری کو اوس شاداب قطعہ زمین مین جو سمندر اور
پہاڑون کے درمیان واقع ہے جنگلی جانورون کا شکار بکثرت ملسکتا ہے۔ جھیل کے جنوب
کی جانب دخانی ناؤ کو چھوڑکر ایک دیسی ساخت کی ناؤ مین سوار ہوتے ہین۔ جو مسافرونکو ایک
کھاڑی کے رستہ سے پانچ میل تک لیجاکر پیربازار کے ماہی گیرون کے گاؤن جا اُتارتی ہے

پیربازار

پیربازار (جو غالباً پیلہ بازار یعنی ریشم کے بازار کا بگاڑ ہے اور جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے
کہ یہان ریشم کا کام تیار ہوتا ہے) ایک کاروانسرا سے چند مکانون اور جھونپڑون اور کچھہ
ماہی گیرون کے گھرون پر مشتمل ہے۔ ماہی گیر اس مقام پر ندی کے پاٹ مین قریب قریب
لکڑیان نصب کرکے ایک جنگلہ نما کھانچا لگا دیتے ہین۔ اور اس طریقہ سے ایک قسم کی مچھلی
جو روہو سے مشابہت رکھتی ہے۔ بہ تعداد کثیر آسانی سے پکڑی جاتی ہے۔ ناقص اور بوسیدہ
گاڑیان یہان موجود رہتی ہین۔ جنمین تازہ وارد مسافر سوار ہوکر ایک نہایت ہی خراب سڑک کے
راستہ سے جسپر ابراے نام کٹائی ہو رہی ہے چھہ میل کا فاصلہ جنگل مین سے طے کرتا
ہوا رشت مین جا پہونچتا ہے۔ دریاے رشت جسے شاہ رودبار کہتے ہین۔ بائین جانب کو

بہتا ہوا سمندر مین جا ملتا ہے اور دائین طرف نالیون اور دلدلون کی کیچڑ مین سانپ اور بچھوے رینگتے ہوے نظر آتے ہین۔

رشت

رشت کے حالات مین ایک آیندہ فصل مین بیان کرون گا۔ جس مین ایران کے شمالی صوبجات کا ذکر ہے اور جس مین سے ایک صوبہ یعنی صوبہ گیلان کا یہ سب سے بڑا شہر ہے۔ یہان اسکا حوالہ محض اسلئے دیا گیا ہے کہ یہ پہلا شہر ہے جسمین داخل ہونے سے مسافر سرزمین ایران مین اول اول اپنا قدم رکھتا ہے اور جہان سے ایران کے سفر اندرونی کے لیئے وہ روانہ ہوتا ہے۔ اس شہر اور اسکے قرب وجوار کے منظر کو دیکھکر مسافر کے دل مین ایرانی مناظر و زندگی کے متعلق جو خیالات قایم ہون گے اونھین اوسے بہت جلد اپنے دل سے محو کرنا پڑیگا کیونکہ ایران کی عام خصوصیات مین اور اون مین ایسا ہی فرق ہے جیساکہ عدن اور ڈوور مین اور اس فرق سے آگے چلکر اوسے افسوس کے ساتھ آشنا ہونا پڑیگا۔ رشت مین وہ سرخ کھپریل کے مکان۔ مسجدین۔ بازار کھیتون کے گرد درختون یا جھاڑیون کی باڑین اور باغات پائے گا۔ جنھین دیکھکر اوسکا تصور دوسری سرزمینون کی طرف منتقل ہوگا۔ اور جنگلون کی شادابی اور ندی نالون کی روانی سے اوسے ایرانی اراضیات کی زرخیزی کا ثبوت ملے گا۔ لیکن اوسے چاہیئے کہ ان دونون تازگی بخش مناظر کی خوب جی بھرکر سیر کرلے کیونکہ رشت کی واجبی مگر دلکشا عمارتی شان بحیرہ اخضر کے ساحل کے علاوہ اوسے اور کہین نظر نہ آئے گی اور جنگلون اور دریاؤن

سے کے بجائے تھوڑی دیر مین سنگلاخ بیابان اور پہاڑون کی بے شجر چوٹیان نمودار ہونگی۔

انتخاب ذرایع طے مسافت سواری چاپار

نشست مین مسافر کو ایرانی مسافرت کی اون کیفیتون کا پہلا تجربہ حاصل ہوگا جنکی لذات و آلام کے متعلق مجھے اثناے سفر مین بہت کچھ کہنا پڑے گا۔ ایران مین سفر کرنے کے دو ہی عملی طریقے ہین۔ یا تو اوسے بذریعہ سواری چاپار یعنی سرکاری ڈاک کے گھوڑون پر چوکی بچوکی سفر کرنا پڑتا ہے اور یا بار برداری اور سواری کا خود انتظام کر کے ایک قافلہ کی حیثیت سے منزلین طے کرنی پڑتی ہین۔ سرکاری ڈاک کے ذریعہ سے سفر کرنے مین گو تکان اور تکلیف تو بیحد ہوتی ہے لیکن سفر بہت جلد کٹتا ہے اور اپنے طور پر سفر کرنے مین گو اتنی تکلیف اور بے آرامی نہین ہوتی لیکن اوس سے بے انتہا جی اکتا جاتا ہے اور چونکہ روز روز اونہین جانورون پر سواری کرنی پڑتی ہے۔ اسلئے منزلین اسقدر دیر مین کٹتی ہین کہ بیان نہین ہوسکتا۔ ایک صورت مین تو مسافر کی حقیقت ذی روح رخت سفر سے زیادہ نہین ہوتی۔ جو روانگی کے مقام سے منزل مقصود تک اس قدر سرعت کے ساتھ منتقل کر دیا جاتا ہے جو یا تو درمیانی اور بعض اوقات قابل نفرین حیثیت کے گھوڑون کے امکان مین ہو۔ یا جسکی تاب اوس کی خواہش یا طاقت لاسکتی ہو۔ وہ اپنا سامان گھوڑے کی پیٹھ پر لاد کر اپنے ہمراہ لے جاتا ہے۔ "چاپار خانون" یا ڈاک کی چوکیون مین جو راہ مین برابر برابر فاصلہ پر واقع ہین سوتا ہے۔ اشیاء خوردنی یا تو ہمراہ لے جاتا ہے یا رستہ مین خرید لیتا ہے۔ سواری اور رہایش کا کرایہ مقررہ شرح سے ادا کرتا ہے۔ شاہراہ سے ایک

اپنج نہ ادہر کو ہٹتا ہے اور نہ ادہر کو۔ اپنے پیچھے مڑکر دیکھتا تک نہین اور صرف ایک دہن اوسکے جی مین سمائی ہوئی رہتی ہے اور وہ یہ کہ آگے بڑہا چلا جائے۔

سفر بذریعہ کاروان



کا دوسرا طریقہ بہت کچھہ دور اندیشی اور تیاری کا محتاج ہے۔ اس کے لئے خیمہ وخرگاہ اور سازوسامان خریدنا پڑتا ہے بار برداری اور سواری کے جانور کرایہ پر لینے پڑتے ہین اور انکی نگہداشت کے لئے نوکر رکھنے پڑتے ہین اور ایک بڑے قافلہ سے جسقدر خرخشہ داریان متعلق ہوتی ہین اون سب کا بار اوٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن اسکے ساتھہ ہی یہ بات بھی ضرور ہے کہ مسافر کو اپنی نقل وحرکت پر پورا اختیار حاصل ہوتا ہے اور چونکہ وہ کسی حالت مین سرعت کے ساتھہ سفر نہین کرسکتا کیونکہ باربرداری کے جانورون پر بحساب اوسط ۲۵ میل روزانہ سے زیادہ مسافت طے کرنے کا بھروسا نہین کیا جاسکتا۔ اس لئے اوسکو تضیع اوقات کی خوب فرصت ملجاتی ہے پس اپنے مقاصد اور مذاق ورجحان طبیعت کے لحاظ سے مسافر کو سفر کے ان دونون طریقون مین سے ایک کے انتخاب کرنے مین بہت کم دقت کا سامنا ہوگا۔ اگر اوسکی یہ خواہش ہو کہ رستہ مین کہین قیام کئے بغیر آگے بڑہا چلا جائے اور وہ سفر کی صعوبتون کے برداشت کرنے سے جھجکتا نہ ہو اور اچھا تنومند وستعد بھی ہو تو وہ سواری "چاپار" کو ترجیح دیگا۔ بخلاف اسکے اگر اوسکے ساتھہ عورتین ہون یا پورا کنبہ ہمراہ ہو یا سواری کی اوسے زیادہ مشق نہ ہو یا تفحص وتحقیق کی غرض سے اوسے آہستہ سفر کرنا ہو یا اگر وہ شارع عام سے کترانے کا خواہش مند ہو (کیونکہ ایران مین ڈاک چوکیون کی سڑکین

ایک درجن سے کم ہین اور خاص خاص شاہراہون سے متعلق ہین) تو وہ کاروان کے ذریعہ سے سفر کرنا پسند کرے گا۔ دونون صورتون مین غالبًا اوسکے لیئے یہی امر قرین مصلحت ہوگا کہ طہران تک بہ سرعت ممکنہ سفر کرے۔ وہان پہونچ کر آیندہ کے سفر کے متعلق وہ تجویزین قایم کرسکتا ہے۔ اور اگر وہ یہ انتظام کرسکتا ہو کہ اوسکا کوئی دوست پایۂ تخت سے ایک غلام کو بہیجدے جو اوسے انزلی یا رشت مین آملے تو اوسے اوس عذاب سے نجات حاصل ہوجائے گی جسمین بصورت اخری اوسے ایک اجنبی قوم اور ایک غیر زبان کے ساتھہ ابتدائی کشمکش کرنے کے باعث مبتلا ہونا پڑتا اور ایرانی چاپار خانون اور بارگیرون سے سابقہ پڑنے کے جانکاہ امتحان کی سختی اوسکے لیئے کسی قدر کم ہوجائے گی۔ اس رائے کی تائید مین حسب ذیل دلائل بھی پیش کیجاسکتی ہین:-

اول یہ کہ اوسے رشت سے کوہ دم تک جو اٹھارہ میل کا فاصلہ ہے گاڑی مل سکتی ہی اور اس لیئے ضرور نہین کہ وہ سفر سواری اسپ کوہ دم سے پہلے شروع کرے۔

دوم یہ کہ رشت اور طہران کے درمیان ڈاک کی چوکیون کی حالت ساز و سامان کے اعتبار سے دوسری رستون کی چوکیون کے مقابلہ مین بہتر ہے۔

سوم یہ کہ ان چوکیون کے گھوڑے ایسے تبہ حال اور قابل نفرین نہین جیسے کہ دوسری چوکیون کے بلکہ اون سے بدرجہا بہتر ہین۔

چہارم یہ کہ قزوین پہونچ کر اوسے گاڑی ملسکتی ہے جس مین بآرام تمام وہ پایہ تخت تک باقی سو میل کا سفر یورپین طریقہ کی ایک ہی سڑک پر جو اس ملک مین پائی جاتی ہے طے

کرسکتا ہے۔

سواری "چاپار" کا خرچ

اس ضمن مین یہ بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ڈاک کے گھوڑون کا کرایہ ایک گھوڑے کے لئے ایک "قران" (۷ پنس[۵۱]) فی فرسخ (جسکے اندازاً ۳½ میل سے لیکر چار میل تک ہوتے ہین) ہوتا ہے کم سے کم تعداد گھوڑون کی جو ایک مسافر کو مطلوب ہوتی ہے ایک تو اپنے لئے ہے ایک اپنے دیسی ملازم[۵۲] کے لئے اور ایک چاپار شاگرد یا بارگیر کے لئے جو مسافر کو دوسری چوکی تک پہونچا کر گھوڑونکو اپنے آگے ہانکتا ہوا واپس لے آتا ہے۔ اگر مسافر کے ہمراہ بہت سا سامان ہو تو ایک اور یابو کی بھی ضرورت پڑتی ہے لیکن اس ٹٹو کی شوخیان کچھ عجیب انداز کی ہوتی ہین۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لگام اسکے منھ مین دیکر اگر لیجانا چاہو تو چلتا ہنہین اور جب ذرا موقعہ پاتا ہے تو ترنگ مین آکر دولتیان جھاڑتا ہوا سڑک چھوڑ کر جنگل مین بھاگ جاتا ہے اور تعاقب و تلاش کے بعد اوسے کوڑے مار کر واپس لانا پڑتا ہے اور اس سے سفر مین اسقدر ہرج اور طبیعت اسقدر برہم و آشفتہ ہوتی ہے کہ بہت کم شخص ایسے ہونگے جو اپنے سفر کو ایسے غیر محدود طور پر بڑہانے کے بجائے

---

[۵۱] ہندوستان مین آجکل پاؤنڈ کا جو بھاؤ ہے اوسکے حساب سے ۷ پنس ۷ ر کے مساوی ہوتے ہین۔ (مترجم)

[۵۲] بہترین اصول یہ ہے کہ اگر کاروان کے ذریعے سے سفر نہ کرنا ہو تو یورپین ملازم ہمراہ نہ لے جائے۔ بہ حالت سفر بذریعہ کاروان اوسکے ہمراہ لانے سے قافلہ مین صرف ایک متنفس اور بڑہ جاتا ہے حالانکہ اوسکے وجود سے بہت کچھ فائدہ اور آرام مل سکتا ہے۔

نہایت خوشی سے اپنے سامان مین اتنی کمی نہ کردین کہ بار برداری کے لیے علیحدہ ٹٹو کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ اسکے علاوہ جیسا کہ مین ابھی بیان کرونگا تعجب معلوم ہوتا ہے کہ جن مین گھوڑونکا ذکر اوپر کیا گیا ہے وہ اسقدر سامان کیونکر لیجا سکتے ہین۔ ہر منزل کا کرایہ "چاپارچی" یعنی ڈاک منشی کو "چاپار خانہ" مین جہان تازہ دم یابو لیئے جاتے ہین پیشگی دینا پڑتا ہے اور ہر منزل کے ختم ہونے پر بارگیر کو جو تمہارے ہمراہ آیا ہو۔ اگر معمولی منزل ہو تو ایک قران اور اگر بہت لمبی منزل ہو تو دو قران انعام کے طور پر دینے پڑتے ہین۔ مین نے بارہ سو میل سے زیادہ کا سفر انہین ڈاک کے گھوڑون پر کیا اور ان بارگیرون کو ہمیشہ انعام دیتا رہا لیکن ان حضرات کی رکھائی اور بے اعتنائی کچھ ایسی ہے کہ انعام لینے سے جو مسرت انگیز کیفیت دل مین پیدا ہوتی ہے اوس سے بھی یہ متاثر نہین ہوتے اور ان مین سے کسی نے اتفاقی طور پر بھی اظہار شکر و منت نہین کیا۔ چونکہ ایرانی مسافرون سے انکو کبھی کچھ نہین ملتا۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ جب کوئی یورپین اونھین انعام دیتا ہے تو وہ اوسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور سمجھتے ہین کہ ہم نے اسکو خوب الو بنایا۔ چاپار خانہ مین جہان مسافر شب باش ہوتا ہے اور جہان اوسے پانی ایندہن اور ممکن ہو تو دودھ اور انڈے دستیاب ہو سکتے ہین۔ ڈاک منشی کو صبح کے وقت روانہ ہونے سے قبل اوسکی خدمت کی نوعیت کے لحاظ سے دو سے لیکر چار قران تک دینے پڑتے ہین۔ سوا سامان رسد کے خرچ کے جو رستہ مین دیہات سے خریدا جاتا ہے باقی مصارف بس یہی ہین۔ اور اسکے لئے کئی سو قران جو باکو مین ایک قران یا دو قران کے سکون کی شکل مین مل سکتے ہین۔ یا طہران سے منگوائے جا سکتے ہین

ضروری ہین۔ انہین کیسون مین ڈاکسوار بالعموم اپنے قبور مین رکھہ لیتا ہے اور اگر سفر لمبا ہو تو انکی وجہ سے نہایت تکلیف ہوتی ہے لیکن اور کسی سکہ کا رواج نہ ہونے کے باعث ادای کی اور کوئی سبیل ممکن نہین[1]۔ مسافرون کو ان ابتدائی ہدایات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو سفر اوسکے سامنے ہے اگرچہ اوس مین آرام نہین لیکن وہ سستا ضرور ہے۔ پس رشت یا کوہ دم مین پہونچنے پر اوسے چاہیے کہ ڈاک گھر مین جا کر وہان سے اپنا "تذکرہ" یعنی گھوڑون کی ڈاک کے ذریعہ سے سفر کرنے کا اجازت نامہ حاصل کر کے بعجلت ممکنہ روانگی کی تیاری کر دے۔ کہین وہ ایسا نہ کرے جیسا کہ میرے ایک دوست نے کیا تھا کہ ایک شترِ وع مزاور کو طلب کر کے یہ کہا کہ سامان ہوٹل مین لیچلو۔ رشت مین ایک انگریزی اور نیز ایک روسی قونسل متعین ہے۔ انگریزی قونسل کچھہ عرصہ سے یہان موجود نہ تھا لیکن حال مین ایک نیا انگریزی قونسل مقرر ہو کر آگیا ہے پس اگر استمداد ہی کی ضرورت پڑے تو ایک ہموطن سے یا ہمیں یا سکے کہ وہ سرکاری شان اور حیثیت رکھتا ہے چارہ جوئی کیجا سکتی ہے۔

راستہ کی کیفیت

رشت اور طہران کا درمیانی علاقہ سرسری طور پر تین حصون مین تقسیم کیا جا سکتا ہے۔
اول جنگل کا وہ قطعہ جو رشت سے پہاڑون تک پھیلا ہوا ہے اور جو اوس گنجان جنگلون سے ڈھکے ہوئے وسیع طبقہ کا ایک جزو ہے جو مغرب مین تالیش سے شروع ہو کر مشرق مین

---

[1] امپیریل بینک نے حال مین بینک نوٹ جاری کیے ہین لیکن چونکہ وہ نہین صرف دو نہین شہرون مین بھنایا جا سکتا ہے جہان کہ اونکا اجرا عمل مین آیا ہو اس لیے مجھے شبہ ہے کہ آیا ڈاک کی چوکیون مین بھی نوٹ لے لیے جاتے ہین یا نہین۔

استرآباد تک چلا گیا ہے اور ساحل بحیرہ اخضر کی عریض دہاری مین چارسو میل تک پھیلا ہوا ہے۔

دوم۔ کوہستان البرز کی وہ شاخین اور اوسکا وہ اصلی سلسلہ جسکا ارتفاع درہ البرز کے بلند ترین حصون مین سطح سمندر سے ۷۰۰۰ فیٹ سے بھی زیادہ ہے۔

سوم۔ وہ سطح مرتفع جو جانب جنوب واقع ہے اور جو قزوین سے ڈہلتی ہوئی طہران کو چلی جاتی ہے۔

رشت اور قزوین کے درمیان مفصلہ ذیل منزلین ہین[۵۱]۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ بحساب میل (تخمیناً)
رشت سے کوہ دم	۶	۱۶
کوہ دم سے رستم آباد	۵	۱۸ ۱/۲
رستم آباد سے منجل	۵	۱۷ ۱/۲
منجل سے پے چنار	۵	۱۳
پے چنار سے مزرعہ	۵	۲۰
مزرعہ سے قزوین	۵	۲۱
میزان	۳۱ ۵۱	۱۰۶

[۵۱] زمانہ حال کے مفصلہ ذیل مصنفون نے سفر طہران براہ انزلی کی کیفیت قلمبند کی ہے۔ ای۔ بی۔ ایسٹوک (سنہ ۱۸۶۰-۶۱ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد اول صفحہ ۲۹۳ الخ وجلد دوم صفحہ ۱ تا ۱۴ +

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷ - کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۶ء) "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۲۱۲ تا ۲۱۷ + اے آرنلڈ (۱۸۷۵ء) "تھرو پرشیا بائی کاروان" (سفر ایران بذریعہ کاروان) جلد اول فصل ہشتم نہم و دہم سفرنامہ اے ایچ شنڈلر (۱۸۸۳ء) جلد چہاردہم + چارلس میگگریگر (۱۸۷۹ء) "جرنی تہرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحہ ۱۷۶ تا ۱۸۰ + ای - اوڈانووین (۱۸۸۲ء) "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد اول صفحہ ۲۹۰ تا ۳۲۷ + ای - آر سال (۱۸۸۲ء) "سے لے کا کیس اے لا پارس" (از قاف تا بہ فارس) فصل یازدہم تا پانزدہم +

۵۲ کل فرسخون کو اگر چار سے ضرب دیجائے تو کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ حاصل ضرب اصلی میلون کی تعداد کے مساوی ہو جسکی وجہ یہ ہے کہ فرسخ پیمایش کی اکائی ہے اور اس لئے اس کی کسر محسوب نہین ہوتی - مثلاً ۱۲½ میل کے بھی چار فرسخ ہون گے اور ۱۶ میل کے بھی ۴ ہی اور اسی حساب سے اونکا کرایہ دینا پڑے گا - اسکے علاوہ فرسخ کا طول ملک کے مختلف حصون مین زمین کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور اہل ایران ایک فرسخ کی تعبیر اوس فاصلہ سے کرتے ہین جو ایک لدا ہوا خچر ایک گھنٹہ مین طے کرلے - چنانچہ پہاڑی علاقہ مین فرسخ بالعموم تین میل سے زیادہ نہین ہوتا حالانکہ میدان مین بعض دفعہ چار میل سے بھی بڑھ جاتا ہے - لفظ فرسخ جیسا کہ لکھے پڑھے لوگ جانتے ہین قدیم فارسی لفظ پارہ سنگ کا معرب ہے جسے یونانی Παρασάγγης لکھتے ہین - اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس وجہ تسمیہ سنگ یعنی پتھر ہین جو سڑک کے کنارہ مقررہ فاصلہ پر بطور نشان رکھہ دئے جاتے ہین مجوسیون کی مقدس کتاب زنداوستا مین ایک مقام پر اس اصطلاح کی یہ خارج از تعیین تعریف درج ہے :- "فرسخ اوس فاصلہ کو کہتے ہین جہان سے ایک دوربین شخص ایک اونٹ کو دیکھہ سکے اور یہ بتا سکے کہ وہ اونٹ سفید ہے یا سیاہ" بخلاف اسکے ترکستان مین معیار فاصلہ کا تعین نظر کی وساطت سے نہین کیا جاتا بلکہ آواز کے توسل سے اور وہان فرسخ سے مراد ہوتا ہے وہ فاصلہ جہان سے نقارہ پر چوب پڑنے کی آواز سنائی دے سکے - حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ اصل پارہ سنگ بابل کا ایک قدیم ہاتہہ بھر کا پیمانہ تہا جو بابلی گز پر مبنی ہے جو ۳⅖۲۲ میل کے مساوی ہوتا تہا - لیکن زمانہ حال کے فرسنگ کو اوسکے ساتہہ اوسی نسبت سے تفاوت ہے جس نسبت سے کہ آجکل کا گز مختلف ہے - اسکی اوسط مقدار ۳،۹۱۵ میل ہے جو بابل کے شاہی گز کے مطابق ہے دیکھو یادداشت متعلقہ طول فرسخ مرتبہ جرنیل اے - ایچ شنڈلر و مندرجہ "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" سلسلہ جدیدہ جلد دہم صفحہ ۵۸۴ الی ۵۸۸ مطبوعہ ۱۸۸۸ء

رشت سے قزوین تک کا سفر



رشت سے روانہ ہوکر مسافر کو اوّل اوس طبقہ مین سے گذرنا پڑتا ہے جو گھنی درختون سے ڈھکا ہوا ہے۔ سڑک ایک جنگل کو کاٹتی ہوئی جاتی ہے جس مین اگرچہ عفونت انگیز ابخرے اُٹھتے ہین مگر شکار کثرت سے دستیاب ہوتا ہے۔ یہان نہ صرف خرگوش لومڑی تیتر اور اس قسم کے دوسرے چھوٹے چھوٹے جانور جن سے ہم انگلستان مین بخوبی آشنا ہین۔ ہمکو ملتے ہین بلکہ بھیڑئے۔ چرخ۔ گیدڑ۔ چیتے۔ شیر۔ سیاہ گوش۔ اور جنگلی سور بھی پائے جاتے ہین۔ بحیرہ اخضر کے ساحل کے علاقہ کے شیر بالعموم آدم خوار نہین ہوتے۔ ان مین سے اکثر کا قد بہت بڑا ہوتا ہے۔ مین نے ایک شیر کی کھال جو رشت کی نواح مین مارا گیا تھا دیکھی اور ایک مشہور ہندوستان کے شکاری نے بیان کیا کہ جسقدر کھالین شیرون کی اوس نے ہندمین دیکھین اون سب مین یہ بڑی تھی۔ چونکہ یہ جنگل اسقدر گھنا ہے کہ اوس مین نفوذ ممکن نہین اور اسکے علاوہ یہان کے ابخرات فاسد تپ آور ہین۔ اِسلیئے یورپ کے قرب وجوار مین جو چند شکار گاہین انگریزون کی دستبرد سے بچ رہی ہین اون مین اسکا بھی شمار ہے۔ کوہستان البرز مین بلندی پر جاکر بڑے بڑے جانورون کا شکار جو مرتفع مقامات مین رہتے ہین دستیاب ہوتا ہے۔ یعنی جنگلی بکریان پہاڑی بھیڑین اور عظیم الجثہ ریچھ۔ بارہ میل کی مسافت کے طے کرنے کے بعد چڑھائی شروع ہو جاتی ہے اور کوہ دم سے روانہ ہونیکے بعد سڑک بہت جلد پہاڑی علاقہ مین داخل ہوتی ہے۔ سڑک کے اس حصہ پر کسی زمانہ مین گول سنگریزون کا فرش ہوتا

تھا لیکن ایران کی اکثر دوسری چیزون کی طرح یہ سڑک بھی اب برباد اور ویران ہو گئی ہے
اور ترحصون مین اسکی حالت ولدل سے بہتر نہین جسمین مسافر پھنس جاے تو وقت سے نکل
درجہان پر اتار شروع ہوتا ہے وہان اسکی شکل بجاے ایک تدریجی ڈھلوان کے آئینہ سے
مشابہ ہے۔ کوہ دم سے گذر کر سفید رود کا بایان کنارہ آتا ہے اور دلفریب منظرون مین
سے گذرتے ہوئے جہان جنگلون کے درمیان سہانے مرغزار اور گھاٹیان بکھرے
ہوئی ہین دریا کے کنارے کنارے رستم آباد تک جاتے ہین۔ یہان سے بلندی شروع
ہوجاتی ہے اور نباتات کا وجود مفقود ہونے لگتا ہے۔ جنگل کے گنجان درختون کے
بجائے زیتون کے پودے نظر آنے لگتے ہین اور بالآخر چھوٹی چھوٹی کانٹے دار جھاڑیون
کے کھیت دکھائی دیتے ہین۔ نظارہ زیادہ وحشت افزا اور مہتم بالشان ہوتا جاتا ہی
حتی کہ منجل کی منزل پر پہونچنے سے کچھ دور پہلے دریا کو ایک سات محراب والے پل کے
ذریعہ سے عبور کرنا پڑتا ہے جو جا بجا ٹوٹا ہوا ہے اور جسپر بعض دفعہ ہوا درہ کی "تنگی سے
تنگ ہوکر" غصہ سے سائین سائین کرتی ہوئی تھپیڑے مارتی ہے۔ منجل اور پلے چنار
کے مابین سڑک اول اوتین کے پل تک شاہ رود کے کنارہ کنارہ جاتی ہے اور وہان
سے دریاے پلے چنار کے ساحل کا دامن تہامے ہوئے جو سفید رود سے ملتا ہے
آگے بڑھتی ہے اور یہان سے بصد وقت و زحمت مصیبت زا نشیب و فراز کے صدمے
سہتی اور وحشت افزا چٹانون اور کراڑون کی چوکھٹ پر ناصیہ فرسائی کرتی آہستہ آہستہ
درہ خرزان پر سطح سمندر سے ۷۵۰۰ فیٹ بلند جا پہونچتی ہے۔ جاڑون کے موسم مین

یہ مقام نہایت خوفناک ہوجاتا ہے۔ کئی کئی دن تک برف راستہ کو بند کئے رکھتی ہے
اور جن اونٹون اور خچرون کی ہڈیون کے ڈھیر اسکی سفاک و بیدرو سطح پر بکھرے پڑے
ہین۔ اون کی تعداد ان گنت ہوگی۔ پھر بھی اتنا غنیمت ہے کہ یہان ایک گانون اور
ایک بڑی کاروان سرا واقع ہے۔ یہان سے اس سلسلہ کوہ کے زاویۃ الراس پر پہونچنے
کے بعد دوسری طرف مزرعہ تک اتار ہی اتار ہے۔ مزرعہ ایک ایرانی گاؤن ہے جو
اون نفرت انگیز کھٹملون کی وجہ سے مشہور ہے جنھین ایرانی کبھی غریب گز اور کبھی شب گز
کہتے ہین اور جنکا علمی نام زبان لاطینی مین آرگاس پرسیکس ہے۔ سفر ایران کے جسقدر
مصائب و آلام ہین اونمین یہ کھٹمل بھی ایک بڑی مصیبت ہین۔ موضع آغا بابا سے گذرنے
کے بعد ہموار زمین آجاتی ہے اور مسافر اپنے خستہ ماندہ گھوڑے کو مہمیز لگا کر بے اختیار
پویہ مین ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ جلدی سے قزوین مین جو کسی زمانہ مین ایک
بڑا آباد شہر ہوتا تھا اور جسکے وسیع انگورون کے باغ اور میوون کے حدیقے اوس کی
نظر کے سامنے ہین۔ پہونچ جائے

قزوین

قزوین جسکی آبادی چالیس ہزار بیان کیجاتی ہے۔ لیکن جو غالباً اس عدد کی دو تہائی
سے زیادہ نہین پہلا بڑا شہر ہے جسمین مسافر وارد ہوتا ہے۔ اسکو دیکھکر اوسکے دل مین
ایران کے بطور نمونہ پیش کئے جاسکنے والے شہر کا جسکی بہت سی مثالین اوسے آگے
چلکر ملین گی۔ تصور پیدا ہوسکے گا۔ ایران کے اکثر بڑے شہرون کی طرح قزوین کو بھی

اپنے زمانہ مین اصفہان۔ شیراز۔ طہران۔ تبریز۔ سلیمانیہ۔ اردبیل۔ نیشاپور اور مشہد کیطرح ایران کے پایہ تخت ہونے کا اعزاز حاصل ہوچکا ہے۔ لیکن اپنے اکثر ساتھیون کی طرح اسکی عظمت وشان کا آفتاب بھی اب غروب ہوگیا ہے اور غیر آباد عمارتین اور بوسیدہ کھنڈر زبان حال سے اوس مقام کی داستان بیان کررہے ہین جس مین کبھی زندگی کی چہل پہل کی رونق نظر آتی تھی اور جو شہنشاہانہ تزک واحتشام کے زیور مین سرتا پا غرق تھا۔ کہتے ہین کہ اس شہر کی بنا شاپور ثانی ذوالاکتاف[۵۱] نے ڈالی اور یہ منجملہ اون مقامات کے تھا جنہین ۱۰۹۰ء مین حسن صباح اوس جماعت کے مشہور ومعروف سردار نے جو حشاشین کے لقب سے تعبیر کی جاتی ہے مسخر کیا۔ حسن صباح کا عربی خطاب شیخ الجبل تھا جو عیسائی کہ محاربات صلیبی مین شریک تھے اونہون نے اس لفظ کا ترجمہ یورپ مین جاکر پہاڑی بڈھا کیا۔ چنانچہ یورپ مین حسن صباح پہاڑی بڈھے کے نام سے مشہور ہے۔ اوس نے اپنی جماعت مین مریدون کے جمع کرنے کا جو عجیب طریقہ اختیار کر رکھا تھا اوسے مارکوپولو نے

---

[۵۱] اسیٹوک (جلد اول صفحہ ۲۱۲) کہتا ہے کہ اس شہر کی بنا ۵۱۱ء مین پڑی لیکن شاپور ثانی کی حکومت کا زمانہ ۳۱۰ء سے لیکر ۳۷۹ء تک کا ہے بعض لوگون کا بیان ہے کہ قزوین کا بانی شاپور اول (۲۴۱-۲۷۲ء) تھا قدیم مورخین نے قزوین کے جو حالات لکھے ہین اونکے لئے دیکھو تصانیف اصطخری (ڈی گوئے رم ۱۸ صفحہ ۲۱۱)۔ یاقوت (ڈکشنری جاگریفیک" (لغات جغرافیہ) صفحہ ۴۳۵-۴۴۱) اور ناصر خسرو (سفرنامہ) مسٹر چارلس شفر نے سفرنامہ ناصر خسرو کو طبع کیا ہے اور اوس کے صفحہ ۱۲ پر قزوین کے مقامی مورخین کے نامون کی فہرست درج کی ہے جن مین سے بعض نے نہایت شہرت حاصل کی۔ اس ضمن مین تاریخ قزوین مصنفہ بی۔ ڈی۔ مینارڈ (۱۸۵۵ء) بھی دیکھو۔

دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا ہے۔ اوسکا ناقابل محاصرہ قلعہ التموت (یعنی آشیانہ عقاب) یہان سے صرف تین میل کے فاصلہ پر پہاڑون مین واقع تھا[۵۱]۔ قزوین شاہان خاندان صفویہ کے زمانہ عروج مین اپنی شہرت اور عظمت کے نصف النہار پر پہونچا۔ اس خاندان کے دوسرے بادشاہ طہماسپ اول (۱۵۲۴-۱۵۷۶ع) نے اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا[۵۲] جسکی وجہ مورخین نے مختلف طور پر بیان کی ہے بعض کا قول ہے کہ وہ تبریز کو ترکون کی دستبرد سے بچانے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اس لئے اوس نے اپنا دارالسلطنت قزوین مین منتقل کر دیا اور بعض کی راے ہے کہ وہ اردبیل سے جہان اوسکے خاندان کی فلاکت و زوالت کو سب جانتے تھے کچھ دور چلا جانے کا خواہشمند تھا اس لئے اوس نے قزوین کو اپنا دارالحکومت بنا لیا۔ پچاس سال تک دارالسلطنت رہ کر قزوین نے آخر یہ دولت امتیاز اصفہان کے حوالہ کی کیونکہ شاہ عباس اعظم کو اپنے وسیع ممالک کے لئے ایک جنوبی پایۂ تخت زیادہ موزون اور بہتر مرکز معلوم ہوا۔ پیٹرو ڈیلا ویلی اطالیہ کا سیاح شاہ عباس کے حین حیات

---

[۵۱] قلعہ التموت کو (جو حسن بن صباح کے بعد اسکے خلفا کا مسکن رہا) ہلاکو خان مغل نے اوسے مسخر اور منہدم کیا اور سر نو تعمیر کیا گیا ہو) بعد کے زمانہ مین خاندان صفوی کے بادشاہون نے بڑے درجہ کے معتوب شخصون کا قید خانہ بنا رکھا تھا جب اونکا وجود ناگوار گذرتا تو اونہین اوس بلند چٹان پر سے جسپر قلعہ بنا ہوا ہے نیچے گرا دیا جاتا۔ دیکھو چارڈن کی تصنیف (مطبوعہ انگلستان) جلد نہم صفحہ ۱۱۵۔ حال کے زمانہ مین قلعہ التموت کے جو حالات لکھے گئے ہین اونکے لئے دیکھو مسٹر جے شیل کا مضمون "طہران تا التموت" (طہران سے التموت تک کا سفر) مندرجہ رسالہ جاگرافیکل سوسائٹی جلد ہشتم صفحہ ۱۳۰۔

[۵۲] دیکھو "پیراڈائز لاسٹ" (فردوس گم گشتہ) باب دہم سطر ۴۳۴ تا ۴۳۶ مصنفہ ملٹن۔

مین ۱۶۱۸ء مین یہان تھا لیکن وہ کہتا ہے کہ "سوائے بادشاہ کے محل کے پھاٹک اور بڑے میدان یا چوک کے اور مجھے یہان ایسی کوئی شئے نظر نہین آئی جو شاہانہ سکونت کی شان کے زیب دینے والی ہو" بخلاف اسکے سر ٹامس ہربرٹ جو اوس سفارت کے ہمراہ بطور مورخ کے مقرر ہو کر آیا تھا جسے شاہ چارلس اول نے بسر کردگی سر ڈاڈمور کاٹن عباس اعظم کے پاس بھیجا اور جو سر رابرٹ شرلی اور سر ڈاڈمور کاٹن کے ساتھ (لیکن اسکے کہ ۱۶۲۷ء مین بمقام اشرف شاہ ایران کے پاس اونکے باریاب ہونے سے کوئی مفید نتیجہ نہین پیدا ہوا) یہان آیا بیان کرتا ہے کہ "باستثنائے صفاہان[۵۱] عظمت وشان کے لحاظ سے قزوین سلطنت ایران کے دوسرے کسی شہر سے کم نہین اس کی فصیل کا دور سات میل اور اسکی آبادی دو لاکھ ہے" یہان بیچارے سر رابرٹ شرلی نے اوس عتاب کی وجہ سے جسکا اوسے مورد بنایا گیا کڑھ کڑھ کر اور بادشاہون کی تلون مزاجی کا خیال دلمین لانے سے غم کھا کھا کر ۱۳ جولائی ۱۶۲۷ء کو جان دی اور اوسے دروازہ کی دہلیز کے تلے دفن کیا گیا[۵۲] اور چند ہی دن کے بعد اوسکا رفیق سر ڈاڈمور کاٹن بھی مرض پیچش مین مبتلا ہو کر

---

[۵۱] ہربرٹ نے نامون کے ہجے کرنے مین صحت کا خیال نہین کیا بلکہ جو آواز اسکے کانون کو بھلی معلوم ہوئی اوس کے لحاظ سے اوسنے اوسکا تلفظ لکھنے مین ادا کیا۔ مثلاً جلفہ کا اوسنے جیلفیا بنا دیا۔ طہران کا ٹائی رون۔ ریحان کا لیری جان اور بادشاہ کا پاٹ شا۔ گزشتہ صدی مین انگریزی کارخانہ کے اہلکار شاہ طہماسپ کو شاہ ٹامس کرکے لکھتے تھے انگلستان مین اس سوقیانہ نام کو سنکر بلا شبہ لوگ یہ کہتے ہونگے کہ اسمین تو کوئی شہنشاہانہ شان نہین پائی جاتی۔

[۵۲] مین ہربرٹ کی نرالی اور انوکھی طرز تحریر کی مثال پیش کئے بغیر نہین رہ سکتا۔ وہ لکھتا ہے کہ "اسی وجہ سے وہ ناچار قبل از ظہور مین آئین۔ نہین نہین مینے غلط کہا! مجھے یون کہنا چاہیے تھا کہ یہی اوس ناوک اجل کے لگنے کا باعث ہوا

انتقال کر گیا[۵۱] چارڈن جو نصف صدی بعد ۱۶۷۴ء مین قزوین آیا بیان کرتا ہے کہ اُسکی شہرپناہ کے کھنڈر باقی رہ گئے ہین اور وہ تمام سازوسامان جس سے ایک عالیشان دربار کا تزک واحتشام نمودار ہوتا تھا ناپید ہوگیا ہے لیکن پھر بھی اس مین بارہ ہزار مکانات اور ایک لاکھ کی آبادی موجود ہے اور امراء اُسکے محلون سے جو نسلاً بعد نسل باپ سے بیٹے کو ترکہ مین پہونچتے رہے ہین ابھی تک اس مین ایک خاص شان پائی جاتی ہے[۵۲] ۱۷۲۲ء مین افغانون اور ۱۷۲۵ء مین ترکون نے اسکو فتح کیا اور اوس وقت سے لیکر ابتک زلزلون کی وجہ سے اسے بہت بڑا نقصان پہونچتا رہا ہے۔ اسکے عہد سلف کی عظمت وشان کو وہ شاہی محل جسے طہماسپ نے تعمیر کیا تہا اور جس مین عباس اعظم نے تجدید وترمیم کی یاد دلاتا ہے۔ یہ محل اب ویران حالت مین ہے لیکن اس کا عالیشان دروازہ جسے

نوٹ متعلقہ صفحہ ۷۷۔ جس نے اوسکو آگے بڑھنے سے روکدیا کیونکہ ۱۳ر جولائی کو اوسنے اپنی مصیبتون کے نازک رشتہ سے قطع تعلق کیا اور دنیا کے اس مرحلہ بے ثبات سے کوچ کرکے داعی اجل کو لبیک کہا" سم ایرس ٹریول" (چند سال کا سفرنامہ) طبع سوم صفحہ ۲۱۲۔

۵۱ "اسطرح کی بد دلیون اور متخالف طبایع کی مخالفتون اور چودہ دن تک مرض پیچش مین مبتلا رہنے کے باعث (جسکی وجہ میرے خیال مین حد سے زیادہ میوہ کا استعمال اور طارس کی ہوا کی حد سے زیادہ سردی تھی ہمارا متقی اور متورع سفیر سرڈاڈ مورکاٹن ۲۳ر جولائی کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کرگیا" منہ صفحہ ۲۱۳

۵۲ دیکھو سفرنامہ حصہ دوم صفحہ ۳۸۲-۳۷۸- نیز دیکھو قزوین کے حالات مرقومہ پادری جان کارٹ رایٹ مندرجہ "پرکاس پلگرمس" جلد ثانی باب نہم فصل چہارم جو اوس نے ۱۶۰۰ء مین قلمبند کئے۔ جان اسٹرائیز نے بھی ۱۶۷۱ء مین قزوین کے حالات لکھے ہین جو اوسکے سفرنامہ کی جلد ثالث کی چودھوین فصل مین درج ہین۔

علی کپی لکھتے ہین اصفہان کے محل کے، رفیع القدر دروازہ کی طرح ابھی تک بحالت اصلی موجود ہے۔ مسجد جامع جسے ہارون الرشید نے آٹھوین صدی مین ابتداءً تعمیر کیا تھا ایک وسیع عمارت کی شکل مین دو آسمانی رنگ کے کھپریل والے منارون اور بڑے بڑے ویران صحنون کو لئے ہوئے ابھی تک امتداد زمانہ کی مدافعت کر رہی ہے۔ لیکن سب مین بڑی مسجد مسجد شاہ ہے جسے آغا محمد اور فتح علی شاہ نے طہماسپ اور عباس کی قدیم مسجد کے آثار پر از سر نو تعمیر کیا۔ بہرحال گو قزوین کی وہ اگلی سی شان اب نہین رہی تاہم کئی ایک اعتبار سے یہ اب بھی ایک ممتاز مقام ہے۔ رشت اور تبریز سے طہران کو جو سڑکین جاتی ہین اور نیز قم کو جو سڑک گئی ہے[۱۵] ان سب کا اتصال قزوین ہی مین ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یہان کے انگورون کے باغ جن مین نہایت اچھا انگور پیدا ہوتا ہے اور پارچہ بافی کا کام جو یہان بکثرت ہوتا ہے اسکی وقعت کو بڑھا دیتا ہے۔ اور انحطاط پذیرفتہ عظمت و جلال کے آثار کے ساتھ تجدید پذیر خوشحالی اور ترقی کے نشانات نظر آتے ہین۔ شہر کے پھاٹک زمانہ حال کی طرز کے نہایت خوشنما بنے ہین اور ایک نہایت ہی عمدہ سرا (جسکے مقابل کی سرا ایران مین اگر ہے تو ایک آدھ ہے) یہان موجود ہے۔ اس سرا کی عمارت جسے مہمان خانہ کہتے ہین ڈاک کی چوکی سے ملحق ہے اور ایک بڑے باغ مین جو کشادہ خیابانون سے معمور ہے واقع ہے یہ ایک دلکشا دو منزلہ مکان ہے جسکے آگے ایک

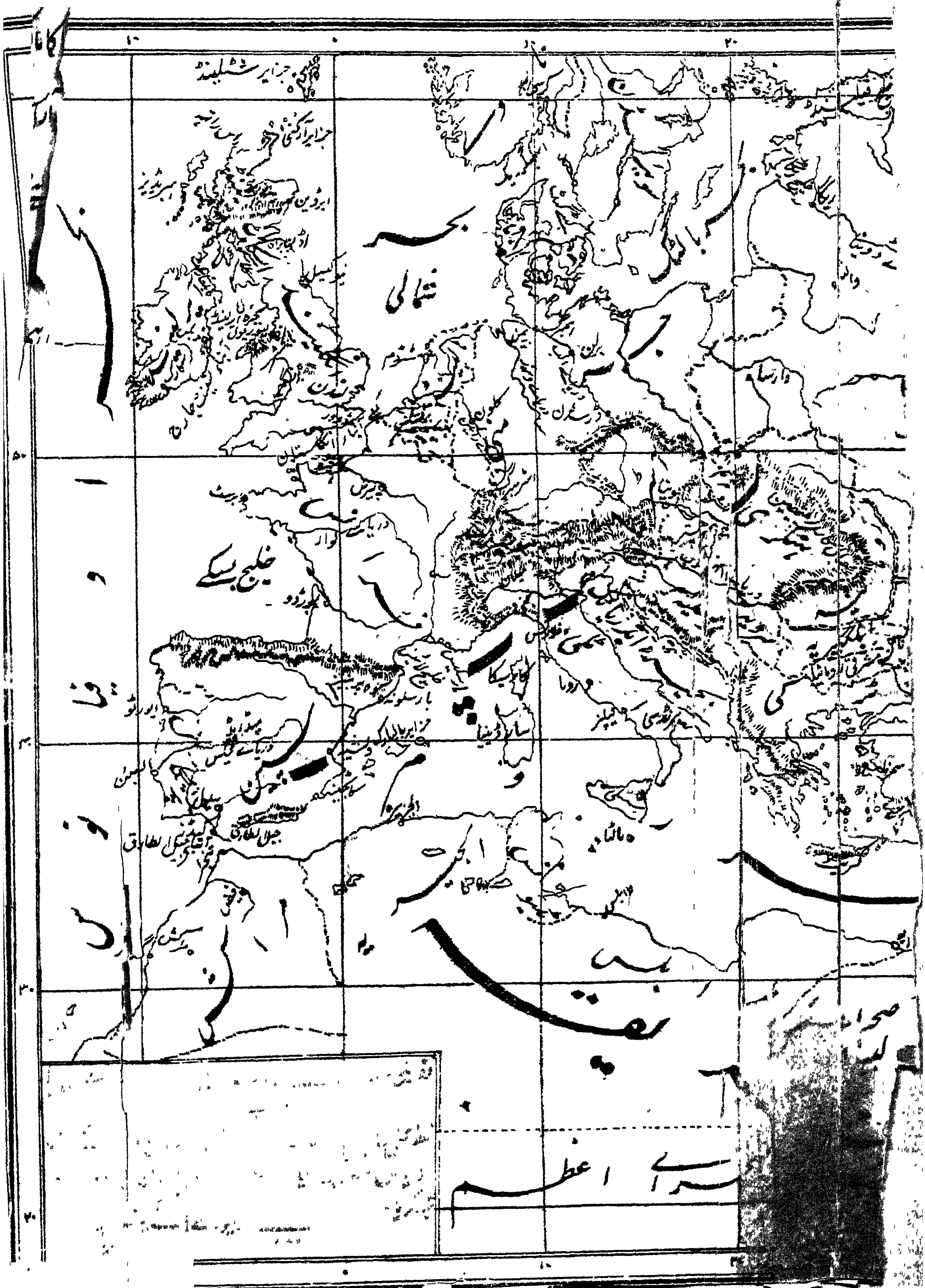
---

۱۵ یہ وہ سڑک ہے جس پر سے اکثر سیاحون مثلاً اسٹرائیز چارڈن۔ لی برن وغیرہم نے سترھوین اور اٹھارھوین صدیون مین طہران کے پایہ تخت قرار دے جانے سے پہلے سفر کیا۔

سائبان ہے گورنر (والی) قزوین جسکا مکان یہان سے تہوڑی دور پر ہے اس سرا کا مالک ہے اور اس کی آمدنی اوسکے پاس جاتی ہے۔ سرا کے کمرے سازوسامان سے آراستہ ہین اور کہانا بھی نفیس ملتا ہے اور مسافر کو عیش وراحت کے یہ لوازم تعجب مین ڈالدیتے ہین قزوین مین ایرانی اور انڈو یوروپین محکمہ جات تاربرقی کا ایک مشترکہ دفتر بھی ہے۔ محکمہ ثانی الذکر تاربرقی طہران کو تبریز سے ملاتا ہے اور ایرانیون کے زیر اہتمام وہ سلسلہ تاربرقی ہیرجورشت تک گیا ہے۔

گاڑی کی سڑک طہران تک

قزوین کے مہمان خانہ سے مسافر کو یوروپین وضع کی بے کمانی کی چوپیہ کشتی نما بگھی گاڑیان جن مین چوکڑا لگتا ہے طہران تک باقی کا سومیل کا سفر طے کرنے کے لیے مل سکتی ہین۔ اوسے چاہیے کہ اس موقعہ کو غنیمت جان کر اوس سے فائدہ اُٹھائے کیونکہ جس سڑک پر سے اوس کا گذر ہوگا وہ منجملہ صرف اُن دو ہی ہوئی سڑکون کے ہے۔ جو ایران مین موجود ہین۔ اور جس باآرام طریقہ سے وہ سفر کرے گا اوس سے پھر کئی مہینون تک وہ استفادہ نہین کر سکے گا۔ قزوین سے طہران پورے ۲۴ فرسخ یا ۹۶ میل ہے اور چھہ منزلون مین جو قریباً سولہ سولہ میل کی ہین منقسم ہے۔ قیام کے مقام جہان اینٹ کی معقول عمارتین بنی ہین اور شب باشی کا سامان مناسب طور پر مہیا ہے۔ کاوان دہ۔ کشلک یعنی امام۔ حصارک اور شاہ آباد ہین۔ یہ فرض کر لینا غلطی مین داخل ہوگا کہ گاڑی کی اس سڑک کو کچھ بھی اوس شئے سے مشابہت ہے جسے یورپ مین لفظ سڑک سے تعبیر کیا



جزایر شتلند
بحر شمالی
خلیج بسکه
پاریس
روما
جبل الطارق
مالطه

جاتا ہے۔ یہ محض زمین کی ایک صاف شدہ عریض وہاری ہے جسپر سے بہتر کنکر ہٹادیے گئے ہین مگر جسپر نہ تو کٹائی کیگئی ہے اور جسے نہ ہموار کیا گیا ہے لیکن پھر بھی اس بے نظیر شاہراہ پر ۶۴۰ پاونڈ (لعہ سالہ روپیہ) فی میل کے حساب سے لاگت آئی بیان کیجاتی ہے۔ طہران مین اگر مسافر نے قیام یا فرو کشی کا انتظام پہلے سے نہ کر رکھا ہو یا اوسے کوئی دوست ایسا نہ ملے جو اوسے اپنے گھر لیجا کر اوتارے تو وہ دو چھوٹے ہوٹلون مین سے کسی ایک مین جاکر ٹھہر سکتا ہے جو بڑے میدان کے قریب ایسے موقعہ پر واقع ہین جہان سے سب مقامات قریب پڑتے ہین۔ ان ہوٹلون کا مالک ایک فرانسیسی پریوونامی ہے جو پہلے شاہ کا طباخ تھا۔

ڈاک کی سڑک

قدیم ڈاک کی سڑک جسپر (چاپار) کا شیدائی جانا پسند کرے گا۔ گاڑی کی سڑک کے جنوب کو جاتی ہی اور "چاپار خانون" کے نام عبداللہ آباد، سفر خوجہ (جسے سفر خواجہ بھی کہتے ہین) اور شنکر آباد اور میان جب ہین۔ اس راہ پر مقام کرج مین جو دو موخر الذکر منزلون کے مابین طہران سے ۲۶ میل کے فاصلہ پر ہے ایک محل یا شکار منزل سلیمانیہ نامی جو شاہ کی ملک ہے اور جسے اوسکے پردادا فتح علیشاہ نے ۱۸۱۲ء مین [۵۱] تعمیر کیا تھا واقع ہی

[۵۱] جب سر گور اوسلی اپنی سفارت طہران سے ماہ مئی ۱۸۱۲ء مین موریر کے ہمراہ اس راستہ سے واپس آیا (دیکھو موریر کا "دوسرا سفر" صفحہ ۱۹۹) تو یہ مکان بن رہا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا نام کردستان کے ایک ضلع سلیمانیہ کے نام پر رکھا گیا جسکو فتح علی شاہ کے ایک بیٹے نے فتح کر لیا تھا اور جو مال غنیمت اس چڑھائی مین ملا اوسی سے اوسکی تعمیر کا خرچ ہوا

سلیمانیہ نہر کرمیج کے کنارہ پر جو کوہستان سے نکلتی ہے اور جسکا مصفی اور پاکیزہ پانی فتح علیشاہ مشکون مین بھر واکر ہر روز طہران منگوایا کرتا تہا واقع ہے اور اس مین دو بڑی بڑی تصویرین آغا محمد علی شاہ اور اوسکے بھتیجے فتح علیشاہ کے درباروں کی عبداللہ خان کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی ہین جو ابتدائی شاہان قاچار کے دربار کا مشہور نقاش تہا[ل]۔

کاروان کے راستے

[ی]ہ ہے کہ جو لوگ کاروان کے ذریعہ سے سفر کرتے ہون اونکے رستے اونہین دوسرے راستون سے جو قزوین اور پایہ تخت کے درمیان ہین جا ملتے ہین اور اسکے انتخاب کا انحصار موسم اور چارہ کی قیمت پر ہوتا ہے۔ اسقدر اختیاری رستون کے موجود ہونے سے مسافر کو خود یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ وہ ایسے ملک مین ہے جہان معمولی طریقہ کے مطابق سڑکین موجود نہین ہین بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جدہر سے جانا چاہے جاسکتا ہے۔ اراضیات کے درمیان حدبندی کے نشانات کے نہ ہونے آبپاشی کی نالیون کے سوائے قابل زراعت قطعات زمین مین باڑون اور کھائیون کے نہ پائے جانے۔ وسیع سنگلاخ میدانون کے ہر طرف میلون تک چلے جانے اور کوہستانی سلسلون مین بہت سے درون کے موجود ہونے کے باعث جن مین سے مسافر جسے چاہے اپنی راہ بنا سکتا ہے۔ مسافر کو ایران مین بمقابلہ دنیا کے کسی دوسرے آباد ملک

ل اس طہران تک کی سڑک کے حال کے لئے دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) مصنفہ ایسٹوک جلد اول صفحہ ۲۱۳ الی ۲۱۷۔

کے نقل و حرکت کے اعتبار سے زیادہ آزادی حاصل ہے۔ گاڑی کی سڑک کے راستہ سے جو عام طور پر اختیار کیا جاتا ہے رشت سے طہران تک کے پورے سفر مین اوس سرعت رفتار کے لحاظ سے جو ابتدائی منزلون کے بذریعہ سواری اسپ طے کرنے مین صرف ہوتین یا چار دن لگین گے۔

مسافت

ہ اخضر سے ایران کے پایہ تخت کو آنے کا خاص اور آسان ترین راستہ یہی ہے جسکا اوپر بیان ہوا۔ اگر صورت حالات موافق ہو اور ریل اور جہاز برابر ملتے جائین تو لندن سے طہران تک پہونچنے مین پندرہ دن لگتے ہین۔ لیکن اکثر صورتون مین مسافر تین ہفتہ سے کچھ ہی کم مین لندن سے یہان پہونچتا ہے۔ اب مین اُن راستون کا ذکر کرتا ہون جو ایران مین شمال و مغرب کی طرف سے داخل ہوتے ہین اور جنکی اصلی منزل مقصود ایران کا تجارتی پایہ تخت تبریز ہے۔ یہان سے ڈاک کے گھوڑون کی ایک سڑک کے ذریعہ سے جسکا طول تبریز سے طہران تک ۳۶۰ میل ہوگا۔ براہ قزوین طہران پہونچتے ہین۔

دوم راہ ترزان و تبریز

یہ دو راستے ہین۔ ان مین سے ایک راہ تو وہ کاروان اختیار کرتے ہین جو روسی مال کے سوا دوسرا مال تجارت لاد کر لیجاتے ہین اور باطوم کے بیش قرار چنگی کے محصول اور ماوراءالنہر کی ریلوے کے کرایہ سے بچنے کے لئے ترزان سے جو بحیرہ اسود کے شمالی و مشرقی گوشہ مین ایک ترکی بندرگاہ ہے۔ روانہ ہو کر پانسو میل تک ایک ایسے حصہ ملک

ہین سے گذرتے ہوئے جس مین نشیب اور ڈھلوانین برابر چلی گئی ہین۔ تبریز جا پہونچتے ہین۔ یہ راستہ جیسا کہ مین آگے چلکر ایک فصل مین جسکا موضوع تجارت ایران ہے بیان کرونگا۔ گذشتہ پچاس سال سے انگریزی مال تجارت کی درآمد کا واسطہ بن رہا ہے بالخصوص ۱۸۸۳ء سے جب سے کہ روس نے علاقہ قاف مین سے اشیا کے بلا محصول لیجانے کی اجازت کو روک دیا ہے۔ اور اسمین شک نہین کہ یہ قریب ترین راہ ہے جس سے مال تجارت تبریز پہونچ سکتا ہے۔ لیکن احتمال اس امر کا مقتضی نہین کہ مسافر اس راستہ سے آنا پسند کرے گا۔ ہان اگر راستہ مین وہ ارض روم کے ترکی قلعہ کو دیکھنے یا کردی یا ارمنی معاملات کی مقامی طور پر تنقیح کرنے کا خواہشمند ہو تو ممکن ہے کہ وہ یہی راستہ اختیار کرے[۱۵]

---

[۱۵] اس رستہ کا حال متذکرہ ذیل کتابون مین درج ہے "جرنل آف اے رزیڈنس ان ناردرن پرشیا" (شمالی ایران کے ایک مقیم کا روزنامچہ) صفحہ ۶ الی ۳۸، مصنفہ لفٹنٹ کرنیل اسٹوارٹ (۱۸۳۵ء) "حالات آرمینیا و فارس" بزبان فرانسوی جلد اول و دوم مصنفہ چارلس ٹیکسیر (۱۸۳۹ء)؛ "ٹریولس ان پرشیا" (سفرنامہ ایران) جلد دوم و سوم حصہ سوم مصنفہ مسٹر ویگنر (۱۸۴۳ء)؛ "لایف اینڈ ایڈونچرز" (حیات و سوانح غریبہ) مصنفہ ویمبری فصل چہارم پنجم و ہفتم (۱۸۶۲ء) اور "پرشیا دی لینڈ آف امامز" (ایران یعنی سرزمین ایمہ) مصنفہ جے بیٹ فصل دوم (۱۸۷۱ء)؛ تربزان اور تبریز کے درمیان کاروان کی منزلون اور ہر ایک منزل کی مسافت جسقدر گھنٹون مین طے ہوتی ہے (ترکی گھنٹہ یعنی پیمانہ وقت ایرانی فرسخ یعنی پیمانہ مسافت کے بالکل مساوی ہے) یعنی ایک لدو جانور ایک گھنٹہ مین جسقدر فاصلہ طے کرتا ہے اوسکی فہرست حسب ذیل ہے۔

تربزان سے جوزلک (۶)، حمسی کوئی (۵)، ارداسا (۸)، گمش خانہ (۵)، مراد خان (۵)، قدرک (۵)، بلے برت (۶)، توپ داغ خان (۶)، آشکلا (۹)، الیجا (۸)، ارض روم (۳)، حسن کالہ (۶)، امراکم (۵)، دیلی بابا (۶)، تیار (۵)، ملا سلیمان (۷)، کاراکلیسا (۷)، طاشلیچائی (۵)، ویادین (۶)، قزلدیزہ (۵)، اواجک (ایرانی حد)

سوم راہ طفلس و تبریز



وسرا راستہ وہ ہے جہان سے روسی تجارت کا مال درآمد و برآمد گذرتا ہے اور جسے اکثر سیاح بھی اختیار کرتے ہین۔ یہ سڑک طفلس کی طرف سے روس اور ایران کے سرحدی مقام جلفا کو جو دریائے ارس[٭] پر واقع ہے عبور کرتی ہوئی تبریز آتی ہے۔ زمانہ سابق[٭] مین اس راہ پر سڑک سے آنیوالے مسافر طفلس سے روانہ ہوتے تھے[۵۱] لیکن جب سے کہ خاکنائے قاف مین سے ریل کی سڑک گذری ہے اکستافا کا اسٹیشن جو طفلس سے ۵۰ میل جانب شرق واقع ہے عام طور پر مسافرون کا مقام روانگی قرار پاگیا ہے۔ یہان

نوٹ متعلقہ صفحہ ۸۴۔ (۵) کرینہ (۷) زرودہ (۶) پیرہ (۶) خوئی (۳) سید حاجی (۵) تسیہ (۶) دزاخلیل (۷) میانہ (۹) تبریز (۳) یہ کل ۷۲ گھنٹے یا تین میل فی گھنٹہ کی اوسط سرعت رفتار کے حساب سے ۲۱۶ میل ہوئے کرنیل اسٹوارٹ نے ۱۸۳۵ء مین اس فاصلہ کے متعلق ۲۹۰ میل کا اندازہ لگایا تھا۔

٭ یہ ارس وہی معلوم ہوتا ہے جسکی نسبت خواجہ حافظ فرماتے ہین ؎

اے صبا گر بگذری بر ساحل رود ارس بوسہ زن بر خاک آن وادی مشکین کن نفس

۵۱ طفلس سے تبریز تک کے سفر کا حال مفصلہ ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے:۔ سر جے چارڈن (۱۶۷۱ء) "ٹریولز" (سفرنامہ) صفحہ ۲۳۸ الی ۲۵۲ جے۔ پی موریئر (۱۸۱۲ء) "سکنڈ جرنی" (دوسرا سفر) صفحہ ۳۰۱ الی ۲۰ ۔ لفٹنٹ کرنل اسٹوارٹ (۱۸۳۵ء) "جرنل آف اے رزیڈنس ان نادرن پرشیا" (شمالی ایران کے ایک مقیم کا روزنامچہ) صفحہ ۱۴۵ الی ۱۶۹+۱۷۰۔ بی ایسٹوک (۱۸۶۲ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد اول صفحہ ۱۴۵ الی ۱۷۸+۱۷۱۔ اے۔ ایچ مونسی (۱۸۶۵ء) "جرنی تھرو دی کاکیسس" (سفر قاف) صفحہ ۵۰ الی ۹۰+۱۷۱۔ اے۔ ایچ شنڈلر (۱۸۸۱ء) "از ایران تا برلن" (بزبان جرمنی) جلد سوم میڈیم ڈیولافائے (۱۸۸۱ء) "حالات ایران"

ریل چھوڑ دی جاتی ہے[51] اور گاڑیان یا گھوڑے کرایہ کرلئے جاتے ہین[52]۔ اکستافا سے جلفا تک قریباً ۲۵۰ میل کا فاصلہ ہے۔ مسافر راہ مین اریوان کے دلچسپ شہر کے بیچ مین سے گذریگا جو روسی آرمینیا کا دارالحکومت ہے اور اچمیا دزین کی جو ارمنیون کا مذہبی مرکز ہے

بقیہ نوٹ صفحہ ۸۵ (بزبان فرانسوی) صفحہ ۱۲ الی ۴۳۔ ایچ بائینڈر (۱۸۸۷ء) "حالات کردستان" صفحہ ۱۱ الی ۵۱۔ موخرالذکر سیاح نے اس سفر کے موجودہ طریقہ طے مسافت کا حال صحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے یعنی اکستافا تک بذریعہ سواری ریل اور وہان سے جلفا تک گاڑی مین اور جلفا سے تبریز تک بذریعہ چاپار"۔

[51] طفلس سے اکستافا تک ڈاک کی ریل مین ۳½ گھنٹہ اور مسافر گاڑی مین ۵ گھنٹہ مین پہونچتے ہین۔ اوّل درجہ کا کرایہ ۵ روبل[©] ہے۔

[52] اس غرض کے لئے ایک "پدوروجنا" یا ڈاک کا پروانہ طفلس مین لے لینا چاہیئے۔ اس سے ڈاک کے گھوڑون کو کرایہ پر لینے اور سڑک پر ڈاک بنگلون مین فروکش ہونے کا حق حاصل ہوجاتا ہے اکستافا سے جلفا تک (لیکن اس سے آگے کے لئے نہین) ایک گاڑی (یا تو فٹن اور یا بے کمانی کی چوبی تین گھوڑون والی گاڑی) تیس سے ۴۰ روبل تک کرایہ پر مل سکتی ہے۔ ڈاک کے گھوڑون کا کرایہ بحساب ۳ کوپک[©] فی ورسٹ (⅔ میل) ایک گھوڑے کے لئے لیا جاتا ہے اور اسکے ساتھ کوچبان کو ہر چوکی پر ۲۰ کوپک کا مقررہ انعام دینا پڑتا ہے اکستافا اور تبریز کے درمیان جو منزلین پڑتی ہین اور اون مین جو فاصلہ بحساب ورسٹ کے ہے اوسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔ اکستافا سے اوزنلی (½ ۲۲) کاروانسرائے (½ ۱۷) ترساچائی (½ ۱۸)۔ دلی جان (½ ۱۴)۔ سیمنا فسکا (¾ ۱۸) ہلینا فسکا (½ ۲۱) اختی (½ ۱۲)۔ فانتینکا (۲)، ایلیار (½ ۱۹)۔ اریوان (۱۵) آغاہمدانی (۱۳) قمرلو (۱۵) دوالو (¾ ۱۸)۔ صدارک (¾ ۱۸)۔ بشورشین (½ ۲۲)۔ ترتشاہ (۱۰) کیورک (۱۹)، بچکدوسی (½ ۱۲) نخچیوان (۲۱) النجاچائی (۲۵) جلفا (۱۳)، یہ کل ¾ ۳۶۳ ورسٹ یا ½ ۲۴۲ میل ہوئے۔ ان منزلون مین سے اکستافا۔ دلی جان (جہان سے سڑک کی ایک شاخ کارس کو جاتی ہے) اختی اریوان۔ صدارک اور نخچیوان مین انڈو یورپین محکمہ تار کے دفاتر قایم اور متصدی متعین ہین۔

© روبل روس کا کمترین نقرئی سکہ ہے جسکی قیمت اندازاً عہ کے مساوی ہے مترجم © ایک روبل سو کوپک کا ہوتا ہے۔ مترجم

نہر کر سکیگا۔ جلفا مین کشتی کے ذریعہ سے دریا کے پار اُتر کر وہ ایرانی علاقہ مین داخل ہوگا جہان چنگی خانہ سے نبٹنے کے بعد وہ چاپارخانون اور بارگیرون۔ مریل یابوؤن جسمانی تکلیفون اور قابل نفرین سڑک کے اوس نظارہ کو دیکھے گا جسے رشت اور طہران کی راہ کے سفر کے متعلق مین بیشتر بیان کر چکا ہون۔ جلفا سے تبریز تک قریباً ۸۰ میل کا فاصلہ ہے یا ایرانی حساب کے مطابق یون کہیئے کہ چار چار فرسخ کی پانچ منزلین ہین جنکے نام معہ فاصلہ کے درج ذیل کئے جاتے ہین۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
جلفا		۰
ارندی بیل } گلندکیا	۵	۲۰
مرند	۵	۲۴
سفیان	۵	۱۷
تبریز	۵	۲۳
کل	۲۰	۸۴

سفر طہران براہ تبریز

تبریز کے متعلق ایک دوسرے باب مین جو ایران کے شمالی و مغربی صوبہ جات

کے حالات کے لئے وقف کیا گیا ہے مین نے بہت کچھ بیان کیا ہے۔ ناظرین اوسکو پڑھ لین۔ تبریز سے طہران تک کا راستہ ایران مین دوسرا راستہ ہے جسپر لوگ بکثرت سفر کرتے ہین بہت سے مشہور و معروف سیاح ایران مین اسی راہ سے آئے اور اپنے تجربون اور مشاہدون کو جو دو سو سال کے زمانہ پر محیط مین قلمبند کرتے گئے[1]۔ قزوین تک کی چوکیان اور اونکا درمیانی فاصلہ ذیل کے نقشہ مین درج کیا جاتا ہے۔ سڑک کا باقی حصّہ جو قزوین اور پایۂ تخت کے درمیان واقع ہے اوسکا حال پیشتر بیان کیا جا چکا ہے۔

نام منزل	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ تخمینی بحساب میل
تبریز	۰	۰
صید آباد	۶	۲۰

[1] مین ان مین سے صرف چند کا نام لیتا ہون۔ سر جے چارڈن (سنہ ۱۶۷۱ع) "ٹریولز انٹو پرشیا" (سفر ایران) صفحہ ۳۷۰ الی ۳۸۲+ موسو مٹنگائن (سنہ ۱۸۰۷ع) "میریٹو آف جرنی انٹو پرشیا" (داستان سفر ایران) بارھوان اور چودھوان مراسلہ+ سر جے پی موریئر (سنہ ۱۸۰۹ع) "فسٹ جرنی" (پہلا سفر) فصل چہاردہم+ سر ولیم آوسلی (سنہ ۱۸۱۲ع) "ٹریولز" (سفرنامہ) جلد سوم فصل ہژدہم+ سر آر کے۔ پورٹر (سنہ ۱۸۱۸ع) "ٹریولز" (سفرنامہ) جلد اول صفحہ ۲۵۱ الی ۲۰۰۶+ سے جے۔ بی۔ فریزر (سنہ ۱۸۳۴ع) "ونٹرز جرنی" (سفر سرما) جلد اول مراسلہ ہشتم+ کرنیل ڈبلیو۔ کے اسٹوارٹ (سنہ ۱۸۳۵ع) "جرنل آف اے رزیڈنس ان ناردرن پرشیا" (شمالی ایران) کے ایک مقیم کا روزنامچہ) فصل پنجم و ششم+ لیڈی شیل "گلمپسز آف لایف" (نظارہ حیات) فصل ہفتم+ اے ایچ۔ مونسی۔ (سنہ ۱۸۶۵ع) "جرنی تھرو دی کاکیسس" (سفر قاف) فصل ہشتم+ سیڈیم ڈیولافاے (سنہ ۱۸۸۱ع) "حالات ایران" (بزبان فرانسوی) صفحہ ۱۶۶ الی ۱۱۹+

نام منزل	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ تخمینی بحساب میل
حاجی آغا	۴	۱۳
گجین	۵	۲۰
ترکمان چائی	۵	۱۹
میانہ	۶	۲۴
جمال آباد	۳	۱۰
سرچم	۴	۱۲
عق مزار	۴	۱۳ ½
نکبی	۳	۱۲
زنجان	۶	۱۸ ¼
سلطانیہ	۶	۲۳ ½
خیاہ یا حدج	۵	۲۰ ½
کردہ	۴	۱۹ ½
سیاہ دہان	۵	۱۷ ¾
قزوین	۶	۱۸ ½
کل	۷۲	۲۶۳ ½

پس کل فاصلہ تبریز سے طہران تک ۳۶۰ میل اور جلفا سے طہران تک ۴۴۰ میل ہے

ممتاز مقامات

راستہ کی اوپر تفصیل دی گئی ہے اوس مین چند مقامات خاص طور سے قابل ذکر ہین۔ ترکمان چائی ایک گاؤن ہے جہان ۲۱ فروری ۱۸۲۸ء کو آپسکی وچ نے شہنشاہ روس اور عباس مرزا نے اپنے باپ فتح علیشاہ کیطرف سے اوس مشہور عہدنامہ پر دستخط ثبت کئے جو روس اور ایران مین ہوا۔ اس عہدنامہ کی رو سے وہ لڑائی جو دو سال سے ہو رہی تھی ختم ہو گئی۔ ایران کے قبضہ سے اریوان اور نخچیوان نکل گئے اور مزید بران پینتیس لاکھ پاونڈ[1] اوسے تاوان جنگ کے دینے پڑے۔ اس عہدنامہ نے انیسوین صدی کے شروع سے اس علاقہ پر گویا روس کی فتوحات کی مہر لگادی اور شمال و مغرب مین اوسکی جنگی قوت کا پلہ بے انتہا بھاری کر دیا۔ اوس وقت سے لیکر اب تک دیو شمال برابر آذربایجان پر آزو حرص سے دانت پیسا کیا ہے۔

میانہ کے کھٹمل

میانہ اوس ہیبتناک موذی غریب گز کا صدر مقام اور شکار گاہ ہے جسکے کارنامون کی بہان نہایت وحشت انگیز اور خوفناک روایتین بیان کی جاتی ہین۔ لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ میانہ کو اپنے بیداد کا خاص تختہ مشق بنانے کے لئے اسنے تھوڑے ہی دن سے منتخب کیا ہے کیونکہ چارڈن بلکہ اوس سے بھی بعد کے زمانہ کے کسی سترہوین صدی کے سیاح نے میانہ کا حوالہ دیتے یا اوسکا حال بیان کرتے وقت اس کھٹمل کا

[1] اوس زمانہ مین پاونڈ کی جو قیمت تھی اوسکے حساب سے تقریباً تین کروڑ پچاس لاکھ روپیہ۔ مترجم۔

مطلق ذکر نہین کیا- اسکا ڈنک خطرناک ہوتا ہے اور اجنبیون کے لئے بعض دفعہ مہلک ثابت ہوتا ہے- بعض لوگ حماقت کی وجہ سے یہ کہتے ہین کہ یہان کے رہنے والون پر اسکے کاٹے کا کچھ اثر نہین ہوتا حالانکہ وہ وقتاً فوقتاً اسکے ضرر سے محفوظ رہنے کیلئے علاج بالمثل کے اصول پر ایک طرح کا ٹیکا لگا دیتے ہین اسکا طرز عمل یہ ہے کہ جب کوئی اجنبی وارد ہوتا ہے تو اوسے ایک کھٹمل روٹی کے ایک نوالہ مین لپیٹ کر کھلا دیا جاتا ہے- یہ کیڑا جسکی کسی قدر مختلف قسمین ایران کے مختلف حصون مثلاً مرزعہ شاہ رود وغیرہ مین پائی جاتی ہین یوروپ کے کھٹمل سے ذرا ہی بڑا لیکن رنگ مین گہرا خاکی ہوتا ہے اور اسکی پیٹھ پر سرخ چتیان ہوتی ہین[۵۱]- جب کسی شخص کو کھٹمل نے کاٹا ہو تو ایرانی طبیبون کا معمولی نسخہ یہ ہے کہ مریض کو بگڑے ہوئے دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اوسے ایک چوکی پر جو چھت کے ساتھ بذریعہ رسیون کی معلق ہوتی ہے بٹھا دیا جاتا ہے اور رسیو نکو بل دیکر اوسے خوب گھمایا جاتا ہے حتی کہ مریض کو شدت سے چکر آنے لگتے ہین اور اس نادر علاج سے زہر کے اثر کا کلی طور پر زایل ہو جانا باور کر لیا جاتا ہے ایک اور علاج یہ ہے کہ مقام گزیدہ کو تازہ ذبح کئے ہوئے بیل کی گرم گرم کھال مین لپیٹا جائے- لیکن مقتضائے انصاف ہوگا اگر یہان پر یہ بیان کیا جائے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو میانہ کے کھٹمل کی بہادری کے قایل نہین- ڈاکٹر کارنک جسنے اپنے باپ کیطرح ایران مین کئی سال تک مطب کیا ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ کھٹمل کی نسبت جتنے قصے مشہور ہین وہ سب

---

۵۱ دیکھو ضمیمہ متعلقہ سفرنامہ ایسٹوک جلد ثانی اور تاریخ حشرات الارض مصنفہ بیرن والکنیئر-

لغو اور مہمل ہین۔ اسکے علاوہ ظریف الطبع مسافر جنہین میانہ مین آرام سے شب باش ہونے کا اتفاق ہوا ہے اپنے بستر راحت سے صبح کو اُٹھ کر یہ شعر گنگناتے ہوئے سنے گئے ہین۔

بہت شور سُنتے تھے ان کھٹملون کا جو دیکھا تو بیچا سے بڑھ کر نہ پایا

لیکن اسکے ساتھ ہی مین ایسے لوگون کو بھی جانتا ہون جو میانہ کے کھٹمل کے ڈنک کے اثر سے مہینون بیمار رہے ہین اور پیدل سپاہیون کی ایک رجمنٹ مین جو ماہ اپریل ۱۸۹۱ء مین تبریز سے طہران گئی ۱۳۰ جوان اسی وجہ سے رجوع شفاخانہ ہوئے۔ کوٹزیبو ۱۸۱۷ء مین دو شخصون کا حال بیان کرتا ہے جو کھٹمل کے کاٹے سے منجر بہ ہلاکت ہوئے۔[1]

زنجان اور سلطانیہ

اب صرف زنجان اور سلطانیہ کا ذکر کرنا باقی رہتا ہے۔ زنجان ایک بڑا قصبہ ہے جسکی آبادی بیس ہزار سے زیادہ ہوگی اور ضلع خمسہ کا مستقر ہے۔ ابتداءً یہ بابیون کے فرقہ کا ملجا و ماوی تھا اور باب کے تبریز مین قتل ہونے کے بعد ۱۸۵۰ء مین اوسکے متعصب پیروون کا یہان قتل عام ہوا۔ سلطانیہ زمانہ قدیم مین ایران کا پایہ تخت ہوتا تھا تین صدیان گذرتی ہین کہ سیاحون نے اسکے شاندار محلون اور مسجدون کی تعریف شد و مد سے کی اور اس کی بیرونی حالت اور اسکے گرد و پیش کے مقامات کے نقشے

---

[1] ان مین سے ایک تو انگریزی قونسل متعینہ تبریز کا انگریزی ملازم تھا اور دوسرا روسی سفیر بیرن ریڈ کا روسی نوکر تھا۔ دیکھو "سینر یٹو آف اے جرنی" (ایک سفر کے حالات) صفحہ ۲۱۱۔

چھوڑتے گئے لڑائی زلزلہ زمانہ کے امتداد اور بادشاہون کے تلون نے باہم ملکر اسکے انحطاط مین حصہ لیا ہے اور سلطان خدا بندہ کے عظیم الشان مقبرہ کے پہلو مین یہ اپنی قدیم عظمت و شان کا محض ایک سایہ رہ گیا ہے[۱]۔

سفر طہران براہ چہارم مشہدسر



صنکہ شمال اور شمال و مغرب کی جانب سے ایران مین داخل ہونے کے یہی دو بڑے راستے ہین۔ دو چھوٹی راہین طہران مین شمال اور بحیرہ اخضر کی طرف سے آنے کی اور بھی ہین لیکن چونکہ انکی منزلین بڑی کٹھن ہین اور بار برداری کے ذرایع بھی عسیر الحصول ہین۔ اس لئے لوگ ان راستون کو کم اختیار کرتے ہین۔ ان مین سے ایک وہ رستہ ہے جو سلسلہ کوہستان البرز سے گذرتا ہے جو مسافر اس راہ کو اختیار کرتے ہین وہ مشہدسر کے بندرگاہ سے جو بحیرہ اخضر کے جنوبی ساحل پر رشت اور استر آباد کے مابین واقع ہے روانہ ہوکر بار فروش اور امول ہوتے ہوئے طہران پہونچتے ہین۔ مشہدسر (جسکی وجہ تسمیہ کا ماخذ یہہ روایت ہے کہ حضرت امام رضا کے بھائی ابراہیم یہان سر قلم ہوکر شہید کئے گئے) مازندران کا ایک

---

[۱] انیسوین صدی کے ابتدائی حصہ مین فتح علیشاہ نے سلطانیہ کو اپنا موسم گرما کا مستقر بنایا اور یہان وہ گرمیون مین اپنی فوج۔ دربار۔ اور حرم کے ساتھ چلا جاتا تھا اور سیر و شکار مین وقت گذارتا تھا۔ لیکن جب روسی ۱۸۲۸ع مین "شہنشاہ عالم پناہ" کے اسقدر قریب آگئے کہ ترکمان چائے تک پہونچ گئے تو اس بے وقعتی اور بے آبروئی کے باعث اوسنے سلطانیہ مین آنا چھوڑ دیا۔ مقبرہ خدا بندہ کے نقشہ اور تعمیر و تجدید کے لئے دیکھو چارلس ٹکسیر کی کتاب "حالات آرمینیہ" (بزبان فرانسوی) کی پہلی جلد کی تصاویر ۵۴-۵۶-۵۷ اور ۵۸ اور نیز "آثار جدیدہ ایران" (بزبان فرانسوی) مصنفہ پی کاسٹی۔

ہی بندرگاہ ہے لیکن لفظ بندرگاہ کی تعریف اسپر بھی اوسی حیثیت سے صادق آتی ہے
جس اعتبار سے کہ ایران کے دوسرے بندرگاہ بندرگاہ کہے جاسکتے ہین - یہان ایک
دریا بحیرہ اخضر سے ملتا ہے اور مغربی ہواؤن کی مدد سے مقام اتصال پر اوس جہال کو
پیدا کرتا ہے جسے سب جانتے ہین یہی اس کا بندرگاہ سمجھ لو - ورکاکیس اینڈ مرکری
کمپنی کے جو جہاز رشت سے روانہ ہوکر یہان ٹھہرتے ہین اونہین مجبوراً سمندر کے اوس
حصہ مین دور کھڑا رہنا پڑتا ہے جہان پانی کافی گہرا ہو - باعتبار مسافت یہ قریب ترین راہ
ہے جسکے ذریعہ سے بحیرہ اخضر سے طہران پہونچ سکتے ہین - مشہد سر سے برفروش
تک ۱۵ میل اور وہان سے امول تک ۴۸ میل اور پھر وہان سے براہ دماوند طہران
تک ۱۶۰ میل کا فاصلہ ہے یعنی بذریعہ قافلہ کے پانچ دن مین اس راہ سے طہران
پہونچ سکتے ہین[۵۱] - حال مین ایک متمول ایرانی نے ساحل کے ایک مقام سے جو مشہد سر
کے قریب ہے واقع ہے امول تک اپنے خرچ سے ریل کا ایک ناقص سلسلہ جسکا مین
پھر ذکر کرونگا قایم کیا ہے - لیکن جیسی کہ توقع کیجا سکتی تھی اس کا خاتمہ ناکامی پر ہوا - مشہد

[۵۱] اس راستہ کے تفصیلی حالات ذیل کی کتابون مین درج ہین - "سفر سرما" مصنفہ جے بی فریزر (۱۸۳۴ء) جلد دوم مراسلات پانزدہم و شانزدہم - "رایل جاگریفیکل سوسائٹی کا روزنامچہ" مرتبہ کپتان آنریبل نیپیر (۱۸۷۴ء) جلد چہل و ششم صفحہ ۱۱۸ الی ۱۲۹ - "سکس منتھس ان پرشیا" (چھ مہینے کا سفر ایران) مصنفہ میڈیم سی سرینا (۱۸۷۷ء) فصل دوم - سوم - ہشتم - نہم - مصنفہ ای اسٹیک (۱۸۸۱ء) جلد دوم - فصل ہفتم و ہشتم - "از قاف تا بہ ایران" (بزبان فرانسوی) مصنفہ ای آرسل (۱۸۸۲ء) فصل ہیزدہم

——•——

سرکی راہ سے البتہ روسی تجارت کا مال مازندران اور بعض دفعہ طہران کو بھی لیجاتے ہین اور امول سے طہران تک موجودہ شاہ کی ہدایت کے بموجب آسٹریا کے ایک انجنیر جنرل گستیجر خان نے اپنی نگرانی مین ازسرنو سڑک تیار کرائی ہے۔ لیکن باوجودیکہ اون راستون کی مسافت کم ہے پھر بھی وہ سہل المرور ہونے کے اعتبار سے اوس راستہ کا مقابلہ نہین کر سکتی جو رشت اور طہران کے درمیان واقع ہے۔

پنجم سفر طہران براہ گز

دوسرا راستہ گز سے جو بحیرہ اخضر کے منتہائے جنوب و مشرق مین واقع ہے شروع ہوتا ہے یہان سے ایک سڑک متذکرہ بالا راہ کے ساتھ برفروش[۱] مین جاملتی ہے اور ایک علیحدہ راہ بھی ہے جو استر آباد تک (۲۳۹ میل کا فاصلہ ہے) جاکر وہان سے نہایت ڈہلوان گھاٹیون کو عبور کرتی ہوئی ۶۵ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد شاہرود پہونچتی ہے اور یہان اوس بڑی کاروان اور ڈاک کی سڑک سے جاملتی ہے جو طہران اور خراسان کے بیچون بیچ گئی ہے۔ ان تمام مقامات سے مین آگے چل کر شرح و بسط کے ساتھ بحث کرونگا فی الحال مین ان کے متعلق صرف اسی قدر کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ سرزمین ایران مین داخل ہونے کے یہ بھی مختلف راستے ہین۔

---

[۱] اس راہ کا حوالہ مفصلہ ذیل سفرنامون مین پایا جاتا ہے "ٹریولز انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ سرالے برنس (۱۸۳۲ء) جلد سوم صفحہ ۱۰۵ الی ۱۱۴ "ایک سفیر کا روزنامچہ" مصنفہ اے-بی-اسٹوک (۱۸۶۲ء) جلد دوم صفحہ ۱۶۰ الی ۱۸۱ "گھٹا مشرق مین" مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) صفحہ ۷۰ الی ۷۷۔

عشق آباد سے مشہد کا راستہ

مشرق کی طرف ماوراالنہر کی ریلوے نے جسکو روس نے حال مین اپنے جدید مفتوحہ ممالک مین (جو سرحد ایران کے شمال کی طرف واقع ہین) انکمیل کو پہونچایا ہے اور اوس سڑک نے جو اس سلسلہ مین روس نے عشق آباد سے جو اوسکا انتظامی اور فوجی دارالحکومت ہے خراسان کی سرحد تک تعمیر کی ہے گذشتہ دو سال سے شمالی و مشرقی حصہ ایران مین داخل ہونے کا ایک نیا رستہ جو پہلے موجود نہ تھا یا موجود بھی تہا تو غیر محفوظ تھا۔ کھول دیا ہے۔ یہ سڑک اب خراسان سے کوچان اور مشہد کیطرف بڑہائی جا رہی ہے۔ چونکہ خراسان کی اس نئی سڑک کا حال ابھی تک شایع نہین ہوا تھا اور اسکے علاوہ میری خود بھی یہ خواہش تھی کہ مین اس وقیع علاقہ کے سرحدی مقامات کے حالات سے کسیقدر آگاہی حاصل کرون اور اسکے دارالحکومت مشہد کی سیر کرون اسلیئے مین نے عزم بالجزم کرلیا کہ اگر ممکن ہوا تو مین ایران مین اس رستہ سے ہی داخل ہون گا۔ جو انگریزی عہدہ دار مشہد مین مامور تہے اونہین ایک سے کئی مرتبہ اسی رستہ سے آنے جانے کی اجازت مل چکی تھی اور چونکہ مین گذشتہ سال ماوراءالنہر کی ریل مین سفر کرچکا تھا اس لئے مجھے اُمید تھی کہ گورنمنٹ روس کو مکرر اجازت دینے مین تامل نہ ہوگا اور حقیقت مین کوئی معقول وجہ بھی انکار کی نہ ہوسکتی تھی۔ روسی سفیر متعینہ لندن کے اخلاق اور انگریزی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ کی عنایت آمیز امداد کے متفقہ اثر سے مجھے اس مقصد کے حصول مین کامیابی ہوئی اور ذیل کے مضمون مین مین اپنے سفر کے حالات کو موقعہ موقعہ سے درج کرونگا۔

اس باب مین پیش از بیش اونکے اندراج کی ضرورت نہین۔

ہفتم۔ افغانستان کی طرف کے راستے



حمائل اس امر کا مقتضی نہین کہ کوئی انگریزی سیاح آجکل ایران مین مشرقی سرحد کیطرف سے داخل ہو۔ ہندوستان اور ایران کے درمیان افغانستان کا حائل ہونا اور امیر عبدالرحمن خان کا اجنبیون کو اپنے ملک مین داخل ہونے سے قطعی طور پر ممانعت کر دینا ایسی روکاوٹین ہین کہ انکی وجہ سے کوئی انگریز افغانستان کی طرف سے ایران مین جانے کا تصور بھی ذہن مین نہین لا سکتا۔ ہم نے بہت سے یورپین سیاحون کے حالات پڑھے ہین۔ جنہون نے عہد سلف مین سلاطین مغلیہ کی ہندی سرحد کو قندہار کے رستہ سے عبور کر کے سرزمین ایران مین قدم رکھا اور اسی طرح موجودہ صدی کے نصف ابتدائی حصہ مین بھی حتی کہ ۱۸۷۳ء تک بھی بہت سے انگریز مثلاً کپتان۔ ایچ۔ سی۔ مارش (جو آخری شخص تھا جس نے اس راستہ سے ہندوستان و ایران کا سفر کیا) کپتان آرتھر کونولی (۱۸۳۰ء) مسٹر مٹفورڈ (۱۸۴۰ء) اور سر لیوئیس پیلی (۱۸۶۰ء) ایران سے روانہ ہوئے اور مشہد سے گھوڑے پر سوار ہو کر ہرات اور قندہار ہوتے ہوئے افغانستان کے بیچون بیچ ہندوستان مین جا پہونچے۔ لیکن جو کام کہ لوگ بلا خوف مزاحمت و تعرض کر سکتے تھے گو کہ پھر بھی اونکا سفر خطرون سے خالی نہ تھا اوسے آج کے دن ہم نہین اختیار کر سکتے اور اسلئے جماعتہائے ماموره تصفیہ سرحد کے اراکین اور اون لوگون کے سوا جو محنت اور زحمت اٹھا کر دوسری غیر معروف اطراف سے ادھر کو آئے ہین باقی شخصون کے لئے

عام طور پر ایران کا مشرقی حصہ اور اوسکے دوسرے طرف کی سرزمین ارض مالوتعرف احوالہا بن رہی ہے۔

ہشتم۔ خلیج فارس اور بندر عباس کی راہ

اس طرح ایرانی سرحد کا چکر لگاتے لگاتے ہم جنوبی ساحل کے سلسلہ اور خلیج فارس کی بندرگاہون تک پہونچتے ہین۔ مین آگے چلکر ایک باب مین اون مختلف تجارتی راستون کا حال لکہونگا جو یہان سے ملک کے اندرونی حصّون کی طرف جاتے ہین اور جو مسافر کہ بندر عباس مین اُترنے کا قصد رکہتا ہو۔ اوسے چاہیئے کہ اس باب کو پڑہے۔ بندر عباس سے خاص تجارت کے راستے دوہی ہین جو کرمان اور یزد کو جاتے ہین لیکن جو لوگ کہ بندر عباس سے مغربی سمت مین روانہ ہوکر شیراز پہونچنا چاہتے ہون اون کی اطلاع کے لیے مین یہ کہہ سکتا ہون کہ گو ایران مین داخل ہونے اور وہان سے روانہ ہونے کا یہ راستہ اب بالکل متروک ہے لیکن ایک زمانہ مین (یہ وہ زمانہ تھا جبکہ شاہی خاندان صفویہ کا پایۂ تخت اصفہان تھا اور جبکہ اوّل تو ہرمز اور بعد ازان گمبرون کا مشرق کی بڑے سے بڑی منڈیون شمار ہوتا تہا) اسی راہ کو اکثر مسافر اختیار کرتے تھے اور بہت سے مشہور سیاحون نے جن مین ٹیورنیر اور چارڈن ممتاز تر تہے اس راستہ کے حالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

نہم۔ بوشہر سے طہران کی راہ

یہان مین اوس بڑے جنوبی راستہ کا ذکر کرتا ہون جسکی طرف مینے اس باب کے ابتدائی حصہ مین یہ کہکر اشارہ بھی کیا ہے کہ رشت کے راستہ سے باعتبار عام پسند

ہونے کے یہ دوسرے درجہ پر یعنی وہ راستہ جو خلیج فارس کے مقام لنگہ ... ابتدا

کا لفظ استعمال کرنا مجھے کچھ گران گزرتا ہے) بوشہر سے روانہ ہوتا ہے ... راستہ

کو تمام ہندوستان سے آنے والے مسافر اختیار کرتے ہین اور کل انگریزی او ...

تجارت کا مال جسکا لیجانا اصفہان کو مقصود ہوتا ہے اور جس مین سے ...

مین بھی کھپتا ہے اسی راہ سے جاتا ہے۔ ایران کے راستون ...

زیادہ کثیر المرور اور معروف ہے چونکہ مین نے اس راستہ کو مت ...

اور آگے چلکر مین اپنے مشاہدون اور تجربون کو بالتفصیل بیان کرونگا ...

صرف اسیقدر کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ یہ راستہ شیراز۔ اصفہان۔ کاشان ... قم مین

سے ہوتا ہوا طہران پہونچتا ہے اور اس کا کل فاصلہ ۷۰۰ میل ہے۔ بوشہر اور شیراز

کے درمیان پہلی ۱۷۰ میل کی مسافت ... ان کے ذریعہ سے طے کرنی پڑتی ہے کیونکہ

جنوبی کوہستان کے کرارون اور زینہ نما چٹانون پر سے گزرنے کیلئے ڈاک کی کوئی سڑک

موجود نہین لیکن شیراز سے شمال کی طرف سوار اسقدر تیز جا سکتا ہے جتنا کہ مہمیز لگام اور

گھوڑے کے سم اوسے لیجا سکین۔

دہم محمرہ سے طہران کی راہ

ظن غالب ہے کہ زیادہ عرصہ منقضی نہ ہونے پائے گا۔ کہ اس راستہ کی خطرے

اور تکلیفین جو کچھ کم نہین ایک اور راستہ کے تیار ہو جانے سے رفع ہو جائینگی جو ایک

ایسے مقام سے شروع ہوگا۔ جو بوشہر سے مغرب کیطرف جنوبی ساحل پر واقع ہے جسطرح سے کہ

ایران کی شمالی و مشرقی سرحد پر اوسکے سیاسی تفوق کا ماحصل عاشق آباد سے کوچان تک اوس سڑک کی تعمیر ہے جسکی طرف اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے اسی طرح گمان غالب ہے کہ جنوب مین برطانیہ کلان کے رسوخ کا نتیجہ ایک نئی سڑک کی شکل مین مترتب ہوگا جو دریائے قارون سے شروع ہوکر براہ اہواز - شوستر - دزفل - خرم آباد - وبرو جرد طہران پہونچے گی - ایران کے امپیریل بینک نے اس کام کے انجام دینے کے لئے رعایتی اجازت حاصل کرلی ہے اور ۱۸۹۰ء کے موسم خزان مین کام شروع بھی کردیا گیا - اور اگر یہ سڑک کامیابی کے ساتھہ تکمیل کو پہونچ گئی تو ہم دیکھین گے کہ لوگ بوشہر کی راہ کو چھوڑ کر ایک ایسا راستہ اختیار کیا کرینگے جو باعتبار مسافت جہاز سے اُترنے کے مقام سے پایۂ تخت تک بقدر ۲۵۰ میل کے کم ہے اس راستہ کے مزید حالات بھی مین آگے چلکر بیان کرونگا فی الحال یہ راستہ جسکا خاکہ کھینچ کر بتایا گیا ہے مسافر کے لئے عملی متصور نہین ہوسکتا اور نہ ایک اجنبی کو اسکے اختیار کرنے کی صلاح دی جاسکتی ہے -

یازدہم - بغداد سے طہران کی راہ

جو دورہ کہ میرے ناظرین کو خلیج فارس کے منتہا اور دجلہ و فرات کے دہانہ تک لایا ہے اوس مین تھوڑی سی اور توسیع اونکو بغداد مین جا اُتارے گی - انگلستان مین اکثر لوگون کو سنکر تعجب ہوگا کہ سرحد ایران اور ایران کے اندرونی حصون کے سفر کیلئے بغداد ایک نہایت دلچسپ روانگی کا مقام ہے - نہ صرف مال تجارت بمقدار کثیر ایران سے یہان آتا ہے اور یہان سے ایران جاتا ہے بلکہ ایران کے بعض نہایت ہی مشہور شہر

اور آثار قدیمیہ یہان سے اور بیجا نہ ہوگا اگر یہ کہا جاے کہ فقط یہین سے روانہ ہوکر دیکھے جا سکتے ہین۔ پس مین اول بغداد پہونچنے کے مختلف راستے بیان کرونگا اور پھر اوس راستہ کا مختصر حال لکھونگا جو یہان سے سرحد ایران کو جاتا ہے۔

بغداد پہونچنے کے وزایع

سال پیشتر جبکہ مین بغداد کے سفر کا قصد کر رہا تہا تو اس شہر مین مختلف راہون سے پہونچنے کے متعلق انگلستان مین صحیح و مستند اطلاع کے بہم پہونچانے مین مجھے بڑی وقت پیش آئی۔ چونکہ اسکے محل وقوع مین ایک خصوصیت ہے اس لئے میرے علم مین اور کوئی شہر ایسا نہین جس مین ایک یورپین اتنے متعدد راستون سے داخل ہوسکتا ہو یا جہان پہونچنا مشکل بھی بیحد ہو اور آسان بھی بدرجہ غایت لیکن اس آسانی کی صرف یہی صورت ہو کہ نسبتاً وقت بہت سا ضایع کیا جاے۔

(۱) ترېزان اور سمسون کے راستے

بغداد مین بحیرہ اسود سے دو راستون سے پہونچ سکتے ہین۔ یعنی یا تو ترېزان سے براہ دیار بکر۔ موصل و دجلہ[ل] اور یا سمسون سے براہ دیار بکر و دجلہ۔ آخرالذکر راستہ وہ ہے

[ل] ترېزان سے ارض روم تک کے راستہ کے حالات کے لئے علاوہ اون مصنفون کے جن کا حوالہ پیشتر دیا جا چکا ہے دیکھو نوٹ آن اے جرنی " (ایک سفر کی یادداشت) مرقومہ ایچ۔ سوٹرد (۱۸۳۸ء) و متضمنہ روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی جلد دہم صفحہ ۴۳۴ + "جرنیز ان پرشیا" (سفرہاے ایران) مصنفہ مسز بشپ (۱۸۹۰ء) جلد دوم۔ مراسلات بست و چہارم و بست و پنجم + اور ارض روم سے دیار بکر تک کے راستے کے حالات کیلئے دیکھو مراسلات مرتبہ جی ٹیلر و متضمنہ کارنامجات رائل جاگرفیکل سوسائٹی جلد دوازدہم صفحہ ۳۰۲+

جیسے ترکی ڈاک قسطنطنیہ کی آمد و رفت کے لیے اور ڈاک کی سرعت رفتار کی یہ کیفیت ہے کہ کوئی معمولی مسافر تو اسے پہونچ ہی نہیں سکتا۔ لندن سے روانہ ہو کر اس راہ سے پورے چوبیس ۲۴ دن بعد بغداد پہونچتے ہیں[1]۔ سمسون بحیرہ اسود کی ایک بندرگاہ ہے جہاں قسطنطنیہ کے جانے آنے والے جہاز ٹھہرتے ہیں۔ ہر دو صورت سے [illegible] سال کے بعض حصوں میں بغداد کا سفر موصل سے بلکہ دیار بکر سے بغداد تک دریائے دجلہ

---

[1] سمسون اور بغداد کے درمیان حسب ذیل منزلیں ہیں جو حسین [illegible] دئے گئے ہیں وہ گھنٹوں کی تعداد ہے جو ایک منزل سے دوسری منزل تک پہونچنے میں لگتے ہیں۔ [illegible] چشتاخان (۶) خص (۷) اگت بازار (۶) ترخال (۷) توقاط (۹) [illegible] (۹) [illegible] کالی داشش (۵) کنکر یا کنگل (۴) الہ یارخان (۷) حسن چلیوری (۶) حکیم خان (۴) [illegible] (۹) [illegible] مدان (۹) ارپوت (۶) خرپوت (۶) ملاطی (۶) باقردان (۹) ارغان (۵) [illegible] (۶) دیار بکر (۶) قرہ حصانہ (۶) سفیجان (۶) [illegible] یار دین (۶) درہ (۶) نصیبین (۶) ازنا [illegible] (۶) ویرونڈ (۶) جزیرہ (۸) تکیان (۶) زاخو (۶) [illegible] (۷) تل اسکیف (۷) موصل [illegible] زاب (۱۰) اربیل (۷) کشش بیگی (۶) التون کپری (۶) کرکوک (۹) توغ (۹) دوز خرملی (۷) سلاحیہ (۹) کاراپتی (۷) جبل عباس (۹) شہردان (۹) جدیدہ (۵) بغداد (۵) سواسس اور بغداد کے درمیان اس راستہ کے اکثر حصہ کو سر الیف گولڈ اسمتھ نے ۱۸۶۴ء میں اپنی کتاب ٹیلیگراف اینڈ ٹریول (تار برقی و سیاحت) کے صفحہ ۴۱۲ سے لیکر ۴۱۵ تک میں اور پورے راستہ کے حالات کو وائیکونٹ پولنگٹن نے ۱۸۶۶ء میں اپنی کتاب "ہاف وے راونڈ دی ورلڈ" (آدھی دنیا کا سفر) کی بارہویں فصل میں بیان کیا ہے۔

مین بیڑے پر جانے سے جلد تر طے ہوسکتا ہے لیکن یہ دونون سفر صرف ایک زحمت کش مسافر کو اختیار کرنے چاہئین۔

(۲) اسکندرونہ اور حلب کا راستہ

ادہین بحر روم کی طرف سے یا تو اسکندرونہ سے براہ حلب اوریا بیروت سے براہ دمشق پہونچ سکتے ہین۔ اور ان دونون صورتون مین حلب اور دمشق سے روانہ ہونے پر مسافر اور کئی راستے انتخاب کرسکتا ہے۔ معمولی راستہ اسکندرونہ سے اول حلب کو جو چار منزل کا سفر ہے آتا ہے۔ اس سے آگے دیر آتا ہے جو دریائے فرات کے کنارہ واقع ہے اور دس منزل کی راہ ہے۔ اس سے دس منزل آگے ہیط آتا ہے یہ بھی دریائے فرات کے کنارہ واقع ہے اور یہان سے چار منزلین طے کرنے کے بعد بغداد پہونچتے ہین۔ گویا کہ کل ۲۸ منزلون کی مسافت ہوئی۔ اسکندرونہ سے حلب تک دو دن مین یا تو گھوڑے پر اوریا گاڑی پر آسکتے ہین حلب سے بغداد تک مسافر کو یا بو کرایہ پر لینے پڑین گے اور جسقدر سامان اوسکے ہمراہ ہوگا اوسی کے لحاظ سے یہ فاصلہ وہ چودہ سے لیکر سولہ دن تک مین طے کریگا۔ حلب سے ایک اور لمبا راستہ بھی اختیار کرسکتے ہین یعنی یہان سے دیار بکر جائین جو کہ گیارہ منزل ہے اور وہان سے تیرہ منزلین طے کرنے کے بعد موصل پہونچین اور وہان سے بارہ منزلون کی مسافت براہ خشکی طے کرنے کے بعد بغداد پہونچین۔[۵]

[۵] اس راستہ کا ذکر مسٹر ام ایلیس نے اپنی کتاب "آن اے ریفٹ اینڈ تھرو دی ڈیزرٹ" (سفر حصہ ۱)

(۳۳) دمشق کی راہ



دمشق اور بیروت کو ایک نہایت عمدہ گاڑی کی سڑک اور ایک روزانہ چلنے والی ڈاک گاڑی جو نو گھنٹہ مین فاصلہ طے کرتی ہے آپسمین ملاتی ہے۔ دمشق سے مسافر مفصلہ ذیل دو راستون مین سے کوئی سا ایک اختیار کرسکتا ہے یعنی (۱) براہ تدمور یا پالمیرا و دیر۔ [۵۱] یہ کل مسافت معمولی اونٹ ۲۰ دن مین اور ۳۰۰ سانڈنی ۱۳ دن مین طے کرسکتی ہی دوسری کوئی سواری اس راہ سے جا نہین سکتی۔ اسکے علاوہ خطرون سے بھی یہ راہ خالی نہین (۲) پرانے صحرایا سانڈنی کی ڈاک کی راہ جو ریتیلے بیابانون کے بیچون بیچ ہوتی ہوئی جاتی ہے۔ اس راہ کو معمولی مسافر قریبًا ۱۵۰ گھنٹہ (جو ۴۵۰ میل کے مساوی متصور

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۰۳ وصحرا کی جلد اوّل مین کیا ہے حلب اور دیار بکر کی درمیانی منزلین حسب ذیل ہین۔ اخارین (۷) بیگلربیگی (۶) مسلم (۷) مضر (۷) براجیک (۱۲) ہواہ یا دیواک (۹) شمشیہ (۷) سویراک (۶) قیناک (۶) قراباغچہ (۶) دیار بکر (۶) موصل سے بغداد تک کی راہ کا حال تھیلمین نے ۱۸۷۲ء مین اپنی کتاب "جرنی ان دی کاکیسس" (سفر قاف وغیرہ) کی جلد دوم فصل ششم مین اور بائینڈر نے ۱۸۸۴ء مین اپنی کتاب (حالات کردستان) کی فصل نہم مین بیان کیا ہے۔

[۵۱] اس راستہ کا حال ٹرسٹرم ایلیس نے اپنی کتاب کی دوسری جلد مین لکھا ہے دمشق اور دیر کے درمیان حسب ذیل منزلین ہین۔ جرود۔ قصیر۔ قریتین۔ عین البادیہ۔ تدمور۔ رخا۔ سخنہ۔ الیوبیب۔ بیر کباکب۔ دیر۔ دیر اور بغداد کی درمیانی منازل کی تفصیل پہلے درج کیجا چکی ہے موسیو ان تھیلمین ۱۸۷۲ء مین کربلا سے براہ پالمیرا گھوڑے پر سوار ہو کر دمشق کو گیا۔ دیکھو "سفر قاف وغیرہ" جلد دوم فصل ہفتم۔

ہوسکتا ہے) یا پندرہ دن مین طے کرسکتا ہے لیکن ڈاک کا ہرکارہ اسسے دس دن مین طے کرتا ہے۔ چالیس سال سے بھی زیادہ مدت تک انگریزی قونسل متعینہ بغداد نے اس سانڈنی کی ڈاک کو اوّل اوّل ہندوستان کی گورنمنٹ سے ایک وظیفہ کی اعانت حاصل کرکے قایم رکھا۔ ابتداءً یہ ڈاک کا سلسلہ مہم فرات و فلاٹیلا[1] (جنگی جہازون کا بیڑا) کے متعلق قایم ہوا تھا لیکن گورنمنٹ ٹرکی نے ایک ڈاک کا سلسلہ اپنی طرف سے شرح محصول مابین الاقوام کے ساتھ جاری کردیا جسکی رقابت کی وجہ سے سلسلہ اوّل الذکر منقطع ہوگیا۔ یہ راستہ تکلیفون اور زحمتون سے پر ہونے کے علاوہ دلچسپی سے اس درجہ معرا ہے اور لبسا اوقات خطرات کا اسمین اسقدر سامنا کرنا پڑتا ہے کہ سوائے اون لوگون کے جنہون نے آرام و آسایش کے خیال کو نظر انداز کرنے اور سلامتی کو معرض خطر مین ڈالنے کا مصمم قصد کرلیا ہو اور کوئی مسافر اس راہ کو اختیار نہین کرتا۔

(۴) خلیج فارس کی راہ

بالآخر بالکل تری کی راہ سے بھی بغداد پہونچنے کا ایک طریقہ ہے یہ راستہ گو بڑے

---

[1] اس ڈاک کے سلسلہ پر ماہ فروری ۱۸۳۸ء سے ماہ اپریل ۱۸۴۳ء تک مبلغ لعہ ۵ صمامصہ خرچ ہوئے اسکے بعد بیس سال تک ایک مرتبہ کے آنے جانے کا خرچ آٹھ پاؤنڈ پڑتا تھا۔ لیکن اسکے بعد خطوط کی تعداد اسقدر بڑھ گئی کہ یہ ڈاک اپنے مصارف کی خودکفیل ہوگئی۔ اس راستہ سے دمشق اور بغداد کے درمیان ٹھہرنے کے مقامات یا کنوئین حسب ذیل ہین۔ الضمیر۔ اینا۔ روماتا۔ التنف۔ ترکھف۔ اکارا۔ اداما۔ امہیور۔ رحجی سابون۔ ایچ۔ کسیر خبار۔ قبیسہ۔ اور حیط۔ ۱۲

چکر کا ہے اور اس مین وقت بہت صرف ہوتا ہے لیکن اس مین آسایش بھی بڑی ہے
برٹش انڈیا نیویگیشن کمپنی (ہندوستان کی جہازران کمپنی) کے آگبوٹ یوروپ کے
پننشولر اینڈ اورینٹل جہازون کے سلسلہ مین بمبئی سے روانہ ہوکر براہ کراچی وخلیج فارس
بصرہ پہونچتے ہین۔ یہان مسافر جہاز سے اترکر یوفریٹس اینڈ ٹاٹگرس اسٹیم نیوگیشن
کمپنی (دجلہ اور فرات کی دخانی کشتی چلانے والی کمپنی) کی کشتیون مین سوار ہوتا ہے جو دریا
کی حالت کی رو سے تین دن سے لیکر چار دن تک مین مسافر کو دجلہ کی راہ سے بغداد
پہونچا دیتی ہین۔ اس راستہ مین اگر کوئی نقص ہے تو وہ یہ ہے کہ وقت بہت صرف
ہوجاتا ہے۔ لندن سے منزل مقصود تک پہونچنے مین پانچ ہفتہ سے زیادہ عرصہ لگتا ہے

بغداد سے طہران تک کا سفر

ذکرہ بالا راستون مین سے کسی ایک کے ذریعہ سے مسافر کو بغداد مین پہونچا کر
اب مین اوسے یہ بتاتا ہون کہ سرزمین ایران مین وہ اسطرف سے کسطرح داخل ہوسکتا
ہے اور راہ مین کیا کیا چیزین اوسکے دیکھنے مین آئین گی۔ بغداد سے سرحد ایران تک
جو ترکی منزل خانیکن سے پانچ میل پرے سے شروع ہوتی ہے۔ نوے میل کا فاصلہ ہی
سڑک کا اکثر حصہ ایک ہموار صحرا مین واقع ہے اور قیام کے مقام حسب ذیل ہین۔ نہی
سعدیا اور ناخان (۱۵ میل) یعقوبیہ (۱۴) شہرآباد (۲۶) قزل رباط (۱۸) خانیکن (۱۷)
ڈاک کا کوئی سلسلہ اس راہ پر قایم نہین۔ مسافر کو باربرداری کے لئے بغداد مین جانور
کرایہ پر لینے پڑتے ہین اور خانون مین جو کاروان سرا کے ترکی مترادف ہین اور مسافر

بنگلوں میں قیام کرنا پڑتا ہے۔ سرحد ایران کے جنگی خانہ سے ہٹنے کے بعد مسافر کو حسب ذیل راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے:-

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ باعتبار میل
خانیکن (۱۰۰۰ فٹ)		
قصر شیرین (۱۷۰۰ فیٹ)	۶	۱۸
سرپل	۵	۱۸
کرند (۵۲۵۰ فیٹ)	۸	۲۹
ہارون آباد	۶	۲۰
ماہی دشت	۶	۲۲
کرمان شاہ* (۵۰۰۰ فیٹ)	۴	۱۴
بیستون	۶	۲۱
صحنہ	۴	۱۶
کرنگاور *	۵	۱۸
سعید آباد	۶	۲۳
ہمدان *	۶	۲۵
میلاگرد	۷	۲۵

* = دفاتر تار برقی۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
ذرہ	۴	۱۶
نواران ✤	۹	۳۲
شمیران	۴	۱۴
خوشکیک	۵	۱۹
خان آباد ✤	۶	۲۲
رباط کریم	۸	۳۲
طہران (۳۸۰۰ فیٹ)	۷	۲۸
میزان	۱۱۲	۴۱۲

پس کل فاصلہ بغداد اور طہران کے درمیان ۴۰۸ + ۹۰ یا تقریباً ۵۰۰ میل[1] ہے۔ کرمان شاہ اور طہران کے درمیان چاپار کی ڈاک اور چاپار خانے ہین لیکن خانیکن اور

(۱) اس راستہ کو کلی یا جزئی طور پر جے۔ ایس بکنگھم نے سنہ ۱۸۱۶ء مین اپنی کتاب "ٹریولس ان اسیریا (سفر اسیریا) کی جلد اول فصل اول ۱ نہم مین بیان کیا ہے۔ اسکے علاوہ حسب ذیل سیاحون نے اپنے سفرنامون مین اسکا ذکر کیا ہے "پرسنل نیریٹو" (آپ بیتی) فصل سیزدہم الی نوزدہم مصنفہ آنریبل جے کیپل (سنہ ۱۸۲۴ء) "ٹریولس ان کردستان" (سفر کردستان) جلد دوم مراسلات ہشتم الی دوازدہم مصنفہ جے بی فریزر (سنہ ۱۸۳۵ء) "ارلی ایڈونچرز" (ابتدائی سرگذشت) جلد اول صفحہ ۲۰۱ الی ۲۵۲ مصنفہ سر ایچ لیارڈ (سنہ ۱۸۴۲ء) "لینڈ مارچ" (خشکی کا سفر) جلد اول فصل ۱۰ و جلد دوم فصل ۱۔ مصنفہ ای۔ ایل۔ مٹفورڈ (سنہ ۱۸۴۰ء) "نیریٹو آف اے جرنی تو دی فرانٹیر آف ٹرکی اینڈ پرشیا"

✤ = دفاتر تار برقی۔

کرمان شاہ کے درمیان صرف ایک ڈاک کی چوکی سرپل مین ہے جہان ڈاک کے گھوڑے بدلے جاتے ہین۔ اسلئے بغداد سے کرمان شاہ تک بذریعہ کاروان آنا پڑتا ہے۔

پہاڑ شہر اور آثار الصنادید



سفر تین اعتبار سے خاص طور پر دلچسپ ہے اولاً زگراس کے عظیم الشان سلسلہ کوہ کو اس راستہ سے خانیکن اور کرمان شاہ کے درمیان عبور کرتے ہین۔ درہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸۔(سرحد ایران وروم کی سیاحت کی داستان) مندرجہ "لمبی ریکارڈس" مصنفہ کام فیلکس جونز (۱۸۴۴ء) "کاروان جرنیز" (سفرہائے کاروان) صفحہ ۱۔ الی ۵۰ مصنفہ جے۔ پی فیریئر (۱۸۴۵ء) "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از انڈس تا بہ دجلہ) صفحہ ۱۴۳ الی ۴۶۹ مصنفہ ایچ ڈبلیو۔ بیلیو (۱۸۷۲ء) "حالات کردستان" فصل یازدہم الی سیزدہم مصنفہ ایچ بائینڈر (۱۸۸۴ء)۔ بغداد سے طہران کو ایک اور راستہ محتسم کی طرف سے بھی آتا ہے جسے کاروان بالعموم موسم سرما مین اختیار کرتے ہین۔ کنگاور سے متفرع ہوکر یہ راستہ حسب ذیل سمت مین جاتا ہے بیر پسپاہ (۱۹ میل) تائج (۳۴) وزآباد (۲۵) سروک (۱۹) سیاوشان (۲۷) جیرود (۲۱) سلیان (۱۶) قم (۲۱) (دیکھو "مینزان پرشیا" (سفرہائی ایران) ۱۸۹۵ء جلد اول مراسلات سوم الی ہشتم مصنفہ مسز بشپ۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ انیطیس وہی جو ایران مین اسطارطی کہلاتی تہی اور جسکی عام طور پر میڈیا۔ سوسیانا اور کپیڈوشیا مین پرستش کیجاتی تہی اوسکے مندر کے کہنڈر کنگاور مین موجود ہین۔ دیکھو "حالات آرمینا وغیرہ" نقشہ جات ۱۶۲ الی ۶۸ مصنفہ سی ٹیکسیر۔ اور "ایران قدیم" جلد اول نقشہ جات ۲۰ الی ۲۳ مصنفہ فلینڈن وکاسٹ۔ اس مندر کا پارتھین زمانہ مین تعمیر ہونا بیان کیا جاتا ہے دیکھو "ایران کی قدیم صنعت" حصہ پنجم صفحہ ۷ الی ۱۱ مصنفہ ایم۔ ڈیولا فاسے۔

کے سب سے زیادہ ڈہلوان حصّہ کو جسے تنگ گرا کہتے ہین اور جو سرپل اور کرند کے درمیان واقع ہے بوشہر و شیراز کے راستہ کے "کوتلون" سے پوری تشبیہہ دیجاسکتی ہے اور موسم سرما مین برف کی وجہ سے یہ درہ اکثر مسدود رہتا ہے یہ چڑہائی مسافر کو اسیریا اور کلدیا کے ہموار میدانون سے ایران کی اوس بڑی سطح مرتفع پر لے آتی ہے جسے مسافر ایران کو الوداع کہنے سے پہلے نہین چھوڑتا۔ ثانیًا ایران کے آباد اور پر رونق شہر کرمان شاہ اور ہمدان جنکے حالات کے لئے ناظرین کو اس کتاب کا سولہوان باب پڑہنا چاہیئے اور جو نہایت ہی شاداب اور زرخیز قطعہ زمین پر واقع ہین مسافر کے دیکھنے مین آتے ہین۔ ثالثًا بیتون اور طاق بستان مین جو کرمان شاہ سے ۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے وہ ایران کے بعض نہایت ہی مشہور و معروف آثار قدیمہ کو پاتا ہے۔ چٹانون کے ترشے ہوئے حصّے پتھر کی مورتین اور بت اور کتبے جو پہاڑ کے تراشے ہوئے پہلوؤن پر اوسے نظر آتے ہین اوسے نہ صرف عہد سلف کی عظمت و جلال کی داستان سناتے ہین بلکہ وہ اُن مین اون تاریخی کارنامون کو ثبت پاتا ہے جو دمیاط کے پتھرون سے بلحاظ وقیع اور اہم ہونے کے دوسرے درجہ پر ہین اور جنکا معمّا موجودہ صدی نے حل کیا۔ جو مسافر متجسس اور محقق ہون وہ ان کتبون کو یہان پڑھ سکتے ہین۔

خلاصہ

مین نے اب کسیقدر تفصیل کے ساتھہ اور جسقدر کہ اکثر لوگون کو خیال ہوگا اوس سے زیادہ سابقہ محنت اور سعی کے ساتھہ سرحد ایران کا دورہ ختم کیا ہے اور جو مسافر کہ سیاحت

ایران کا قصد رکھتے ہون اونکے لئے ایسی معلومات بہم پہونچائین ہین جو اونہین کسی دوسری کتاب مین نہ مل سکین گی لیکن مین نے ضروری خیال کیا کہ ایسی کتاب مین جسے اوس ملک کی معلومات کے متعلق جو کہ اوسکا موضوع ہے جامعیت کا دعویٰ ہے ایسے عام واقفیت کے امور بالتفصیل درج کئے جائین۔

مین نے ایران مین شمال جنوب مشرق اور مغرب سے داخل ہونے کے طریقے بتادئے ہین اور جو راستے اور وسایل کہ اسکے لئے ضروری ہین اونہین تفصیل و وضاحت کے ساتھ درج کردیا ہے۔ اب اس باب کے ختم کرنے سے پہلے میرے لئے سازوسامان کے متعلق اوس اطلاع کا بہم پہونچانا باقی رہتا ہے جو مشرق کے سیاح کیلئے اسی قدر ضروری ہے جسقدر کہ یورپ کی ریلوے پر ٹکٹ کا ہونا۔

سامان قافلہ

ایران مین کاروان کے ذریعہ سے سفر کرنے کے لئے جو سازوسامان مطلوب ہوتا ہے اوسکے متعلق مین ناظرین کو مفصلہ ذیل کتابون کا حوالہ دینے سے بہتر کوئی اطلاع بہم نہین پہونچا سکتا۔ "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ سر چارلس مکگریگر کی دوسری جلد کا ضمیمہ نشان ا "سکس منتھس ان پرشیا" (چھہ مہینے کا سفر ایران) مصنفہ مسٹر اے اسٹیک کی دوسری جلد کی تیرہوین فصل اور ڈاکٹر ولس کی دلچسپ کتاب "ان دی لینڈ آف دی لاین اینڈ دی سن" (شیر اور آفتاب کی سرزمین کی سیر) کا ضمیمہ نشان - ج - کم لوگ ایسے ہونگے کہ اونکو کاروان کے ہمراہ سفر کرنے کا پہلے کہین اور تجربہ نہ ہوچکا

ہو اور وہ قافلہ کی زندگی کی ضروریات کے متعلق پہلے سے اپنی رائے نہ قایم کر چکے ہون اور باوجود اسکے وہ ایران مین کاروان کے ذریعہ سے نیا نیا سفر کرین۔ خیمون کا عرض وطول بستر کی ترکیب ہمراہ لیجانیکے سامان کی کمترین مقدار۔ گولی باروو کا ذخیرہ۔ ہمراہیون کی تعداد اشیاء خورد نوش یہ سب ایسی چیزین ہین جنکے انتخاب کا انحصار ایک حد تک تو سیاح کے مذاق یا مقاصد سفر پر ہوتا ہے اور ایک حد تک اوس وضع وروش پر جسکا کہ رواج ہو اس لیئے اگر زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ ان امور کے متعلق ہدایات دی جایئن تو ممکن ہے کہ بعض لوگ انہین زاید از ضرورت تصور کرین۔ یا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ دائرہ رواج سے خارج ہو جایئن۔ البتہ چاپار کے ذریعہ سے سفر کرنے والے سیاح کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اوسے غالبًا انگلستان سے روانہ ہوتے وقت ذرا بھی یہ خیال نہین ہوتا کہ آگے چلکر کیا پیش آئے گا اور اگر اُسے پہلے سے معلوم ہو کہ اپنے ہمراہ کیا لے چلنا اور کیا چھوڑ جانا چاہیئے اور کن کن امور کا متوقع ہونا اور کن کن باتون سے محترز رہنا چاہیئے تو اوسے نہ صرف بہت سی تکلیفون سے رستگاری حاصل ہو گی بلکہ خرچ مین بھی کفایت ہو گی۔

سامان سواری چاپار

یورپین وضع کے صندوق بکچے اور ٹوپی رکھنے کے صندوقچے ہمراہ لے جانے بے سود ہین۔ اگر کوئی شخص انہین ہمراہ لے بھی آیا تو یا تو راستہ مین اوسے اونکو چھوڑ دینا پڑیگا اور یا وہ اوسکے پیچھے پیچھے چیونٹی کی چال خچرون یا کاروان کے اونٹون پر آیئنگے

اور آتے آتے اونکے پرزے اڑ جائین گے۔ جس اصل اصول پر چارپار سوار کو کاربند ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ رخت سفر کا ہر ایک حصہ کمیت کے اعتبار سے اتنا بڑا ہو کہ پویہ پڑتے ہوئے گھوڑے کے ایک طرف کو لٹکایا یا تسمہ سے باندھ لیا جا سکے۔ اور دوسرا اصول یہ ہونا چاہیئے کہ جہان تک ممکن ہو رخت مسطور کے تمام اجزا مساوی وزن اور یکسان جسامت کے ہون۔ خفیف سی عدم مساوات بھی گھوڑے کو بہت گران گزرتی ہے اور راستہ مین قدم قدم پر ٹھہرنا اور بوجھ کو برابر کرنا پڑتا ہے۔ مین ایران مین دو اوسط درجہ کے گلیڈ اسٹون وضع کے تھیلے جنکا طول وعمق علی الترتیب ۲۲ انچ اور ۱۴ انچ تھا اپنے ہمراہ لیتا گیا اور چونکہ دوسرے مسافرون نے بھی جن سے مجھے سابقہ پڑا انہین تھیلون کے ساتھ سفر کرنا پسند کیا ہے اس لئے مین بلا تامل کر سکتا ہون کہ یہ تھیلے سب مین عمدہ ہین۔ ایران مین پہونچکر تم ہر ایک ایرانی قصبہ کے بازار مین دیسی زین کے خریطون کا ایک جوڑا جنہین یہان خرجینین کہتے ہین خرید سکتے ہو یا ایک دن مین فرمایش سے تیار کرا سکتے ہو یہ خرجینین دری اور چمڑے کو ملا کر بنائی جاتی ہین۔ اپنے گلیڈ اسٹونی تھیلون کو ہر ایک خرجین مین ڈال لو اور اسے اپنے بارگیر کے گھوڑے کی پیٹھ پر لاد دو۔ دونون طرف کا وزن برابر ہوگا اور تمہین پھر کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ چونکہ بارگیر زین کا استعمال نہین کرتا بلکہ جو سامان اوسکے گھوڑے کی پیٹھ پر لاد دیا جاتا ہے اوسپر ٹانگین پھیلا کر بیٹھ جاتا ہے اسلئے وہ اسکے علاوہ کمل کوٹ اور بستر جسقدر چاہو لیجا سکتا ہے۔ تمہارا ایرانی ملازم جسے ضرور ہے کہ تم پہلے سے نوکر رکھ لو (کیونکہ بغیر ایسے نوکر کے سفر کرنا داخل

حماقت ہے) اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر خرجینون کا ایک دوسرا جوڑا ڈال لیگا جسمین چہوٹے چھوٹے تھیلے یا چیزین کھانا پکانے کے برتن اور خود اوسکا اپنا سامان بھرا جا سکتا ہے۔ بالآخر تم خود اپنے گھوڑے کی قبورون اور خرجینون مین سفر کی ضروری ضروریات یعنی شراب کا قرابہ روپیہ۔ طپنچہ۔ لوازم زینت اور کتابین وغیرہ ڈال سکتے ہو۔ گلیڈاسٹونی تھیلون کے علاوہ مینے اپنے ہمراہ بہورے کرمچ کے دو مفید تھیلے لے لئے تھے جو نہایت مفید ثابت ہوئے۔ ان مین اگر کچھ بھرنا ہو تو بہت سی چیزین آسکتی ہین۔ حالانکہ اگر ضرورت نہ ہو تو لپیٹنے سے یہ تہوڑی سی جگہ مین آسکتے ہین جو کچھ مین نے بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہو گا کہ جسقدر گھوڑے کا بوجھ ہلکا ہو گا اوسیقدر جلد تم منزل طے کر سکو گے۔

سازو یراق

سازو یراق کے متعلق مجھے یہ کہنا ہے کہ ایرانی زین جو تنگ اور اونچے کنارون کا ہوتا ہے انگریزی زینون سے اسدرجہ مختلف ہے کہ اگر ایک انگریز اوسپر سوار ہوگا تو اوسی تکلیف اٹھانی پڑیگی اوسے چاہیئے کہ ایک انگریزی کشادہ فوجی زین معہ قبورون اور خرجین کے اپنے ساتھ لائے اور بہت سے قلابے یا کنڈے بھی جنکے ساتھ تسمے لگے ہوئے ہون اپنے ہمراہ رکھے کیونکہ ان کی راستہ مین بہت ضرورت پڑے گی۔ مین نے اپنے زین کے ایک قبورمین شراب کا ایک شیشہ جسمین ایک کوارٹ[1] سے زیادہ شراب تھی اور جو کئی

[1] اندازاً سیر بھر۔ مترجم

سو میل کے سفر کی ضرورتون کے لیئے کافی تھی رکھہ لیا تھا۔ بعض دفعہ مسافر اسقدر خستہ و ماندہ ہوجاتا ہے کہ کسی معین حرارت عزیزی کا ساتھہ نہ ہونا گویا اپنے منہ سے آپ موت کا بلانا ہے۔ اور مجھے اوس بیچارے مسافر پر ترس آتا ہے جو ایران مین چاپار کا سخت سفر اختیار کر کے چا، نوشی پر اکتفا کرے۔ مین اپنے ساتھہ ایک انگریزی دہانہ اور دوباگ کی لگام لایا تھا اور انہین کو مین نے برابر استعمال کیا۔ لیکن انگریزی دہانہ کا استعمال علاوہ اوس صورت کے جب کہ گھوڑے کی حالت پر رحم کیا جائے اور کسی صورت مین جائز نہین۔ ایرانی قزئی اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور ایرانی گھوڑے اس سے قابو مین نہین آتے۔ اگر گھوڑا اڈہا اور سست ہوا۔ تو وہ اس قزئی کو مان جائے گا لیکن اگر جاندار اور الیل کرنیوالا ہوا تو سوار کو لیکر بھاگ جائیگا۔ بہر حال دیسی قزئی کا استعمال عام طور پر بہتر ہے خواہ ایسا کرنا ظلم مین ہی داخل کیون نہ ہو[۵۱]۔ زین کے ساتھہ ایک نمدہ کا عرق گیر بھی لے لینا چاہیئے کیونکہ چاپار کے اکثر گھوڑون کی پیٹھہ زخمی ہوتی ہے۔ اور اگر

---

[۵۱] سر ٹامس ہربرٹ کو جب ذیل رائے ظاہر کیئے ہوئے دو سو ستر سال کا زمانہ گذرتا ہے۔ ایرانی لوگ اپنے گھوڑون کی شوخی اور دم خم کو تیز قزئیون سے جنمین ایک آہنی حلقہ لگا ہوتا ہے کم کرتے ہین۔ اس مین شک نہین کہ اب بھی اسی قسم کی قزئی کا رواج ہے اسکی شکل انگریزی حرف H کے مانند ہوتی ہے بیچ کی سلاخ کے وسط مین سے ایک تیز پیچ اوپر کو نکلی ہوتی ہے۔ اس پیچ مین ایک قلابہ لگا ہوتا ہے جو نیچے کے جبڑے کی طرف گذر کر نہایت زبردست دہانہ کی زنجیر کا کام دیتا ہے۔ اگر گھوڑا منہ کا ذرا بھی نرم ہو تو خفیف سے اشارہ سے بھی وہ بیتاب ہوجائے گا۔ حالانکہ لگام کو زور سے کھینچتے وقت جیسا کہ ایرانیون کا اپنی شہسواری دکھانے کے لئے اکثر دستور ہے۔ بیچارے جانور کو سخت تکلیف ہوتی ہوگی۔

کوئی اور خیال نہ بھی ہوتا ہم انسانیت کا یہی تقاضا ہے کہ اس احتیاط کو مدنظر رکھا جائے مین اپنی رکابون کے گرد فلالین لپیٹ لیا کرتا تھا - کیونکہ شب مین اور علی الصباح سخت سردی پڑنے کے باعث لوہا یخ ہو جاتا ہے اور اس ترکیب سے پاؤن ٹھنڈ سے محفوظ رہتے ہین -

لباس

سواری کے لیئے مین ایک مضبوط نیکر با کر کے استعمال کا مشورہ دونگا جو گھٹنے پر سے تنگ نہ ہونی چاہیئے کیونکہ اگر تنگ ہوگی تو کھنچنے سے جلد پھٹ جائے گی - مین نے ڈاکٹر ولس کے مشورہ پر کاربند ہو کر طفلس سے روسی لمبے بوٹون کے دو ڈھیلے جوڑے مول لئے - ان بوٹون کو آسانی سے پہن اور اتار سکتے ہین اور یہ نہایت لچکدار ہوتے ہین اسکے علاوہ ڈھیلے ہونے کے باعث ان مین پاؤن گرم رہتے ہین -

ہندوستان کے انگریزی افیسر بالعموم سواری کے وقت چھوٹے بوٹ اور پٹی[51] کا استعمال کرتے ہین اور بعض مسافرونکو نیکر با کر کے بجائے پتلون پہن کر سواری کرنا زیادہ پسند ہے شکاری بوٹ کی ایک جوڑی جسکے تلے مین میخین لگی ہون سنگلاخ کوتلون اور درون مین پھرنے کے لیے مسافر کے واسطے از بس ضروری ہین اگر ہلکے جوتے ہونگے تو جلد اونکے تلون مین سوراخ ہو جائے گا - گولوش[52] (کفش پوش) بھی ہمراہ لے لینے چاہئین تا کہ امرا

[51] پٹی غالباً ایک ایرانی الاصل لفظ ہے اور پائے تو کا مخفف ہے جسے مازندران کے باشندے اپنی ٹانگون کے گرد لپیٹتے ہین - [52] گولوش ایک انگریزی لفظ ہے جس سے مراد ہے وہ جوتا جو ایک دوسرے جوتے کے اوپر اوسے کیچڑ پانی سے محفوظ رکھنے کے لیئے پہنا جائے - ہمارے ملک مین چونکہ اس کا رواج نہین اس لیئے اسکے واسطے کوئی لفظ بھی نہین - مینے اس کا ترجمہ کفش پوش کیا ہے گو اس لفظ سے کان آشنا نہین لیکن نئے خیالات

وعمائد سے ملنے جاؤ تو انہیں پہن لو۔ کیونکہ ان لوگون کو اپنی قالینون کی صفائی کا بڑا خیال ہوتا ہے اور وہ یہ پسند نہین کرتے کہ کوئی شخص گرد آلود یا کیچڑ مین بھرے ہوئے جوتی کا داغ اونکے فرش پر لگائے اور پنڈلی اور گھٹنے تک کی اونی جرابین ضروریات سے ہین اور مہمیز کی ایک جوڑی کا ہونا بھی لازمی ہے سواری کے وقت ہمیشہ فلالین کی قمیصین پہننی پڑ مین گی گو کہ طہران کے نکتہ چین لوگون کے جلسون مین پہن کر جانے کے لیے سوتی قمیصون کے بغیر کام نہین چل سکتا۔ سواری مین مجھے نارفاک وضع کی اکہرے کالر اور بہت سی جیبون والی جیکٹ (مرزئی) کی وجہ سے بہت بڑا آرام ملا۔ سواری کے لئے میرے نزدیک اس سے بہتر لباس نہین ہوسکتا اور مین ایک دوست کے شکریہ سے کبھی عہدہ برا نہ ہوسکونگا جسکے مشورہ پر عمل پیرا ہوکر مین نے کاتی ہوئی اون کی ایک کارڈیگن وضع کی واسکٹ (فتوی) اپنے ہمراہ لے لی گرمی کے وقت مین اسکو اُتار ڈالتا تھا اور سردی مین پہن لیتا تھا۔ اور سرد راتون مین تو مجھے اس سے وہ آرام ملا کہ بیان سے باہر ہے۔ اگر شاہی خاندان کے لوگون اور صوبہ دارون اور وزرا سے ملنا ہو تو ایک سیاہ فراک کوٹ (کھلے یا بند گلے کا گھٹنون تک کا کوٹ) بھی ضرور اپنے ساتھ رکھنا چاہیے جس شخص نے ایک کٹا ہوا کوٹ پہنا ہوا ایرانی اوسکو نہایت غیر مقطع خیال کرتے ہین اور اگر اوس وسیع دامن والے لباس سے جسے شاہ کجکلاہ پہنتے ہین ایرانیون کے مذاق کا اندازہ لگایا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ بدن کا پیچھے کا حصہ جسقدر زیادہ ملبوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶ – کو اپنی زبان مین لانے کے لئے کانون کو مجبوراً ایسی آوازون سے آشنا ہونا پڑے گا۔ مترجم

ہوگا اوسی لحاظ سے اونکے نزدیک پہنچنے والے کا رتبہ اور درجہ بڑہا ہوا ہوگا۔ بخلاف اس کے اونہین کے لباس کا چندان خیال نہین ہوتا۔ اور ملک مین شاہی ایک ایسا شخص ہی جس سے ملنے کے لیے ایک ملی ہیٹ (انگریزی ٹوپی) بہی واجبات سے ہے سواری کے مضبوط داستانے بھی سفر مین مطلوب ہونگے اور مجھے میکگریگر کے ساتھہ اس امر مین اتفاق ہے کہ ایک دہری ترائی ہیٹ کا اثنا سے سفر مین استعمال کرنا چاہیے۔ ہیلمیٹ (انگریزی خودنما ٹوپی) کی طرح یہ ٹوٹ نہین سکتی۔ دہوپ کی تیزی سے سر کو محفوظ رکہتی ہے۔ اور شہر مین داخل ہوتے وقت اگر تم اسکے بیرونی خول کو اتار دو تو وہ نئی نکل آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ گویا تم ابھی بانڈ اسٹریٹ (لندن کے ایک وضعدار محلہ کا نام) سے نکلے ہو لیکن مدید تجربہ کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ اور کپڑون کے علاوہ ایک ڈریس سوٹ (کہانے کے کپڑون کا جوڑا) ضرور ہمراہ رکہنا چاہیے۔ مجھے خواہ کل ہی لاسہ یا ٹمبکٹو کا سفر اختیار کرنا پڑے تاہم ڈریس سوٹ ضرور میرے ہمراہ ہوگا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ خواہ مین حبشیون کے بادشاہ کی حضور مین باریاب ہون خواہ تبت کے لامہ کے دربار مین جاؤن ہر جگہ یہ ڈریس سوٹ میرے کام آئے گا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ مینے کسی سی یہ سنا تھا کہ جنرل گارڈن جب قاہرہ سے خرطوم کو روانہ ہوا تو وہ ڈریس سوٹ پہنے تہا۔ اوپر کے لباس کے متعلق روزمرہ کے استعمال کے لیے مین ایک بالائی کوٹ۔ اگر برسات ہو تو ایک برساتی اور ایک نہایت گرم اوورکوٹ کے پاس رکہنے کا مشورہ دونگا۔ کیونکہ راتون کو بعض دفعہ غضب کی کڑکڑاتی سردی پڑتی ہے۔

بستر



ایرانی چاپار خانوں میں پلنگ نہیں ہوتے۔ مسافر کے پاس اگر اپنا سفری پلنگ نہ ہوگا تو اوسے فرش خاک پر سونا پڑے گا۔ سب سے بہتر طریقہ اس کی تلافی کا یہ ہے کہ مسافر اپنے ہمراہ ایک بڑا کرمچ کا تھیلا لیتا جائے جو ساڑھے تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا ہو اور ایک طرف سے اس طرح چیر کہلا ہو کہ جب چاہیں اوسے بٹن لگا کر بند کرسکیں۔ ایران کے ہر ایک گاؤں میں جو کی کٹی جسے وہاں کاہ کہتے ہیں مل سکتی ہے۔ تھیلے کو اگر اس سے بھر کر فرش پر بچھا دیا جاے تو ایسا نرم اور گدگدا بچھونا بن جاتا ہے کہ اس سے بہتر دنیا میں نہیں ہوسکتا۔ ہر ایک ایرانی بازار میں رضائیاں بکتی ہیں۔ ایک رضائی کہیں سے خرید لو اور کچھ عمدہ قسم کے کمل اور ایک تکیہ ولایت سے اپنے ہمراہ لیتے آو۔ ایک موم جامہ کی چادر بھی مفید ثابت ہوگی جسے دن کے وقت بستر کے گرد لپیٹ سکیں اور رات کو اوسکے نیچے بچھا سکیں۔ میں اپنے ساتھ سوتی چادریں بھی لایا تھا لیکن کسی چاپار خانہ میں اونہیں ایک دفعہ بھی میں استعمال میں نہیں لایا۔ سردی نہایت شدت کی پڑتی تھی اور میں اسقدر تھکا ہوتا تھا کہ پورے کپڑے بھی نہیں اوتار سکتا تھا۔ غسل کرنے اور منھ ہاتھ دہونے کے لئے ربڑ کے تہ ہوجانے والے حمام اور ایک طشت کے ساتھ رکھنے سے نہایت آرام ملے گا۔ تولیے بھی ضرور ساتھ لے لینے چاہئیں۔ غسل کے جو معنی ہم سمجھے ہوے ہیں اون معنوں میں ایرانی غسل نہیں کرتے اور اس لئے اونکے غسل کے سامان و لوازم پر تکلف نہیں ہوتے چونکہ چاپار خانوں کے جن کمروں میں مسافر قیام کرتے ہیں اونکے دو اور بعض دفعہ تین

دروازے ہوتے ہین جو باہر کی طرف کو کھلتے ہین اور یہ دروازے ہمیشہ بوسیدہ ہوتے ہین اور اکثر تو سرے سے ہوتے ہی نہین اس لئے ہلکے پردون کی ایک جوڑی اور کچھ کیلین اپنے ہمراہ رکھنی چاہئین تاکہ باہر کی سرد ہوا کے جھونکے جہان تک ممکن ہو اندر نہ آنے پائین۔

کھانا اور پکانا

مسافر کہ گھوڑے پر کڑی منزلین طے کرتا ہے اوسے غالبًا یہ بات معلوم ہوگی کہ اوسکی غذا بہت کم ہے اور اس بارہ مین اوسکی ضروریات آسانی سے پوری ہوجاتی ہین۔ سڑک کے کنارہ جو گانون واقع ہین اون مین اور ڈاک کی چوکیون سے روٹی اور انڈے ہمیشہ خریدے جاسکتے ہین اور بعض دفعہ ایک آدھ بڈھی مرغی بھی ملجاتی ہے۔ دودھ ہر جگہ دستیاب نہین ہوسکتا۔ کیونکہ گائین یہان زیادہ نہین پالی جاتین اور جب مینے دودھ کی جستجو کی تو مجھے اکثر ناکامی ہوئی۔ بکری کا دودھ یہان عام طور پر گائے کے دودھ سے زیادہ ہوتا ہے ایک ماہی توا ایک چار کی کیتلی اور ایک چار دانی ضرور اپنے ساتھ رکھنی چاہئیے۔ یہ تمام چیزین ایران کے ہر ایک بازار مین مل سکتی ہین۔ تامچینی کی طشتریان گلاس۔ انڈے دان۔ چھریان۔ کانٹے اور ایک چھوٹا سا ایٹنا کے نشان کا لیمپ جس مین روح شراب جلتی ہے یورپ (باکو) سے ساتھ لانے چاہئین۔ ٹینون مین بند کئے ہوئے گوشت۔ شوربے اور بسکٹ آج کل طہران اصفہان اور شیراز کے یورپین یا ارمنی سوداگرون کی دکانون سے مل سکتے ہین لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ان چیزونکو

اپنے ہمراہ لایا جائے۔ کراس اینڈ بلیکول کا ٹینون مین بند کیا ہوا شوربا نہایت خوش طعم ہوتا ہے اور آسانی سے تیار کئے جا سکنے کے علاوہ پوری غذا کا کام دیتا ہے۔ قرص یا سفوف کی شکل مین تیار کیا ہوا شوربا اپنی قسم کی اچھی چیز ہے اور تھوڑی سی جگہ مین بہت سا آجاتا ہے لیکن اوسکے پکانے اور تیار کرنے مین محنت اور وقت زیادہ صرف ہوتا ہے۔ سارڈین مچھلی محفوظ کیا ہوا گوشت۔ چاکولیٹ یا کوکا۔ لیبگ کی بیف ٹی (ماء اللحم) اور عمدہ چا، یا کافی مفید ثابت ہون گی۔ ان چیزون کو یوروپ سے خرید لینا چاہیئے۔ دانہ دار شکر ایران کے چھوٹے سے چھوٹے گاؤن مین خریدی جا سکتی ہے اثنائے سفر مین مین اپنا کھانا ہمیشہ قریباً خود ہی پکاتا رہا۔ ایندہن سستا ہے اور آسانی سے خریدا جا سکتا ہے دو اینٹون سے بڑا اچھا چولھا بنجاتا ہے اور اگرچہ دہوئین کے نکلنے کے لئے دروازہ کے سوائے اور کوئی راستہ نہین ہوتا پھر بھی اس باورچیگری مین وہ لطف حاصل ہوتا ہے کہ جس شخص نے دن مین اسّی میل سفر کیا ہو وہی اس سے آشنا ہو سکتا ہے

ادویہ

ایک چھوٹا سا ادویات کا صندوقچہ اپنے ہمراہ رکھنا چاہیئے۔ اجنبی کو خاص طور پر جن بیماریونکے اندفاع کا انتظام کرنا ہوگا وہ بخار۔ اسہال اور پیچش ہین کلوروڈین اور کونین اس صندوقچہ کے اجزا کا جزو اعظم ہونگی

ہتیار اور گولی بارود

اگر سیاح کو شکار کا شوق ہے تو ظاہر ہے کہ وہ جس قسم کا شکار کرنا چاہتا ہے اوسی کے

لحاظ سے اپنے پاس بندوق اور کارتوس وغیرہ رکھ لے گا۔ لیکن اگر محض ملک کی سیر کیلئے وہ معروف شاہراہوں پر سفر کر رہا ہو تو مین اوسکو بندوق اور کارتوس اپنے ساتھ لیجانے کا مشورہ نہین دیتا کیونکہ وقت صرف کئے اور محنت اُٹھائے بغیر شکار آسانی سے دستیاب نہین ہوسکتا اور ان آلات کی وجہ سے اوسکے سامان کا بوجھ بہت کچھ بڑھ جائیگا دور از راہ مقامات مین شکار بافراط ملتا ہے اور شکاری کے پاس ہدایات کے ساتھ اگر صید افگنی کا سامان کافی ووافی ہو تو اوسے بہت کچھ ملسکتا ہے طہران کی نواح مین بہترین شکارگاہون پر شاہ کا قبضہ ہے لیکن مین بلاتامل کہہ سکتا ہون کہ اگر کوئی شخص شکار کا خواہان ہو اور شاہی شکارگاہ کے کسی محافظ سے وہ دوچار ہوجائے تو ایک شلنگ کا انعام پاکر وہ بڑی خوشی سے اوسے شکار کے ہانکنے مین مدد دیگا۔ شمالی علاقہ مین شیر اور جنوبی اور جنوبی ومغربی حصہ مین شیر ببر پائے جاتے ہین۔ اور جنگلی مرغ اور تیتر تو ہر جگہہ ملتے ہین۔ اسکے علاوہ ہر سلسلہ کوہ مین انواع واقسام کے ہرن اور چکارے اور جنگلی بھیڑین اور بکریان دستیاب ہوسکتی ہین۔ کوہستان البرز مین جنگلی ریچھ اور جنوبی دریاؤن کے کنارون پر جنگلی سور دیکھنے مین آتے ہین۔ جو مسافر کہ عام طور پر شکار نہ کھیلنا چاہتا ہو اوسکے لئے قرین مصلحت ہوگا کہ ایک ریوالور (کئی ضربون کا طپنچہ) اپنے ساتھ رکھے ڈاکو اور لٹیرے محض اس خیال سے کہ وہ مسلح ہے اوسکے نزدیک آتے ہوئے ہچکینگے مین نے اپنے پستول سے اس سے زیادہ قاتلانہ کام نہین لیا کہ بائو بہاگتے ہوئے تیترون پر چھوڑا اور یا ایک دفعہ ایک لنگڑے گدہے کو جسے اوسکے مالک نے چھوڑدیا

تھا اس مصیبت سے نجات دی۔

خفیف امور کے متعلق مشورہ

چھوٹی چھوٹی چیزین جو اثنائے سفر مین مفید ثابت ہون گی لیکن جنکے افادہ کی زیادہ بیان کرنے کی بسبب مجھے ضرورت نہین یہ ہین۔ مومی دیا سلائیان۔ تہ ہو جانے والے موم بتیون کے اگے (موم بتیان ایران کے بازارون مین ہر وقت ملسکتی ہین) کرم کش سفوف۔ موم روغن (تداخل وتضاد آب وہوا کی وجہ سے جلد پھٹ جاتی ہے) تمازت آفتاب کے اثر سے بچنے کے لئے ایک آسمانی رنگ کی عینک۔ ہوا سے بھرے جانیوالے تکیئے ایک دوربین اور سب مین آخر لیکن باعتبار افادہ کے سب مین افضل خطہ ایران کا بہترین نقشہ جو روپیہ خرچ کرنے سے ملسکتا ہو۔ اگر مین یہ کہون کہ اس آخری خواہش کے پورا کرنے کے لئے اس کتاب کی خریداری کی ضرورت لاحق ہو گی تو مجھے امید ہے کہ میرا یہ قول گستاخانہ متصور نہوگا۔

سفر کا موسم

سفر ایران کے لئے بہترین موسم کے انتخاب کے دو اختیاری پہلو ہوسکتے ہین یا تو موسم خزان کا آخری حصہ اور یا فصل بہار۔ موسم اوّل الذکر اکتوبر سے جنوری تک رہتا ہے اور ثانی الذکر مارچ سے شروع اور مئی مین ختم ہوتا ہے عام طور پر اواخر ماہ دسمبر مین طہران مین اور آذربایجان مین اس سے بھی پہلے برف پڑنی شروع ہو جاتی ہے اور مرتفع درون کو بند کر دیتی ہے اور مسافر کو اس کی وجہ سے سردی کی نہایت زحمت اٹھانی پڑتی ہے

مارچ مین برف پگھلنے لگتی ہے۔ موسم بہار کے سفر کا فائدہ یہ ہے کہ ہر طرف سبزہ زار نظر آتا ہے جو مسافر کو کسی دوسرے موسم مین دکھائی نہین دیتا۔ وہ پرندون کو چہچہاتا ہوا سنتا ہے اور پہولون کو کہلتا ہوا دیکھتا ہے اور ایران کے قومی شاعری کے معمے کو انہین کی وساطت سے حل کرتا ہے اور اس موسم کے سفر مین سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دن لمبے ہوتے ہین جن سے لمبی منزلین آسانی سے طے ہوتی ہین مگر ان تمام دلفریبیون کے ساتھ یہ عذاب بھی لگا ہوا ہے کہ دوپہر کے وقت سخت گرمی ہوتی ہے اور رات کے وقت کھٹمل پسوا ور مچھر ستاتے ہین۔ بخلاف اسکے خزان اور جاڑے مین آب وہوا توانائی بخش اور دلکشا ہوتی ہے۔ مین نے ایک ہزار میل کا سفر گھوڑے پر طے کیا اور راستہ مین مینھہ کا ایک قطرہ بھی نہین گرا۔ اور جو ملک کہ غلاظت کی وجہ سے مشہور ہے اوس مین ایک پسو نے بھی مجھے نہین ستایا لیکن اسکے ساتھہ ہی یہ بات بھی ضرور تھی کہ نہ سبزہ کی دلفریبی تھی اور نہ منظر کی دلکشائی اور جون جون جاڑے پڑتے جاتے تھے دن گھٹتے جاتے تھے اور رات کے وقت شدت کی سردی پڑتی تھی۔ گرمیون مین دن کے وقت سفر کرنا ناممکن ہے۔ مسافر یا تو سوتے ہین اور یا آرام کرتے ہین اور سفر چاندنی کی چاندنی اور تارون کی چھاؤن مین رات کے وقت کیا جاتا ہے[۱]۔

---

[۱] یہ ایک امریکن سیاح ہی کا حصہ تہا کہ اوس نے اول تو ایران مین موسم گرما مین سفر اختیار کرنے کی غلطی کا مرتکب ہوکر راتون کو منزلین طے کین اور پہر دوسری غلطی یہ کی کہ جو کچھہ اوسکے دیکھنے مین نہ آیا تہا اوسکے متعلق ایک کتاب لکھہ ماری "دی ہنٹنگ نائیٹ مارچز ان پرشیا" (ایران کا سفر نیم شبی) مصنفہ ایچ بیلنٹائن۔

تیسرا باب

لندن سے عاشق آباد تک کا سفر

مین آتا ہون مغرب سے مشرق کی جانب — سمند اپنا باد صبا کو بنا کر
دکھاتا ہون اون پتلیون کا تماشا — جو اس خاکدان مین ہوئین تار گستر

(شکسپیئر "ہنری رابع" حصہ دوم)

پیرس سے قسطنطنیہ تک کا سفر

اواخر ماہ ستمبر ۱۸۸۹ء مین پیرس سے نئی "اورئنٹ اکسپرس" ریل مین سوار ہوا جو پستھ پہونچکر بلگریڈ۔ صوفیا اور ایڈریانوپل ہوتی ہوئی قسطنطنیہ آتی ہے۔ سرویا بلگیریا اور ٹرکی مین اسکی رفتار نہایت ہی دہیمی پڑگئی تھی لیکن پھر بھی مین قسطنطنیہ مین وقت پر پہونچا۔ اس مین کچھ شک نہین کہ یہ سفر جس مین اب پورے ساڑے انہتر گھنٹے صرف ہوتے ہین اور جسکی تکلیف وہ تاخیر کا اسکے بعد ایک دفعہ اور مین تجربہ کر چکا ہون کم از کم سات آٹھ گھنٹہ کم مین طے کیا جا سکتا ہے لیکن ریلون کے سلسلہائے متعلقہ کے نظما کے سامنے اس تجویز کا پیش کرنا کچھ لاحاصل سا معلوم ہوتا ہے۔ قسطنطنیہ مین پہونچنے اور وہان سے روانہ ہونے کی تکلیفین مشہور ہین اور بہت سے مسافرون کو اونکا خمیازہ کھینچنا پڑا ہے

لیکن کشتی سے اُترتے وقت کا عذاب جو رشوت دے دلا کر کسیقدر کم ہو سکتا ہے اون جانکاہ مصائب کے مقابلہ مین کچھ بھی نہین جو چنگی کے معائنہ کے وقت پیش آتی ہین۔ اسٹنبول کے جدید ریلوے اسٹیشن پر ترکی افسر چنگی کا معائنہ کرتے وقت مسافرون کے ساتھہ ایسی کج خلقی سے پیش آتے ہین جو اونہین کا حصّہ ہے میرے پاس ایک پروانہ راہداری تھا اور ریلوے اسٹیشن پر سفارت کی طرف سے ایک "خواص" مجھے لینے بھی آیا لیکن اعتبار اور اعزاز کی ان علامات کے باوجود مجھے چنگی خانہ مین سوا گھنٹہ تک روکا گیا۔ میرے صندوقون مین جو اسباب بھرا تھا اوسے نہایت بے رحمی سے الٹ پلٹ کیا گیا۔ جن چیزون کو احتیاط اور حفاظت کے ساتھ مینے سفر ایران کے لئے باندہا اور بند کیا تھا اونہین کھولکر ایک ایک کرکے دیکھا اور جانچا گیا اور ایک صندوقچہ جسمین چند جلیبی گھڑیان تہین جو مین ایران مین لوگون کو تحفتہً دینے کے لئے لایا تہا اوسے کہلوا کر فخریہ طور پر اس امر کا اعلان کیا گیا کہ میری نیت اس مال کو خفیہ طور پر بے محصول ادا کئے لیجانے کی تھی اور فوراً اوسپر محصول لگایا گیا۔ اگر چنگی کے محصول لینے کا یہی طریقہ یا یون کہئیے کہ اس طریقہ کے نفاذ کا یہی طرز قایم رہا تو بجاے اسکے کہ مسافر اس راہ سے قسطنطنیہ آنا پسند کرین۔ وہ اور اولٹے اس سے احتراز کرین گے۔

پروفیسر (علامہ) ویمبری

پیرا مین خوبی قسمت سے مجھے معلوم ہوا کہ جس ہوٹل مین مین مقیم ہون اوسی مین میرے دوست پروفیسر ویمبری بھی فروکش ہین۔ سلطان کے مدعو کرنے پر وہ ہنگری کی

ایک کمیشن کے صدر ہو کر آئے تھے تاکہ استنبول کے محلون کے تاریخی اور علمی خزانون کا سراغ لگائین۔ جو سفر کہ مین اختیار کرنے والا تھا اور جسکے بعض حصّون کو وہ تیس سال پہلے آج کل کے مقابلہ مین کم خوش آیند حالات مین طے کر چکے تھے اوسکے متعلق میری اون سے دیر تک نہایت دلچسپ گفتگو ہوتی رہی اس عرصہ مین خود ایران مین تو کوئی معتدبہ انقلابات واقع نہین ہوئے لیکن ایران کی ہمسایہ سلطنتون کی حالت بہت کچھ بدل گئی ہے جو علاقہ کہ پہلے ترکمانون کی تاخت وتاراج کی جولانگاہ بن رہا تھا اور جہان تاتاری لوگ پہلے حکومت کرتے تھے وہان اب روسی سنتری کا پہرہ ہے اور ان وجوہ سے جو دلچسپی کہ اس خطہ سے وابستہ ہے وہ دس حصہ زیادہ محویت انگیز ہو گئی ہے۔

بحیرہ اسود کے ظرف دار آگبوٹ

چونکہ میرے لئے ایک تاریخ مقررہ کو باطوم پہونچنا ضرور تھا تاکہ مین اوس جہاز پر جو باکو سے چھوٹنے والا تھا سوار ہوسکون اور گولڈن ہارن سے کوئی مسافر کشتی وہان اس عرصہ مین جانے والی نہ تھی اس لئے مین نے ایک آگبوٹ مین جسپر انگریزی پھریرا اڑتا تھا اور جو نیوکیسل کی آرمسٹرانگ مچل اینڈ کمپنی کی ملک سے تھا باکو جانیکا انتظام کر لیا یہ آگبوٹ اون نئی قسم کی دخانی کشتیون مین سے ہے جو آجکل بہ تعداد کثیر بحیرہ اسود کی موج پیمائی کرتی ہین اور ٹینک اسٹیمر (ظرف دار آگبوٹ) کے نام سے مشہور ہین۔ انہین باطوم سے مٹی کا تیل بھر کر لاتے کے لئے خاص ترکیب سے تیار کیا گیا ہے۔ اس قسم کے تیس آگبوٹون کا ایک بیڑا موجود ہے جن مین سے اکثر انگلستان مین تیار ہوئے ہین اور بیس سے زاید

انگریزی تاجرون کے قبضہ مین ہین۔ باطوم اور لندن۔ لیورپول۔ وینس۔ ٹریسٹ۔ ہیمبرگ۔ راٹرڈم۔ اینٹورپ اور براعظم یورپ کے دوسرے بندرگاہون کے درمیان یہ آگبوٹ چلتے رہتے ہین ہندوستان چین اور جاپان کو جہان دفعتہ بہت سا مال جانے لگ گیا ہے تیل ظرف دار آگبوٹون مین نہین لے جاتے بلکہ ڈبون مین بند کرکے لیجاتے ہین جنہین اطراف واکناف ملک مین تقسیم کردیا جاتا ہے[۱] ۔ظرف دار آگبوٹ علیحدہ علیحدہ آہنین ظروف کے ایک سلسلہ پر مشتمل ہے جن مین باطوم کے حوضون سے تیل براہ راست بذریعہ نل کے پہونچا دیا جاتا ہے اور باطوم مین باکو سے ظرف دار ریل گاڑیون مین بھر کر لایا جاتا ہے۔ ان آگبوٹون مین سے بعض تو پرانی مال بھر کر لیجانے کی کشتیان ہین جنہین موجودہ صورت مین بدل دیا گیا ہے۔ لیکن نئے آگبوٹون کی ترکیب اور ساخت مین دن بدن زیادہ اصلاحین ملحوظ رکھی جا رہی ہین۔ حال مین کچھ آگبوٹ ایسے بنے ہین کہ ۴۰۰۰ ٹن (۱۱۲۰۰۰ من) تیل اون مین بھرا جا سکتا ہے اور امید ہے کہ آگے چل کر اس سے بھی بڑے جہاز تیار ہو سکین گے۔ جس آگبوٹ "لکس" نامی مین مین سوار تھا وہ اوس وقت خالی تھا لیکن باطوم کو وہان سے نیا مال لانے کے

[۱] اب ہندوستان مین بھی تیل انہین ظرف دار جہازون مین آنے لگا ہے اور ہندوستان کی بندرگاہون مین بڑے بڑے مٹی کے تیل کے حوض بنا دیئے گئے ہین۔ جن مین تیل آگبوٹ مین سے بذریعہ نل کے کھینچکر بھر دیا جاتا ہے اور پھر وہان سے ریل کی ظرف دار گاڑیون مین جو خاص اسی مقصد کے لئے تیار کیگئی ہین۔ بھر کر ملک کے مختلف حصون مین بھیجا جاتا ہے۔

مترجم

لئے جا رہا تھا اس کے ظروف مین دو ہزار ٹن تیل سما سکتا ہے۔ یہ آگبوٹ اگرچہ مسافرون کی آمد و رفت کے لئے خاص طور پر نہین بنائے گئے ہین لیکن جس مسافر کو جلدی ہو اوسے ان مین سوار ہونے سے یہ فائدہ ہے کہ یہ قریباً تمام مسافر آگبوٹون کی طرح۔ اینبولی۔ سینوپ۔ سمسون اور ترابزان کے ترکی بندرگاہون مین ٹھہرتے نہین ہین بلکہ سیدھے باطوم کو جاتے ہین۔ جہان نوناٹ (جہازی میل) فی گھنٹہ کی رفتار سے قسطنطنیہ سے تین دن سے بھی کم مین پہونچ سکتے ہین۔

باطوم کا شہر اور اوسکی آبادی

قریباً ایک سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ مجھے باطوم مین ایک دفعہ پہلے بھی پانچ دن تک اون عظیم الشان طوفانون مین سے ایک کے باعث جنکے لیے بحیرہ اسود[۱] ہمیشہ سے

---

[۱] دو سو سال ہوتے ہین کہ مشہور سیاح سر جان چارڈن نے بحیرہ اسود کی جہازرانی کے خطرات کو اسطرح سے بیان کیا۔ دوسرے سمندرون کے مقابلہ مین یہان طوفانون کے زیادہ شدید اور زیادہ خوفناک ہونے کا یہ باعث ہے کہ اسکا پانی ایک محدود تنگنا کے اندر مقید ہے اور نکلنے کا کہین رستہ نہین۔ آبنائے باسفورس بوجہ زیادہ سیدھی ہونے کی اسکا مخرج نہین ہوسکتی اور اسلئے جب طوفان کی وجہ سے پانی مین سخت تموج برپا ہوتا ہے اور ساحل سے گھرا ہوا ہونے کے باعث اوسے نکلنے کو کہین راستہ نہین ملتا تو موجین بلند ہوکر بسرعت و طاقت تمام جہاز کو تھپیڑے مارتی ہین اور ہر طرف سے آ آکر اوسکے پہلوؤن پر ٹکراتی ہین۔ "ٹریولس انٹو پرشیا" (سفر ایران) صفحہ ۱۵۶۔

مشہور چلا آیا ہے ٹھہرا رہنا پڑا (بحیرہ اسود پر بائرن نے جو مشہور نظم لکھی ہے وہ ہم سبکو یاد ہے لیکن اوسکے اقتباس کی یہان پر ضرورت نہین) لیکن مجھے یہ خیال نہ تھا کہ اس سمندر کی خوبصورت مگر غیر دلاویز شکل اسقدر جلد پھر دیکھنے کا موقع مجھے ملیگا۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس ایک سال کے وقفہ مین روسیون نے اس شہر کی حالت کو سدہارنے اور اوسے مستحکم کرنے مین بے حد مستعدی سے کام لیا ہے گیارہ سال نہین ہوتے کہ عہدنامہ برلن

لہ ہز اکسلنسی لارڈ کرزن بالقابہم نے اس نظم کا اقتباس اس مقام پر اسوجہ سے درج نہین فرمایا کہ انگریزی دان لوگ بائرن کی مشہور نظم سے بخوبی واقف ہین لیکن چونکہ اردو دان ناظرین قدرتی طور پر اس نظم کے مشتاق ہونگے اس لئے مین امید کرتا ہون کہ میرا اس نظم کا ترجمہ یہان درج کرنا اونکے لئے باعث سرور و دلچسپی اور اس لحاظ سے حجم کتاب مین اضافہ کرنے کی خطا کیلئے سپر اشفیع ہوگا:۔

مترجم

بہے جا اے یم زرف وعمیق و تیرہ و اخضر
تجھے بیڑون کی کیا پروا جہازون سے تجھے کیا ڈر

زمین کو گرچہ کرتا ہے تبہ اور پائمال انسان
تفوق اوسکا مٹ جاتا ہے ساحل پر مگر آکر

تری ہر موج طوفان خیز ہے منشور بربادی
حکومت ہے تو ہی تیری ہی ملک آب پر یکسر

نہین رہتے یہان آثار باقی اوسکی غارت کے
غنیمت بلکہ انسان خود یہان ہے اور تو غارت گر

اوسے تو غرق کردیتا ہے مثل قطرۂ بہنا سے
حباب آہ کی دستار موج آب کی چادر

نہ گور اوسکو میسر ہے نہ حاصل ہو کفن اوسکو
نہ پرسان ہے کوئی اوس کا نہ کوئی نوحہ خوان اوسپر

تری راہون پر انسان کے قدم جم ہی نہین سکتے
نہین وہ چھین سکتا تیرے میدانون سے مال و زر

تو خشم آلودہ ہوکر اور جھنجلا کر جو اٹھتا ہے
تو بس ہوتی ہے اوسکو بس تری موجون کی اک ٹکر

اوسے حاصل ہے جو طاقت زمین برباد کرنے کو
مچاتا ہے وہ جسکے زعم مین ہر روز شور و شر

سب تجھے نفرت ہے اس سے اور تو فرط حقارت سے
لگاتا ہے اوسے سیلاب ہیبت ناک کی ٹھوکر

کی رو سے روسیون کو باطوم مین اوّل قدم رکہنے کی جگہ ملی اور ساڑھے تین سال گذرتے ہین کہ انہون نے نقض عہد کر کے اوس مقام کا جو اوسوقت تک ایک عام بندرگاہ تہا۔

نہین رہتا مرد اوسکا باقی ہو کے سرگردان — وہ جب کہتا ہے تیرے پر خطر گرداب مین چکر

اوسے اس بیکسی مین اپنے یاد آتے ہین اپ معبود — دعائین مانگتا ہے اون سے ہوکر عاجز و مضطر

کسی ساحل پہ اوسکو پہینک دیتا ہی تو آخر کار — پڑا رلس زمین پر مت اوٹھا اے ابن آدم سر

وہ بیڑے جو چمکتے اور گرجتے ہین دم پیکار — لبان شعلۂ برق و مثال نالۂ تندر

ملاتے ہین جو شہر و قلعہ سنگین کو مٹی مین — مٹاتے ہین جو نقش بارہ و برج و فصیل و در

ہراسان ملک ہین جن سے لرزتی جن سے ہین قومین — پڑے ہیبت سے جن کی کانپتے ہین تاجور تھر تھر

نہنگ چوب انہین کہتی کہ جن کا صانع خاکی — عبث نازان ہی اوس شی پہ بنا جسکی ہی پانی پر

انہین کے بل پہ وہ یہ دعوی بیہودہ کرتا ہے — کہ تو اوسکا ہے محکوم اور وہ تیرا حاکم و داور

کہلونے ہین یہ تیرے اور مچل کر بار بار تو نے — انہین توڑا ہے موج آسمان پیکر سے ٹکرا کر

کیا تو نے ہی سر نیچا غرور آدمیت کا — گیا لٹ تیرے ہاتہون سے ہی سامان ٹریفلگر

ترے ایک ایک ساحل پر ہے اک اک سلطنت لیکن — بجز تیرے ڈہلین تغییر کے سانچے مین سب آخر

ہوئی کیا عظمت یونان ہوئی کیا شوکت بابل — کہان ہے کارتہج کی شان کہان روما کا کروفر

زمانہ جب موافق تہا بنایا تیری لہرون نے — تجارت کا انہین مرکز حکومت کا انہین مصدر

بہت سے غاصبون اور جابرون کو ان پہ تو لایا — بنین وحشی کی یہ اور غیر کی حلقہ بگوش اکثر

تغیر اسقدر لایا زوال اور انحطاط ان کا — اجڑ کر ہو گئے صحرا جہان آباد تہے کشور

نہین ممکن گر اے بحر تجہ مین انقلاب آنا — نہ ہوگا حشر تک بہی ختم تیرا نیلگون دفتر

ترا حسن اس بلا کا ہے نہین قدرت زمانہ مین — کہ ڈالے جہریان تیری جبین لاجوردی پر

نظر آیا تہا صبح کن مکان کو جس طرح لبریز — اوسی انداز سے اب تک چہلکتا ہے ترا ساغر

الحاق کرلیا۔ باطوم اسوقت ایک بڑا قصبہ ہے جسکی آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اگرچہ صحیح شمار معلوم نہین ہوسکتا کیونکہ روس مین شمار اعدادی کے صحیح طور پر حاصل ہونے کی توقع نہین کیجا سکتی لیکن باطوم کی آبادی تخمیناً تینتیس ہزار ہوگی[ف] جسمین سے غالباً ایک تہائی روسی ہین اور باقی مختلف قومون کے لوگ بستے ہین۔ مثلاً ترک۔ گرجستانی۔ سرکیشیائی۔ منگریلیائی۔ ایرانی۔ ارمنی۔ یونانی۔ لیونطینی۔ یہودی۔ انگریز۔ جرمن۔ فرانسیسی۔ آسٹرین۔ غرضکہ یورپ کی ہر قوم وملت کے لوگ مشرق الاقصیٰ مین کسی نئی ابھرتی ہوئی آبادی کی عام طور پر جو ابتدائی اور اتفاقی صورت ہوا کرتی ہے وہی اس قصبہ کی بھی شکل ہے۔ عالیشان عمارتون کے پہلو مین جھونپڑیان دکھائی دیتی ہین اور وسیع بازار اور کوچے دلدلون اور مٹی کے ڈھیرون پر جاکر منتہی ہوتے ہین۔ اصول حفظان صحت کے اعتبار سے اس مقام کی حالت ناگفتہ بہ ہی ور رہنے کے مکان نہایت ہی بودے ناپائدار اور ناقص ہین۔ گرمیون کے موسم مین

شبیہ خالق بیچون وبے ہمتا ہمین تجھ مین	دم طوفان نظر آتی ہے اے آئینۂ انور
تموج تجھ مین پیدا یا تلاطم تجھ مین برپا ہو	سکون کا یا خموشی کا ہو تو پہنے ہوئے زیور
تو ڈھانپے برف سے قطب شمالی وجنوبی کو	دیا کھینچے تو خط استوا پر نیل کا مسطر
ہر اک حالت مین تو بے انتہا ہے اور بے پایان	فراخی تیرا مسلک اور وسعت ہے تیرا مشعر
ازل تیرا شبستان ہے ابد ہے متکا تیرا	بقا تیری ردا ہے اور پہنائے فضا بستر
تجھے کہیئے خدا کے جود اور اکرام کی مسند	تجھے لکھیئے خدا کی عظمت واجلال کا مظہر

[ف] - مسٹر ہاؤسنی پایران کو جاتے وقت ۱۸۸۶ء مین باطوم ٹھیرے تو اونہون نے اسکے متعلق یہ بیان کیا کہ "اسوقت باطوم کی یہ حالت ہے کہ سوائے چند میلی کچیلی جھونپڑیون کے اور یہان کچھ دیکھنے مین نہین آتا

یہان کے پچاس فیصدی باشندے بیماری کی وجہ سے از کار رفتہ ہوجاتے ہین اور بہت کم ایسے ہونگے جو اون سمی ابخرون کے متعدی اثر سے محفوظ رہین جنکا اس شہر کی نواح مولد و منفذ ہے اور جو ایک دو سال کی سکونت کے بعد جسم مین پیوست ہوکر قوائے جسمانی مین انحطاط پیدا کردیتے ہین۔

روزانہ زندگی

ن متعدد ہوٹل فرانسیسونکے موجود ہین اور ان سب مین اچھا ہوٹل "دی فرانس" ہے اور نیز ہوٹل امپیریل" مین طبقہ اعلی کے لوگ اور روسی افسر باہم ملکر کہانا کھانے اور اُس وقت کو جو کام کاج سے بچ رہتا ہے باطوم کے بے خودی پیدا کرنے والے حوالیات سے کنارہ کش ہوکر آپس مین بات چیت کرنے اور تفریح مین گزارنے کیلئے جمع ہوتے ہین معمولی سرکاری یا تجارتی کامون کے علاوہ یہان اور کوئی دلبستگی یا تفریح کا سامان نہین۔ گفتگو کا خاص موضوع آجا کر دکانداری رہ جاتا ہے اور مٹی کا تیل جو یہان خاص لین دین کی چیز ہے مشام تقریر کو رہ رہ کر اپنی خوشبو سے معطر کرتا ہے۔ اطراف وجوانب کا منظر اگرچہ بدرجہ غایت خوشنما ہے لیکن وہان اور کوئی ایسی شے نہین جسکی کشش اہل باطوم کو اپنی طرف کھینچ لائے رتھ کار بڑی محنت سے ملتا ہے اور اگر دور گئے تو اس مین خرچ بہت پڑتا ہے۔ سڑکین اسقدر موجود نہین کہ سواری کا لطف حاصل ہو سال کے اکثر حصہ مین دوپہر کے وقت گرمی شدت سے پڑتی ہے اور مینھ بالعموم برستا رہتا ہے۔ غرضکہ جو شئے اتنے آدمیون کو اس ڈراونی جگہ مین لائی ہے وہ طمع زر ہے۔ دولت یہان حیرت انگیز عجلت کے ساتھ

کمائی جاسکتی ہے اور کمائی گئی ہے اور کم باشندے یہان کے ایسے ہونگے جنکا
یہ مصمم قصد نہ ہو کہ روپیہ خوب سا مل جائے تو باطوم سے ایسے بھاگین کہ پھر مڑکر اوس کی
طرف دیکھین تک نہین۔

مٹی کے تیل کی تجارت

بحر اسود کے مشرقی ساحل پر باطوم ہی ایک ایسا بندرگاہ ہے جسے عمدہ کہا
جاسکتا ہے اور گو روس نے فوجی ضرورتون کے تقاضے پر اس اعتبار سے اسپر قبضہ
کر لیا لیکن جیسا کہ مین ظاہر کر چکا ہون جس چیز نے باطوم کو بنا دیا ہے وہ مٹی کا تیل ہے
جو اسکی روح ہے۔ خلیج کے کنارہ کنارہ اور اوس مسطح اور بخار آلودہ قطع زمین پر جو باطوم کو
عظیم الشان شجر پوش پہاڑیون سے جدا کرتا ہے مٹی کے تیل سے بھرے ہوئے حوض
اور اون مختلف تجارتی کوٹھیون کے کارخانے نظر آتے ہین جو اس نفع رسان تجارت
مین مشغول ہین[۱]۔ باکو اور باطوم کے درمیان ۵۰۰ سے اوپر ظرف دار ریل گاڑیان آتی جاتی
ہین۔ سب سے بڑے کارخانے نوبل اور راس چائلڈ کے ہین جنمین سے اول الذکر نے اوس
تجارتی بلند ہمتی کے اقتضا سے جسکے لئے اوسکا کارخانہ عرصہ سے مشہور ہے دشوار گزار
کوہ سورم پر ریلوے لائن کے ساتھ طفلس کے قریب نل کا ایک سلسلہ قایم کرنے
کی رعایتی اجازت حاصل کی ہے[۲] چنانچہ اون کی ظرف دار گاڑیون مین جو باکو سے صاف

---

[۱] باطوم مین ۸۵ حوض ہین جن مین ۱۳۸۰۰۰ ٹن تیل سما سکتا ہے (۱ ٹن = ۲۸ من)
[۲] کارخانہ نوبل کے نل کے سلسلہ کا طول مکیلوود سے کویرلی تک ۴۰ میل ہے اس نل کے دور کا قطر
۴ اینچ ہے اور اسکے ذریعہ سے روزانہ ۷۰۰ ٹن تیل آسکتا ہے۔

شدہ تیل بھر کر آتا ہے وہ نل کے ذریعہ سے طفلس تک آجاتا ہے اور یہان سے گاڑیون مین پھر بھرا جاکر باطوم پہونچتا ہے - اسطرح سے زیادہ مسافت طے نہین کرنی پڑتی - انجنون اور گاڑیون کے پرزے زیادہ فرسودہ نہین ہوتے اور جو غیر معمولی چڑہاؤ اور اوتار راستہ مین آتے ہین اون پر جو وقت صرف ہوتا وہ بچ جاتا ہے -

روسی چنگی خانہ

بڈستا کے "کانٹینٹل ریلوے گائیڈ" (دستور العمل ریلوے برائے براعظم یوروپ) مین جو چند سطرین باطوم کے حالات کے متعلق لکھی ہین اون مین یہ درج ہے کہ "یہان چنگی کا محصول نہین لیا جاتا" جس شخص نے یہ فقرہ لکھا ہے اوسے حقیقت اوسوقت معلوم ہو جب وہ سمندر کی راہ سے باطوم کو جائے اور یہی وثوق آمیز فقرہ مہذب مگر ناشنوا روسی چنگی کے افسر کے سامنے دہرائے جو اوسے خشکی پر اُترنے کی اجازت دینے کے قبل جہاز مین آکر اوسکی تلاشی لے لیتا ہے - افسر مزبور کی سختی کے کم کرنے کا اگر کوئی طریقہ ہی تو وہ یہ ہے کہ رخت سفر نیا ہونے کے بجائے کہنہ یا مستعمل ہو -

تجارت اور بندرگاہ

باطوم سے بیرونی ممالک کو جسقدر مال تجارت جاتا ہے اوسکا اندازہ اس واقعہ سی لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۸۸۹ء مین ۷۱۴ غیر ممالک کے جہازات یعنی وہ جو کہ روسی نہین تھے بندرگاہ مین داخل ہوئے - ان مین سے ۲۱۴ انگریزی جہاز تھے جنکی رجسٹری شدہ کمیت ۸۰۲۱۳۴ ٹن مین سے ۲۶۸۷۸۱ ٹن تھی کل مقدار مٹی کے تیل کی جو ۱۸۸۹ء مین

باہر بھیجی گئی بمقابلہ ۲۶۳۰۵۰۳۴ ٹن قیمتی ۱۱ لاکھ [illegible] پاونڈ سال گزشتہ کے ۸۵۰۹۴۶ ٹن قیمتی ۳۰ لاکھ [illegible] پاونڈ تھی۔ سنہ ۱۸۸۹ء مین جسقدر مال ہندوستان چین اور جاپان کو گیا جسکا مین اوپر ذکر کرچکا ہون اوسکی قیمت سنہ ۱۸۸۷ء کے مال برآمد شدہ کی قیمت کے مقابلہ مین جو نسبتاً کچھ بھی نہین تھی بڑھکر ۹ لاکھ [illegible] پاونڈ ہوگئی۔ اس میزان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ انگلستان کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اگر ممکن ہو تو بلوچستان ہندوستان اور برہما مین تیل بہم پہونچانے کے متعلق خود اپنے ذرایع کو ترقی دے۔ روسیون کی نگرانی مین باطوم کی بندرگاہ جس مین اب تک سواے اسکے اور کوئی خوبی نہ تھی کہ ساحل کے قریب پانی یہان نہایت گہرا تھا جلد جلد بہت کچھ ترقی کررہی ہے۔ گزشتہ سال شمالی بند کے اندر کی طرف کو ایک پشتہ تعمیر کیا گیا تھا اور اب اسکے انتہائی کنارہ پر ایک برجی قایم کرکے اسے مستحکم کیا جائیگا۔ ساحل کے کنارہ کنارہ ستون بٹھائے جارہے تھے یہان اب ایک سنگین گہاٹ بنایا جائیگا اور سب سے آخر مین روشنی کے مینار سے جو جنوب کیطرف واقع ہے ایک اور بند شروع کرکے اوس گہاٹ تک لیجانے کا قصد ہے جو شمال کی طرف ہے۔ بندرگاہ کی ان کل تعمیرات پر تخمیناً پانچ لاکھ پاونڈ صرف ہون گے جو گورنمنٹ روس ادا کریگی۔ حال مین (اکتوبر سنہ ۱۸۹۱ء مین) اخبارون مین یہ خبر شایع ہوئی ہے کہ تجارتی بندرگاہ پوٹی مین منتقل کی جانے والی ہے۔ جہان وسیع معیار پر گہاٹ تعمیر کئے جائین گے اور باطوم مین بری اور بحری فوج اور سامان جنگ رہے گا۔ لیکن مجھے اسمین شبہ ہے۔

———

روس کی فوجی تیاریان

اس مین کچھ شک نہین کہ باطوم مین جنگی ضروریات کی طرف بہت کچھ توجہ مبذول
کی جارہی ہے اور اونکے متعلق اسقدر جانفشانی اور عزیمت سے کام لیا جارہا ہے کہ
صاف معلوم ہوتا ہے کہ روس اپنی قاف کی سرحد کی اس بحری کلید کو نہایت اہم اور وقیع
سمجھے ہوئے ہے۔ پانچ بڑے بڑے قلعے جن مین سے بعض ابھی تکمیل کو نہین پہونچے
ساحل کے استحکام کا ثبوت دیرہے ہین اور بیس سے زیادہ سنگین نال کی توپین اونپر چڑہی
ہوئی ہین۔ بڑا توپخانہ جو شہر کے وسط مین واقع ہے اور جسکی کہ بندرگاہ فوری مدنظر ہے
بارہ توپون پر مشتمل ہے جن مین سے ہرایک کا وزن اٹھارہ سے لیکر بائیس ٹن تک کا بیان
کیا جاتا ہے۔ تمام اجنبیون حتیٰ کہ محکمہ دیوانی کے روسی عہدہ دارون تک کو اس کی حدود مین
داخل ہونے کی سخت ممانعت ہے۔ جسدن کہ مین روانہ ہوا تو کرمچ کی چاندماریون پر جو سمندر مین
لگادی گئی تہین نشانہ کی مشق ہورہی تھی۔ بندرگاہ کی پشت پر پہاڑون کا جو سلسلہ واقع ہے
اونکے پہلوؤن یا چوٹیون پر چار اور توپخانے تعمیر کئے جارہے ہین جو زیادہ تر پھٹنے والے
گولون کی توپون سے مسلح ہون گے۔ باطوم مین مستقل طور پر ہزار ہزار جوانون کی تین پلٹنین
رہتی ہین۔ جو ہروقت حرکت مین لائی جاسکتی ہین۔ جب مین باطوم مین پہونچا تو چار پیدل فوج
کی پلٹنین قرب وجوار مین ایک فوجی سڑک کی تیاری مین مصروف تھین۔ یہ سڑک ملک کے اندرونی
حصہ کی جانب ایک گھاٹی کے اوپر سے گذرتی ہوئی جاتی ہے۔ اگر غنیم سمندر کی طرف سے
حملہ کرے تو جا بجا پہاڑیون کے باعث سڑک کا یہ حصہ اوسکے اثر سے محفوظ رہے گا۔ ان

تفاصیل سے واضح ہوگا کہ روس اپنے تئیے حاصل کئے ہوئے علاقہ کے اہم ہونے کو اچھی
طرحپر جانتا ہے اور اگر کوئی جہازون کا بیڑا مخالفانہ نیت سے براہ باسفورس یہان پہونچے
تو وہ روس کو باطوم مین اونگہتا ہوا نہین پائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۸ء مین
بزمانہ انعقاد برلن کانگریس بعض انگریزی مدبرون نے باطوم کے متعلق جو رائے زنی کی
تھی اوسکی وقعت طفلانہ نواز خائی سے زیادہ نہ تھی۔

باطوم سے طفلس تک کی ریل

باطوم سے طفلس تک جو ریل کی سڑک گئی ہے اوسکے مناظر کی دلکشائی اور
جانفزائی بیان سے باہر ہے باطوم کے جنوبی حصہ سے شروع ہو کر قصبہ کے گرد نصف دائرہ
بناتی ہوئی شمال کی جانب ساحل کے کنارہ کنارہ پوٹی کے سمت مین تیس میل کی مسافت
طے کرنے کے بعد یہ سڑک وادی رائن مین داخل ہوتی ہے۔ یہ رائن وہی دریا ہے جو زمانہ
قدیم مین "فیزس" کہلاتا تھا اور جسکی موجون کو کبھی "آرگو" نامی مشہور جہاز نے جسکا افسانون مین
ذکر ہے۔ قطع کیا تھا۔ اس پر فضا وادی مین نباتات کی شادابی کی وہی حالت ہے جو منطقہ
حارہ مین دیکھنے مین آتی ہے۔ جو ارنشیب کے تمام اقطاع مین بوئی جاتی ہے اور پہاڑیان سر سے
لیکر پاؤن تک سبز اور گھنے درختون کی ایک چادر اوڑھے نظر آتی ہین۔ ہر ایک اسٹیشن
پر جہان ریلون کے موڑ موجود ہین۔ ظرف دار تیل سے لدی ہوئی گاڑیون کی لمبی لمبی قطارین
عظیم الجثہ آہن پوش منڈیون کی طرح رینگتی ہوئی نظر آتی ہین اور کچھ دور جا کر نگاہ سے غائب
ہو جاتی ہین۔ ہر ایک دیو ہیکل کیڑے کے پیٹ مین اسقدر دولت بھری ہوئی ہے کہ

زرین پشمینہ[۵۱] کی دولت اوسکے سامنے ہیچ تھی زمانہ حال کے بہت سے "آرگو" اس کے مقناطیسی اثر سے کھنچ کر فیرش مین آتے ہین - اور اگر جیسن یہان کے عجائبات کو دیکھ پاتا

۵۱ زرین پشمینہ کی حکایت منجملہ اون دلچسپ افسانون کے ہے جن سے عہد قدیم کے سفائن معمور ہین اسکی اصلیت غالباً اس سے زیادہ نہین کہ چند یونانیون نے دولت کی تلاش مین جہاز کا سفر اختیار کیا اور اس سرزمین مین آکر وارد ہوئے جیکا ذکر لارڈ کرزن نے یہان کیا ہے لیکن زمانہ قدیم کے یونانیون مین جنکے معبودون کی تعداد ہندؤن کے دیوتاؤن سے بھی بڑہی ہوئی تھی اور جو اپنے ہر ایک کام اور ہر ایک بات کو اپنے معبودون کی فوق الفطرت مداخلت کے رنگ مین ڈوبا ہوا تصور کرکے اوسی لحاظ سے اوسکو بیان کرتے تھے زرین پشمینہ کی روایت اپنی اوسی پر اسرار ربانی وساطت کی شان لئے ہوئے ایک دلاویز معمے کی شکل مین مشہور تھی - چونکہ اوسکا ذکر کرنا ناظرین کی دلبستگی کا باعث ہوگا اس لئے اسکا مین اس مقام پر اقتباس کرتا ہون اوس عظیم الشان جنگ سے کچھ عرصہ پہلے جسے ہومر مشہور یونانی شاعر نے اپنی یادگار زمانہ کتاب الیڈ مین جسے گویا یونانی کی مہابھارت کہنا چاہیئے بیان کیا ہے - کچھ یونانی بہادر اپنے جہاز "آرگو" نامی مین بہ سرکردگی جیسن ایک عجیب وغریب مہم پر روانہ ہوئے جیسن کو اوسکے چچا پیلیاس شاہ آیالکس نے اس مہم پر اس غرض سے مامور کیا تہا کہ وہ کالچس مین جاکر زرین پشمینہ کو جسکا محافظ ایک اژدہا تہا جس طرح بن پڑے لے آئے - چنانچہ جیسن نے اپنے چچا کے ارشاد کی تعمیل مین فرکس کے بیٹے آرگس نامی ایک کاریگر کو ایک پچاس چپون کے جہاز کی تیاری کا حکم دیا جب جہاز تیار ہوچکا تو اوسنے پچاس یونانیون کو جو شجاعت اور بہادری مین یونان بھر مین اپنا مثل نہ رکھتے تھے اپنے ہمراہ لیا اور لنگر اٹھایا -

یہ لوگ انواع واقسام کے خطرے برداشت کرتے اور تکلیفین جھیلتے آخر کار دریائے فیرس کے دہانہ پر جو کولچس مین ہے پہونچے - کولچس کے بادشاہ اییٹیز نے جیسن سے وعدہ کیا کہ مین تمکو زرین پشمینہ دونگا بشرطیکہ تم میرے دو بیلون کو جنکے نتھنون سے آگ کے شعلے نکلتے ہین اور جنکے کھر پیتل کے ہین ہل مین جوت دو اور جس اژدہے کے دانت کیڈمس (یونانی روایت کے مطابق فینیشیا کے بادشاہ اگینار کا بیٹا تہا - جب جوپٹر مہادیو اوسکی بہن یوروپا کو اغوا کرکے لیگیا تو وہ اوسکی تلاش مین نکلا اور ڈلفی مین دیبی سے فال نکلوانے گیا ڈلفی کی

تو ایسا مبہوت ہوجاتا کہ کالچیا کی شہزادی کے جادو کی یاد بھی اوسکے دل سے محو ہوجاتی۔
ریل کی سڑک جون جون ندی کے کنارے کنارے اوپر چڑہتی ہے۔ حتی کہ ندی کے
منبع تک پہونچ جاتی ہے جو اوس قال مین ہے۔ جو بحیرہ اخضر کے طاس کو بحیرہ اسود کے
طاس سے جدا کرتا ہے تو نظارہ ایک زیادہ مہتم بالشان شکل اختیار کرتا ہے۔ پہاڑ آسمان سے
باتین کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہین اور گاڑی آہستہ آہستہ عظیم الشان درون اور گہاٹیون

دیبی نے اوسے یہ مشورہ دیا کہ ایک گائے تمہارے راستہ مین آئے گی تم اوسکے پیچھے پیچھے چلے جاؤ اور جہان
وہ ٹہر جائے وہان ایک شہر کی بنا ڈالو۔ چنانچہ اوسنے شہر تھیبیز آباد کیا) تھیبیز مین چھوڑ آیا تہا زمین مین بودو۔
یہ بیل جادو کے تہے اور جو شخص اونکے قریب جاتا تہا اوسے وہ اپنی شعلہ بار سانس سے جلا ڈالتے تہے اور اژدہے
کے دانتون کی یہ تاثیر تہی کہ جب اونہین زمین مین بویا جاتا تہا تو تہوڑے عرصے بعد زمین مین سے ایک ایک دانت کے
بجائے ایک ایک مسلح جوان نمودار ہوجاتا تہا اور بونے والے کو یہ ہتیار بند کھیتی ککڑی کی طرح کاٹ ڈالتی تہی۔
لیکن بادشاہ کی بیٹی میڈیا نے جو جیسن پر عاشق ہوگئی تہی جادو کے زور سے اوسکو ان بلاؤن پر غالب کیا۔
اسی طرح کی اور جوان ہوئی فرمایشین بادشاہ نے کین اونہین بہی جیسن نے میڈیا کی مدد سے پورا کیا۔
لیکن بادشاہ یہ نہ چاہتا تہا کہ زرین پشمینہ جیسن کو دے اسلئے جیسن نے اس عدیم المثال خزانہ کو قابو پا کر خود
لے لیا اور رات کے وقت میڈیا کو اوسکے بہائی اپسرٹس سمیت اپنے ساتھ لیکر اپنے جہاز مین روانہ ہوگیا۔
ایٹیز نے اس کا تعاقب کیا۔ لیکن میڈیا نے اپنے بہائی کو مار ڈالا اور اسکی نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے
سمندر مین ڈالدئے۔ ادہر ایٹیز اپنے بیٹے کی لاش کے ٹکڑون کے جمع کرنے مین مصروف ہوا اور ادہر میڈیا
اپنے عاشق سمیت فرار ہوگئی۔

مترجم

کو طے کرتی ہے۔ اسٹیشنون کے پلیٹ فارمون پر وحشی اور ناشایستہ گرجستانی لڑکون کا ایک جم غفیر جنپر کا نو ابنا ر الراشدین الجبال کا قول صادق آتا ہے انگورون کے خوشے اور اخروٹ ہاتھ مین لئے نظر آتا ہے تاکہ مسافرونکے ہاتھ بیچ کر کچھ پیسے کما لیجائے۔ شاندار ریشائیں آدمیون کی شکلین اسٹیشنون پر کھڑی ہوئی دکھائی دیتی ہین جو "چرکس" یعنی سرکیشیا کی کمر پر سے چنی ہوئی چست عبا کو پہنے بھیڑ کی مرغولہ دار اون والی کھال کی ٹوپی اوڑھے مختصر سے دشقی ہتیار لگائے گاڑی کی آمد اور روانگی کے موقعہ پر فوجی باقاعدگی کے ساتھ آتے ہین اور نہایت متانت اور وقار کے ساتھ اس نظارہ کو دیکھتے ہین۔

تعمیر سرنگ سورم

طوم سے طفلس تک جو ۲۲۰ میل کا فاصلہ ہے یا کم از کم پوٹی سے طفلس تک کئی سال سے ریل جاری ہے لیکن روسی کچھ عرصہ سے ریل کی سڑک کے اوس حصہ مین جو رائن اور کیلیو کے اسٹیشنونکے مابین واقع ہے اور جہان کوہ سورم کی بلندی پر سطح سمندر سے تین ہزار فیٹ بلند ریل کو چڑھنا پڑھتا ہے ایک وسیع معیار پر ترمیم کر رہے ہین اس ترمیم کا مقصد نہ صرف پہاڑ کے بیچون بیچ ایک تین میل لمبی سرنگ کا لیجانا ہے بلکہ کئی میل تک ریل کی پٹریون کا از سر نو بچھانا اس مین نئے پلون کے بنانے کی ضرورت داعی ہوگی۔ اور کھدائی عمارت اور پشتہ بندی کا بہت بڑا کام کرنا پڑے گا جب مین ایک سال قبل یہان سے گزرا تو بہت سے مزدور اس کام پر لگے ہوئے تھے۔ ایک سال کی عرصہ مین کام کا بڑا حصہ ختم ہوگیا ہے۔ اندازہ یہ لگایا گیا تھا کہ سنہ ۱۸۹۰ء کے موسم بہار مین

کل کام ختم ہوجائیگا لیکن کہین اکتوبر کے مہینے مین جاکر سرنگ کا افتتاح روسی طریقہ کے مطابق مذہبی رسوم کے ساتھ ہوا اور پھر بھی کل کام ختم نہین ہوا - گورنمنٹ روس اس علاقہ مین پانی کی طرح روپیہ صرف کر رہی ہے - جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ روس نہ صرف اسی امر کو ضروری خیال کرتا ہے کہ قاف مین ریل کا سلسلہ پوری طرح پر قایم ہوجائے بلکہ اوسنے اس امر کے اہم ہونے کو بھی محسوس کیا ہے کہ سلسلہ مسطورہ سریع السیر اور سہل المرور[۵] ہو - مین نے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ کام وسیع پیمانہ پر عمدہ طرح سے کیا جارہا ہے اور نہایت پختہ اور سنگین ہے - سورم کی سرنگ یوروپ کی تمام دوسری سرنگون سے باعتبار اپنے دہانہ کے بڑی ہے - سینٹ گاتھرڈ کی سرنگ کا دہانہ صرف ساٹھ مربع میٹر ہے - حالانکہ سرنگ سورم کا منہ ۹۰ مربع میٹر ہے - باطوم سے باکو تک ریل کا کرایہ بہت زیادہ ہے - درجہ اوّل کے ایک ٹکٹ کی قیمت ۴۷½ روبل ۵۶۰ میل کے فاصلہ کے لئے دینی پڑتی ہے - گویا ایک میل کا کرایہ دو پنس سے بھی زیادہ ہوا لیکن غالبًا اس کرایہ کی زیادتی کی وجہ اوس خرچ کی زیادتی ہے - جو اس سڑک پر ہوا - باطوم اور باکو کے درمیان انجنون مین کوئلے کے بجائے روغن نفت جلتا ہے - جسے یہان استاکی کہتے ہین اور جو باریک پھوار کی شکل مین بھٹی کے اندر ڈالا جاتا ہے اور اسی کی طاقت سے انجن چلتے ہین - سورم کے پہاڑ کی چڑھائی پر ایک انجن گاڑی کے آگے لگتا ہے اور ایک اوسے پیچھے سے دھکیلتا جاتا ہے

[۵] اسکے بعد (نومبر ۱۸۹۰ء) مین اس امر کا اعلان کیا گیا کہ گورنمنٹ روس نے ایک فوجی ریلوے کی قیام کی اجازت دی ہے جو کارس کے قلعہ کو بڑی سڑک سے ملا دے گی -

با کو پہونچنے مین جتنا وقت پہلے صرف ہوتا تھا اوس سے اب تین گھنٹہ زیادہ دیر لگتی ہے - اس دیر کی وجہ دریافت کرنے پر مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ پہلے تو ریل کی مالک ایک کمپنی تہی مگر اب سلطنت نے اوسے خرید لیا ہے - جن لوگونکو گورنمنٹ روس کی کارروائی کے طریقہ معلوم ہین اونکے لئے یہ توجیہ کافی ہے -

طفلس

طفلس کے حالات سے سیاح ایسی اچھی طرح پر واقف ہین کہ یہان اونکے ذکر کرنیکی ضرورت نہین معلوم ہوتی اسکا عامیانہ حسن جس مین پھر بھی شاید ایک طرحکا نرالاپن پایا جاتا ہی اور جو مشرقیت کی اداؤن سے ہر سال معرا ہوتا جاتا ہے غالبًا اونہین لوگون کو فریفتہ کریگا جنہون نے مشرق کی سیر پہلے کبھی نہین کی - جب مین یہان پہونچا تو زراعت اور صنعت وحرفت کی ایک نمایش کا شہر مین چرچا ہو رہا تھا - یہ پہلی ہی نمایش تہی جو علاقہ قاف مین منعقد ہوئی اور شہر کے باہر ایک کہلے میدان مین چوبی شامیانون کے تلے اس کا سامان آراستہ کیا گیا تھا - کاشتکاری - باغبانی - انگورون کی زراعت - پالی ہوئی مچھلیون - اور نگہداشت کیئے ہوئے جنگلی درختون کی پیداوار اور قاف کی پارچہ بافی اور کارہائے صنعت وحرفت کے نمونے اور نیز وسط ایشیا اور ماوراء النہر کی چیزین یہان جمع تہین - پارچہ بافی یا دہات کے کام کے متعلق مقامی ساخت کی اشیا مختلف الاقسام اور خوش وضع تہین لیکن عام حیثیت نمایش کی انگلستان کے کسی قصبہ کی نمایش سے بڑہکر نہ تھی اور جو لوگ یہان آتے تھے اونکا مقصد اسقدر چیزون کا خریدنا نہ ہوتا تہا جتنا کہ باجہ سننے اور نا و نوش مین مصروف ہونیکا

لاندرے کا ہوٹل



ندرے کا ہوٹل واقع طفلس مختلف الاوضاع اور مختلف الاقوام لوگون کا مشرق مین شاید سب سے زیادہ حیرت انگیز مرجع ہے یوروپ اور ایشیا کی حدفاصل اور اوس شاہراہ پر واقع ہونے کے باعث جو مشرق کی دور و دراز سرزمین کی طرف جاتی ہے ان دلفریب اقطاع کا تقریباً ہر ایک مسافر آتے اور جاتے وقت اسکی مہمان نواز چاردیواری کے اندر تھوڑی دیر کے لیئے فروکش ہوتا ہے۔ مشرق کا سیاح اس نامعلوم سرزمین مین داخل ہونے سے پہلے یہان آخری مرتبہ تہذیب وتمدن کا منھ دیکھتا ہے اور سفر سے پلٹ کر غالباً کئی مہینون کے بعد پہلی مرتبہ سفید چادر والے بستر کا لطف اڑاتا ہے اور اپنی تکالیف وآلام کو شمپین کے ایک مفرح ساغر کے پینے سے بھول جاتا ہے۔ مثلاً جب مین یہان وارد ہوا تو ایک نوجوان فرانسیسی امیرزادہ جو سرحد منگولیا کے کوہستان ٹیان شان سے شکار کھیل کر واپس آیا تھا۔ ایران کے انگلو یورپین محکمہ تار کا ایک اعلی عہدہ دار ماوراالنہر کے محکمہ ریلوے کا ایک آئرلینڈ کا رہنے والا انجنیر۔ پولینڈ کا وہ ٹھیکہ دار جس نے دریاے جیحون پر مشہور چوبی پل باندھا تھا۔ وہ انگریز جو قاف کے برفستان سے سیر وشکار سے ابھی لوٹ کر آئے تھے کچھ روسی۔ کئی ایک ارمنی اور بہت سے مختلف الاقوام اور مختلف الالسنہ لوگ جو بلحاظ تمدن کے ہمیشہ حاشیہ طراز پائے جاتے ہین۔ یہان موجود تھے۔ ذی مرتبہ سیاحون کے ہمراہ جن لوگون نے بطور ترجمان یا بدرقہ کے سفر کیا ہے وہ ہوٹل کے دروازون پر اون فرسودہ سفر چٹھیون کو پیش کرتے ہوے پائے جاتے ہین جو اونکو بطور

صداقت نامون کے سیاحان مسطور سے ملی تہین۔ انگلستان مین بیٹھے ہوئے اس کتاب کے لکہتے وقت بے تامل اور وثوق کی وہ کیفیتین خوب یاد پڑ گئی ہین جنہین اپنے دل مین پہلو بہ پہلو جگہ دیئے ہوئے مین ایک سے زیادہ مرتبہ "ہوٹل دی لاندرس" سے روانہ ہوا۔ اور اوس اطمینان وفارغ البالی کی یاد بھی میرے دل مین تازہ ہے جو مجھے اوس وقت میسر ہوئی جبکہ مینے

طے ہوئی آج کی منزل مین مسافت میری   للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری

کہکر کچھ عرصہ کے بعد اسکی دہلیز کے اندر قدم رکھا۔

طفلس سے روانگی

دن کے قیام کے بعد مین طفلس سے روانہ ہوا۔ ریل کے اسٹیشن پر کسی عیار طفلسی نے ایک کیسہ جس مین مینے دس پاونڈ کے روبل بہنوا کر ڈال لئے تہے اڑا لی لیکن اس لحاظ سے کہ ریل کی روانگی کا وقت آدہی رات کا تہا اور مسافر کو اچلون اور اٹھائی گیرون کے ایک ہجوم مین دو گھنٹہ تک انتظار کئے بغیر روانہ ہونے کا موقعہ نہین ملتا۔ مجھے حق روانگی کی قیمت کچھ زیادہ نہین ادا کرنی پڑی۔ دس پاونڈ کہو کر مین سمجہا کہ چلو سستا پیچھا چھوٹا اور بغیر کسی قسم کی کاوش کے مینے مغرب کی دلبستگیون سے منہ موڑا۔

باکو

طفلس سے جس دن مین روانہ ہوا اوسکی شام کو باکو پہونچا کون ہے جو اس شہر کے منظر کو ایک دفعہ دیکہکر بہولا ہو۔ اِسکے دود کش اور حوض اور مٹی کے تیل کے صاف کرنے

کے کارخانے۔ اسکی ریل کی سڑکین جو اسٹیشن کے اطراف مین دور تک پہیلی اور تیل بہرنے
کی گاڑیون سے ڈہکی ہوئی ہین۔ اسکی داغ آلودہ گلیان جن پر گویا مٹی کے تیل کا چہڑکاؤ ہو رہا ہی
اسکے آسمان سے باتین کرتے ہوے تار برقی کے کہمبے اور کہڑکہڑاتی ہوئی ٹریم گاڑیان۔
اسکی دکانین جن مین دنیا جہان کی چیزین موجود ہین۔ اسکے ایرانی کہنڈر۔ اسکے طرز جدید کے
یک منزلہ مکانات۔ اسکے میلے کچیلے مختلف الاقوام باشندے اسکی سیاہ رنگ بندرگاہ
اسکا گہٹا ٹوپ دہوان اسکی ہر جگہ سرایت کرنے والی بو۔ ایسی نہین کہ کسی شخص کے دل سی
اوسکی یاد محو ہو سکے۔ مین باکو مین پہونچا تو اوسے پہلے سے بڑا پہلے سے زیادہ تلخ و تند اور
پہلے سے زیادہ غیر خوش آیند پایا۔ اسکی آبادی تخمیناً نوے ہزار بتائی جاتی ہے۔ جو بیشی کہ
اس مین ہوئی ہے وہ صرف گذشتہ پندرہ سال کے اثنا مین ہوئی ہے اور مٹی کے تیل
کی تجارت سے ہی اوسے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ جب مین نے دریافت کیا کہ یہ اندازہ
کس حساب پر مبنی ہے تو مجھے جواب ملا کہ یہ محض قیاسی اور تخمینی مردم شماری ہے۔ روس
مین صحیح یا سرکاری شمار اعدادی کا کیا ذکر مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ روس مین ایک صاحب
نے مجہہ سے کہا کہ گورنمنٹ روس کی طرف سے اگر کوئی صحیح اور قابل وثوق نقشہ شماعِ اعدادی
کبہی شایع ہوا ہے تو وہ اس امر کے متعلق تہا کہ داڈکا[1] کا صرف روس مین کسقدر ہوتا ہے اور
افراد قوم کی حیات و ممات پر اوس سے کیا اثر پڑتا ہے پہر اونہون نے بیان کیا کہ اس
نقشہ مین آبادی تین جماعتون پر منقسم تہی یعنی اعتدال سے پینے والے حد سے زیادہ پینے

[1] ایک قسم کی شراب جو روس مین تیار ہوتی ہے۔ مترجم

والے اور بالکل اجتناب کرنے والے اور از روے اعداد یہ بات ثابت کیگئی تھی کہ جماعت
اوّل الذکر کے افراد کو طویل العمر ہونے کے لحاظ سے دوسرون پر تفوق حاصل تہا۔ چنانچہ اس
نتیجہ کے معلوم کرنے سے مینوشون کو توجو خوشی اور اطمینان حاصل ہوا وہ ظاہر ہے لیکن محکمہ
آبکاری نے بھی کچھ کم مسرت کے ساتھہ اس نتیجہ کو نہین سنا۔ یہ روایت اگر صحیح نہین تو اتنا تو
ضرور ہے کہ گھڑی خوب گئی ہے۔

بحیرہ اخضر کا عبور

کو سے اڈن اور ایک مہینے بحیرہ اخضر کو اُسی انگلستانین بنے ہوئے جہاز "بار یاٹنز کی لاز"
نامی پر عبور کیا جسمین مینے گذشتہ سال اسی حصہ سمندر کو طے کیا تہا اگرچہ اب یہ جہاز پرانا ہو گیا ہے تاہم کاکیس اینڈ مرکری کمپنی
کے بہترین جہازون مین سے ہے۔ کل تعداد ان جہازون کی جو بحیرہ اخضر کی مختلف بندرگاہون
کے درمیان چلتے ہین پندرہ ہے اور ڈاک اور فوج کے لیجانے اور جنگ کی حالت مین
باربرداری کے کام آنے کے معاوضہ مین سلطنت کیطرف سے کمپنی مسطور کو ان جہازون
کے لئے ایک بڑی رقم ہر سال ملتی ہے۔ ان مین سے ایک جہاز با کو سے ہفتہ مین دو دفعہ
یعنی چہار شنبہ اور جمعہ کے دن ۵ بجے شام کے اڈن ادا کو روانہ ہوتا ہے۔ ہمارا سفر
بخیر و خوبی طے ہوا کیونکہ ایک دس دن کے مسلسل طوفان نے بحیرہ اخضر کی برہمی و آشفتگی
کو کچھ عرصہ کے لئے فرو کر دیا تھا۔ اور اوس پیچ و خم کہائی ہوئی آبنائے مین سے ہوتے
ہوے جو زرد رنگت کے ریتیلے ٹیلون مین کاٹ کر بنائی گئی ہے دوسرے دن سہ پہر کے
ڈہائی بجے اڈن ادا پہونچے۔

جرنیل اینیکاف



اس زمانہ مین جرنیل اینیکاف اذن اوا مین مقیم تھے۔ وہ میرے ساتھہ اپنی مستمرہ مہمان نوازی سے پیش آئے اور اون مفید نتایج کا ذوق وشوق سے ذکر کرنے لگے جو اونکی مجوزہ ریل سے حال مین مترتب ہو رہے تہے اور آیندہ چلکر پیدا ہونگے۔ اور اپنے ان مشہور ومعروف خیالات کی تشریح کرنے لگے کہ اگر روس سے لیکر ہندوستان تک ریل کا سلسلہ قایم ہوجائے تو کیا ہی اچھا ہو اور اگر انگلستان فرانس اور روس کے درمیان ایک اتحاد ثلثہ قرار پاجائے تو کیا ہی عمدہ بات ہو۔ اسکے بعد اونہون نے ایک جلسہ مین میرا جام صحت نوش کیا کیونکہ گو اونکے وثوق آمیز خیالات مین مین اون کا ہمداستان نہین تھا پھر بھی مینے سابق کے ایک موقعہ پر ماوراء النہر کی ریل کے فواید کو تسلیم کیا تھا اور اوسکے قایم کرنیوالون کو توقیر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اذن اوا باعتبار وسعت وآبادی کے گذشتہ سال مین کسی قدر ترقی[۵۱] کر گیا ہی۔ اور بندرگاہ اور ساحل پر دور دور تک روئی کے بورے جہازون پر لدنے کیلئے اس کثرت سے پڑے ہوئے تہے کہ تل رکھنے کو جگہ نظر نہ آتی تہی۔ جرنیل اینیکاف نے مجھہ سے بیان کیا کہ سمرقند سے تاشقند تک ریل کو توسیع دینے کی منظوری گورنمنٹ صادر کرچکی ہے اور امید ہے کہ آیندہ موسم گرما مین اس کام کو شروع کردون[۵۲]۔ اور عنقریب اسے آمسک سے لیکر

---

۵۱ ماہ اکتوبر ۱۸۸۹ء مین یہان کی آبادی ۱۶۵۰ تہی۔

۵۲ با این ہمہ اس کتاب کے مطبع مین بہیجے جانے کے وقت یعنی ۱۸۹۱ء کے موسم سرما تک یہ کام شروع نہین کیا گیا۔

ٹامسک تک کے اوس مجوزہ ریل کے سلسلہ سے ملادون جو سائبیریا مین سے ہوتا ہوا
ولاڈی وسٹاک کو جائیگا - جرنیل موصوف نے یہ امید بھی ظاہر کی کہ ایک وقت وہ بھی آنیوالا ہے
جبکہ وہ مرد پنجدہ اور ہرات کی راہ سے قندہار تک ریل کا ایک سلسلہ قایم کرکے مشرق
اور مغرب کو باہم دوستانہ تعلقات سے مربوط کردین گے -

دیسی مسافر

ذن ادا مین دیسی مسافرون کی تعداد جو ٹکٹ گھر کی ایک ہی چھوٹی سی کھڑکی پر
ٹکٹ لینے کے لئے جمع تھی اس قدر کثیر تھی کہ وقت معینہ کے کہین دو گھنٹہ بعد گاڑی اسٹیشن
سے روانہ ہوئی - یہ لوگ مسلمان تھے - جو مکہ معظمہ یا دوسرے متبرک مقامات سے حج اور
زیارت کرنے کے بعد واپس آرہے تھے - بخارا کے ازبک - سمرقند اور تاشقند کے سرط
کلجہ کے چینی مسلمان - ترکمان اور افغان غرضکہ مختلف بلاد و امصار کے مسلمان ان مین
شریک تھے - مشرق کے ان ہٹ دھرم ساکنون کو نہ تو اس بات کا یقین آتا تھا کہ ٹکٹون
کی قیمت مقررہ سے جو گھٹ بڑھ نہین سکتی اور نہ وہ اوس فرانسیسی طریقہ کے مفہوم کو سمجھتے
تھے جسکی رو سے مسافرون کی ایک جماعت کو ٹکٹ لینے کی پہلے اجازت دیجاتی ہے
اور اوسکے بعد دوسری جماعت کی باری آتی ہے - اس چھوٹے سے دریچہ پر وہ آپس مین
لڑتے اور ایک دوسرے کو دھکے دیتے تھے اور جب ٹکٹ دینے والا اونہین قیمت
بتاتا تھا تو وہ سچے ایشیائی طریقے کے مطابق قریباً نصف قیمت اس امید پر پیش کرتے
تھے کہ جھگڑے اور تکرار کے بعد سودا ٹھیک ہوجائیگا -

صحرا



دوسری صبح کو مطلع صاف تھا اور سورج کی چمکتی ہوئی شعاعوں میں مین نے
دوبارہ قراقم کے کف دست بیابان اور قرن داغ کے تنگ درون کو دیکھا۔ اکثر ریل کے
اسٹیشنون پر بہت کچھ اصلاح اور ترقی نمایان تہی۔ درختون کی بہتات تھی۔ پانی کی افراط
تہی اور عام طور پر آرام کا سامان زیادہ تھا۔ گیاک تپی مین ساڑہے گیارہ بجے ونکے ہمارا گزر
ہوا اور مجھے اتنا وقت ملگیا کہ مین اوس مشہور قلعہ کے کہنڈرون کو جاکر دیکھہ آؤن جس کا
ذکر مین نے اپنی سابق کی تصنیف مین تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ اسکی کچی مٹی کی ٹہوس
دیوارونمین بہت کم فرسودگی نمایان ہے اور اگر مصنوعی طور پر انکو زمین کے برابر نہ کردیا جائے
توکم ازکم ایک سال تک نظر آتی رہین گی۔ اسکے بعد یعنی نومبر ۱۸۹۰ء مین گورنمنٹ روس
نے اس امر کا اعلان کیا کہ گیاک تپی مین علاقہ قاف کے اون مجرمون کے لیئے جنہین قیدبا
مشقت کی سزا دیجاتی ہے اور جو سائبیریا کی شدید سردی کی تاب نہین لاسکتے۔ ایک محبس
قایم کیا جائے گا۔ ابھی دس سال کا عرصہ بھی منقضی نہین ہوتا کہ ویسی لوگ روسی قیدیون کو
جنگ مین مارڈالتے تھے۔ اب روسی مجرمون کا اونہین مین مصروف کار ہونا نیرنگی قسمت
کا ایک شعبدہ ہے جسے حوالیات سے پوری مطابقت ہے۔ وقت مقررہ سے دو گھنٹہ بعد
(کیونکہ تلافی مافات کی ریل نے کوئی کوشش نہین کی) اور اذن ادا سے روانہ ہونے
کے انیس گھنٹہ بعد ہم عشق آباد کے اسٹیشن پر پہونچے عشق آباد ماوراء النہر کا دار الحکومت
ہے اور بحیرہ اخضر کے ساحل سے تین سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہان مجھے ریل

کو چھوڑنا پڑا اور دو ہزار میل کا وہ لمبا گھوڑے کی سواری کا سفر جو ایران کی سیاحت کے خاتمہ تک میرے پیش نظر تھا مجھے اختیار کرنا پڑا۔ انجن سیٹی دیکر روانہ ہوا اور مین حسرت بھری نگاہون سے اوسے غایب ہوتا ہوا دیکھتا رہا گویا کہ مین کسی پرانے اور وفادار رفیق کو الوداع کہہ رہا ہون۔



چوتھا باب

ماوراء النہر

دیکھتا ہون دور سے اُٹھتا ہوا مین کچھہ غبار | اس مین ہین پنہان مگر آیندہ نسلون کے سوار
ہے یہ پہلی موج اوس انسانی سمندر کی مگر | ٹھاٹھہ ماریگا یہان رہ رہ کے جو بے اختیار
سلطنت کے وہ مبادی ہین یہان بکھرے پڑے | منتقل ہوویگا جمعیت مین جن کا انتشار
خلعت صورت ہیولے اگر رہا ہے زیب تن | ڈھل رہی سانچہ مین ہے اک کارگاہ شاندار

"آن این انگلس کویل" (زوال عقاب) مصنفہ جی ویٹیر

جدید ترین معلومات

اپنی سیاحت کے حالات کے بیان کرنے سے پہلے مین ایک مختصر فصل مین ماوراء النہر اور ماوراء النہر کی ریلوے کے متعلق جدید ترین معلومات درج کرنا چاہتا ہون تاکہ اوسکی ترقی اور نشو ونما کے اس وقت تک کے واقعات جہان تک ممکن ہے معلوم ہو سکین۔ جو ناظرین کہ خطۂ ایران مین فوراً ہی داخل ہونا چاہتے ہین وہ اگر چاہین تو اس باب کو نہ پڑھین۔ مین نے اپنی سابق کی تصنیف الموسوم بہ "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (وسط ایشیا مین روس کا طرز عمل) مین ماوراء النہر کی ریل کی تاریخ ۱۸۸۹ء کے موسم خزان تک بیان کی

تھی۔ اس مضمون پر بعد مین اور مصنفون نے بھی طبع آزمائی کی لیکن ہماری معلومات کے ذخیرہ مین اوہنون نے بہت کم مواد اضافہ کیا[۵۱]۔ میرا خیال ہے کہ اگر کسی انگریز کو یہ دعویٰ ہو سکتا ہے کہ اوسنے دو دفعہ اس ریلوے پر سفر کیا ہے تو وہ مین ہون اور اس لئے یہ بات جن معلومات پر مشتمل ہے وہ متضمن اطلاعات مندرجہ تصنیف متذکرہ بالا متصور ہونی چاہئین اسکے علاوہ یہ مضمون ایک ایسی تصنیف سے جسکا موضوع بالکلیۃً ایران و معاملات ایران ہو غیر متعلق نہین سمجھا جا سکتا علی الخصوص ایسی حالت مین جبکہ اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ جرنیل انینکاف کی ریلوے تین سو میل تک برابر سرحد ایران کے متوازی اور اوسکے قریب قریب چلی گئی ہے اور اس سے ایران کے مشہور صوبۂ خراسان کی تجارت اور تدابیر مملکت پر بہت قوی اثر پڑ چکا ہے۔ اور آگے چل کر بہت کچھ پڑیگا اور جبکہ جنگی پہلو سے اس امر کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ اس ریل کو سرحد ایران کے جنوبی پہاڑون کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہے۔ ان مین سے بعض مضامین پر آگے چل کر مین علیحدہ ابواب مین بحث کرونگا۔ اس باب مین مین صرف اون ترقیات کا ذکر کرتا ہون جو فن عمارت سیاست اور تجارت کے متعلق ماوراء النہر مین اوس زمانہ سے ظہور مین آئی ہین جبکہ مین اول اوّل یہان آیا تھا۔

---

[۵۱] کپتان اے۔ سی۔ ییٹ کے دو دلچسپ مضامین اس سے مستثنیٰ ہین۔ ایک مضمون جسکا عنوان "تاشقند کی ۱۸۹۰ء کی نمائش" تھا۔ رسالہ "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" بابت ماہ جنوری ۱۸۹۱ء مین چھپا اور دوسرا مضمون "سفر تاشقند" کے عنوان سے "جرنل آف دی اسکاچ جاگرفیکل سوسائٹی" مین شایع ہوا۔

بحیرہ اخضر کے دخانی جہاز



ذن ادا مین نہ صرف "کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی" کا جہاز ہفتہ مین دو مرتبہ باکو سے آتا ہے بلکہ باکو سے دوسری کمپنیون کے جہاز بھی یہان آتے ہین۔ اس کے علاوہ ہفتہ مین ایک مرتبہ ایک جہاز استراخان سے آیا کرتا ہے جو ۱۸۸۹ء مین جاری کیا گیا تھا[۱]۔ پس انگلستان سے وسط ایشیا کو جانے کا قریب ترین اور سب سے زیادہ سہل المرور راستہ زارلٹسن اور استراخان کی راہ سے ہے اور اگر استراخان سے اذن ادا کو براہ راست جانے کے لئے جہاز نہ بھی ملے تاہم وہ جہاز جو بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل کو طے کرتا ہوا باقاعدہ طور پر باکو آتا ہے اور وہان سے بحیرہ اخضر مین سے گزر کر دوسری طرف جا پہونچتا ہے مسافر کو ماوراء النہر مین اتنی ہی جلدی پہونچا دیگا جتنی جلدی کہ وہ زارلٹن کی راہ سے پہونچتا۔ یہ بات بھی میرے سُننے مین آئی کہ آیندہ موسم سرما سے دخانی کشتیون کی آمد و شد باکو مین روزانہ ہوا کرے گی۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا تھا کہ ماوراء النہر کی اس آبی راہ سے مسافرون کی اور مال کی آمد و رفت یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہے۔

کراسنوواڈسک کو منتہا بنانیکی تجویز

جب مین اذن ادا مین پہونچا تو اذن ادا کے بجاے کراسنوواڈسک کو ریل کا منتہا

---

[۱] "کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے علاوہ اور جو کمپنیان اپنے جہاز بحیرہ اخضر کی روسی بندرگاہون اور اذن ادا کے درمیان چلاتی ہین وہ حسب ذیل ہین:- "لیبد اسٹیمشپ کمپنی" "کیسپئین اینڈ ڈرد جینا اسٹیمشپ کمپنی" "میسن اسٹیمشپ کمپنی" "مسرس کیمنسکی و برادران" "ئیڈ کوسس اینڈ پرافیلکٹاس کمپنی"

بنائے جانے کا مسئلہ جسپر بہت کچھ بحث ہو چکی تھی ابھی تک زیر غور تھا گو کہ سینٹ پیٹرس برگ سے ایک خاص کمیشن بطور خود اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے جنرل اینیکاف کی خواہش کے برخلاف بھیجا گیا تھا۔ چنانچہ اس کمیشن نے کچھ عرصہ کے بعد ایک رپورٹ پیش کی جو اس تبدیلی کی موید تھی اور وزارت حربیہ نے اسے منظور بھی کر لیا ہے۔ اسمین ذرا شک نہین کہ مسئلہ مزبور کا اسطرح جسپر حل ہونا ایک لازمی امر تھا کیونکہ کراسنو واڈسک مین سمندر کی گہرائی گھاٹ پر زیادہ ہے یعنی ۱۲ سے لیکر چودہ فیٹ تک ہونے کے بجائے بیس سے لیکر پچیس فیٹ تک ہے اور میٹھا پانی یہان زیادہ افراط کے ساتھ دستیاب ہوسکتا ہے اور اسکے علاوہ تری کی راہ سے باکو یہان سے زیادہ قریب پڑتا ہے۔ مزید برآن ان امور کو مد نظر رکھنے کے بعد کہ تجارت مین یقینی طور پر ترقی ہوگی اور ماوراءالنہر کی ریلوے کے متعلق فوجی ضروریات غالبًا داعی ہون گی۔ اور باکو کی روز افزون ترقی کے باعث بحیرہ اخضر کے تجارتی جہازات کی تعداد پہلے ہی بڑھ چکی ہے اور اگر پیٹرافسک کے بندرگاہ کو جہان باکو کی طرح پانی عمیق ہے ریل کے ذریعہ سے یوروپ سے ملا دیا جاوے تو اوسکے اور زیادہ بڑھنے کا احتمال ہے۔ یہ فرض کر لینا بالکل لغو اور مہمل تھا کہ اذن ادا کی ایشیائی بندرگاہ اور ریل کے منتہا کو مستقل طور پر ایک پایاب خلیج مین قایم رہنے دیا جا سکتا ہے جو جاڑے کے موسم مین برف سے جم جاتی ہے اور جہان مال تجارت کے جمع رکھنے یا جہاز پر لادنے یا فوجون کے اتارنے کے لیے زیادہ آسانیان نہین ہین لیکن جنرل اینیکاف کو اذن ادا سے ویسی ہی محبت تھی جو کہ ایک باپ کو

اپنے اکلوتے اور دایم المریض بیٹے سے ہوا کرتی ہے اور اوسکے انداز سے مجھکو اس بات کا یقین تھا کہ وہ اس تبدیلی کی مخالفت مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے گا۔ اوس نے مجھ سے سوال کیا کہ چوبیس فیٹ عمیق پانی کا کیا فائدہ ہوسکتا ہے درحالیکہ جو جہاز مطلوب ہین وہ پانی مین چودہ فیٹ سے زیادہ ڈوبنے والے نہین ہین۔ اِسکے علاوہ اوسنے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اذن اوا کے چوبی گہاٹ سے بہتر گہاٹ اور کہین نہین ہوسکتا۔ اور جب مین نے روی کے بورون کی طرف جو ہر سمت مین بکھرے پڑے تھے اور جہازون پر لادے جانے والے تھے اشارہ کیا تو جنرل اینکاف مجھ سے کہنے لگا کہ بھلا اس سے بہتر موقعہ اِن بورون کے رکھنے کا اور کہان ہوگا۔ اس تبدیلی کے خلاف مین اگر مجھکو کوئی دلیل معقول نظر آئی تو وہ یہ تھی کہ اذن اوا پر جو بیش قرار سرمایہ صرف کیا جاچکا تھا اوسکی رائیگان جانے کے علاوہ نئی بندرگاہ پر بہت کچھ لاگت آئے گی اور ۵۳ میل لمبی ریل کا خرچ اور برداشت کرنا پڑے گا جسکے باعث اسی نسبت سے کرایہ بڑھ جائیگا۔ لیکن تاجرون کے لیے اس زیادتی کی تلافی غالبًا وہ کمی کردے گی جو مال کے باکوتک کے محصول مین ہوگی۔ اذن اوا سے باکوتک اسوقت محصول کی شرح ۱۰ کوپک فی پاؤڈ ہے۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ کراسنو واڈسک تک محصول کم ہوکر ۵ کوپک فی پاؤڈرہ جائیگا۔ ریل کے اس جدید سلسلہ کا خط انحراف جیسا کہ فیصلہ ہوچکا ہے ملاقاری کے اسٹیشن سے جو اذن اوا سے بتیس میل ہے شروع ہوگا اور بیاسی میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد کراسنو واڈسک سے جا ملے گا۔

مزید ترقیات

نے سنا تھا کہ بالا اشم اور قزنجک کے اسٹیشنون کے درمیان ساٹھ میل
تک ریل کی سڑک مجدداً تیار کی گئی ہے لیکن چونکہ سڑک کے اس حصہ پر میرا گزر رات کیوقت
ہوا اس لئے مین نہین کہہ سکتا کہ سڑک ازسرنو تیار کیگئی تھی یا محض پٹریان ہی دوبارہ ڈالی گئی
تھین - بالا اشم کے مٹی کے تیل کے چہ بچون مین سے جہان تک ریل کا ایک سلسلہ
ابتداءً قایم کیا گیا تھا اب تیل نکالا نہین جاتا کیونکہ بحیرہ اخضر کے مشرقی ساحل پر صاف کرنے
کے کسی کارخانہ کے نہ ہونے کے باعث باکو کے مخازن سے تیل منگوانے مین جسقدر خرچ
پڑتا ہے اوس سے زیادہ یہان تیل کے تیار کرنے مین ہوجاتا ہے -

کارخانہ واقع قزل اروات اسٹیشن موریان اوپل

قزل اروات مین جو اوزن ادا سے ۱۶۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک انگریزی
انجنیر مقیم سینٹ پیٹرس برگ نے ۵۰۰۰۰ پاونڈ کی لاگت سے ایک بہت بڑا کارخانہ انجنون
کی مرمت اور ساخت اور ریلوے لائن کی عام میخانیکی ضروریات کے بہم پہونچانے کی
غرض سے قایم کیا ہے - اوسے اس کارخانہ مین غیر علاقہ کا مصالحہ اور غیر علاقہ کے کاریگرون
کو استعمال مین لانے کی قطعی طور پر ممانعت کردی گئی تھی - جب یہ کارخانہ تکمیل کو پہونچ جائیگا
تو ۶۰۰ آدمیون کو مستقل طور پر اس مین ملازمت مل سکیگی - کارخانہ کی عمارات مین ابھی سی
برقی روشنی نظر آرہی تھی اور دریاے آمو پر بھی اس کا انتظام ہوگیا تھا اسکے علاوہ یہ تجویز
تھی کہ مسافر گاڑیون مین بھی عنقریب بجلی ہی کی روشنی کیجائے اس مین شک نہین کہ وسط

ایشیا کے ریگستانون مین برقی نور سے جگمگاتی ہوئی ریل گاڑی کا مرحلہ ہمائی کرنا اون کثیر التعداد اور حیرت انگیز نواقص مین جن سے کہ یہ تعجب خیز سرزمین بھری پڑی ہے۔ ایک اور اعجوبہ ایزاد کردیگا۔ ریل کی لائن کے بعید ترین حصون پر اسٹیشن مکمل ہوچکے تھے اور جن ہنگامی تعمیرات کو مین نے ۱۸۸۸ء مین دیکھا تھا اونکے بجائے اینٹ یا پتھر کے صاف ستھری مکانات بن گئے تھے۔ ایران کے پہاڑون سے دفعتہً زور کے مینھ برسنے کے بعد جو سیلاب اچانک آکر تباہی پھیلایا کرتے ہین اونکے نکاس کے لئے گذشتہ سال سے نئے پل اور موریان تعمیر کی گئین جن پر بہت کچھ روپیہ صرف آیا ہوگا۔ لیکن با این ہمہ قزل اروات کے قریب جولائی کے مہینے مین تیئیس میل تک ریل کی سڑک کو ایک طوفان بچھر بہالے گیا تھا ریل کی سڑک کے اس حصہ کی حالت بلوچستان کی بولان ریلوے کی طرح (جسکی حالت اور بھی زیادہ اندیشہ ناک ہے) ہمیشہ مخدوش رہتی ہے اور یہ خدشہ ایسا ہے کہ کبھی کامل طور پر اوسکا اندفاع نہ ہوگا۔ مسٹر بیلنسکی ٹھیکہ دار متوطن پولینڈ جس نے دریائے جیحون کا بڑا چوبی پل تیار کیا تھا اور نیز تجند اور مرغاب پر پل باندہے تھے اوسی جہاز مین سوار تھا جس مین مین سوار تھا اوسکو تجند کے لکڑی کے پل کے بجائے ایک لوہے کا پل تیار کرنے کا تیس ہزار پاونڈ مین ٹھیکہ ملا تھا۔ اور اسکے بعد مرو مین دریائے مرغاب کے چوبی پل کو اسی لاگت سے آہنی پل کی شکل مین منتقل کرنے کی تجویز تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون مجوزہ تبدیلیون مین سے ایک بھی عمل مین نہین لائی گئی۔ البتہ قزاکل مین دریائے زرافشان پر ایک جدید لوہے کے شہتیرون کا پل تیار کیا گیا ہے۔ دریائے جیحون کا

مشہور چوبی پل واقع چارجوئی (جو اس لحاظ سے کہ سو دن کے اندر تیس ہزار پاؤنڈ کی لاگت مین تیار ہوا تھا۔ نہایت ہی سستا تھا) کچھ مہینے ہوئے کہ پھر ٹوٹ گیا تھا اور ندی کے غیر معمولی چڑہاؤ یا اوسکے بہاؤ کے رخ کے بدلنے کی حالت مین ہمیشہ یہ یونہین ٹوٹتا رہیگا۔ بہرحال کسی دوسرے زیادہ قیمتی قسم کے پل کے مقابلہ مین یہ چوبی پل یہان کے لئے زیادہ موزون ہے کیونکہ وقتاً فوقتاً مرمت کے ہوتے رہنے اور دریا کے رخ بدلنے کی حالت مین توسیع کرتے رہنے سے یہ برابر کام دے چلا جائیگا۔ مین نے سنا ہے کہ دریا کے بہاؤ کا رخ نصف میل سے زیادہ مشرق کی سمت مین پلٹ گیا ہے اور پل کو بھی اتنا ہی بڑہا دیا گیا ہے۔

دریائے جیحون کا بیڑا

اوسوقت سے لیکر جب کہ مین پہلے ادہر سے گزرا اب تک چارجوئی سے اوپر دریائے جیحون کی جہاز رانی کے مسئلہ مین کوئی نمایان ترقی عمل مین نہ آئی تھی۔ جو دو بڑی کشتیان مال تجارت یا فوج کے لے جانے کیلئے تیار کی گئین تہین اونہین ندی کے پیچ وخم کہانے کے باعث دو دخانی کشتیان "زار" اور "زارنشا" نامی اوپر کو کہینچکر نہین لیجا سکتی تہین۔ مزید بران اوس وقت کرکی پہونچنے مین جو صرف ۱۴۰ میل ہے دخانی کشتیون کو معمولی طور پر ایک ہفتہ لگتا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اوسکے بعد سے بہاؤ کے مقابل جانے کی حالت مین یہ سفر اب چار دن مین طے ہونے لگا ہے اور بہاؤ کی سمت مین جاتے وقت اوس مین تین دن صرف ہوتے ہین لیکن رات کے وقت سفر نہین کیا جاتا۔ دریائے جیحون کی کشتی بانی تجارت کا

مال افغانستان کو لیجانے اور وہان سے لانے کے لئے تجارتی لحاظ سے اوسوقت تک زیادہ مفید نہین ثابت ہوسکتی جب تک کہ اس مین اور بہت سی اصلاحین نہ کی جائین۔ حالانکہ وسط ایشیا مین روس کی حملہ آوری کی طاقت مین مدد معاون بننے کے لئے اسکو ابھی بہت عرصہ چاہیئے۔

مرو کی آبپاشی اور سلطان بند



و کے متعلق اور اون ان تھک کوششون کے بارہ مین جنہین ایک سال قبل دریائے مرغاب مین اوس مقام سے جہان آجکل مرو واقع ہے ۵۰ میل کے فاصلہ پر سلطان بند کے از سر نو تعمیر کرنے سے ریگستان مرو کی سیرحاصل حصہ آراضی مین تازہ جان ڈالنے کے لئے مینے عمل مین آتا ہوا دیکھا تھا اور نیز اوس قطعہ زمین کی آبپاشی کے متعلق جسکا خرچ زار روس اپنی جیب خاص سے ادا کرتے ہین۔ مینے مایوس کردینے والے خبرین سنے جن سے مترشح ہوتا تھا کہ ان امور مین انجام کار کامیابی کی حالت مشتبہ ہے۔ مینے لوگون کو یہ رائے ظاہر کرتے سنا کہ مرغاب مین اسقدر پانی نہین کہ وہ کسی وسیع پیمانہ پر آبپاشی کے لئے مکتفی ہو یا اوس سے نہرین کاٹی جائین۔ اور بند کے اوپر تال مین جو پانی جمع ہوگا اوسکی مقدار تبخیر کے باعث بہت ہی کم ہوجائے گی۔ بخلاف اسکے ایک انگریزی انجنیر نے جس نے کچھ عرصہ کے بعد اس کام کو جاکر دیکھا کرنیل کازل پاکالفسکی[1] روسی انجنیر کی

---

[1] دیکھو ایک دلچسپ مضمون مرقومہ کرنیل ایچ ڈبل۔ ویلس۔ رائل انجنیرس ز یہ وہی انگریز انجنیر ہے جسکا متن مین ذکر ہے) جو رسالہ "اکیشنل پیپرز آف دی رائل انجنیرس" کی پندرہوین جلد مین ۱۸۸۹ء مین چھپا۔

کی دستگاہ اور اُس کام کی نسبت جو تیار ہو چکا تھا نہایت اطمینان ظاہر کیا۔ مزید بران کرنیل مسٹو
کو اپنی تجویز کی کامیابی مین ذرا بھی شک نہ تھا۔[۱۵] لیکن ضرور ہے کہ نتائج کو ایک حد تک غیر

۱۵ جو اطلاع کہ مجھکو ملی تھی اور جو شکوک کہ مجھکو پیدا ہوئے تھے اونکی صحت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ گذشتہ ۱۸۹۹ع کے موسم خزان مین یہ راز آشکارا ہو گیا کہ کرنیل پالکفسکی کا مشہور بند دریاے مرغاب مین ایک طوفان آنے سے بہ گیا یا کم از کم بہت کچھ ٹوٹ گیا۔ اور زار روس نے درحالیکہ وہ انگریزون کو ماوراء النہر سے خارج کر رہے تھے مجبور ہو کر گورنمنٹ انگریزی سے ایک انگریزی افسر سر کالن مانکریف[۱] کی خدمات مستعار طلب کین جس نے دریائے نیل کی آبپاشی کے کام کے متعلق بہت کچھ شہرت حاصل کی تھی۔ یہ بھی کیسے مزے کی بات ہے کہ مرو مین روسیون نے جو غلطیان کین ہون اون کی اصلاح کے لئے ایک انگریز طلب کیا جائے سر کالن مانکریف نے جو رپورٹ پیش کی اوس کی بنا پر کرنیل پالکفسکی کی تجاویز ترک کر دی گئی ہین اور آبپاشی کی ایک نئی تجویز اب اختیار کی جائیگی۔

۱ غالباً یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ یہی سر کالن اسکاٹ مانکریف جنہون نے وسط ایشیا مین اپنی اعلی درجہ کی انجینری قابلیتون سے انگلستان کا پایہ اعزاز روسی مدبرون کی نظر مین اس درجہ بڑہایا وہ ہمارے بیدار مغز اور روشن ضمیر وایسراے لارڈ کرزن کی بے نظیر قوت انتخابیہ کی دستگیری سے آجکل ہندوستان کے اوس خاص کمیشن کے پریزیڈنٹ مقرر ہوئے ہین جو تمام ہندوستان کے ذرایع آبپاشی کی حالت موجودہ کی تحقیقات اور اوس کی آیندہ کی توسیع کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے بیٹھا ہے۔ اور اس وقت جبکہ مین یہ حاشیہ لکھ رہا ہون کمیشن مذکور جنوبی ہند کا دورہ کر کے حضور بندگان عالی متعالی مدظلہم العالی کے ممالک محروسہ مین آنے والا ہے۔

مترجم



یقینی خیال کیا گیا ہو جسکی توجیہ اوس تناقض سے ہوتی ہے جو قابل زراعت رقبہ آراضی کے اون اعداد مین پائی جاتی ہے جنہین روسی حکام نے وقتاً فوقتاً سرکاری طور پر شائع کیا۔ اوّل اوّل یہ ظاہر کیا گیا کہ ۸۰۰۰۰۰ ایکڑ زمین کی آبپاشی کا انتظام کیا جائیگا۔ اسکے بعد یہ اعداد کم ہو کر ۳۰۰۰۰۰ ایکڑ رہ گئے اور ۳۰۰۰۰۰ سے پھر جو کم ہونے شروع ہوئے تو ۱۸۰۰۰۰ ایکڑ تک آپہونچے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ آخر الذکر تخمینہ اوسی قدر کم ہو جسقدر کہ اوّل الذکر زیادہ ہے۔ اور کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ اگر آبپاشی کا انتظام مناسب طور پر کیا جائے تو عمدہ نتایج مترتب نہ ہون کیونکہ از منہ وسطی مین حتیٰ کہ اب سے ایک صدی قبل جبکہ جدید بند سے پہلے کا بند اہل بخارا نے لڑائی مین توڑ ڈالا تو یہ اسی کا اور نیز اسی طرح کے دوسرے ذرایع آبپاشی کا باعث تہا کہ مرو کا ضلع اپنی زرخیزی اور شادابی کے اعتبار سے مشرق مین لاثانی شمار ہوتا تھا۔ اگر ایک وسیع قطعہ زمین فلاحت کے دائرہ اثر مین داخل ہو جائے تو بلاشبہ یہان کی آبادی بہت بڑہ سکتی ہے۔ کرنیل کلمسکی کا خیال ہے کہ اس سیر حاصل بقعہ مین دس لاکھ آدمی بہ فراغت تمام آباد ہو سکین گے۔ کلا ... ڈنگانون (چینی مسلمانون) اور ترچیون (ترکی مسلمانون) کے ایک سو خاندان مرو مین تجربۃً ایک نوآبادی قایم کرنے کے لئے منتقل کئے گئے ہین اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کئی سو اور خاندانون کو (جو غالباً یورپ زا ہین) زار کی جاگیر مین آباد ہونے کے لئے آمادہ کیا گیا ہے۔ صرف ایک اور قطعہ زمین ایسا ہے جس مین آبپاشی کے بعد ایک بڑے معیار پر ایک نوآبادی قایم ہونے کی امید کیجاتی ہے۔ یہ قطعہ زمین دریائے آمو اور دریائے

زرافشان کے درمیان دریائے اوّل الذکر کے دائین کنارہ پر واقع ہے۔ اور گورنمنٹ روس دریائے جیحون سے ایک نہر یہان کاٹ کر لانے کے متعلق امیر بخارا سے خط و کتابت کر رہی ہے۔

ریل گاڑیان

ماورا النہر کی ریلوے اس وقت جس قدر گاڑیون پر مشتمل ہے اونکے اعداد مختلف فیہ ہین لیکن مفصلۂ ذیل میزانین تقریباً صحیح متصور ہو سکتی ہین۔ ریل کی تمام لائن پر انجنون کی تعداد ۱۲۰ سے لیکر ۱۴۰ تک ہو گی۔ اور باقی ہر قسم کی سواری اور مال لادنے وغیرہ کی گاڑیان کل ۲۰۰۰ ہون گی۔ پانی یا مٹی کے تیل کے لے جانے کے لئے ظرف دار گاڑیون کی تعداد اس وقت ۱۵۰ بیان کی جاتی ہے۔ ان اعداد سے واضح ہو گا کہ مسلسل اور متصل ترقی عمل مین آ رہی ہے گو کہ تجارتی اور فوجی ضروریات کے لحاظ سے جو معیار مطلوب ہے وہ ابھی تک حاصل نہین ہوا۔ جرنیل اینکاف کا کفایت شعاری کا شوق اور موازنہ مین معقول گنجایش دکہانے کی خواہش اگرچہ فی نفسہ عمدہ باتین ہین لیکن انہون نے ریلوی کے مناسب نشو و نما کو ایک درجہ تک روک دی ہے۔

تار برقی

ریل کے ساتھ ساتھ ایک تہری تار برقی بحیرہ اخضر سے سمرقند تک اور وہان سے برابر تاشقند تک چلی گئی ہے۔ اسکے علاوہ تار برقی کی متعدد شاخین حسب ذیل مقامات کے درمیان قایم ہین۔ قزل اروات سے بجنرد اور بجنرد سے چکشلیار اور استرآباد

تک ۔ کاری بنت سے سرخس تک ۔ مرو سے تختہ بازار (پنجدہ) تک ۔ چارجوی سے خیوا تک ۔ بخارا کے اسٹیشن سے شہر بخارا تک ۔ اور مین نے یہ بھی سنا کہ چارجوی سے کرکی کی چوکی تک جو دریاے جیحون کے کنارہ پر واقع ہے تار کا سلسلہ قایم ہے ۔ ایک اور مقام پر مین نے بیان کیا ہے کہ آخرالذکر مقامات کے درمیان نامہ بر کبوتر ڈاک لیجاتے ہین ۔ روسی سلسلہ تار برقی کو سرخس یا تختہ بازار سے ہرات اور قندہار ہوتے ہوئے افغانستان کی راہ سے ہندوستان کے سلسلہ تار برقی کے ساتھ ملانے اور اسطرحپر یوروپ سے ہندوستان تک تار برقی کی ایک دوسری شاہ راہ قایم کرنے کے مسئلہ پر انگلستان اور ہندوستان کے بعض حکام نے غور کیا ہے لیکن اوّل تو یہ تجویز قرین مصلحت نہین اور دوم موجودہ حالات ایسے نہین کہ اسکے عملی صورت اختیار کرنے کے موید ہون ۔

سرعت رفتار اور ریل کی روانگی کے اوقات

جب مین ۱۸۸۸ء پہلی مرتبہ ماوراءالنہر آیا تو اذن ادا سے سمرقند تک جو ۹۰۰ میل کی مسافت ہے ۲۷ گھنٹہ مین سفر طے ہوتا تھا ۔ اس فاصلہ کو اب مسافر اور ڈاک گاڑیان جو موسم کے لحاظ سے ہفتہ مین دو یا تین مرتبہ روانہ ہوتی ہین ساٹھ گھنٹہ سے کچھ ہی زیادہ عرصہ مین طے کرتی ہین اور اسمین سے دس گھنٹہ اسٹیشنون پر ٹھہرنے مین صرف ہوتے ہین ملی ہوئی مسافر اور مال گاڑیان جنکی رفتار سست تر ہے روزانہ آتی جاتی ہین اور اس فاصلہ کو پندرہ گھنٹہ زیادہ مین طے کرتی ہین ۔ متوسط درجہ کا خورونوش کا سامان اب

گاڑیون کے ہمراہ رہتا ہے اور کہانے پینے کی چیزون کے حصول کے متعلق اسٹیشنون پر جو تکلیف مسافرون کو ہوتی تھی وہ نہین رہی گو کہ بڑے اسٹیشنون پر اب بھی چپقلشین ہوتی رہتی ہین -

آمد و خرچ

ورا ءالنہر کی ریلوے کی آمد و خرچ کا حساب جو بعض دفعہ سرکاری طور پر شایع کیا جاتا ہے اور بعض دفعہ اخبارون کے نامہ نگارون کو جرنیل اینکاف کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے اور بعض دفعہ خانگی ذرایع سے دریافت ہوا ہے ایسا ہی متناقض ہے - جیسا کہ وہ مختلف تخمینے جو تعمیر کے اصل خرچ کے متعلق متعدد بار انہین ذرایع کی بنا پر مرتب کئے گئے ہین ۱۸۸۷ء مین ریل کے چلانے کے اخراجات آمدنی کے مقابلہ مین بقدر ۴۰۰۰۰ پاؤنڈ کے زیادہ تھے - اور ۱۸۸۸ء مین بیشی کی مقدار ۳۰۰۰۰ پاؤنڈ تھی - ۱۸۸۹ء مین بھی آمدنی کے اسی قدر کم ہونے کی توقع کیجاتی تھی لیکن اخبار "نووی ورمیا" نے اس سال کی آمد و خرچ کا جو نقشہ شایع کیا اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخراجات کی مقدار ۱۴۱۷۳۱ پاؤنڈ تھی اور آمدنی کی مقدار اس سے بقدر ۷۰۰۰ پاؤنڈ کی زیادہ - لیکن جب مین اذن اوا مین تھا تو جرنیل اینکاف نے میرے سامنے اس سے بھی زیادہ عظیم الشان اعداد پیش کئے تھے - مسٹر وشنیگر پڈسکی روس کے مشیر مال نے جو حیرت انگیز قابلیتون کا شخص تھا اور جو ۱۸۹۰ء کے موسم خزان مین خود ماوراءالنہر گیا اپنے موازنہ مین ماوراءالنہر کی ریلوے اور دریاے جیحون کے بیڑے کا خرچ ۱۸۹۰ء کے لئے

۲۸۷۲۳۵ پاونڈ بتایا ہے اور یہ اعداد ایسے ہین کہ "نووی ورمیا" کے اعداد سے جنکا اوپر اقتباس کیا گیا ہے غیر مطابق نہین ہین۔ بخلاف اسکے مشیر موصوف نے ۱۸۹۰ء کی بابت جو اندازہ مرتب کیا ہے اوسمین ریلوے اور بیڑے کے اخراجات بابت سنہ مذکور کے متعلق ۷۴۴۰۱۲۰ پاونڈ کی مزید رقم یعنی کل ۴۰۷۶۸۲ پاونڈ شامل ہین۔ اسکے بعد میرے سننے مین آیا کہ ۱۸۹۰ء مین ۲۹۰۰۰ پاونڈ کی بچت ظاہر کیگئی ہے۔[۱]

مال کی آمدورفت

حال ایک امر کے متعلق تو کوئی شبہ نہین ہوسکتا اور وہ یہ ہے کہ ریل کے ذریعہ سے جو مال جاتا اور آتا ہے اوسکی مقدار بہت بڑہ گئی ہے اور آگے چلکر بے انتہا بڑہ جائیگی۔ کل وزن اوس مال کا جو ۱۸۸۹ء مین ریل پر بار ہوکر گیا ۲۱۷۴۱۸۸۰ پوڈ یا ۳۵۰۶۷۵ ٹن تھا اس مین سے وسط ایشیا کی مقامی پیداوار اور سامان غیر ترکیب دادہ کا وزن ۹۰۶۹۰۸۱ پوڈ یا ۱۴۶۲۷۵ ٹن تہا اسی سال مصنوعہ اشیا اور شکر کی قیمت جو ریل کے ذریعہ سے ماوراءالنہر۔ بخارا اور ترکستان مین لائی گئین ۱۸۸۸ء کے مقابلہ مین ۹۴ فیصدی زیادہ تھی اور جو مال روئی۔ اون ریشم۔ خشک میوہ اور غلہ کی قسم سے وسط ایشیا سے روس کو بذریعہ ریل بھیجا گیا اوس کی قیمت مین ۱۲۷ فیصدی کی بیشی ہوئی۔ مال برآمد مین جو اسطرحپر ریل کے ذریعہ سے باہر بھیجا گیا سب سے زیادہ بیشی

---

[۱] لیکن ماہ فروری ۱۸۹۱ء مین "نووی ورمیا" نے بچت کی مقدار ۳۲۳۹۱۰ پاونڈ ہونا بیان کی جسکا مین اعتبار نہین کرسکتا۔

روئی مین جو ایشیا کے یوماً فیوماً ترقی کرنے والے کھیتون کا ماحصل ہے نمایان ہے اور یہ بیشی ابھی اپنے منتہاے کمال کو نہین پہونچی۔ سنہ ۱۸۸۸ء مین جو مال ریل پر گیا اوسکی مقدار ۴۲۷۳۱۳۱۲ پوڈ یا ۱۹۶۵ ۱۵ ٹن تھی[ف] سنہ ۱۸۸۹ء مین ۰۰۰۰۰ ۲۲ پوڈ یا ۴۸۴ ۳۵ ٹن ہوگئی۔ اور ماہ جنوری سنہ ۱۸۹۰ء مین ۲۵۲۷۶۰ پوڈ یا ۴۰۷۷ ٹن تھی (جس مین سے ۲۲۹ ۱۹۳ پوڈ یا ۳۱۱۶ ٹن بخارا سے آئے) آخر الذکر اعداد سے واضح ہوتا ہے کہ سال گذشتہ کے مقابلہ مین سنہ ۱۸۹۰ء کا ماہانہ اوسط بہت بڑھا رہا گو کہ جرنیل انینکاف کی امیدون کو ان اعداد نے پورا نہین کیا۔ جرنیل موصوف نے مجھ سے کہا تھا کہ سال بھر کی میزان ۰۰۰۰۰ ۴ پوڈ ہوگی۔ البتہ جون کے مہینے مین اوزن ادا کی بندرگاہ پر ڈہائی لاکھ پوڈ مال کا جہازون پر بار ہونے کے لیے پڑا ہوا بیان کیا گیا اور روزانہ مقدار اوس مال کی جو ریل پر آتا تھا ۰۰۰۰ ۲۰ پوڈ ہونا بتائی گئی۔ چنانچہ سنہ ۱۸۹۰ء کے پہلے پانچ مہینون کی آمد مال برآمد کی زیادتی کے باعث گذشتہ سال کے اسی عرصہ کے مقابلہ مین بقدر ۰۰۰۰ ۵ پاونڈ کے بڑھ گئی۔ اسکے علاوہ مجھکو یہ بات معلوم ہوئی کہ افغان تجار نے ریلوے کے اختتام کے بعد چار جوی کو روئی کے کئی سو بورے بھیجنے سے اسکے ساتھ اپنا تعلق پہلی مرتبہ

[ف] ماوراء النہر کی ریلوے کی تعمیر سے پہلے کل سالانہ مقدار روئی جو وسط ایشیا سے روس گئے اوس حصہ مین جو یوروپ مین واقع ہے بذریعہ اونٹ کے کاروانون کے براہ اورن برگ بھیجی جاتی تھی ۹۶۸۰ ٹن ہوتی تھی۔

براہ راست قایم کیا[٥]

چنگی خانون کا قیام



وسیع پیمانہ پر کہ ریل کو اغراض تجارت کا مطیع بنا یا گیا ہے اور چارون طرف سے مال کے پشتارے جو اسکی طرف برابر چلے آرہے ہین اوسکی وجہ سے اس امر کی ضرورت داعی ہوئی ہے کہ ماوراء النہرین باقاعدہ طور پر چنگی خانے قایم کئے جائین انکا قیام اوس عام روسی طرز عمل پر مبنی ہے جسکی رو سے ممالک غیر کے مال کو بجد امکان مقامی مال کے ساتھ مقابلہ کرنے کی اجازت نہین دی جاتی۔ رعایا کے ساتھ رعایت کی جاتی ہے اور مقامی پیداوار اور مقامی ساخت کی اشیا کی حمایت کیجاتی ہے۔ صدر چنگی خانہ اڈن[؟] اہین سے ہے لیکن قزل اروات عاشق آباد۔ ارتیک۔ کاہ کا۔ دشلک۔ تجند۔ سرخس۔ مرو۔ یولیتان اور تختہ بازار مین بھی چنگی کی چوکیان قایم کی گئی ہین۔ ۲½ فیصدی محصول بہ اعتبار قیمت تمام ممالک غیر کے مال پر جو سمندر کی راہ سے درآمد کیا گیا ہوگا یا جاتا ہے۔ اسی قدر محصول بازار کے بھاؤ کے حساب سے یوروپ۔ ایران یا ہندوستان کی تمام ایسی چیزون پر بھی لگایا جاتا ہے جو خشکی کی راہ سے ماوراء النہرین لائی جائین خواہ اونکی کھپت یہین ہو

---

٥ بدین غرض کہ روسی سوداگر وسط ایشیا مین روئی کی کاشت اور پیداوار کو اور زیادہ ترقی دین مشیر مال نے سنہ ١٨٩٠ء مین اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا کہ وسط ایشیا کی مجلس تجارت وصنعت وحرفت کو ١٧٠٠٠ ایکڑ زمین ترکستان مین نوے سال کے لئے پٹہ پر دے دی جائے اور پہلے پندرہ سال کا محصول نہ لیا جائے۔

خواہ وہ بخارا۔ خیوا یا ترکستان جاتی ہون۔ اس قسم کی تمام مال پر اگر وہ اذن اوا سے یوروپی روس یا علاقہ قاف کو بھیجا جاتا ہو ۵ فیصدی کا مزید محصول باعتبار قیمت مال لگایا جاتا ہے اور جو محصول کہ پہلے لیا جا چکا ہو وہ واپس کر دیا جاتا ہے۔ بخلاف اسکے جو مال بخارا۔ خیوا۔ اور ترکمانیہ سے یوروپی روس یا قاف کو جاتا ہے اوسے اذن اوا سے بلا محصول گزرجانے دیا جاتا ہے۔ علی ہذا القیاس کل ایرانی مال جو یوروپ کو جانے والا ہو اوسپر محصول نہین لیا جاتا بشرطیکہ وہ عاشق آباد یا ماوراالنہری ریلوے کے کسی دوسرے اسٹیشن کے راستہ سے بھیجا جائے۔

عظیم الشان آیندہ تجارتی ترقی

ان واقعات سے اور نیز اون تمام باتون سے جنکے دیکھنے یا سننے کا مجھے اپنے دوسرے سفر مین اتفاق ہوا۔ میری اس سابقہ پیشین گوئی کی تائید ہوتی ہے کہ ماوراالنہر کی ریل کے آگے تجارت کا ایک وسیع میدان کھلا پڑا ہے۔ یہ ریل ایسے ملکون کے بیچ مین سے اور ایسے خطون کے دامن کو چھوتی ہوئی گزرتی ہے جن مین پیداوار کی قابلیت بہت بڑی ہے گو ابھی تک اوسنے کامل نشو و نما نہین پائی۔ اسکے علاوہ ماوراالنہر۔ خراسان۔ بخارا۔ شمالی افغانستان اور روسی ترکستان کا مال برآمد و درآمد سب اسی پر آتا جاتا ہے جو چیزین کہ روس مین پیدا ہوتی ہین وہ یہ ان ملکون کو لاتی ہے اور اونکے بدلے یہان سے روئی۔ ریشم۔ اون اور پوستین لے جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ چند ہی سال کے عرصہ مین یہ ریل پورے وسط ایشیا کی شریان بنجائے گی جس مین نصف

براعظم کا خون موجزن ہوگا اور جو مشرق و مغرب کے رجحانات کو جو پہلے ہی نیم مخلوط ہو چکے ہین پوری طرح بہم باہم امداد دے گی۔ ایشیا کے مسخر کرنے کیلئے روس کے ہاتھ مین یہ ریل ایک ایسا زبردست آلہ ہے کہ نصف درجن گیاک پتی یا درجن بہر پنجدہ بھی اوسکی برابری نہین کر سکتے۔ اسکے ذریعہ سے خونریزی اور جنگ و جدل کے بغیر ملک کے ملک روس کے مطیع و منقاد ہوتے چلے جائین گے۔ جرنیل انینکاف نے اس ریلوی کے قیام مین جس ان تھک مستعدی اور جانفشانی سے کام لیا ہے اوسکے لئے وہ نہایت تعریف و تحسین کا مستحق ہے۔

انگریزی سیاحون کے لئے آسانیان

انگریزی سیاحون کو اس ریلوے کے قیام سے جو آسانیان ہو سکتی ہین اونکی متعلق یہ بات میرے سننے مین آئی کہ جسقدر مزاحمت سابق مین اجنبیون کے یہان آنے پر کیجاتی تھی اوسقدر اب نہین کیجاتی اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دعوی کی بنا عام خیال پر ہے نہ کہ مسلمہ واقعات پر۔ لیکن مسافرون کی اس لائن پر ایسی کثرت ہے کہ ایک غیر ملک کے باشندے کا اپنی طرف توجہ منعطف کئے بغیر اسپر سفر کرنا بعید از قیاس متصور نہین ہو سکتا مگر اس مین شک نہین کہ اگر اوسکے پاس سینٹ پیٹرز برگ کا جاری شدہ خاص پروانہ راہداری نہ ہوگا تو معلوم ہونے پر وہ متنبہ کئے جانے یا واپس لوٹا دئے جانے کا مستوجب قرار پائے گا۔ ممکن ہے کہ جون جون زمانہ گذرتا جائے یہ سختیان کم ہوتی جائین۔ بہرحال بعض انگریزی مسافرون نے جن مین ایک خاتون بھی شریک تھی اور جنہین میرے

بعد اس ریلوے پر سفر کرنے کا اتفاق ہوا اسکے متعلق اچھی رائے ظاہر نہین کی اِن لوگون کے ساتھ شبہ کی بنا پر کج خلقی سے برتاؤ کیا گیا اور ایک انگریزی سفارت کے اعلی سکرٹری کو جو ان مین شریک تھا ایک فرضی الزام کی بنا پر سمرقند کی ایک روسی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا - مین نے بعد مین سنا کہ اس شریفانہ برتاؤ کا مقصد اون صحیح صحیح اور بلا کم و کاست خیالات کا جواب دینا تھا جو وسط ایشیا مین روس کے معاملات اور طرز عمل کے متعلق مین نے ظاہر کئے تھے[1]۔

---

[1] سیاق مضمون مجھے یہان اس امر کے اظہار کی ترغیب دیتا ہے کہ کسی انگریزی مصنف کو ایسے معاملات مین جو روسیون اور انگریزون کی باہمی سیاسی یا قومی رقابت سے متعلق ہون روس کی نسبت منصفانہ یا فیاضانہ خیالات ظاہر کرنے کی تحریک نہین ہوسکتی - مین نے ایک ایسی کتاب لکھی تھی جس مین نہایت انصاف کے ساتھ اون مساعی اور مقاصد کا ذکر کیا گیا تھا جو وسط ایشیا مین روس کے مدنظر ہین اور مجھے یقین ہے کہ عام طور پر لوگون کا خیال بھی یہی ہے کہ یہ کتاب حال کی کسی دوسری تصنیف کے مقابلہ مین زیادہ تر انصاف و حق رسانی کے اصول پر مبنی ہے - پھر بھی روسیون نے اگر اوسکی کوئی قدر کی تو وہ یہ تھی کہ اول تو ایک مشہور و معروف روسی نامہ نگار نے جسکے مضامین انگریزی اخبارون مین چھپتے ہین ایک طعن اور طنز سے بھرا ہوا مضمون کتاب کے خلاف لکھا اوسکے بعد کتاب کے جن فقرات مین روسیون کی تعریف نہ تھی اونکو سرکار روس کے اوس محکمہ نے جسکے تفویض مضامین خلاف اغراض سرکار کی اشاعت کی ممانعت کی خدمت ہے میٹ دیا - اور اسکے علاوہ روس کے ایک سربرآوردہ اخبار نے یہ رائے ظاہر کی کہ اگر وسط ایشیا مین اہل روس کے محاسن کا ایک انگریز اس درجہ مداح ہو سکتا ہے تو روسی بڑے ہی بے وقوف ہونگے - اگر وہ انگریزون کے بھولے پن سے زیادہ فائدہ نہ اوٹھائینگے -

ملاکاری سے کراسنوواڈسک تک ریل کی ایک شاخ نے جانیکی تجویز کا جواب منظور ہو چکی ہے مین پیشتر ذکر کر چکا ہون - چارجوئی سے کرکی تک دریائے آموکے بائین کنارے پر جس شاخ ریلوے کے قایم کرنے کی تجویز تھی اور جسکا سنہ ۱۸۹۹ء کے موسم بہار مین جبکہ جنگ افغانستان کا خدشہ لگا ہوا تھا بڑے شدومد سے ذکر کیا جاتا تھا وہ اب پیش نظر نہین رہی اور احتمال اس امر کا مقتضی ہے کہ جب تک پیش قدمی کا خیال مرکوز خاطر نہ ہوگا اوسوقت تک اس شاخ کا قیام پھر سننے مین نہ آئیگا -

ماوراء النہری ریلوے کی توسیع

خلاف اسکے سمرقند سے جو کہ ریل کا موجودہ منتہا ہے تاشقند تک ریل کے بڑھانے جانیکی تجویز جس کی نسبت مین نے سابق مین پیشین گوئی کی تھی کہ اس کا معرض نفاذ مین آنا بعید از احتمال نہین اب عملی صورت اختیار کرنے کے زیادہ قریب پہونچتی جاتی ہے - چنانچہ جرنیل اننیکاف نے یہ اُمید ظاہر کی ہے کہ ماہ مئی سنہ ۱۸۹۰ء مین کام شروع ہو جائیگا[۱] اسکے بعد اس امر کا اعلان کیا گیا کہ زار روس نے اوس تجویز کو پسند کر لیا ہے جو سائبیریا کے عظیم الشان سلسلہ ریلوے کے قیام کے متعلق ایک خاص جماعت نے مرتب کی

[۱] کپتان اے - سی - ییٹ جو ایک انگریزی سیاح ہونے کے اعتبار سے آخری مسافر ہے جس نے ماوراء النہری ریلوے کے ذریعہ سے سفر کیا (اکتوبر سنہ ۱۸۹۰ء) اوس کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ روسیون کا اب یہ خیال ہے کہ سمرقند سے ریل کا سلسلہ شروع کر کے خوقند تک پہونچایا جائے تاکہ دریائے سیر پر پل باندھنے کے مصارف کی ضرورت داعی نہ ہو -

تھی جسے اسی غرض کے لیئے نامور کیا گیا تہا۔ اس تجویز کی رو سے سائبیریا کی ریلوے ولاڈی واسٹاک پر ۴۷۸۵ میل کے مسافت طے کرنے کے بعد بحر الکاہل سے جا ملیگی۔ اس سلسلہ ریل کی تیاری مین دس سال لگین گے۔ اور اسکی لاگت کا تخمینہ دو کروڑ پچاس لاکھ پاؤنڈ سے لیکر چار کروڑ پاؤنڈ تک کا کیا گیا ہے[۱]۔ اگر اس تجویز پر عمل کیا گیا تو زیادہ مدت نہ گذرنے پائے گی کہ ماوراء النہری ریلوے جسکی توسیع اوسوقت تک تاشقند تک ہوچکی ہوگی اور آگے بڑہادی جائیگی حتی کہ وہ سائبیریا کی ریلوے کی شاہراہ سے جا ملیگی اور یوروپی روس کے دور کو تکمیل کو پہونچائے گی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان

---

[۱] ایک عرصہ دراز تک ان تجاویز پر بحث ہونے کے بعد کہ آیا سائبیریا کا سلسلہ ریلوے غیر مسلسل ہونا چاہیئے (یعنی یہ کہ جہان خشکی ہو وہان ریل قایم کی جائے اور جہان راستہ مین تری آئے اوسے کشتی کے ذریعہ سے عبور کرنے کا انتظام کیا جائے) یا وہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک کہین ٹوٹنے نہ پائے آخر کار سنہ ۱۸۹۱ع مین تجویز موخر الذکر فیصل قرار پائی۔ سلسلہ مزبور مقام زلاطوست سے جو اوس ریلوے کا موجودہ منتہا ہے جو سمارا اور اوفا کے درمیان قایم ہے شروع ہوکر میاسک اور چیلیابنسک کے معدنی اضلاع مین سے گزرے گا (۱۴۸ میل) یہان سے توبولسک۔ کینسک۔ میرینسک۔ کراسنا یرسک اور کانسک کو طے کرتا ہوا بجنی اودنسک مین پہونچیگا (۱۷۳۶ میل) اس حصہ کی لاگت کا مجموعی تخمینہ ۱۱۸۰۷۵۰۰ پاونڈ یعنی ۶۵۰۰ پاونڈ فی میل کے حساب سے کیا گیا ہے۔ بجنی اودنسک سے سلسلہ مزبور پہر شروع ہوگا۔ اور الکٹسکیا۔ ارکٹسک۔ جھیل بیکال۔ سری ٹنسک اور ہباروو کا مین سے گزرتا ہوا ولاڈی واسٹاک پہونچے گا (۲۹۶۵ میل) اس سلسلہ کا کل طول ۴۷۸۵ میل اور مجموعی خرچ کا تخمینہ ۳۶۷۶۵۰۰۰ پاونڈ یا بحساب اوسط ۷۶۸۰ پاؤنڈ فی میل ہے۔ کام نون سمرون پر سے شروع کردیا گیا ہے اور کچہہ میل سڑک جلدی سے ولاڈی اسٹاک مین تیار کردی گئی تہی تاکہ سنہ ۱۸۹۱ع کے موسم گرما مین ولیعہد روس رسم افتتاح ادا کرسکے۔

دونون ریلون کا مقام اتصال اوسک قرار دیا گیا ہے۔ خود ماوراالنہرین ریلوے کی ایک نئی شاخ کے قیام کے متعلق آج کل تذکرہ ہو رہا ہے جو کاری بنت سے جو دریائے تجند کے کنارے واقع ہے۔ سرخس تک جائے گی۔ اس شاخ کے قایم کرنے سے روس اسی میل اور ہرات سے قریب پہونچ جائے گا۔

یوروپی روس مین دوسرے سلسلہ ہائے ریلوے کی توسیع

روپ پر جہان قات کی ریلوے ماورا النہری ریلوے کا لازمی نتیجہ اور تکملہ ہے نظر ڈالنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ بہت کچھ تاخیر و توقف کے بعد لاڈی کارکاس سے پٹرافسک تک کے سلسلہ ریلوے کے قیام کی منظوری زار نے دی ہے[۱]۔ گوکہ اس تجویز کے بھی متعدد مدعی ہین کہ ساتھہ ہی پٹرافسک اور زارٹسن کے مابین ریلوے کا ایک سلسلہ قایم کرکے وسط روس کے سلسلہ ہائے ریلوے اور دریائے والگا کے ساتھہ تعلق قایم کیا جائے۔ معہذا ایک جماعت اس غرض سے مامور کیگئی ہے کہ موقعہ کے معائنہ اور دیگر حالات پر نظر غائر ڈالکر اس امر کی نسبت رپورٹ پیش کرے کہ آیا: لاڈی کاد کاس یا کسی اور قریب کے مقام سے ایک ایسی سرنگ کھودی

[۱] یہ سلسلہ ۱۶۰ میل لمبا ہوگا اور اس کی لاگت کا تخمینہ ۱۲۰۰۰۰۰ پاونڈ کیا گیا ہے روس کے موازنہ مال مین جو سنہ ۱۸۹۱ء کے متعلق ہے ایک لاکھہ پاونڈ کی رقم کی گنجایش تعمیر کے مصارف ابتدائی کے لئے رکھی گئی ہے اسکے علاوہ ایک اور شاخ کے قیام کا مسئلہ بھی زیر بحث ہے جو پٹرافسک سے باکو تک جائیگی اور طول مین ۲۲۰ میل ہوگی۔

جانی ممکن ہے جو سلسلہ کوہ قاف کے بطن مین سے گزر کر کسی اسٹیشن پر جو باطوم و طفلس کی لائن پر واقع ہو جا نکلے[۱]۔ اسکے علاوہ آدجی کابل کے اسٹیشن سے جو اوس سلسلہ ریلوے پر واقع ہے جو باطوم اور باکو کے مابین قایم ہے آستارا واقع سرحد فارس تک بھی ایک جدید سلسلۂ ریلوے قایم کرنے کی تجویز ہے اور اسکی پیمایش بھی ہو رہی ہے۔ ان تمام سلسلہ ہاے ریلوے کی تیاری جو ایک ساتھ عمل مین لائی جا رہی ہے اس امر کی شاہد ہے کہ روس نے اپنے مقبوضات واقع یوروپ اور بحیرۂ اخضر کو ریل کے ذریعہ سے ملا دینے مین نہایت دور اندیشی سے کام لیا ہے کیونکہ بحیرۂ اخضر کے مشرق کی طرف اگر کبھی کسی فوجی کارروائی کا موقعہ آپڑا تو اوسکے لئے کمک اور سامان رسد بہم پہونچانے کے لیے لازمی طور پر مغرب کی سمت سے ہی بتمامہ استمداد کرنی پڑیگی۔

ماوراء النہر مین روسیون کی اخلاقی حالت

ماوراءالنہر سے مین نے اخبار " ٹائمس " کو حسب ذیل تحریر بھیجی تھی:-

یہ بات متواتر میرے سننے مین آئی ہے کہ ماوراءالنہر مین جو روسی فوج مقیم ہے اومین سازش - اوباشی - شرابخواری - قماربازی اور دوسری طرح طرح کی بدکرداریان پھیلی ہوئی

---

[۱] بیان کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی لائن ریل کی شاہراہ سے کسی ایسے اسٹیشن سے جو ولاڈی کاوکاس کے جانب شمال واقع ہوگا شروع ہو کر درہ ٔ کی مین سے ہو کر سلسلہ کوہ قاف کو طے کرتی ہوئی ایک سرنگ مین سے جسکا طول پانچ میل سے کم ہوگا گزرے گی اور ۱۳۰ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد گوری کے اسٹیشن پر جو طفلس ریلوے پر واقع ہے جا نکلے گی۔ لیکن اسپر لاگت بے انتہا آئے گی۔

ہین جسکی گورنمنٹ روس کو خبر نہین - ان روایات کا پے در پے سننے مین آنا اور ساتھ ہی
اونکا تناقص سے معرا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ان مین ضرور بہت کچھ حصہ سچائی کا ہوگا -
جو نوجوان یوروپی روس مین بے احتیاطیون کے مرتکب ہوتے ہین یا اوباشی مین
اپنا روپیہ ضایع کر دیتے ہین یا اور بری عادات اختیار کرتے ہین اونہین گورنمنٹ روس
بطور کفارۂ ذنوب وسط روس مین کچھ عرصہ کے لئے جلاوطن کر دیتی ہے تاکہ وہان اونکی
اخلاقی حالت کی اصلاح ہو جائے - لیکن یہ خیال نہین کیا جاتا کہ اس کالے پانی مین زندگی
کا دوبھر ہونا بجائے اسکے کہ قدیم جرم کے ارتکاب مکرر کو مانع آئے اور اولٹا اوسکا معین
ومحرک ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ وسط ایشیا کی ہر ایک روسی فوجی چھاونی مین ہنرمرکشی -
عیب جوئی اور لگاوٹ کا بازار خوب گرم رہتا ہے - کوئی ذی امتیاز شخص ایسا نہین جسکے دشمنون
کا ایک جم غفیر موجود نہ ہو جنکا یہی کام ہے کہ اوسکی تخریب اور بربادی مین کوئی دقیقہ اٹھا
نہ رکھین - پابندی ضوابط کا نمایشی ملمع بے قناعتی - بدباطنی اور بدکرداری مزمن پر چڑھا ہوا
نظر آتا ہے - اسمین شک نہین کہ اس سرزمین کی جانفرسا آب وہوا اور یہان کا نفرت انگیز
طرز زندگی ان خرابیون کا بہت بڑا باعث ہے - مگر اس موقعہ پر سوال یہ پیش آتا ہے کہ
جس سلطنت نے اپنی حالت وسط ایشیا مین ایسی بنا رکھی ہے آیا اخلاقی لحاظ سے
اوس کے تفوق کا قایم رہنا قرین احتمال ہے اور کہین ایسا تو نہ ہوگا کہ جب وہ اپنی قوت کو
کسی دشمن کے خلاف عمل مین لائے تو اوسے معلوم ہو کہ ایک کہنہ ناسور نے اوس مین
ضعف پیدا کر دیا ہے اور "بعد از خرابی بصرہ خواجہ بیدار شد" والا مضمون ہو -

انتظامی تبدیلیان



گمان ہے کہ میری یہ تحریر جو مین نے بے سوچے سمجھے قلمبند نہین کی تہی روسیون کو ناگوار گذری ہو گی لیکن اوسکا حق بجانب ہونا تہوڑے ہی عرصہ کے بعد ثابت ہو گیا کیونکہ ابھی چند مہینے بہی نہ گزرنے پائے تہے کہ عیب جینی۔ غلط کاری اور فتنہ پردازی کا ایک ایسا طوفان برپا ہوا کہ ماوراء النہر کی فوجی سوسائٹی کو اوسنے بیخ و بن سے ہلا ڈالا اور اوس وقت تک نہ تھما جب تک کہ وہان کے عہدہ دارون کو بدلکر اونکی جگہ نئے آدمی از سر نو مقرر نہین کئے گئے۔ نفس واقعہ کو جو غیر خوش آیند ہے یہان درج کرنے سے مین احتراز کرتا ہون۔ لیکن اس کل شورش کا ماحصل یہ ہوا کہ جرنیل کروپٹکین اب جرنیل کامروف کی جگہ ماوراء النہر کا گورنر جنرل ہے اور کرنیل علی خانوف جو مرو مین ایک ذمہ داری کی خدمت پر مامور تہا وہان سے علیحدہ کرکے قاف مین بہیجدیا گیا ہے۔ اسکے ساتھہ ہی فاضل اکمل موسیو چاریکاف کی جگہ جو دربار بخارا مین روس کیطرف سے بطور سفیر کے متعین تہا میرے دوست موسیو لیسار کا تقرر ہوا ہے جو مسئلہ تصفیہ سرحد افغانستان کے متعلق سند شہرت حاصل کر چکا ہے اور حال ہی مین روس کی طرف سے لورپول مین قونصل جنرل تہا۔ مشرق کی سمت مین اگر نگاہ دوڑائی جائے تو جرنیل روزنباش تاشقند کا گورنر جنرل نظر نہین آتا۔ بلکہ بجائے اوسکے جرنیل وروسکی جو سابق مین اوڈیسہ مین پولیس کا افسر اعلی تہا مقرر ہوا ہے۔ جرنیل اینکاف بھی اس عالمگیر طوفان کی زد سے نہین بچا لیکن ابھی تک اوسکے الزام لگانے والون کو اوس

پر پورا غلبہ حاصل نہین ہوا۔[۵]

ماورار النہر کی خود مختاری



تبدیلیان جنکا نتیجہ خیز ہونا لازمی تہا۔ ماورار النہر کی گورنمنٹ کے از سر نو ترکیب دیئے جانیکا باعث ہوئین اور چونکہ ایک عرصہ سے یہ تجویز گورنمنٹ عالیہ کے مرکوز خاطر تہی اس لئے اسکا انجام کار عملی صورت اختیار کرنا ایک قدرتی امر تھا۔ بتاریخ ۲۹ مارچ ۱۸۹۰ء سینٹ پیٹرز برگ مین یہ سرکاری فرمان صادر ہوا کہ ماورار النہر کے نظم ونسق کے لئے علیحدہ انتظام عمل مین آئے۔ چنانچہ اس تاریخ سے باستثنائے بعض خاص خاص امور کے صوبہ ماورار النہر انتظامی حیثیت سے گورنمنٹ قاف کے ماتحت نہین رہا بلکہ ایک حد تک ترکستان کی طرح خود مختار ہوگیا ہے اور اوسے یہ اقتدار حاصل ہے کہ سینٹ پیٹرز برگ کے فارن آفس (محکمہ خارجہ) سے براہ راست خط وکتابت کرے۔ یہ ایک ایسی تبدیلی ہے جسپر ایک عرصہ سے بحث ہو رہی تھی اور اسکا عمل مین آنا ماورار النہر کے روز افزون سیاسی امتیاز اور قدر وقیمت کی وجہ سے حق بجانب ہے اس کے ساتھہ ہی مرو کے چارون خان جنکا ذکر مین نے اپنی سابق کی تصنیف مین کیا ہے اون انتظامی اقتدارات سے جو اونکو اپنے جرگون کے متعلق حاصل تہے محروم کردئے گئے ہین لیکن ایک سو بیس پاونڈ سالانہ سالانہ کا وظیفہ عمر بہر کے لئے اون کی ذات

---

[۵] ماہ مارچ ۱۸۹۰ء مین اس امر کا اعلان کیا گیا کہ جنرل انینکاف ریلوے کے ڈائرکٹر ہونے کی حیثیت سے ماورار النہر واپس نہین آئیگا کیونکہ یہ صیغہ جنرل کروپٹکن کے تفویض کیا گیا ہے۔

کے سئے بدستور قایم ہے۔ اس سے زیادہ قوی ثبوت اوس کامیابی کا اور کیا ملسکتا ہی جو روس کو مفتوح ترکمانون کے باہمی قومی تعلقات اور رسوم و رواجات کے قدیم اثر کو مٹا دینے مین حاصل ہوئی۔ یہ وہی ترکمان ہین جو دس سال سے کچھ ہی مدت پہلے جان توڑ کر روسیون سے لڑے تھے اور اب وہی ہین کہ اپنے فاتحون کی غلامی کا دم رضا و عجز سے بھرتے ہین۔

جرنیل کروپٹکن

ورا ءالنہر کے نظم و نسق کی تجدید سے بھی زیادہ معنی خیز اگر کوئی شے ہے تو وہ اس صوبہ کے نئے گورنر کا تشخص اور سیرت ہے۔ ایک امن پسند اور غیر جنگجو عالم کے بجائے جسے کیڑون مکوڑون کی علمی تقسیم مین اپنی فوج کا معائنہ کرنے سے زیادہ لطف حاصل ہوتا تھا اب ماورا ءالنہر کا گورنر ایک ایسا شخص ہے جو اسکا بیلف کا دست و بازو اور گویا اوسی کے قالب مین ایک دوسرا شخص ہے۔ اس نئے گورنر کا نام جرنیل کروپٹکن ہے اور فن سپہ گری مین اوسکا شمار وسط روس مین طبقہ اعلی مین ہوتا ہے۔ کروپٹکن ۱۸۴۸ء مین پیدا ہوا۔ اٹھارہ برس کی عمر مین فوج ترکستان مین بھرتی ہوا اور محاصرہ فتح سمرقند کے موقعہ پر وہ موجود تھا۔ ۱۸۷۴ء مین اسٹاف کالج کے امتحان مین سب سی اوّل نکلکر وہ ایک سال تک الجزایر مین رہا جہان فرانسیسون کے ساتھ شریک ہوکر وہ مہم صحرائے اعظم مین گیا اور اس معرکہ کے متعلق اوس نے اپنی پہلی تصنیف لکھی۔ اسکے بعد وہ وسط ایشیا کو واپس آیا اور جنگ توقند مین اسکابیلف کے ساتھ رہا۔ اس

لڑائی مین وہ زخمی بھی ہوا جسکے صلہ مین اوسکو تمغہ صلیب سینٹ جارج عطا ہوا۔ ۱۸۷۶ء مین
وہ ایک خاص سفارت پر یعقوب بیگ والی کاشغر کے ساتھہ ایک معاہدہ قایم کرنیکے
لئے بھیجا گیا۔ اس سے روسیونکا مقصد اوس انگریزی سفارت کے اثر کا زایل کرنا تھا
جو بہ سرکردگی فارستھہ کاشغر کو روانہ کی گئی تھی۔ اسپر کروپٹکن نے اپنی دوسری کتاب
لکھی۔ جنگ روم و روس مین وہ اسکابیلف کے اسٹاف کا صدر تھا اور جب جنگ
ختم ہوئی تو وہ جنرل اسٹاف کے ایشیائی حصہ کا افسر اعلی مقرر ہوا۔ اسی زمانہ مین اوسنے
اس جنگ پر ایک تیسری کتاب لکھی۔ ۱۸۷۹ء مین اوس نے فوج ترکستانی کی سپہ سالاری
کے عہدہ پر مامور ہو کر پھر وسط ایشیا کو مراجعت کی اور سال آیندہ اپنی فوج کا کچھہ حصہ لیکر
وہ یلغار کے ساتھہ صحرائے ترکستان کو طے کرتا ہوا اسکابیلف سے گیاک تپہ پر جا ملا اور
عین وقت پر پہونچکر فوج کے تین دستون مین سے ایک کے ساتھہ اوسنے غنیم پر حملہ
کیا۔ اس وقت سے لیکر اب تک وہ سینٹ پیٹرس برگ کے صیغہ جنگ مین وسط ایشیا
کے تمام انتظامی مسائل متعلقہ فن تدبیر ملکی و سپہ گری مین بطور مشیر خاص کے رہا ہے اور
اب عین جوانی کے عالم مین ایک ایسے حصہ ملک کا کارفرما ہو کر آتا ہے جسکے حالات
اوسکو کسی دوسرے روسی جرنیل کے مقابلہ مین زیادہ معلوم ہین۔ فن سپہ گری کے متعلق
اوسکی قابلیت اور اوس کی مانی ہوئی بہادری اور جرارت ایسی چیزین ہین جن سے اوسکا
تقرر نہایت نتیجہ خیز ہو جاتا ہے۔ اسکے علاوہ یہ امر بھی نظر انداز نہین ہو سکتا کہ صیغہ راز
کی وہ مشہور یادداشت اوسی کی مرتب کی ہوئی ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ ہندوستان

پر روس کیونکر حملہ کرسکتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ روس کے تمامی اہل سیف کو اس یادداشت کی نسبت عام طور سے یہ خیال ہے کہ اس مین روس کے ہندوستان پر حملہ کرنے کی سب سے زیادہ خیرخواہانہ اور عملی تجویز مندرج ہے۔ اس کا ذکر مین آگے چل کر کرون گا۔
جرنیل کروپٹکن نے آتے ہی اپنی قابلیتون کا پورا ثبوت دیا (۱۸۹۱ء) اور ماوراء النہر کی اب صورت ہی کچھ اور ہے۔ جدھر دیکھو فوجی مشقون اور فوجی نقل وحرکت کے سوائے اور کچھ نظر نہین آتا۔ جرنیل موصوف کی تنخواہ چودہ سو پاؤنڈ سالانہ ہے اور آٹھ سو پاؤنڈ بطور لوازم اعزازی کے اوسے ملتے ہین گویا کہ کامروف کے مقابلہ مین اوسے چھہ سو پاؤنڈ کم دئے جاتے ہین جسکی تنخواہ بقدر اس مقدار کے زیادہ تھی موسولیسا بشاید کسی دوسرے زندہ روسی کے مقابلہ مین وسط ایشیائی اور سرحدی مسائل پر انگریزی اور روسی پہلو سے زیادہ تجربہ کے ساتھہ حاوی ہے جرنیل وروسکی کا میلان جنگ کی طرف زیادہ ہے۔ حالانکہ جرنیل روزنباش جسکی جگہ وہ مقرر ہوا ہے ایک صلح پسند شخص تھا لیکن ان تین تقررات کے ایک ساتھہ عمل مین آنے سے انگریزون کو اس امر کا یقین ہونا چاہیئے کہ گو وسط ایشیا کے سیاسی مسئلہ پر عنقریب جنگی کشاکش کا اثر نہ پڑے تاہم اس سرزمین مین روس کی اغراض ومقاصد کی نگہداشت غیرمعمولی تقید اور جانفشانی سے کی جائیگی۔ اس تحریر کے قلمبند کرچکنے کے بعد مین نے سنا ہے کہ جرنیل کروپٹکن نے آتے ہی اپنے رجحان طبیعت کا عملی ثبوت دیا ہے یعنی ماوراء النہر کی گورنری کی خدمت کا جایزہ لیتے ہی اوسنے اپنے صوبہ سے تمام ممالک غیر کے لوگون کے اخراج کا حکم دیدیا ہے اور اس میں وہ انگریز

بھی شریک تھا جسکا مین پیشتر ذکر کر چکا ہون۔

وسط ایشیا مین روسی طاقت کا اجتماع

اس بات کو ہم نظر انداز نہین کر سکتے کہ روس نہایت دور اندیشی اور عاقبت شناسی سے کام لیکر اپنے نئے ممالک محروسہ مین باقاعدہ طور سے اپنی طاقت کو بڑھانے کے لئے امن واطمینان کے موجودہ زمانہ سے استفادہ کر رہا ہے نئی فتوحات مین اوسے اپنی طاقت سے غیر معمولی کام لینا پڑا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عارضی طور پر اوسکی قوت مین فتور آگیا۔ ۱۸۸۵ء کے نازک وقت مین روس حملہ کیلیے ہم سے بھی کم تیار تھا۔ لیکن اس پانچ سال کے عرصہ مین روس نے بہت بڑی ترقی کی ہے جسکی قدر وقیمت کا اندازہ کافی طور پر لگایا نہین جاسکتا۔ اور جو بڑے بڑے اصلاحی کام اوسنے اختیار کئے ہین۔ اون پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی امیدین اور آرزوئین ابھی تکمیل کے منتہا سے کوسون دور ہین۔ روس کے اس زمانہ کی اصلاحات وترقیات پر جو بحیرہ اسود سے لیکر دریائے جیحون تک عمل مین آئین جب ہم نظر ڈالتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ سورم کی سرنگ کے کہودے جانے سے ٹرینسکاکیشین (آن روے قاف) ریلوے کی سودمندی بہت کچھ بڑھ گئی ہے۔ قاف کے شمال سے طفلس کے جنوب یا پیٹرافسک واقع ساحل بحیرہ اخضر تک جدید سلسلہ جات ریلوے کے قیام کی تجاویز درپیش ہین بحیرہ اخضر کے جہازون کے بیڑہ مین بہ تدریج اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے ریلوے کا منتہا بدل کر کراسنوواڈسک قرار دیا گیا ہے۔ ماوراء النہر کے سلسلہ ریلوے پر گاڑیون

کی تعداد بڑہا دی گئی ہے اور اوسے بہت کچھ ترقی دیگئی ہے - ماوراءالنہر کی گورنمنٹ کو آزادانہ حکومت عطا کیگئی ہے اور ترکمانون کے قومی رابطہ اتحاد کو اور زیادہ توڑ دیا گیا ہے - مرو - دریاے آمو - کرکی اور دیگر مقامات مین نئی فوجی بارکین تیار کیگئی ہین اور مختلف مقامات علی الخصوص شیخ جنید متصل کرایتی واقع سرحد افغانستان مین فوجی چہاونیان قایم کیگئی ہین - روسی افسرون اور غیر کمیشن یافتہ افسرون کا تقرر فوج بخارا ئی مین کیا گیا ہے[۵۱] - اور سرخس اور تاشقند تک ریل کے بڑہانے کی تجویز پیش نظر ہے - ان مین سے ہر ایک کارروائی بجاے خود اہم اور نتیجہ خیز ہے لیکن اگر یہ سب ملکر ایک ساتھہ عمل مین لائی گئین اور کوئی وجہ نہین کہ یہ باور نہ کیا جاے کہ عنقریب ایسا ہی ہوگا تو روس کی طاقت سنہ ۱۸۸۵ء کے مقابلہ مین سے انتہا بڑہ جائیگی - اسکے ساتھہ ہی روس نے اپنی ایشیائی رعایا کے لئے روسی مدرسون مین تعلیم پانا لازمی کردیا ہے اور ماوراءالنہر مین پروانہ راہداری کے اوس طریقہ کو جو یورپی روس مین رایج ہے تنفید کے ساتھہ جاری کیا ہے - اگر ہم نیچ کی روس پانچسو میل کے فاصلہ پر سے پہلانگ جائین جو نقشہ مین افغانستان کے نام سے درج ہے اور جو کچھ اس پراسرار خطہ فاصل کے ہندوستانی پہلو پر ہو رہا ہے اوسپر نظر دوڑائین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ ہمین بہی اپنی جانب ویسا ہی اطمینان ہے جتنا روسیون کو اپنی طرف - دونو طرف جنگی تیاریان ہو رہی ہین - لیکن جنگی تیاریون کا نتیجہ بالعموم تطویل امن ہوا کرتا ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ دو ملک جنہون نے لڑائی کے لئے برابر کی تیاری کی

[۵۱] اسکا اعلان جنوری سنہ ۱۸۹۱ء کے ماسکو گزٹ مین ہوا -

ہو اون مین لڑائی چھڑنے کا اتنا احتمال نہین ہوتا جتنا کہ ایسے دو ملکون مین جو جنگ کے لئے ٹھیک طور سے تیار نہ ہون یا جتنا کہ ایسے دو ملکون مین جن مین سے ایک نے زیادہ تیاری کی ہو اور دوسرے نے کم اور اول الذکر ثانی الذکر کی کمزوری سے فائدہ اوٹھانے کا دل سے آرزومند ہو۔

زمانہ آیندہ



اگر مجھ سے اسوقت سوال کیا جائے کہ وسط ایشیا کا عنقریب کیا سیاسی حشر ہونے والا ہے (کیونکہ کوئی ایسی پیشین گوئی کرنی جو زمانہ دراز سے تعلق رکھتی ہو لغو محض ہوگی) تو مین یہ جواب دونگا کہ آثار اور شگون تو ابھی تک امن ہی کے ہین[ا]۔ زمانہ فریقین کے ذہن مین یہ بات متمکن کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اگر انگلستان اور روس مین لڑائی ہوئی تو وہ کسی مختصر سے رقبہ یا تھوڑی سی مدت تک محدود نہ ہوگی بلکہ اوسکے نتائج نہایت وسیع ہونگے جنکی نسبت کوئی شخص پیش بندی نہین کرسکتا۔ موجودہ زار کی امن پسندی تو مشہور ہے اور اوس کی طبع کا یہ رجحان اس مسئلہ کے تصفیہ کا جزو اعظم ہے مگر روسی سوسائٹی کی پریشان حالت کو مدنظر رکھہ کر اسپر زیادہ وثوق کے ساتھ بھروسا کرنا سلامت روی کے اصول کے خلاف ہوگا۔ البتہ یہ امید کیجا سکتی ہے کہ ولیعہد روس جنہون نے

[ا] یہ مسودہ مطبع کو چھپنے کے لئے جا رہا ہے کہ ہمارے سننے مین یہ پریشان کردینے والی خبر آئی کہ روس پامیر اور دوسرے مقامات کی جانب پیش قدمی کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک زیادہ تشویش ناک زمانہ ہمارے دیکھنے مین آئے۔

حال مین ملکہ معظمہ کی سلطنت ہند کا سفر کیا ہے اپنے والد ماجد کی طبیعت میراث مین پائین گے۔ افغانستان اب بھی گذشتہ پچاس سال کی طرح اس قفل کی کلید ہے۔ اگر روس اپنے عہد پر ثابت قدم رہا اور اوسنے اپنے ہمسایون کی حدود مین مداخلت نہ کی تو کچھ عرصہ تک روسی کاسک اور ہندوستانی سپاہی باوجود دوری کے ایک دوسرے کے دوست رہ سکتے ہین۔



پانچواں باب

عاشق آباد سے کوچان تک کا سفر

وحشیان جنگجو غارتگران تند خو — آئے نیشاپور کے فیروزہ زا کہسار سے

"خراسان کا نقاب پوش مدعی نبوت" امور۔

ورود بہ عاشق آباد

عاشق آباد کے اسٹیشن پر ایک ایرانی نوکر مجھے ملا جسے کرنیل سٹوارٹ نے ازراہ عنایت مشہد کے انگریزی قونصل خانہ سے میری آسایش کیلئے بھیجدیا تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ کرنیل موصوف نے میرے لئے خیمہ و خرگاہ اور نوکر چاکر وغیرہ بھی روانہ کئے ہین مگر وہ سرحد ایران پر عاشق آباد سے تیئس میل کے فاصلہ پر مجھے ملین گے چونکہ روسی حکام متعینہ مشہد انگریزی رعایائے مقیم ایران کو سرحد سے گزر کر روسی ماوراء النہرین داخل ہونے کی اجازت دینے مین پس و پیش کرتے ہین لہذا یہ لوگ جو سفر آیندہ مین میرے ہمراہ رہنے والے تھے مجھ سے عاشق آباد مین مل نہین سکے۔ البتہ ایرانی سے یہ ممانعت متعلق نہ تھی اور اسلئے وہ اس غرض سے میرے پاس بھیجدیا گیا تھا کہ مجھے میرے کیمپ تک جو سرحد ایران پر میرا انتظار کر رہا تھا پہونچا دے۔ لیکن شومی قسمت سے یہ حالت تھی کہ

نہ مین سمجھون زبان اوس کی نہ وہ سمجھے زبان میری

اور ایسا شخص ملنا مشکل تہا جو ترجمانی کا کام دیسکے۔ غرضکہ مین گاڑی مین سوار ہوکر گرد و غبار کی دم گھونٹنے والی بادلون مین سے گزرتا ہوا گورنر جنرل کے مکان کو گیا۔ لیکن وہان پہونچکر مجھے معلوم ہوا کہ جنرل کامروف مجھ سے ایک دن پہلے عاشق آباد سے جا چکے تھے اور اس لئے مین اون کی گذشتہ سال کی ملاقات سے کوئی فائدہ نہین اوٹھا سکا۔ اسکے بعد مین اونکے قائم مقام سے جا کر ملا مگر چونکہ ان صاحب کو میرے متعلق کوئی ہدایت نہین پہونچی تھی لہذا اونہون نے یہ ظاہر کیا کہ وہ سینٹ پیٹرسبرگ سے بذریعہ تار ہدایت حاصل کرلین گے۔ اور مجھ سے کہا کہ اوسوقت تک آپ عاشق آباد کی سیر سے اپنا دل بہلائیے۔ چونکہ مجھے سابق کے تجربہ سے معلوم تھا کہ عاشق آباد کے مناظر ایسے دلفریب نہین کہ باعث تفریح طبع ہوسکین۔ کیونکہ سوائے ایک معمولی سے دیسی بازار۔ چند روسی دکانون۔ روسی دیوانی اور فوجی عہدہ دارون کے مکانات اور فوجی چھاونیون کے سوا جو ایک کف دست اور غیر خوش آیند صحرا پر واقع ہین اور ہمیشہ گرد و غبار[لہ] کے ایک بگولے مین لپٹی رہتی ہین۔ وہان کی کوئی چیز قابل دید نہ تھی۔ لہذا مین نے اس عوت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور

لہ سنہ ۱۸۸۱ء مین جب روسیون نے ماوراءالنہر پر حملہ کیا تو عاشق آباد ایک ترکمانی بستی تہی جس مین پانچ سو گہر آباد تھے۔ روسی دار الحکومت ہوجانے پر اسکی حالت بہت جلد بدل گئی اور اس کی حدود بہت وسیع ہوگئین۔ سنہ ۱۸۸۴ء مین اس کی آبادی ۴۰۰۰ تہی۔ سنہ ۱۸۸۶ء مین فوج کو نکالکر اس کی آبادی دس ہزار ہوگئی۔ اوس زمانہ کے بعد سے لیکر اب تک یہان کی آبادی دس ہزار سے کسی قدر زیادہ رہی ہے۔

یہ خواہش ظاہر کی کہ مین فوراً ہی یہان سے روانہ ہوجانا چاہتا ہون - چونکہ میری یہ خواہش عاشق آباد کے فوجی موقعہ کے امتحان کرنے کے کسی خفیہ منصوبہ سے تطابق نہ رکھتی تھی لہذا مجھے روانگی کی اجازت دے دی گئی - لیکن نہ تو مجھے کوئی مدد دیگئی اور نہ کوئی مدد پیش ہی کی گئی حالانکہ اس وقت مین اپنے انتظام سفر کی دقتون کے رفع کرنے کے متعلق اعانت کا بہت کچھ محتاج تھا - بات اصل مین یون ہے کہ روسی فوجی حکام انگریزون کا عاشق آباد مین آنا پسند نہین کرتے اور متعدد مرتبہ اونہون نے ایسے مواقع پر ایسی بے رخی اور کج اخلاقی ظاہر کی ہے جو روسیون جیسی خلیق قوم مین شاذونادر ہی دیکھنے مین آتی ہے -

روانگی بجانب سرحد

آخر کار دو شخصون کی ترجمانی کے واسطے سے مجھے اپنے ایرانی ملازم کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا اور اپنے سامان کو از سر نو ترتیب دیتے اور اوسے خچرون پر لادنے مین چند گھنٹے صرف کرنے کے بعد غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے مین عاشق آباد سے رخصت ہوا - میرا ارادہ یہ تھا کہ دامن کوہ تک تو دروشکی[1] مین سوار ہوکر جاؤن اور وہان سے گھوڑے پر جسے ایرانی اپنے ساتھ لایا تھا سوار ہوکر باقی کا فاصلہ طے کرکے کیمپ تک پہونچ جاؤن - لیکن چونکہ ہماری گفتگو کے سلسلہ مین ضرورت سے زیادہ حلقے تھے اس لئے کچھ غلط فہمی سی واقع ہوگئی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ میرا سامان تو رات بھر مارا مارا پھرا اور کہین دوسری صبح کو جاکر ملا اور ایرانی کو پندرہ میل پیدل چلنا پڑا اور مجھے بسواری اسپ

---

[1] دروشکی ایک قسم کی گاڑی کا نام ہے - مترجم -

تن تنہا آدہی رات کے وقت سرحد کی طرف جانا پڑا۔ جہان پہونچکر مین ادہر ادہر بھٹکتا رہا یہان تک کہ حسن اتفاق سے رات کے ایک بجے کے قریب مجھے اپنی خیمہ گاہ کا نشان مل گیا۔

عاشق آباد سے کوچان تک کی سڑک کی تاریخ

جس سڑک پر مین نے سفر کیا اور جسکا حال مین اب بیان کرنیوالا ہون اوسے بہت بڑا امتیاز حاصل ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے روس کو خراسان کے دل لبھانے والے صوبے مین داخل ہونے کا ایک بنا بنایا راستہ مل جاتا ہے۔ ترکمانون کو ۱۸۸۱ء مین مسخر کرنے کے بعد اوس نے فوراً ہی یہ کارروائی شروع کی کہ سرحد ایران پر اپنی طاقت کو مستحکم کرے اور اوس تفوق سے فائدہ اوٹھائے جو فتوحات کے باعث اوسے اپنے کمزور اور ڈرپوک جنوبی ہمسایہ پر حاصل ہوگیا تھا۔ اصول فن حرب کے لحاظ سے تو روس کو پہلے ہی وہ تفوق حاصل ہوچکا تھا جسکے کفیل اوسکے جدید ممالک مفتوحہ تھے۔ اور ایک سرحدی معاہدہ کی روسے جو ان فتوحات کے بعد روس اور ایران کے درمیان قرار پایا۔ روس نہ صرف قلہائے کوہ پر مسلط ہوگیا بلکہ خاص خاص ذرایع آبرسانی[۵۱] اوس کے قابو مین آگئے اور اسطرح تفوق مسطور اور بھی زیادہ ارفع ہوگیا۔ جرنیل اننکاف کی ریلوے کے قیام نے روس کی تجارتی فوقیت کو بھی یقینیات مین داخل کردیا ہے بشرطیکہ روس کا تجارتی مال بحفاظت وسہولیت سرحد سے گزر سکے۔ ترکمان اٹک (اٹک سے مراد دامن کوہ ہے)

۵۱ کتاب رشیا ان سنٹرل ایشیا (وسط ایشیا مین روس کا طرز عمل) مین انکی فہرست بطور ضمیمہ کے چھپ چکی ہے۔

اور خراسان کے درمیان کوئی اچھی سڑک موجود نہ تھی اور جو تھی بھی وہ سرحدی اقوام کی وحشیانہ اور خونریز چپقلشوں کی وجہ سے قریبا مسدود ہو گئی تھی۔ چنانچہ روسیون نے ایک جدید محفوظ اور سیدھا راستہ نکالنے کی غرض سے عاشق آباد سے سرحد ایران تک ایک فوجی سڑک بنانی شروع کی اور ایرانی اس امر پر رضامند ہو گئے کہ وہ اپنی سرحد کی طرف ایک اسی طرح کی سڑک تیار کرینگے جو روسی سڑک سے جا ملیگی اور بالآخر عاشق آباد کو ایک شاہراہ کے واسطہ سے جس پر گاڑی چل سکیگی کوچان اور مشہد سے ملا دیگی۔ اس سڑک کے ایرانی حصہ کی تیاری جرنیل گیستیجر خان آسٹریا کے ایک انجنیر افسر کے سپرد کیگئی جو شاہ کا ملازم ہے ۱۸۸۸ء کے اختتام سے پہلے سڑک کا روسی حصہ جو طول میں تیس میل تھا سرحد تک پہونچ چکا تھا لیکن یہ امر محتاج بیان نہیں کہ ایرانی حصہ ابھی شروع بھی نہیں ہوا تھا اور نہ اوسکے آغاز وانجام کے آثار ہی نظر آتے تھے۔ ایک تو اس تاخیر و درنگ نے روس کو برہم کیا اور دوسرے وہ فوائد اوسکی برافروختگی کا باعث ہوئی جو اوسکے خیال میں برطانیہ کلان کو ۱۸۸۸ء میں رعایتی حقوق متعلقہ قارون کے حصول میں ایران سے پہونچے تھے۔ ان دونوں امور سے متاثر ہو کر روس نے دربار ایران پر دباؤ ڈالنا شروع کیا اور ایک خفیہ معاہدہ کی شرائط میں جسکا راز اب طشت ازبام ہو چکا ہے اس شرط کے منوانے پر بھی اصرار کیا کہ ایران فوراً عاشق آباد سے کوچان تک کی سڑک تیار کر دے۔ شاہ کجکلاہ کو یہ تقاضا مرغوب نہ تھا مگر سوا ئے تسلیم کے اور کیا چارہ تھا۔ اونہیں جبراً و قہراً روس کی بات ماننی پڑی چنانچہ جرنیل گیستیجر خان اپنی خدمت سے سبکدوش کر دیا گیا کیونکہ

اوسکی نسبت یہ مشہور ہوا تھا کہ خراسان کے گورنر جنرل کے ساتھ اوسکا تنازعہ ہو گیا ہے اور خفیہ طور پر وہ روسیون کے ساتھ خط وکتابت کرتا ہوا پایا گیا ہے) اور سڑک تیاری کا ٹھیکہ مشہد کے ملک التجار کو دیا گیا جس نے ایک سال کے عرصہ مین تیرہ ہزار پاونڈ کی لاگت سے کام تیار کر دینے کا وعدہ کیا۔ اس کے معاوضہ مین ملک التجار موصوف کو تمام مسافر خانون اور کنوئون کے حقوق جو اس سڑک سے متعلق ہونگے مل گئے اور اسکے علاوہ تمام سڑک پر محصول وصول کرنیکا حق بھی حاصل ہو گیا۔ القصہ جب مین نے اس سڑک پر ماہ اکتوبر ۱۸۸۹ء کے شروع مین سفر کیا تو صورت حالات یہ تھی جو اوپر بیان ہوئی۔

اس سڑک کا روسی حصہ

عشق آباد سے شروع ہو کر یہ سڑک جنوب کیطرف میدان مین سے ہوتی ہوئی پہاڑون کی طرف جاتی ہے۔ عرض اس کا ہر جگہ برابر ہے یعنی ۲۵ فیٹ۔ اور اگرچہ عاشق آباد کے قریب اسمین جابجا گڑھے پڑے ہوئے تھے لیکن آگے جا کر اسکے ڈھلوان سے ڈھلوان حصہ بھی ایسے ہین کہ توپخانہ بآسانی اوس پر گزر سکتا ہے۔ آٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے یہ سڑک دامن کوہ مین پہونچتی ہے اور وہان سے ایک بغلی وادی کو جو سلسلہ کوہ کوپت داغ کے محور کے متوازی ہے چکر کاٹتی ہوئی قطع کرتی ہے اسکے بعد چڑھاو شروع ہوتا ہے اور سڑک لہراتی اور پہاڑ کے پہلوؤن پر چڑھتی ہوئی پندرہوین میل پر ایک تنگ کوہستانی درہ مین داخل ہوتی ہے جسکی تہ مین ایک سیل کی پتھریلی گزرگاہ ہے۔ جب مین یہان سے گزرا تو یہ نالا خشک تھا مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جس زمانہ مین برف

پگھلتی ہوگی یا مینھہ زور کا پڑتا ہوگا تو اسمین دفعتہً پانی جوش وخروش کے ساتھہ آتا ہوگا
سڑک نالے کو متعدد مقامات پر پل کے ذریعہ سے نہین بلکہ پتھر کے ایک پشتہ نما راستہ
کی وساطت سے جو خود نالے مین سے گزرتا ہے اور کئی جگہہ سے ٹوٹ چکا ہے اور بہہ بھی گیا
ہے عبور کرتی ہے۔ چونکہ اس سے کسی مفید عملی نتیجہ کا مترتب ہونا مقصود نہین اس لئے
اسے روس کی کفایت شعاری پر ہی محمول کیا جا سکتا ہے۔ اسکے بعد پچیسوین میل کے
قریب چڑہاؤ کا ایک اور لہراتا ہوا سلسلہ شروع ہو کر ایک ویران مرتفع وادی مین داخل ہوتا
ہے جسکو یہ سڑک طے کر کے پھر پہاڑیون مین سے گزرتی ہوئی انجام کار روسی گاؤن
باج گیران مین (جسکے لغوی معنی محصول لینے والے کے ہین) جو بزمانہ سابق اندان کے
نام سے مشہور تھا جا پہونچتی ہے۔ اس گاؤن سے روانہ ہو کر ایک میل کے فاصلہ پر
مسافر کا اوس قلۂ کوہ پر گزر ہوتا ہے جو روسی اور ایرانی علاقہ کی سرحد ہے۔ اگرچہ عاشق آباد
مین اسٹاف کے افسر اعلیٰ نے مجھے ایک حکمنامہ دیا تہا تاکہ اگر راستہ مین کوئی روسی
سپاہی مزاحم ہو تو اوسے دکھا کر مین گزر سکون لیکن نہ تو راہ مین اور نہ سرحد پر ہی مجھکو کوئی
روسی سپاہی [illegible] حقیقت یہ ہے کہ روس کو اپنی ایشیائی سرحد کے اس حصہ پر پہرہ مقرر کرنے
کی ضرورت چندان پیش نہین آئی کیونکہ ایران کی طرف سے کسی دستبرد کا عمل مین آنا تو خارج
از بحث ہے اور روسیون اور دلیسیون کے سوائے دوسری طرف کوئی اور شخص جاتا
نہین۔ البتہ سڑک کے قریب سرحد سے تہوڑے سے فاصلہ پر مین نے ایک وسیع
مستطیل پتھر کی عمارت تیار ہوتے دیکھی جو میرے خیال مین پہرہ کی چوکی اور مسافر خانہ کا



ایرانی باج گیرها

مشترک کام دے گی۔ ایرانی باج گیرہ جس مین ایک چنگی خانہ واقع ہے جہان عاشق آباد کی طرف سے آنے والے کاروانون پر محصول لیا جاتا ہے کچی مٹی کے جھونپڑون کا ایک چھوٹا سا گاؤن ہے جو سرحد سے قریبًا دو میل کے فاصلہ پر ایک وادی مین پہاڑی کے پہلو سے ملا ہوا واقع ہے یہی وہ مقام تھا جہان مین اپنے گھوڑے کی لگام ہاتھ مین تھامے پا پیادہ حسن اتفاق سے اپنے کیمپ مین آ پہونچا تھا۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اور ملتے پر تیوری چڑھائے ہوئے سنگلاخ منظر پر اپنا دلفریب پرتو ڈال رہی تھی اور اسی کی رہنمائی سے منزل مقصود تک میری رسائی ہوئی۔ خاکستری رنگت کی عریان پہاڑیون پر سبزہ نام کو نہ تھا اور پر سوائے ایک آدھ قافلہ کے جسکی فریاد جرس البتہ خاموشی کو چیرتی ہوئی راہ مین میرے کانون مین پڑی زندگی کی اور کوئی علامت میرے دیکھنے مین نہین آئی۔

سرحدی کوہستان

جس سلسلہ کوہ کو مین نے اب تک طے کیا تھا اور جسکی چٹانون اور پہاڑیون مین کوچان پہونچنے سے پہلے مجھے اور دو دن صرف کرنے پڑے اور جس کی وحشت زا مشرقی شاخون مین مجھے ابھی اور دس دن بادیہ پیمائی کرنی تھی وہ خود مشرقی شاخ ہے اوس عظیم الشان سلسلہ کوہ البرز کی جو سنگ خارا کی ایک دیو قامت دیوار کی طرح ایران کی پوری شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے سمت غرب مین اس سلسلہ کا تعلق کوہستان قاف کے ساتھ ہے اور وہان سے لیکر تیس ۳۰ میل کے فصل سے یہ بحیرہ اخضر کے جنوبی ساحل کے سواد کو مستحکم کرتا اور راستہ مین دماوند کی رفیع الشان چوٹی کو جسکا ارتفاع ۱۹۴۰۰

فیٹ سے آسمان کا مدمقابل بنا تا ہوا انجام کار تھوڑی دیر کے لئے گرگان کی وادی
مین استرآباد کی دوسری جانب بہ شکل نشیب ستانے کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔
لیکن تازہ دم ہونے سے اس مین اصل قوت پھر عود کرآتی ہے اور یہ اون پیچ در پیچ
کہسارون کی شکل اختیار کرتا ہے جو سلسلہ در سلسلہ ایک دوسرے کے پیچھے پیدل فوج
کی قطارون کیطرح صف آرا ہین اور جنکا محور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف اوس
درمیانی ضلع مین سے ہوکر گزرتا ہے جو ترکمانی میدانون اور ایران کے بڑے صحرا کے
شمالی دامن کے مابین واقع ہے۔ آگے چلکر ہرات کے قریب غیر صحیح الاسم سلسلہ کوہ
پیروپمیسن سے جو خود ہندوکش کی مغربی شاخ ہے یہ کوہستان جا ملتا ہے۔ جس کوہستانی
طبقہ سے اسوقت بحث کی جارہی ہے اوس مین پہاڑون کے شمالی سلسلے قرن داغ اور
کوپت داغ کے نام سے مشہور ہین اور وسطی اور بلند تر سلسلہ جو جنوب کی طرف وادی اترک تک
کا محیط ہے اعلیٰ داغ اور بنالوو داغ کے نام سے موسوم ہے۔ ان متوازی سلسلون
کے درمیان جو مرتفع وادیان چھپی ہوئی ہین اون کی بلندی کا اوسط چار ہزار فیٹ ہے اور
جو قلہ ہائے کوہ ان وادیون پر سایہ افگن ہین اونکا ارتفاع آٹھ ہزار سے لیکر گیارہ ہزار
فیٹ تک ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک فقط خراسان ہی مین ایسی ایسی بلند سولہ چوٹیان
ہین۔ ان کی سنگلاخ عریانی اور سنسانی کا سمان ایسا ہے کہ اس سے زیادہ وحشت انگیز
تصور کسی شے کا ذہن مین نہین آسکتا یہ خاکستری رنگ کے کوہستان جنکے اجزاء ترکیبی چونے
کے پتھر سے مشارکت رکھتے ہین اور جو سوائے جونیپر نامی[۱] ایک خودرو بوٹی کے کہ وہ بھی

شاداب اور کثیر الوجود نہین سبزہ سے معرا چشمون کی فراوانی سے محروم اور قابل کاشت زمین سے تہی دست ہین اپنی لکھو کہا سال کی طبقات الارضی سرگزشت غیر مہمان نوازانہ مگر راستبازانہ بیباکی کے ساتھہ سنا رہے ہین۔ آج سے دس سال پہلے ان کہسارون مین قتل اور غارتگری کی جو کمین گاہین موجود تھین اونہون نے گویا اوس سرد مہری اور بیرحمی کی آڑ لے رکھی تھی جس سے یہ سنگلاخ طبقہ متصف ہے۔ ترکمان لٹیرے ان پہاڑون کے وحشت خیز درون مین شعلہ آتش کی طرح لپکتے ہوئے آتے تہے اور شمشیر و تفنگ سے اون گاؤن اور ریوڑون پر آپڑتے تہے جنہون نے اون کی پے در پے غارتگری کے بعد بھی زندہ رہنے کی جسارت کا ارتکاب کیا تھا۔

ریل کی سڑک کی تجویز

روسیون نے عاشق آباد سے کوچان تک والی سڑک تیار کرنی شروع کی تھی تو بیان کیا گیا تہا کہ اونکا قصد ہے کہ اس سڑک پر آیندہ چلکر ریل یا دخانی ٹرمیوے کیلئے لوہے کی پٹری بچھائین تا کہ اسکے ذریعہ سے مشہد پہونچنا آسان ہو جائے لیکن ایک انگریزی افسر محکمہ تعمیرات نے جس نے اس سڑک کا معائنہ کیا ہے مجھ سے کہا کہ ایسا نہین

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۹۴ - ۱ جونیپر ایک جہاڑی کی شکل کی سدا بہار بوٹی ہوتی ہے جسکے پتے گاؤزبان کی شکل کے اور پہول گچھون مین ہوتے ہین اس کا پہل جو جھربیری کے بیر کے برابر اور نیلگون ہوتا ہے دو سال مین پکتا ہے اور کہانے کے کام بھی آتا ہے۔ معلوم نہین کہ اس کا اردو یا فارسی نام کیا ہے۔

مترجم

ہوسکتا کیونکہ پہاڑوں کے عبور کرنے مین اس سڑک نے جو چکر کاٹے ہین وہ بحالت موجودہ ایسے ہین کہ دنیا مین کوئی ریل کی سڑک اونکے پیچ وخم کی تاب نہین لاسکتی اور باج گیرہا اور کوچان کے درمیان کی سڑک کے ایرانی حصہ کے بعض موڑون پر بھی یہی قول راست آتا ہے کوچان سے مشہد تک صاف اور ہموار میدان ہے اور اسلئے ان دونون مقامات کے مابین ریل کی پٹری آسانی سے بچھہ سکتی ہے لیکن ایسی سڑک کے قایم کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور جیسا کہ آگے چلکر ظاہر ہوگا قوی تر احتمال اس امر کا ہے کہ اگر روسیون کو مشہد تک ریل کا لانا مقصود ہے تو وہ سمت مقابل سے لائین گے۔

باج گیرہا سے کوچان تک براہ دربدم وامام قلی دو چھوٹی چھوٹی منزلین ہین۔ فاصلہ بارہ فرسخ یعنی اندازاً ۴۸ میل بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن مین نے منزلون کا حساب عاشق آباد سے حسب ذیل کیا ہے۔

عاشق آباد سے باجگیرہا تک	۳۰ میل
باجگیرہا سے ایرانی باجگیرہا تک	۲ میل
ایرانی باجگیرہا سے امام قلی تک	۲۱ میل
امام قلی سے کوچان تک	۲۳ میل

متذکرہ بالا سڑک کا ایرانی حصہ

سرحد ایران اور کوچان کے درمیان اسوقت اونٹ اور خچر کا جو راستہ موجود ہے اوسپر مجوزہ فوجی سڑک پورے طور سے منطبق نہ ہوگی۔ ثانی الذکر او غاز کی راہ سے

چکر کاٹتی اور جو ڈہلوان یا مشکل مقامات ہین اون سے بچتی اور کترا تی ہوئی جائیگی - تاہم راستہ مین مجھے اس سڑک کے ناتمام حصون سے جابجا گزرنا پڑا - کہین کہین سڑک کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تیار ہو چکا تھا کہین ابھی صرف داغ بیل لگائی گئی تھی اور کہین مزدور کام کر رہے تھے مین نے صدہا مزدورون[۱] کو بارود سے پتھر اڑاتے یا پل تیار کرتے دیکھا - مگر یہ پل ایسی کمزور تھے کہ غالباً پہلے ہی طوفان مین بہہ جائین گے - ایک جرمن انجینر اس کام کو زیادہ اصولی طریقہ پر تیار کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا لیکن تقرر کے ایک ہی مہینے کے بعد اوسکا انتقال ہو گیا - اب فقط دیسی معمار سڑک تیار کر رہے ہین مگر امید نہین کہ اون کا کام دیرپا ہو اسکے علاوہ جن مزدورون کو مین نے دیکھا وہ بہت ہی سستی سے کام کر رہے تھے اور اگر اسطرح سے ملک التجار نے اپنا ٹھیکہ مدت معینہ سے دگنے زمانہ مین بھی ختم کر لیا تب بھی بڑی تعجب کا مقام ہوگا -

دربدم و امام قلی

موجودہ راستہ باج گیرہا سے جنوبی و مشرقی سمت مین ایک وادی کو قطع کرتا ہوا اچھے ملے ٹیکرون اور گھاٹیون مین سے ہو کر گزرتا ہے جنہین دیکھکر مجھے فلسطین کا وہ سونا اور غیر آباد قطع زمین یاد آگیا جو یورشلیم اور سامریہ کے درمیان ملتا ہے - کچھ دور آگے جا کر ہم ایک تنگ درہ مین داخل ہوئے جو اسقدر ڈہلوان تہا کہ مجھے مجبوراً گھوڑے سے اُتر کر پیدل چلنا پڑا - دونون طرف پہاڑون کی چوٹیون پر چھوٹے چھوٹے برج عقاب کے آشیانہ

[۱] ایک مزدور کی مزدوری قریباً ۱/۲ ۹ پنس یومیہ تہی -

کیطرح سے بنے ہوئے تھے اور پتھر کی ایک بھدی سی دیوار جو درہ کے عرض مین حایل تھی ترکمانی تاخت و تاراج کے اوس زمانہ کی یاد تازہ کرتی تھی جو ابھی تک فراموش نہین ہوا تھا۔ درہ کے ختم ہوتے پر ہم ایک چھوٹے سے مدوّر میدان مین آنکلے جس مین موضع دربدم ایک پہاڑی ندی کے کنارے واقع ہے۔ یہان مین نے پہلی مرتبہ ایک مربع حصار جسکی اونچی اونچی کچی مٹی کی دیوارین تھین اور جسکے ہر زاویہ پر ایک برج تھا دیکھا۔ اسکے بعد جس جس گاؤن مین میرا گزر ہوا اوسی مین اس قسم کے حصار میرے دیکھنے مین آئے۔ جس زمانہ مین ترکمانون کا دور دورہ تھا تو ہر ایک گاؤن مین جو اون کی سرحد سے سو میل کے اندر ہوتا تھا اپنی فوجی قوت کے مستحکم کرنے کے لئے اس طرح کے حصار اونھون نے بنوائے تھے۔ چودہ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مین دربدم مین کچھہ دیر سستانے کے لئے ٹھہرا اور درختون کے ایک جھنڈ کے نیچے دری بچھا کر مین نے ناشتہ کیا۔

جس درہ مین سے دریاے سٹرک نکلکر وادی مین داخل ہوتا ہے اور جس مین نئی سڑک کو کئی جگہہ ندی سے عبور کرنا اور طغیانی کے زمانہ مین بہ جانے کا خطرہ برداشت کرنا پڑیگا۔ اوس مین سے ہوتے ہوئے ہم کھلے میدان مین آنکلے اور اون دو گاؤن مین سے پہلے کے پاس سے ہو کر گزرے جو امام قلی کے نام سے موسوم ہین۔ جو گاؤن اول آیا وہ ہماری بائین جانب واقع تھا۔ ایک تباہ حال جھونپڑی مین نالہ وشیون کی صدا بلند ہوتی ہوئی سنکر اور عورتون اور بچون کے ایک جم غفیر کو جھونپڑی کے دروازہ پر گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھکر مین وہان گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ اس گاؤن کا ایک عیالدار شخص

اوس دره مین جسے مین نے ابھی ابھی چھوڑا تھا نئی سڑک پر مزدوری کے کام پر لگا ہوا
تھا اور بارود سے پتھر اوڑانے مین مصروف تھا کہ ناگاہ اوپر سے ایک پتھر اوسکے سر پر گرا
اور وہ وہین مرگیا۔ مصدوم کی نعش ایک چادر سے ڈھکی ہوئی دہلیز مین پڑی تھی۔ مین نے
ان بچارون کو کچھ قران دئے کیونکہ وہ نہایت ہی مفلوک اور تباہ حال نظر آتے تھے۔
گاؤن سے کچھ دور سڑک کے کنارے پتھرون کے درمیان مین نے ایک کنکریلا گڑھا
کھدا ہوا پایا جس مین اس بیکس شخص کی لاش دفن کی جانے والی تھی۔ سہپہر کے تین بجے
کے قریب وادی کے ایک وسیع تر اور فراخ تر حصہ مین جہان کچھ کچھ دور پر سفیدے
کے جھنڈ اپنی شان رفعت کی جھلک دکھا جاتے تھے مین امام قلی خاص مین پہونچا۔
یہ گاؤن بھی ایران کے تمام کوہستانی دیہات کی طرح پہاڑی کے پہلو پر واقع ہے اور
اسکے مکانات جو غلیظ کچے جھونپڑون پر مشتمل ہین اور جن مین ایک تنگ اور پست منفذ
دروازہ کا کام دیتا ہے تلے اوپر قطار اندر قطار بنے ہوئے ہین۔ گاؤن کے چودھری
نے مجھ سے کہا کہ آپ میرے مکان مین شب باش ہون لیکن خیمہ کے اندر ریسا جاڑے
مین ٹھہرنا زیر سقف کھٹملون سے یقینی طور پر دست و گریبان ہونے کے مقابلہ مین
بہتر تھا اور اس لئے مین نے اپنے ڈیرے مین ہی رات بسر کرنی پسند کی۔ یہان ایل خانی
یعنی سردار کوچان کا ایک قاصد مجھ سے آکر ملا جسے اوس کے آقا نے جسکے دار الحکومت
مین کل میرا گزر ہونیوالا تھا اور جسے میرے آنیکی خبر ہوگئی تھی میرے پاس بھیجا تھا۔ یہ قاصد
ایک معمر اور سفید ریش شخص تھا اوسکی ڈاڑہی پر حنا کا خضاب تھا لیکن ایسا ناقص کہ بالون

کی سفیدی کی جھلک حنا کی سرخی کی چلمن مین سے برابر نظر آرہی تھی۔ اوس نے مجھہ سے پوچھا کہ آپ کوچان مین کس وقت وارد ہونے کا قصد رکھتے ہین کیونکہ میرے آقا کی یہ خواہش ہے کہ شہر کے باہر آکر بطور مناسب آپکا استقبال کرین۔ اسکے جواب مین مین نے اوس سے کہا کہ مین دوپہر کے وقت کوچان پہونچون گا اسپر اوس نے کہا کہ اگر آپ ایک کامل دن امام قلی مین قیام فرماتے ہون تو مناسب ہو۔ لیکن اوسکی اس تحریک کا مقصد میری آسایش نہ تھا بلکہ اس سے اوسکی غرض یہ تھی کہ بہ فراغت و اطمینان اوسے کوچان واپس جانے اور خان کو میری اطلاع کرنے کے لئے کافی وقت مل جائے۔ مین اوس کے اس مقصد کو سمجھہ گیا اور ہنس کر مین نے اوس سے یہ کہا کہ کوچان کی دلفریبیان کچھہ ایسا کشش مقناطیس کا سا اثر رکھتی ہین کہ مین یہان رک نہ سکون گا بلکہ بے اختیار کھنچا چلا آؤن گا۔

از زوبران تا بہ کوچان

جب مین دوسرے دن صبح کے سات بجے امام قلی سے روانہ ہوا تو مین نے زایرون کے ایک قافلہ کو جو رشت سے براہ اوزن ادا و عاشق آباد آیا تھا[1] اور مشہد کو جاتا تھا۔

[1] مسلمانون کے دونون فرقون (یعنی سنی اور شیعہ) کے زایرین اپنی مقدس زیارت گاہون کو جاتے آتے وقت ماوراءالنہر کی ریلوے سے فائدہ اٹھاتے ہین۔ وسط ایشیا کے سنیون کو مکہ (معظمہ) کے دور دراز سفر کے اختیار کرنے مین اس ریل کی وجہ سے بہت کچھہ آسانی ہوجاتی ہے اور علی ہذالقیاس جو شیعہ کربلائے معلے اور نجف اشرف کے عازم ہوتے ہین اون کے لئے بھی اس مین بہت بڑی آسانی ہے۔ ایران کے شیعہ اور سمت مغرب کے مسلمان زایرین خانقاہ حضرت امام رضا علیہ السلام واقع مشہد کو جاتے وقت اسی ریل کے ذریعہ سے سفر کرتے ہین۔

گدہون پر سوار گاؤن سے نکلتے دیکھا۔ یہ لوگ بہ آواز بلند حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت امام حسینؓ اور مذہب اثنا عشریہ کے دوسرے اماموں کی منقبت پڑہتے جاتے تھے۔

وادی وادی تو مین شاہراہ پر گیا لیکن اسے طے کرنے کے بعد مین نے سمت جنوب و مغرب مین ایک پگڈنڈی کا قریب تر راستہ اختیار کیا جو اون پہاڑیون کے سلسلہ کے اوپر سے ہوکر گزرتا ہے جو شمال کی طرف اٹک اور جنوب کی طرف کوچان کی سمت مین بہنے والی ندیون کا نکاس ہے۔ بائین طرف دو گھاٹیون کے درمیان موضع قلات شاہ محمد جسے ایک زمین دوز نہر سیراب کرتی ہے اور اوس سے کچھ دور آگے چلکر موضع قلات ملا محمود واقع ہے۔ ویران پہاڑیان باوجودیکہ اب وہ پست ہو چلی تھین اور اونہین دیکھکر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پتھر کی موجون کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے اور اون کے پہلوئن پر جا بجا کاشت کیلئے ہل بھی چلا ہوا تھا لیکن باین ہمہ اختلاف رنگ کی کیفیت اون مین نمایان نہ تھی۔ جہان تک نگاہ کام کرتی تھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا خاکی ڈبل زین کا فرش وادی کہسار پر بچھا ہوا ہے لیکن یہ لباس گو ہمارے سپاہیون کے لئے گرم ملکون مین مفید اور باعث آسایش ہو مگر اس منظر کے لئے ہرگز موزون نہ تھا۔ زوبران (۵ امیل) کا نام اگرچہ فراوانی کا مرادف ہے لیکن اسکے دیکھنے سے مجھے تو بظاہر ایسا معلوم نہین ہوا کہ اس مین سنگ وحشت اور گرد و غبار کے علاوہ اور بھی کوئی چیز افراط کے ساتھہ موجود ہے۔ البتہ آب مصفی کا ایک ننھا سا سوتا ایک چھوٹے سے پوکھر کو بھر کر چند بکھرے ہوئے سفیدون اور بیدون کو سیراب کرتا ہے کوچان پہونچنے مین ابھی دو پکے فرسخ اور باقی تھے

اور جب مین وہان پہونچا تو دوپہر ڈھل چلی تہی۔ تقریباً گھنٹہ بہر پہلے سے مجھکو کوچان کا قصبہ
اور اوسکے باغات ایک وسیع وادی مین جو بہت نشیب مین واقع تہے اسطح سے نظر
آنے شروع ہوئے تہے کہ گویا ریت کے فرش پر کسی کے سرخ مٹی سے بھری ہوئی پاؤن کا
نقش ثبت ہے۔ قصبہ کے اطراف وجوانب کی شاداب زراعت کی حدود نمایان طور پر
فاصل تہین اور کل منظر کو دیکھکر دل مین یہ تصور پیدا ہوتا تھا کہ گویا کسی دیو نے زمین پر سے
گذرتے وقت اپنا ایک عظیم الشان قدم روئے زمین کے اس ویران گوشہ مین رکھا
ہے اور رکھنے کے ساتھہی اوسکے جادو بھرے اثر سے سبزہ و گل نمودار ہو گئے
ہین اس وادی کے شمال اور جنوب کی طرف پہاڑیان واقع ہین جنکا سلسلہ پیچ و خم کہاتا ہوا
غرباً شروان اور شرقاً مشہد کیطرف چلا گیا ہے۔ جب کوچان دو میل رہ گیا اور میدان مین
داخل ہونے سے پہلے پہاڑی کا آخری ابھار ختم ہوا تو مجھے شاہراہ پھر ملگئی۔ اور مین گھوڑے
کو پویہ ڈالکر تیزی کے ساتھہ شہر پناہ کی طرف بڑہا۔ فصیل سے ایک میل کے فاصلہ پر اتریک[1]
کی ندی پر جو اس وقت خشک تھی ایک پل بندھا ہوا ہے۔ اس پل کی ایک ہی اونچی

---

[1] میرے خیال مین اس مین ذرا شک نہین کہ اتریک کی خاص ندی یہی ہے۔ یہ ندی تبارک کی گھاٹی
سے جو سلسلہ کوہ اللہ اکبر کے ختم پر واقع ہے کوچان سے جانب جنوب ۲۰ میل کے فاصلہ پر نکلتی ہے اور
بعض دفعہ کوچان تک تبارک کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ ویلنٹائن بیکر کو یہ دعوی ہے کہ اوسنے اس کے اصلی
منبع کا سراغ لگایا جو شروان کے قریب ایک تالاب ہے جسے قراقرن (دیگ سیاہ) کہتے ہین۔ لیکن ظاہر ہے
کہ اس ندی کے حصہ بالائی کو اوس نے نظر انداز کر دیا کیونکہ اوس زمانہ مین ضرور ہے کہ یہ خشک ہو۔

محراب ہے اور دونون طرف حفاظت کے لئے کوئی جنگلا موجود نہین۔ ندی کی خشک
تہ مین بکریون کا ایک ریوڑ کھڑا ہوا تھا اور جو تہوڑا تہوڑا سا پانی ڈابرون مین جا بجا جمع تھا
اوسے پی رہا تھا۔ اس کنارہ پر سفیدے کے چند غبار آلودہ درخت کہڑے تہے لیکن
دوسری طرف زراعت عام اور سبزہ کی بہتات تہی۔ آڑوؤن۔ شہتوتون۔ لوکاٹون
اور انارون سے درخت لدے ہوئے تھے۔ مکانات کی چار دیواریون مین انگورون کی
بیلین گہری آبپاشی کی منڈیر والی نالیون پر دونون طرف سے پریشان اور بے قاعدہ طور
پر چڑہنے کے لئے کشمکش مین مصروف تہین اور ان کو دیکھکر بہ تقاضائے تقابل تصور اوس
صفائی اور پاکیزگی کیطرف منتقل ہوتا تہا جو فرانس مین بورڈو کے تاکستانون مین پائی جاتی تہی
معلوم ہوتا ہے کہ کوچان کے لوگ صنعت و دست کاری کے متعلق اپنی تمام مساعی ساخت
شراب پر صرف کرتے ہین اور جسقدر شراب یہان بنتی ہے اوسکے استعمال پر بھی کچھ کم توجہ
مبذول نہین کیجاتی۔ بادہ پرستی کے بارہ مین اہل سنت و جماعت نے جس شدید رہبانیت
کو مرعی رکھا ہے اوس سے شیعہ فرقہ کے مسلمانون نے اپنے آپکو ہمیشہ مستثنی قرار دیا ہے۔[1]

[1] اہل تسنن اور فرقہ اثنا عشریہ مین جو اختلافات مذہبی پائے جاتے ہین اونکو ماکولات و مشروبات کی حلت و حرمت سے چندان تعلق نہین اور شراب کی قطعی حرمت تو دونون فریق کے نزدیک مسلم ہے اس مین شک نہین کہ ایران مین شراب کا رواج ذرا زیادہ ہے لیکن اسکا باعث زیادہ تر وہان کے لوگون کی رنگین مزاجی قرار دیجا سکتی ہے۔ نہ کہ مذہبی اجازت غالبًا اسی کثرت رواج کو دیکھکر مصنف ممدوح نے شیعون کے متعلق یہ عام رائے قایم کی ہے۔ ورنہ ہندوستان مین جہان کی آب و ہوا رجحان میخواری کی منافی ہے شیعون مین شراب کا ایسا عام استعمال نہین اور یون پینے کو تو شیعہ سنی سبھی پیتے ہین احکام مذہبی کی تعمیل کے لحاظ سے اس مین کسی فرقہ کی تخصیص نہین۔ مترجم

کوچان مین میرا استقبال


ب مجھے نہایت تعجب ہونا شروع ہوا کہ باوجودیکہ فارس کے صوبون مین گورنمنٹ کی طرف سے معزز مہمانون کا استقبال کیا جاتا ہے اور باوجودیکہ کل اسکے متعلق اس شدومد کے ساتھہ تیاریون کا ہونا مترشح ہوتا تھا پھر بھی خان کوچان کی طرف سے نہ تو ابتک میرے لیے کوئی گاڑی آئی اور نہ استقبال کے لئے کسی شخص ہی کو شہر کی طرف سے مین نے اپنی طرف آتے دیکھا[۵]۔ مجھے اسوقت یاد آیا کہ اسی ایلخانی کے زمانہ مین جب کرنل سیکر کا ۱۸۷۳ء مین یہان گزر ہوا تھا تو اونکے ساتھہ بھی ایسی ہی بے پروائی کا برتاو کیا گیا تھا اور اسکی وجہ یہی کہ خان مع مخمور خمار خمر دوشین" کے اثر کو لبی تانے زایل کر رہے تھے۔ چونکہ بادہ نوشی کے یہ جلسے اکثر ہوتے رہتے ہین اس لئے احتمال اس امر کا مقتضی تھا کہ اب میرے استقبال کے متعلق بھی کسی انتظام کے نہ کئے جاسکنے کی یہی وجہ قرار دی جائے گی۔ لیکن چونکہ مشرقی آداب سے مجھے واقفیت تھی اس لئے مین جانتا تھا کہ جب کسی غیر ملک کے شخص کے استقبال کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو اجنبی کی خاطر و مدارات اوس حیثیت سے کیجاتی ہے جس حیثیت سے کہ خود وہ شخص اس پر مصر ہو۔ اور اگر وہ اپنے عہدہ اور خطاب کی شان کی برقرار رکھنے مین تکلیف سے کام لے تو اوسکا یہ طرز عمل شرمیلے پن سے منسوب نہین

---

[۵] استقبال اصطلاح فارس مین سوارون کے ایک دستہ کو کہتے ہین جو ایک موقر اور معزز مہمان کی ہمرکابی کے لئے بھیجا جاتا ہے اور مہماندار اوس افسر کا نام ہے جو والی صوبہ یا شاہ کیطرف سے نووارد کی پیشوائی کو آتا ہے۔

کیا جاتا بلکہ کمزوری پر دال سمجھا جاتا ہے[۵۱]۔ چنانچہ اس خیال کی بنا پر مین شہر پناہ کے باہر
ٹھہر گیا اور اس کس مپرسی کی حالت مین مینے شہر کے اندر داخل ہونے سے انکار کیا۔
اپنے افغان جمعدار اور جو ترکمان سوار[۵۲] میرے ہمراہ تھے اون مین سے ایک کو مین نے
خان کے مکان پر یہ پیغام دیکر بھیجا کہ مین وقت مقررہ پر یہان پہونچا اور مجھے تعجب ہے
کہ شہر کے باہر ایک کاروان سرائے مین ٹھہرنے کی خفت مجھے اوٹھانی پڑی میرے
قاصدون کو گئے ہوئے قریب دس منٹ کے گزرے تھے کہ گھوڑون کی ٹاپون کی
آواز سنائی دی اور تھوڑی دیر مین آٹھ دس سوار گھوڑے ڈپٹاتے ہوئے آئے اور
اونکے پیچھے ایک کسیقدر سالخوردہ نیم بروم گاڑی جس مین دو سبزہ گھوڑے جتے ہوئے
تھے اور ان مین سے ایک گھوڑے پر ایک سوار بیٹھا تھا کاروان سرائے کے دروازہ
پر آپہونچی۔ سوارون کے افسر نے بیان کیا کہ خان کو آپکی ناراضی کی وجہ سے جکا اظہار
حق بجانب ہے بڑی ندامت ہوئی اونکا قصد تھا کہ حسب قرارداد دیر دزہ آپ کی پیشوائی کو
خود آتے لیکن اوس ابلق ڈاڑھی والے بڈہے نے جو امام قلی سے آپ کا پیغام لیکر
آیا تھا یہ کہا کہ آپ ٹھیک ایک بجے تشریف لائین گے۔ خان آپ سے معذرت

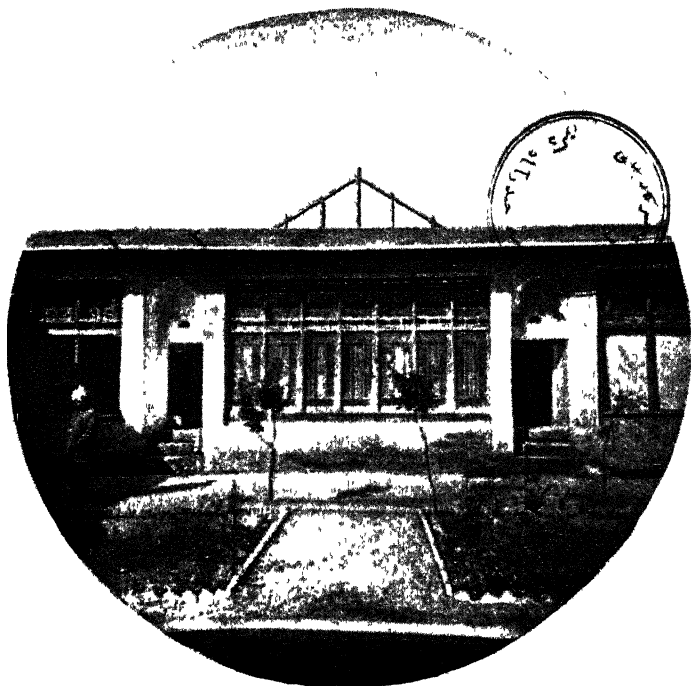
[۵۱] ایران کے عمائد اکثر اسی طریقہ سے اپنے مہمانون پر اپنا رعب جمانے کی کوشش کرتے ہین۔ لیکن
اون کا مقصد اس سے یہ نہین ہوتا کہ مہمان سے بدخلقی سے پیش آئین۔ بلکہ اس سے اونھین اپنی فضیلت
اور امتیاز جتلانا مقصود ہوتا ہے۔

[۵۲] ان کا ذکر اگلے باب مین آئے گا۔

چاہتے ہین اور امید کرتے ہین کہ آپ اب تشریف لا کر اوس مکان مین جو آپ کے لئے تیار کیا گیا ہے فروکش ہونگے - میری خودداری کے زخم کے لئے یہ کافی مرہم تھا چنانچہ مین گاڑی مین سوار ہولیا - میرا گھوڑا آگے آگے تہا اور بدرقہ پیچھے پیچھے اور خان کے سوار بہ سرعت تمام بازارون اور گلیون مین راستہ صاف کرتے جاتے تہے -

خان کوچان کی مہمان نوازی

ایک پست پہاٹک مین سے جو کچی مٹی کی دیوار مین جس پر کچی مٹی ہی کے برج تھے بنا ہوا تھا شہر مین داخل ہو کر بہت سی تنگ اور پیچ در پیچ گلیون کو طے کرتے ہوئے ہم آخر کار ایک مکان کے دروازہ پر جا ٹھہرے جسے خان نے سازوسامان سے آراستہ کر کے میرے رہنے کیلئے مقرر کیا تہا - اس مکان مین تین نفیس کمرے تہے جن مین فرش بچھا ہوا تھا اور دیوارون پر قلعی کی ہوئی تھی - دیوارون مین جابجا طاقچے موجود تہے سامنے ایک چھوٹا سا صحن تھا جسکے وسط مین پہولون کی کیاریون سے گھرا ہوا ایک فوارہ دار حوض تہا - متمول اور خوشحال ایرانیون کے مکانات اندر سے بالعموم اسی قطع کے ہوتے ہین - میز پر ایک روسی ساخت کا سماوار رکھا ہوا تہا جس مین چاء جوش کہا رہی تہی اور میز کے چارون طرف بید کی بنی ہوئی کرسیان جو ہر ایک ایرانی امیر اپنے یوروپین مہمانون کے لئے رکھتا ہے بچھی ہوئی تہین - بیچ کے بڑے کمرے کی باغ کی رخ والی دیوار گویا ایک بہت بڑے دریچہ کی چوکہٹ تھی جس مین مروجہ ایرانی وضع کے مطابق رنگین آئینے لکڑی کی جالی مین خوشنما طور پر جڑے ہوئے تھے - دوسرے کمرے مین جو خوابگاہ



مهمان خانهٔ کوچان

کے لئے مقصود تھا ایک ایرانی ساخت کا چھوٹا سا لوہے کا تنور رکھا ہوا تھا اور دیوارون مین جسقدر طاق تھے اون سب مین اوس قسم کی روسی تصویرین رکھی ہوئی تھین جو انگلستان مین کرسمس کے دنون مین یا تو تجارت پیشہ لوگون کے اشتہارون مین اور یا کسی خاص موقعہ پر باتصویر اخبارون مین نکلا کرتی ہین مثلاً روسی شاہی خاندانوںکی اراکین کی رنگین شبیہین اور کالے بالون والی خوبصورت عورتون کی خوشنما تصویرین جنکے گلے طوقہائے فاخرہ سے مزین اور جنکے سینے اور بازو زیور عریانی سے محلے تھے۔ چار بڑی بڑی شبیہین زار روس اور اوسکی ملکہ کی تھین اور خاص خاص تاج پوشان عالم کا ایک رنگین مرقع تھا جسکے وسط مین زار کی تصویر جو قد مین دوسری تصویرون سے دگنی تھی آویزان تھی۔ اسکی دہنی طرف قیصر جرمنی اور بائین جانب شہنشاہ آسٹریا کی قد کے لحاظ سے قسم دوم کی تصویرین لگی ہوئی تھین۔ قسم سوم کی تصویرون کی ایک قطار کے وسط مین ملکہ وکٹوریا کی شبیہہ ایک سُرخ ریشمی لباس مین جلوہ افروز تھی۔ ان آرایشون کے ساتھ کچھ رنگین اور سنہری مذہبی تصاویر بھی موجود تھین۔ مثلاً مریم عذرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کلیسائے یونان کے متعدد اولیا کی تصویرین۔ اور ان کو دیکھنے کے بعد جب خلعت پوش بادشاہون اور دلربایان کرشمہ سنج کے تبسم زا چہرون پر نظر پڑتی تھی تو تقابل کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اس کمرے کے طرز آرایش سے اون بیرونی اثرات کا صاف اندازہ ہوسکتا تھا جن سے متاثر ہونے کی خان مین بہت کچھ استعداد موجود ہے اور ضرور ہے کہ یہ طرز ابتداءً ایک مختلف قوم کے مہمانون کے لئے نکالا گیا ہو۔ اس وقت خان کی طرف

سے بڑی بڑی کشتیون مین سفید اور گلابی رنگ کی مٹھائیان میرے واسطے آئین اور خان نے مکرر معافی مانگ کر یہ پوچھہ بھیجا کہ مین کس وقت اوس سے ملاقات کرنے آؤن گا اور یہ بھی دریافت کیا کہ امام قلی سے جو سُرخ ریش قاصد میرا پیغام لایا تھا اور کرد ہونے کے باعث میرے ترجمان کی بات اچھی طرح سے سمجھہ نہ سکا تہا آیا اوسکی خطا معاف کرنے پر مین رضامند ہون یا نہین۔ مین نے ملاقات کا وقت پانچ بجے مقرر کیا اور خاطی کی تقصیر سے بخوشی درگزر کی۔

عام کوایف

اسکے کہ مین کوچان سے آگے روانہ ہون مین اس اہم سرحدی صوبے کے باشندون کی سیرت اور اُس کرد سردار کے تشخص کے متعلق جسکا مین مہمان تہا اور جس سے عنقریب میری ملاقات ہونے والی تھی۔ کچھہ خیالات ظاہر کرونگا۔

کردون کی نوآبادی اور اونکی طاقت

تین سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ ایران کی شمالی و مشرقی سرحد تاتاریون کے تاخت و تاراج کی ایسی ہی جولانگاہ بن رہی تھی جیسی کہ دس سال قبل اخال تقی ترکمانون کی شمالی صحرا سے جتھا باندہ کر یہ لوگ پہاڑی درون اور گھاٹیون پر بلائے ناگہانی کی طرح آنازل ہوتے تہے اور جو کچھہ سامنے آتا تھا اوسکو جلاتے اور پامال کرتے اور لوٹتے مارتے ہوئے جس سرعت اور بیباکی سے آتے تہے اوسی طرح واپس چلے جاتے تہے۔ شاہ عباس اعظم نے اپنی جبلی دانشمندی اور عظمت سے کام لیکر اپنے سرحدی مقامات کے

استحکام کے لئے پیک تجسس کو کسی اور طرف دوڑایا - کیونکہ اوسے اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ ایسے ڈرپوک لوگ جیسے کہ ایرانی ہین بذات خود حملہ آورون کی تاب مقاومت نہین لاسکتے چنانچہ جس طرح اوس نے اپنے نئے دارالسلطنت مین تجارت کو فروغ پر لانے اور اوس کو خوشحالی اور کامیابی کا مرکز بنانے کے لئے اپنے شمالی و مغربی صوبون سے اہل آرمینیا کی ایک جماعت کثیر کو لاکر اصفہان مین بسایا تہا - اسی طرح جنگجو کرد اقوام کی ہر ایک جماعت کثیر کو اوسی حصہ ملک سے لاکر اوس نے خراسان کی پہاڑی وادیون اور مرتفع میدانون مین آباد کیا - اس حکمت عملی سے اوس نے ایک وقت مین دو کام نکالے کیونکہ نہ صرف مشرق مین اوسکی قوت کو استحکام حاصل ہو گیا بلکہ جو بے امنی کہ مغرب مین کرد اقوام کے آئے دن کی خونریز معرکون اور خانہ جنگیون سے پیدا ہوتی رہتی تھی اوسکا بھی استیصال ہو گیا۔[ف۱] جو قومین کہ یہان لاکر بسائی گئین اونکے نام شادلو - ظفرانلو - کیوانلو - اور امانلو ہین - اور بیان کیا جاتا ہے کہ گو شروع شروع مین شاہ عباس کا یہ ارادہ تہا کہ چالیس ہزار گھر یہان لاکر بسائے جائین لیکن بعض قبائل کے سردارون کی مخالفت کیوجہ سے یہ تعداد کم ہوکر ۱۵۰۰۰ رہ گئی۔[ف۲] غرضکہ ان کردونکو استرآباد اور چناران کے درمیان

ف۱ - بعض مصنفین نے ابتداءً اس نو آبادی کا قیام شاہ اسمعیل بانی خاندان صفوی سے منسوب کیا ہے لیکن میرے خیال مین یہ صحیح نہین -

ف۲ - لیکن مجھے خیال پڑتا ہے کہ مین نے کسی جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک لاکھ قبیلے کردستان سے خراسان مین لاکر بسائے گئے - مگر غالباً یہ چھاپے کی غلطی ہے - مراد اصل مین ایک لاکھ نفوس سے ہوگی نہ کہ ایک لاکھ قبائل سے -

کوہستانونمین لاکر آباد کیا گیا اور قسم اول کا محصول یا خراج ان نئے علاقون پر اون سے اس بنا پر نہین لیا گیا کہ سرحد کی حفاظت اور بادشاہ کی فوج کیلئے ضرورت کے وقت سوارونکی ایک جمعیت بہم پہونچانیکی ذمہ داری کے لحاظ سے وہ سلطنت کی فوجی خدمت پر مامور ہین۔ البتہ کوچان چونکہ بہت ہی زرخیز علاقہ تھا اسلیئے اس کے حکمران پر کسیقدر زر نقد بطور خراج بعد مین عاید کیا گیا۔ بجنورد کا علاقہ ایسا شاداب نہین اور اس لئے اسکے والی سے برائے نام کوئی سوغات سال بسال لے لی جاتی ہے۔ چونکہ یہ تازہ وارد لوگ خود مختار تھے اور اسکے علاوہ موروثی طور پر اون کی فطرت مین حکمرانی کی بو تھی۔ لہذا انکے سردارون نے تھوڑے عرصہ مین اپنے اقتدارات کو نہایت وسیع اور اپنے تشخص کو نہایت رفیع بنا لیا ان مین سے کوچان کو شروع ہی سے دوسرون پر تفوق حاصل تھا اور اسکے والی کو ایلخانی (یعنی سردار ایل یا قبایل) کا خطاب عطا کیا گیا۔ اس خطاب کے عطا کیے جانیکی وجہ یا تو یہ تھی کہ خان کوچان درجہ کے اعتبار سے دوسرے سردارون پر فوقیت رکھتا تھا اور یا جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہین اوسکا باعث یہ تھا کہ اوسے ذاتی طور پر باقی تمام سردارون کی اطاعت گزاری کا ذمہ وار قرار دیا جائے۔ بہرحال کرد نو آبادی خفیہ یا علانیہ طور پر بغاوتکا علم ہمیشہ بلند کرتی رہتی تھی اور اگرچہ نادر شاہ نے ایلخانی کی بیٹی سے شادی کرکے اون سے رابطۂ اتحاد و مصالحت بڑہانا چاہا لیکن جب وہ ہندوستان گیا تو اوسکی غیبت سے فائدہ اوٹھاکر وہ پھر خود مختار ہو گئے۔ اسپر نادر شاہ ایسا جھنجھلایا کہ اونکے کامل استیصال کا عہد کرکے اوس نے خراسان کا رخ کیا اور شہر کی دیوار تک وہ پہونچ

ہی گیا تھا کہ ۱۸۴۷ء مین وہ اپنے خیمہ مین مارڈالا گیا۔ اسکے بعد موجودہ صدی مین کوچان نے فتح علی شاہ کے برخلاف کھلم کھلا بغاوت کی اور جب برنس ۱۸۳۲ء مین وہان تھا تو عباس مرزا ولیعہد کی فوج۔ جس کے توپخانہ کا اہتمام انگریزی افسرون کے سپرد تھا ایک طویل محاصرہ کے بعد شہر کو ابھی ابھی سر کر چکی تھی۔ موجودہ شاہ کے عہد مین البتہ بغاوت نہین ہوئی اور گزشتہ ۲۰ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ کے اثنا مین علی الخصوص اوس زمانہ سے جب سے کہ روسیون نے شمال کی طرف پیش قدمی کی ہے اور اس لئے وہ خاص ضرورت جس پر کردون کی وقعت و طاقت مبنی تھی رفع ہو گئی ہے نہ تو کردون مین وہ پہلی سی طاقت ہی باقی رہی اور نہ اونکے سردارون کا وہ اقتدار ہی قایم رہا۔

اون کی سیرت

اسان مین جو پانچ کردی ریاستین ابتداءً قایم کی گئی تھین اون مین سے اب صرف تین یعنی کوچان۔ بجنورد۔ اور درگز باقی رہتی ہین۔ جب یہ لوگ اول اول اس ملک مین لاکر آباد کئے گئے تو چونکہ اون کی عادات سادہ اور وحشیانہ پن اور خود مختاری سے ممتزج تھین اسلئے اونکے شورش آمیز طرز زندگی اور اون مواقع نے جو غارتگری کے متعلق اونکو ہاتھ آتے رہتے تھے بہت جلد اون پر اپنا بُرا اثر ڈالنا شروع کیا۔ چنانچہ جن سیاحون کو ترکمانون کے سرحدی مقاتلون اور مجادلون کے زمانہ مین اس طرف گزرنے کا اتفاق ہوا اور جنہون نے دونون فریق کے طرز عمل کو مشاہدہ کیا وہ راوی ہین کہ قتل و غارت کے لحاظ سے اگر ایک کو سگ زرد کہا جاسکتا ہے تو دوسرا بھی شغال کہلانے کا مستحق ہے

تاخت وتاراج اور لوٹ مار مین جب ان کو موقعہ ملتا تھا ان دونون مین سے کوئی کمی نہ کرتا تھا کرد ترکمان کو اپنا جائز شکار خیال کرتا تھا اور ترکمان کرد کو۔ اس مین شک نہین کہ ترکمانون کی حملہ آوری اور تاخت وتاراج علاقہ ایران کے خوفناک نتائج کا ذکر بمقابلہ اون نتائج کے جو کردون کے حملون سے ترکمانون کے علاقہ کے متعلق ظہور مین آئے ہم نے زیادہ سنا ہے۔ لیکن اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ کسی اجنبی کو ترکمانی دشت مین جانے کی جرات نہین ہوئی حالانکہ سیکڑون آدمیون نے خراسان کے ویران اور برباد شدہ دیہات کو بچشم خود دیکھا ہے۔ شکل صورت اور لباس کے اعتبار سے کردون کی شباہت ایرانیون سے بہ آسانی متمیز ہوتی ہے۔ کردون کی قوم ایک تنومند اور مردانہ قوم ہے۔ ان کے چہرے فراخ اور کشادہ نقش خوب و نمایان رنگ مایل بہ صباحت اور داڑہی اور سر کے بال بے ترشے ہوئے ہوتے ہین۔ اونہون نے اپنے لئے ایرانی لباس کے خاص خاص اجزا اختیار کر لئے ہین لیکن بجائے ایرانی کلاہ کے وہ سر پر بہیڑ کی کہال کی ٹوپی پہنتے ہین اور بہیڑ کی کہال کا ایک لمبا فرغل یا پوستین اونکے بدن کا لباس ہے۔ ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہین گزرا کہ وہ اپنے سردارون کی اطاعت گزاری کے اوصاف سے متصف ہونیکی وجہ سے مشہور تھے اور اون کے سردار حکومت عالیہ کے خلاف جب کبھی سر اوٹھاتے تھے تو وہ اونکا ساتھ دینے کیلئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے۔

ایلخانی کے اقتدارات

منصب ایلخانی ہمیشہ ایک خاندان مین موروثی طور پر منتقل ہوتا چلا آیا ہے گو کہ برائے

نام اس کے لئے شاہ کے استصواب کی ضرورت ہوتی ہے۔ دولت ایران نے باوقات مختلفہ اس خدمت پر اپنے عہدہ دارون کو مامور کیا مگر اس کا نتیجہ ہمیشہ یہی ہوا کہ کردون نے بغاوت کی اور مخل ہونے والے عہدہ دار کو طوعاً وکرہاً وہان سے نکلنا پڑا۔ موجودہ شاہ کے تخت نشین ہونے کے زمانہ سے یا یون کہیے کہ گزشتہ ۲۵ سال کے عرصہ سے جب سے کہ شاہ نے عنان اقتدار اپنے ہاتھ مین لی ہے کردون نے خاندان قاجار کو برابر غاصب خیال کیا ہے۔ پہلے وہ اپنے ہی فرمانبردارون کے زیر حکومت تھے اور اونہین شاہ ایران سے کچھ سروکار نہ تھا۔ ایلخانی طہران سے استمداد کئے بغیر اپنے نام سے قانون اور انصاف نافذ کرتا تھا یہان تک کہ سزاے موت صادر کرنے اور جان بخشی تک کے اقتدارات اوسے حاصل تھے لیکن ایک واقعہ سے جو کوچان مین میرے پہونچنے سے کچھ ہی دن پہلے ظہور مین آیا اوس تبدیلی کی بخوبی توضیح ہو سکے گی جو اب عمل مین آئی ہے۔ کوچان کے وزیر رمضان خان نامی پر ایک شخص نے بہ نیت انتقام ذاتی حملہ قاتلانہ کیا۔ رمضان خان گولی کے لگنے سے زخمی تو ہوا لیکن مرا نہین۔ اسپر ایلخانی نے طہران سے ہدایت طلب کئے بغیر اقدام قتل کے اس مجرم کو مروا ڈالا اور بیان کیا جاتا ہے کہ عذابہاے گوناگون مین مبتلا کر کے اس شخص کو قتل کیا گیا۔ شاہ نے اسے اپنے حقوق شاہی مین ایک ناواجب دست اندازی سے تعبیر کیا اور مجھے اس مین ذرا شک نہین کہ کسن رسیدہ ایلخانی کو اس کے لئے معتدبہ تاوان ادا کرنا پڑا ہوگا۔



حکمران خاندان



خاندان ایلخانی کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے:- پہلا سردار جسے ایلخانی کا خطاب ملا محمد حسین خان تھا جسکا صدر مقام گزشتہ صدی کے آخر مین شروان تھا - اوسکا بیٹا امیر گنا خان موجودہ صدی کے اوایل مین کوچان چلا آیا اور ترکمانون کے ساتھ اکثر اوس کی لڑائیان ہوئین - ۱۸۱۵ء مین اوسکے بیٹے رضا قلی خان نے اوسے معزول کر دیا اور خود پچاس سال کے قریب حکومت کی ۱۸۲۲ء مین جب فریزر کوچان آیا (جسے وہ کبوشان یا کوچون کہتا ہے کیونکہ کوچان مخفف ہے کبوشان کا) تو رضا قلی خان ہی ایلخانی کوچان تھا - فریزر نے اوسکی نسبت لکھا ہے کہ رضا قلی خان ایک راستی پسند اور ایماندار شخص ہے لیکن باوجودیکہ شاہی قوت کے مقابلہ مین اوسنے اپنی خود مختاری کو برقرار رکھا ہے تاہم وہ زیادہ جری یا قابل نہین - ایک دفعہ رضا قلی خان کی غیبت سے فائدہ اٹھا کر فتح علیشاہ نے جو باوجود فتوحات کے شوق کے ذاتی طور پر جرارت اور جنگجوی سے معرا تھا کوچان پر چڑہائی کی لیکن شہر کو مسخر نہ کر سکا اور مجبوراً کچھ دنون کے لیے صلح کا عہد و پیمان کر کے واپس چلا آیا لیکن بعد مین جیسا کہ مین بیان کر چکا ہون عباس مرزا نے اس مقام کو فتح کر لیا اور رضا قلی خان کو طوعاً و کرہاً اطاعت قبول کرنی پڑی - پہلے تو قید ہو کر وہ طہران گیا اور پھر تبریز لیکن راستہ مین لوٹتے وقت بمقام سیانہ غم اور غصہ کہا کر مر گیا - اوس کی جگہ اوس کا بیٹا سام خان حاکم مقرر ہوا - موجودہ ایلخانی رضا قلی خان کا چھوٹا بیٹا ہے اور اوسنے مجھ سے بیان کیا کہ مجھے اپنے بھائی کا جانشین ہوئے چوبیس سال کا عرصہ گذرتا ہے -

موجودہ ایلخانی



ے میزبان امیر حسین خان نے جسے شاہ کی طرف سے امیر الامرا اور شجاع الدولہ کے عظیم الشان خطابات عطا ہوئے ہیں اپنی شصت سالہ زندگی میں زمانہ کا بہت کچھ سرد گرم دیکھا ہے۔ اول اول ۱۸۵۶ء-۵۷ء میں وہ جنگ ہرات میں شریک ہوا اور اسکے بعد ۱۸۶۰ء میں اوس نے اوس چڑہائی میں بھی حصہ لیا جو ایرانیون نے مرو پر کی لیکن جسکے نتائج ایسے برباد کن نکلے۔ خود پسندی۔ جاہ طلبی اور اعتدال سے زیادہ کبر و نخوت کے امراض میں تو وہ مبتلا تہا ہی لیکن اپنے بھائی کا جانشین ہونے کے بعد اوسنے یہ بیوقوفی بھی کی کہ حاکم خراسان سے عداوت پیدا کر لی۔ جب اوسے حاکم موصوف نے اپنی غلط کاریون کا جواب دینے کے لیے مشہد میں طلب کیا تو اوس نے وہان جانے سے انکار کیا اور اوس وقت تک سرکشی سے باز نہ آیا جب تک کہ ایک ایرانی فوج جو اوس کی تنبیہ و تادیب کے لئے بھیجی گئی تھی کوچان کی شہر پناہ کے قریب نہ پہونچ گئی۔ اسوقت باہمی مصالحت کے طور پر اس تنازعہ کا تصفیہ ہوا۔ اور شاہ کے خزانہ میں تاوان کی ایک مقدار کثیر کے داخل کرنے پر جسکی تعداد تین ہزار سے لیکر سات ہزار پاؤنڈ تک بیان کیجاتی ہے اوسکا قبضہ برقرار رہنے دیا گیا۔ لیکن اس کے بعد پھر اوسنے یا تو بغاوت کا ارتکاب کیا اور یا اوس کی نسبت بغاوت کرنے کا شبہ پیدا ہوا۔ اس دفعہ وہ طہران میں بلایا گیا اور معزول کر کے قید کر دیا گیا اور اوسکا بیٹا اوسکی جگہ ایلخانی مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد غالباً تاوان کی ایک مزید اور کثیر رقم ادا کرنے کے معاوضہ میں اوسکو رہائی ملی اور وہ اپنی خدمت پر بحال کر دیا گیا۔ اوس وقت سے لیکر

اب تک بغیر کسی مزید خرخشہ کے وہ کوچان پر قابض رہا ہے اور اس کی یہی وجہ ہے کہ اوسکو موجودہ شاہ کی نسبت۔ یہ بات خوب معلوم ہو گئی ہے کہ اوسکے عہد مین ایک سرحدی علاقہ کے حاکم اعلیٰ کے لیے کبھی بغاوت کرنا جلب منفعت کا محرک نہین ہوسکتا۔ اگرچہ اپنے گروہی جرگون کی قوت کے ضعف کے باعث جو عرصہ دراز تک امن کے قایم رہنے سے پیدا ہو گیا ہے اور موجودہ شاہ کی طاقت کے استحکام کی وجہ سے اپنی طاقت کے کمزور ہو جانے اور نیز سلطنت کے تمام حصّون مین قیام تار برقی کی وجہ سے کل طاقت کے حکومت عالیہ کی مٹھی مین آجانے کے باعث خان کوچان کے بہت سے قدیمی حقوق اور اقتدارات زایل ہو گئے ہین پھر بھی وہ سلطنت ایران کا ایک نہایت زبردست باجگزار ہے اور اگر اوسکے تشخص سے قطع نظر کیا جائے تو شاید اس حیثیت سے اوس کی ذات بہت کچھ دلچسپیون کا مرکز ہے کہ وہ ایک ایسے طبقہ کا آخری زندہ رکن ہے جو معدوم ہوتا جارہا ہے۔

اوس کا فرزند

اپنے بڑے بیٹے ابوالحسن خان سے جسکی عمر اس وقت چھتیس سال کے قریب ہوگی اوس کی ہمیشہ سے ناچاقی رہی ہے۔ ابوالحسن خان ایک زمانہ مین شروان کا حاکم تھا جو صوبۂ کوچان مین دوسرا بڑا شہر ہے۔ اوس کے باپ نے اوسے معزول کرکے قید مین ڈالدیا۔ آج کل وہ چناران مین رہتا ہے اور شاہ کے حکم سے اوسکے لیے کچھ معاش مقرر ہے۔ کچھ دن ہوئے کہ اوس کی شادی وزیر خراسان کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ لیکن یقینی

طور پر یہ نہین کہا جا سکتا کہ وہ اپنے باپ کا جانشین ہوگا کیونکہ اوسے جنون کا دورہ ہوا کرتا ہی اور ایسی حالت مین اوس نے اپنی پہلی بی بی کو جو ترکمان تھی اتنا مارا کہ وہ مرگئی - اسکے علاوہ بادہ پرستی کی عادت کامل طور سے اوسے اپنے باپ سے ورثہ مین ملی ہے -

اوس کی شہرت

ڈر ہے کہ انگریزی ناظرین اس سن رسیدہ سردار کو بہترین طور پر اس حیثیت سے جانتے ہونگے کہ وہ شرابی ہے اور انگریزی مصنفین نے بھی جہان کہین اوسکا ذکر کیا ہے تو اوس تذکرہ کا اکثر حصہ خان موصوف کی بادہ پرستی کی حکایتون پر مشتمل ہے - گزشتہ ۱۴ سال کے اثنا مین کئی انگریزون نے آکر اوس سے ملاقات کی - چنانچہ کرنل ویلنٹائن بیکر ۱۸۷۳ء مین - کپتان نیپیر ۱۸۷۴ء مین - سر چارلس میگر یگر ۱۸۷۵ء مین اور اوڈونوون ۱۸۸۰ء مین[۱] اوس سے ملے اور ان مین سے اکثر نے اوسکو یا تو بادہ نوشی یا بدمستی اور یا خمار کے عالم

[۱] کوچان کے متعلق حسب ذیل تصنیفات مستند سمجھی جاتی ہین: "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) - باب بست ودوم ضمیمہ بی مصنفہ جے - بی فریزر (۱۸۲۲ء) + "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) - جلد سوم صفحات ۴۷ تا ۴۸ مصنفہ سر - اے برنس - (۱۸۳۲ء) + "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) - صفحات ۲۷۷ و ۲۷۸ مصنفہ کرنل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) + "ڈایری آف اے ٹور ان خراسان" (روزنامچہ سفر خراسان) مرقومہ آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) و مندرجہ رسالہ مرتبہ رایل جاگریفیکل سوسائیٹی جلد چہل وششم صفحہ ۸۷ + "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) - جلد دوم - صفحات ۸۳ - الی - ۸۸ - مصنفہ سر سی - میگر (۱۸۷۵ء) + "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) - جلد اول - باب بست وہشتم - مصنفہ ای - اوڈونوون (۱۸۸۰ء) + "دی واران ترکمانیہ" (جنگ ترکمانیہ) (بزبان روسی) جلد چہارم باب ہفتم مصنفہ جنرل گراڈیکاف +

مین دیکھا۔ کوچان سفید شراب کے لیے مشہور ہے اور خان کو برانڈی اور تھرّے اور دوسری کافی طور پر نشیلی شرابون کی چاٹ بھی لگی ہوئی ہے۔ جرنیل گراڈیکاف کو جسے جرنیل اسکابیلف نے ۱۸۸۱ء مین شاہ کے علم سے روسی فوج کے لیے جو اوس وقت ماوراالنہر مین تقی ترکمانون کے خلاف مصروف پیکار تھی خراسان مین رسد خریدنے کے لیے بھیجا پہلی سے کوچان کے کرد سردار کے رجحان خاص کا حال خوب معلوم تہا۔ چنانچہ جو خدمت اوسکے تفویض کیگئی تھی اوسکا حال سرکاری اطلاع کے لیے سپرد قلم کرتے وقت وہ راستبازی کے ساتھہ اون تدابیر کا ذکر کرتا ہے جو اوسنے اپنے پیالہ نوش میزبان کے خوش کرنے کے لیے اختیار کین۔

"چونکہ ہمکو یہ معلوم تھا کہ وہ شراب کا رسیا ہے اس لیے ہم نے شراب انگوری اور واڈکا اور دوسری متعدد قسمون کی شراب کی چند بوتلین اوسکے سامنے رکھدین۔ شجاع الملک نے تھوڑی سی دیر مین مختلف شرابون کے کئی گلاس بھر بھر کر پیئے اور اسکے بعد اپنے گویون اور سازندون کو بلایا۔ جو لوگ اوسکے ساتھہ آئے تھے اوہون نے اور نیز اوسکے طبیب اور مقربین ولی خان اور رمضان خان نے بھی اتنی شراب پی کہ بدمست ہو گئے۔ اسکے بعد جلسہ کا رنگ اور گہرا ہو گیا اور ان لوگون نے دل کہولکر اودہم مچایا اور رنگ رلیان منائین۔ دوسرے دن مین خان کے پاس گیا اور اوسے اپنے کاغذات دکھائے۔ ابھی تک شراب کی بوتلین اوس کے سامنے رکھی ہوئی تہین۔ اوس نے مجھہ سے کہا کہ خمار کی کیفیت اس وقت مجھہ پر طاری ہے۔ مگر اوسے توڑنے کی فکر کر رہا ہون۔ اثنائے گفتگو

مین اوس نے برانڈی ۔ افیون ۔ حشیش ۔ اور شراب کا دور جاری رکھا اور دوپہر تک بالکل مدہوش ہو گیا ۔ اوسی دن شام کے وقت اوسنے ہمین یورپین کہانے کی دعوت دی اور پھر اتنی پی کہ اوسے ہوش نہ رہا"

لیکن اسکے بعد جب معاملہ کے متعلق بات چیت ہوئی تو جرنیل گراڈیکاف کو کبھی تو ایشیائی کی دانشمندی اور معاملہ فہمی پر تعجب ہوتا تھا اور کبھی اوس کی نشہ بازی سے نفرت پیدا ہوتی تھی ۔ چنانچہ جس شخص نے جرنیل موصوف کی کتاب کو اپنے حواشی کے ساتھہ طبع کیا ہے اوسکا بیان حسب ذیل ہے :-

"خان کو چان کی صحبت مین تین دن تک رہنے سے کرنل گراڈیکاف کو معلوم ہو گیا کہ خان موصوف کے تمام قوائے ذہنی صحیح تہے اور یہ کہکر کہ ہم مال کیشن پر خریدنے آئے ہین ہم اوسے دہوکے مین نہ لاسکے ۔ اور اگرچہ وہ نشہ مین چور رہتا تھا پھر بھی ہر ایک بات اوسکو یاد تھی"

لیکن ایک دوسرے موقعہ پر وہ اسطرح ناقل ہے ۔

"خان کے ساتھہ معاملہ کے متعلق کارروائی کرنا سخت ہی مشکل ہے ۔ اوس کے ساتھہ شراب پینی پڑتی ہے ۔ اوس کی بدمستی کے عالم کی تقریرون کو سننا پڑتا ہے اوس کے مے پرستی کے جلسون مین شریک ہونا پڑتا ہے اور باایں ہمہ یہ احتیاط کرنی پڑتی ہے کہ تنفر کی کوئی علامت نہ ظاہر ہونے پائے ورنہ اس وحشی کی آتش غیظ و غضب بھڑک اوٹھی کرنیل گراڈیکاف نے جرنیل اسکا بیلف کو تار دیا تو اوس مین ظاہر کیا کہ دنیا مین ایسے اجڈ اور وحشی شخص بھی کم پیدا ہوئے ہونگے جیسا کہ یہان کا خان ہے"

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ خان نے کثرت مینوشی کو اپنا شعار محض اس لئے مقرر کیا ہی کہ اس کے ذریعہ سے وہ اپنی ذات کو دوامی طور پر برقرار رکھے۔ کیونکہ اوس نے اپنے خلف الرشید کی مذاق مین بھی جیکا ذکر مین اوپر کرچکا ہون وہی ذوق بادہ نوشی منتقل کیا ہے جو خود اوسے اپنے باپ سے ترکہ مین ملا تہا کیونکہ جب فریزر ۱۸۲۲ء مین رضا قلی خان کا مہمان ہوا تو اوس وقت کے چشمدید واقعہ کو وہ اسطرح بیان کرتا ہے کہ "مین نے خان اور اوس کے کل دربار کو بدست و مدہوش دیکھا" لہذا اس خاندان کے اراکین کے اوضاع و اطوار مین ایک خاص قسم کا رنگین و خوش آیند تسلسل پایا جاتا ہے۔

دو ملاقاتین

خیال کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ مجھکو امیر حسین خان کے حالات سابقہ سے اسقدر واقفیت پیشتر سے تھی اور اگر خان موصوف کو معلوم ہوجاتا کہ مین اوسکے لچھن خوب جانتا ہون تو غالباً اوسے سخت صدمہ ہوتا ہے لہذا میری جو ملاقات اوس سے ہونیوالی تہی اوسکو مین کسی قدر تشویش و تردد کی نگاہ سے دیکھا تہا۔ القصہ مین اپنا فراک کوٹ (جو ترائی وضع کی ٹوپی کیساتھ غیر موزون سا معلوم ہوتا تھا) اور کفش پوش پہن کر اور جسقدر ذاتی ملازم ممکن تھے اپنے ہمراہ لیکر[۱] اون چھہ آدمیون کے پیچھے پیچھے ہولیا جنہین خان نے میرے پاس

[۱] ایرانی آداب معاشرت کا یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ جب تم کسی سے ملنے جاؤ تو تم کو چاہیئے کہ خواہ سواری پر جاؤ خواہ پیدل لیکن جسقدر ذاتی ملازم ممکن ہون اپنے ساتھ لیتے جاؤ کیونکہ ملازمین کی تعداد آقا کے رتبہ کی معیار متصور ہوتی ہے۔

اس لئے بھیجا تھا کہ وہ اوسکے محل تک جو قریب ہی تھا میرا استقبال کرین۔ داخل ہونیکے
پھاٹک کے اوپر سے مکان کا روکار ایک تھرے محراب کی صورت مین نظر آتا تھا جسمین
اطالیہ کے مکانون کی وضع کے مطابق سفید پلستر کا خوشنما ابھروان کام ہو رہا تھا۔ اس
محراب کے پیچھے چھت کے اوپر ایک چھوٹا سا پاکیزہ کوشک بنا ہوا نظر آرہا تھا۔ پھاٹک
مین سے جہان بہت سے سنتریون کا ہجوم تھا گزر کر مین ایک وسیع اور کشادہ صحن مین داخل
ہوا جو طول مین عرض سے دوچند تھا۔ اس صحن کے حصہ زیرین مین پھولون کی کیاریان تھین
اور وسط مین ایک حوض اس صنعت کے ساتھہ بنا ہوا تھا کہ پانی اوسکے لبون کو بوسہ دیتا ہوا
ایک نالی مین جو اوسکے چارون طرف تھی گرتا تھا۔ اس قسم کے حوض تمام آسودہ اور خوشحال
ایرانیون کے مکانات مین پائے جاتے ہین۔ پرلی طرف ایک چبوترہ پر کوئی تیس آدمی حوض
کی طرف پشت اور صحن کے حصہ بالا کی جانب جہان مجھے ایک اونچی کرسی کی ایوان کا اندرونی
حصہ نظر آرہا تھا رُخ کئے کھڑے تھے۔ اس ایوان کو ایک مشبک دریچہ جسکے وسط کا حصہ
کھلا ہوا تھا صحن سے جدا کرتا تھا۔ ایک چھوٹے سے کمرہ مین جو دہنی جانب کے گوشہ
پر واقع تھا داخل ہو کر مین نے اپنے کفش پوش اُتار دئے اور حاجب کی وساطت
سے وسطی منزل مین داخل ہوا۔ اس کمرے کے وسط مین دو میزین
رکھی ہوئی تھین جن پر رنگین بلورین ظروف اور کھلونے۔ آرایش کے طور پر چنے
ہوئے تھے اور ایک طرف لوہے کا ایک کمانی دار پلنگ معہ توشک کے بچھا تھا۔ شیشہ کے
اس آرایشی سامان سے طبقہ اعلیٰ کے اہل ایران کے اوس مذاق کا اندازہ ہوتا ہے جو

سمجھہ مین نہین آتا لیکن عام طور سے پہیلا ہوا ہے اور لوہے کے پلنگ سے اس بات کا ثبوت ملتا تھا کہ اہل ایران نے نئی مغربی تہذیب کو کامیابی کے ساتھہ اپنی معاشرت کا جزو بنا لیا ہے جس کمرہ کی سیر مین مین اس وقت مین مصروف تہا اوس کی پشت پر ایک اور کمرہ تھا جس مین خان ایک میز لگائے بیٹھا تھا اور جہان سے وہ مجھے خوش آمدید کہنے کے لئے اُٹھا۔ جب تک وہ ترجمان کو افتتاح۔ ملاقات کے ابتدائی مراتب کی تفہیم کرتا رہا میری نظر اوسکی شکل و صورت اور وضع و قطع کے مطالعہ مین مصروف رہی اور اثنائے ملاقات مین جس مین کامل دو گھنٹے لگے ہونگے مجھے اس مطالعہ کا کافی موقعہ ملا۔

امیر حسین خان کی شکل و شباہت

شجاع الملک کی شکل و شباہت ایسی نہین کہ جس کی اوسپر نظر پڑے وہ اوس سے متاثر نہ ہو لیکن خوشرو اوسکو نہین کہا جا سکتا جس مکان مین اوسنے مجھے بطور اپنے مہمان کی اُتارا اوس مین اوس کی ایک عکسی تصویر آویزان تھی - یہ تصویر بعد مین مینے اوس سی مانگ لی اور مقابل کا صفحہ اسی تصویر کی نقل سے مزین ہے۔ اسکے متعلق اوسنے مجھہ سے یہ بیان کیا کہ چونکہ یہ شبیہ ایک ایرانی مصور کی تیاری کی ہوئی ہے اس لئے یہ اصل کے بالکل مطابق نہین اور اوس کے (یعنی خان کے) خال وخط اور وجاہت ظاہری کی صحیح صحیح کیفیت تصویر سے مترشح نہین ہوتی۔ خان کی اس نکتہ چینی پر میرا بھی صاد ہے کیونکہ گو وہ بدشکل ہے لیکن اوس کی نسبت یہ ہرگز نہین کہا جا سکتا کہ وہ کریہ المنظر ہے۔ برخلاف اسکے حکومت و وجاہت اور فہم و فراست کی ایک شان اوسکے چہرہ پر ہویدا تھی۔



ایلخانی کوچان

اگرچہ اوسکی عمر ساٹھہ سال سے متجاوز ہو چلی تھی پھر بھی اوسکی داڑھی اور سر کے بال کالے سیاہ تھے جسکی وجہ میرے خیال مین یہ ہے کہ وہ خضاب کرتا ہے۔ اوس کے خال وخط ایسے نہ تھے کہ جسکی نظر اون پر پڑے وہ بے اختیار اون سے متاثر نہ ہو اور اوس کا رنگ بہت ہی زردی مائل تھا۔ جس وقت مین اوس سے ملا تو وہ سیاہ رنگ کا کوٹ اور پائجامہ پہنے ہوئے تھا۔ اوسکے کوٹ مین ہیرے کے تکمے ٹکے ہوئے تھے اور ایک الماس کے قبضہ کی تلوار اوس کی کمر سے لگی ہوئی تھی۔ اوسکے سر پر ایک سیاہ اون کی کلاہ تھی جو اس قدر کھلی تھی کہ کانون تک آتی تھی[1]۔ اوسکے ہاتھون مین سوتی دستانے تھے اور پاؤن مین سوتی جرابین اور ولایتی روغنی چمڑے کا جوتا تھا۔ کوتاہ نظر ہونے کی وجہ سے وہ ایک بہت بڑی نیلگون عینک لگائے ہوئے تھا۔ بات کرتے وقت اوسکے انداز اور طرز ادا سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص حکومت کا عادی ہے۔ ترجمان کو فہمایش کرتے وقت اوس نے بہت کچھ جوش ظاہر کیا اور جب وہ اپنا قلیان منگواتا تھا یا کوئی اور حکم دیتا

[1] صرف ایک صدی کا عرصہ گزرتا ہے کہ خاندان قاجار نے کلاہ کو ایران مین بطور قومی لباس سر کے رواج دیا۔ اس سے پہلے عام طور سے لوگ عمامہ استعمال کرتے تھے۔ کلاہ کے رواج پانے کے بعد بھی بعض دفعہ اسکے گرد شال لپیٹ لی جاتی تھی مگر یہ امتیاز شاہ اور شاہی خاندان اور سلطنت کے بعض خاص خاص ارکین کے لیے مخصوص تھا۔ اب صرف شاہی دربار کے موقعہ پر یہ صورت دیکھنے مین آتی ہے۔ کلاہ کی شکل بھی بہت کچھ بدل گئی ہے۔ صدی کے شروع مین یہ کوئی ڈیڑھ فٹ اونچی ہوتی تھی اور اسکی دیوارین بتدریج ڈھلتی ہوئی اوپر جاکر ایک چوٹی پر ختم ہو جاتی تھین۔ اب عام طور سے کلاہ کا ارتفاع چھہ سے لیکر دس انچ تک ہوتا ہی اور اسکا چندوا ہموار ہوتا ہے۔

پی جائین گے۔[۱] ہمارے پاس آدمیون کی ایک دیوار موجود ہے اور ایسی دیوار پتھر کی دیوار سے زیادہ مضبوط ہوا کرتی ہے ‘‘

اگرچہ خان کے اس دعا کو مین نے بہ ادب تمام سنا لیکن مجھے اس کا بھی مقر ہونا پڑتا ہے کہ اس وقت مجھے نہ صرف اون آرائشون کا خیال گذرا جن سے اوس مکان کی دیوارین مزین تھین جہان سے مین ابھی ابھی آیا تھا بلکہ ایک خط کا ایک خاص فقرہ بھی مجھے یک بیک یاد آگیا جو خان ممدوح نے باین ہمہ دعوائے ہمدردی قوم وحب وطن گراڈیکاف روسی کے نام لکھا تھا۔ اس خط مین خان والاشان نے ایک مقام پر یہ تحریر فرمایا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ذات صرف ایک ایسی ذات ہے جسپر تمام ربانی برکتین اور رحمتین نازل کیگئین تاکہ وہ آسمان سے اترکر ایک ایسی قوم کو پیدا کرین جیسی کہ روسیون کی قوم ہے ‘‘ بہرحال مین نے مضمون بدل دیا اور خان سے پوچھا کہ ایران مین ریل کی ترویج کے متعلق آپکا کیا خیال ہے؟ اگرچہ اوس نے عمر بھر ریل کی سڑک تک نہ دیکھی تھی لیکن تمام ملک مین ریل کے رواج دیے جانے کی حامی بھر کر اوس نے مجھے حیرت مین ڈالدیا اور اس بات پر اوس نے تعجب ظاہر کیا کہ ابھی تک ریلون کا بنایا جانا کیون شروع نہین ہوا۔ پھر اوس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ ملکۂ وکٹوریا نے پچاس سال سے زیادہ حکومت کی ہے اور حال مین اپنی جوبلی کا جشن منایا ہے۔ امیر افغانستان کے بخیلانہ طرز عمل کی طرف اشارہ کرکے اوسنے بیان کیا کہ یہ بات میری سمجھ مین نہین آتی کہ کیون وہ اپنے علاقہ مین اجنبیون کو داخل ہونے نہین

[۱] چھاچھ کو جسے فارسی مین ماست یا آب دوغ کہتے ہین ایرانی اور کرد لوگ بڑی رغبت سے پیتے ہین۔

دیتا اور جب مین نے اوس سے کہا کہ کسی اجنبی کا کوچان مین آنا اتنا مشکل نہین جتنا برات مین داخل ہوتا تو اوسنے جواب دیا کہ مجھے یہ باور نہین آتا۔ لیکن خان کے دائرۂ معلومات کی تنگی اوسوقت نمایان طور پر معلوم ہوئی جبکہ مین نے اوس سے بیان کیا کہ لندن سے امریکہ جانے مین آٹھ دن لگتے ہین۔ اسکے جواب مین اوس زیادہ سے زیادہ منزل سے استدلال کر کے جسے مسافر ایران کے خشکی کے سفر مین ایک دن مین طے کرتا ہے فوراً ہی اوسنے مجھ سے یہ دریافت کیا کہ کیا لندن سے امریکہ تک ۸۰ فرسخ (یعنی ۳۲۰ میل) کا فاصلہ ہے؟[1] میرے سفر کی اغراض و مقاصد کے متعلق جو سوالات اوس نے کئے اون مین بھی اوسکی خصوصیات اور اس بارہ مین اپنے آباو اجداد کے طرز عمل کی رعایت کی جھلک نظر آتی تھی۔ اوس کے باپ رضا قلی خان نے یہی سوالات فریزر سے کئے تھے اور خود اوسنے میرے آنے سے سترہ سال قبل یہی سوالات بیکر سے دہرائے تھے۔ قصہ مختصر یہ کہ اوس نے مجھ سے پوچھنا شروع کیا کہ "آپ کوچان کس لئے آئے ہین؟ آپ کیا

---

[1] یہ سوال جو جغرافی معلومات کے متعلق اہل ایران کی عام لاعلمی کا نمونہ ہے۔ مجھے فتح علی شاہ کا وہ قصہ یاد دلاتا ہے۔ جو موریر نے اپنی کتاب "فرسٹ جرنی" (پہلا سفر) کے صفحہ ۲۱۵ پر بیان کیا ہے۔ فتح علی شاہ کو امریکہ کے حالات دریافت کرنے کا بڑا شوق تھا چنانچہ اوسنے سر ہارڈ فورڈ جونس سے پوچھا کہ امریکہ کس قسم کی جگہ ہے؟ وہان پہونچتے کیسے ہین؟ کیا وہ سطح زمین کے نیچے واقع ہے؟ اسی قسم کا ایک دلچسپ قصہ ایک ایرانی سفیر متعینہ لندن کی نسبت پچاس سال بعد بیان کیا گیا ہے۔ سفیر مذکور جس جہاز پر سفر کر رہا تھا اوسکے متعلق جب اوس سے یہ بیان کیا گیا کہ وہ پانسو گھوڑون کی طاقت کا جہاز ہے تو وہ خوش ہو کر بولا:۔ "ان گھوڑون کا اصطبل کہان ہے مجھے دکھاؤ"

چاہتے ہین؟ کیا انگریزی سرکار آپکو سفرخرچ دیتی ہے؟ اور دیتی ہے تو کس قدر دیتی ہے؟ اگر نہین دیتی تو تو آپ کے سفر کے مصارف کا کفیل کون ہے؟" حقیقت یہ ہے کہ ذوق سیر و سیاحت اور شوق اکتساب معلومات بلا غرض و ایسے جذبات ہین کہ مشرقی سمجھہ اون کی قدر و قیمت کے اندازہ سے قاصر ہے[۱]

اوس کو اپنے پیشہ اور اپنے خاندان کی حیثیت کے سمجھانے مین بہی مجھے بڑی دقت پیش آئی۔ پارلیمنٹ کا اوس نے کبہی نام بہی نہ سنا تہا اور جب مین نے اوس سے کہا کہ مین ایک بڑی مجلس کا رکن ہون تو جوابًا اوس نے مجھہ سے پوچھا کہ "کیا تم سپاہی ہو؟" ایک انگریزی امیر کے رتبہ یا درجہ کی شان کا خیال اوسکے دل مین پیدا نہین ہو سکا۔ البتہ یہ معقول اور نتیجہ خیز باتین اوس نے مجھہ سے دریافت کین کہ "کیا تمہارے والد کے پاس بہت سے سپاہی ہین؟" اور یہ کہ "تمہارے والد کو اپنی جائداد کا مالک کس نے بنایا؟" جب مین نے جواب دیا کہ ہمارے خاندان کی جائداد آٹھہ سو سال سے ہمارے ہی خاندان کے قبضہ مین چلی آئی ہے تو اوسے بڑا تعجب ہوا۔ لیکن اسکے جواب مین اوس نے قریب قریب

[۱] "یہ بات ان لوگون کی سمجھہ مین نہین آسکتی کہ انسان کو تفریح و تفرج کی غرض سے یا باقتضائے شوق تحقیق بہی سفر اختیار کرنا چاہیئے۔ وہ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ کسکو پڑی ہے کہ محض حصول معلومات کے لئے قطع نظر مصارف سفر کے ایک طول طویل سفر کی زحمتین اور صعوبتین خود اپنی مرضی سے برداشت کرے پس اگر بادی النظر مین سفر کا کوئی مقصد معلوم نہ ہوتا ہو مثلًا یہ کہ اس سفر کو تجارت یا کاروبار کی غرض سے اختیار کیا گیا ہے تو وہ فورًا کوئی ایسی غرض اوس سے منسوب کر دیتے ہین جو اون کے نزدیک قرین قیاس ہو۔" "سفر خراسان" مصنفہ فریزر۔ صفحہ ۵۷۹۔

وہی جواب دیا جو مسٹر ہارڈکیسل دشتی اسٹوپس ٹو کانکر[+] مین دیتا ہے اور پھر سمہائے کہن کی ایک ایسی تقلید کو مرعی رکھہ کر جسکا معرف ہوئے بغیر مین نہ رہ سکا اوس نے کہا کہ فرنگستان بوجہ اپنی قدامت کے ایک عظیم الشان ملک ہے۔ قدامت سے جیسا کہ اوس نے بیان کیا اوسکی مراد شخصی اقتدار سے تھی۔

مین خان کو ایک تحفہ دیتا ہون

یزر نے مجہہ سے ستر سال پہلے میرے میزبان کے باپ کو ایک چاندی کی جیبی گھڑی تحفتہً دی تہی۔ مین نے بہی اس بارہ مین اوس کا اتباع کیا اگرچہ مجھکو اسوقت یہ خیال نہ تھا کہ مین اوس کی تقلید کر رہا ہون۔ خان کوجان نے میری جو خاطر اور تواضع کی تہی اس کے شکریہ کے اظہار کے طور پر مین نے ایک جیبی گھڑی اوسے پیش کی جسپر گھنٹون اور منٹون کا اندازہ گردشی سوئیون سے نہ ہوتا تھا بلکہ وقت اعداد کے ذریعہ سے جو ایک حلقہ مین نمودار ہوتے رہتے تہے معلوم ہو جاتا تھا۔ وہ صنعت کے اس عجیب نمونہ کو دیکھہ کر نہایت ہی محظوظ ہوا لیکن چونکہ اعداد اوسکی سمجھ مین نہین آسکتے تہے کیونکہ وہ معمولی رومائی اعداد سے جنہین اوس نے پہلے دوسری گھڑیون پر دیکھا تھا مطابق نہ تہے۔ لہذا مین نے اوسے ایک نقشہ کھینچ دیا۔ جس مین معمولی اعداد ایک سے ساٹھہ تک اور اون کے مقابل

+ یہ کتاب انگلستان کے مشہور بذلہ سنج مصنف گولڈ اسمتھ کی تصنیف سے ہے۔ مترجم

لہ مجھے وہی چیزین مرغوب ہین جو پرانی ہون۔ پرانی کتاب۔ پرانی شراب۔ پرانے احباب۔ پرانے رسم و آداب۔ پرانا زمانہ۔

کے رومانی مترادف درج تھے اسکا ترجمہ اوس کے سکرٹری نے فارسی مین کردیا۔ شجاع الملک نے گھڑی لے لی لیکن لینے کے بعد اوس نے مجھ سے یہ پوچھکر کہ اس گھڑی کی کیا قیمت ہوگی۔ مجھے محو حیرت بنا دیا۔ اگر کوئی یورپین یہ سوال کرتا تو اوس کی اس قسم کی حرکت بی تمیزانہ تجسس پر محمول کیجاتی لیکن ایلخانی کے سوال کے نخوا کو مین نے اوسکی اس مشرقی خواہش سے منسوب کیا کہ معطی کو اوسکے ارمغان کی قیمت کے برابر کی کوئی چیز معاوضہ کے طور پر دیجائے کیونکہ ایلخانی کے مشہور بخل کی وجہ سے یہ امر خارج از بحث تہا کہ وہ میرے تحفہ کی قیمت سے ایک دھیلا بھی مجھے زیادہ دیتا۔ لیکن جو تحفہ کہ وہ معاوضہ مین مجھے دینے والا تھا اوس کی کیفیت یا قیمت مجھے کبھی معلوم نہین ہوئی کیونکہ دوسرے دن جب وہ بازوید کو آیا تو اوسکے ساتھہ ایک بقچہ تہا جس مین (جیسا کہ مین نے بعد مین سنا) کچھہ قالینین بازربفت تھی۔ لیکن یہ تحفہ مجھے وہ دینے نہین پایا جسکی وجہ یہ تھی کہ اوس کے بعض نوکرون نے بقچہ کا بقچہ غایب کردیا۔

خان اپنے مطبخ سے میرے لئے کہانا بہیجتا ہے

چان کے معمر سردار سے میری ملاقاتوں کے خاص واقعات یہی تہے جن کا مین نے اوپر ذکر کیا۔ یہ امر میرے لئے باعث مسرت ہے کہ گو مین اون بیانات کی تردید نہین کرسکتا جو اوس کی عادات و خصایل اور اوسکے کمالات کے متعلق سے پہلے کے سیاحون نے قلمبند کئے ہین لیکن پھر بھی مین کم از کم اوس کی سیرت کے ایک دوسرے پہلو پر جو محاسن سے زیادہ تر متکیف ہے روشنی ڈال سکتا ہون۔ سر چارلس میگگریگر

جو ۱۸۷۵ء مین یہان آیا اوسنے خان کو چان کے متعلق یہی رائے قایم کی کہ خان موصوف
کے عادات واطوار ایک شان متانت لئیے ہوئے ہین اور فہم وفراست کے لحاظ سے وہ
ممتاز ہے۔ شام کے وقت مجھے ایرانی طباخی کی شناخت اور خود خان کے باورچی خانہ کے
مطبوخات کی کیفیت کا اندازہ کرنے کا موقعہ ملا۔ میرے لیے خان نے جو کھانا بھیجا اور جو میرے
کمرے کے فرش پر قابون مین لاکر چن دیا گیا وہ اتنا تہا کہ ایک فوج کے لئے کافی ہوتا۔
ستر بار تین طرح کے پکے ہوئے مرغ۔ حلوان کی بہنی ہوئی مسلم ران۔ کباب۔ خاگینہ۔ پلاؤ[۱]
اور دوسری انواع واقسام کے کہانے جنکا مجھے نام معلوم نہین۔ غرضکہ سبہی طرحکی نعمتین موجود
تھین۔ جن جن چیزونکو مین نے کہایا وہ نہایت عمدہ پکی ہوئی تھین علی الخصوص پلاؤ اور چلاؤ تو
ایسے تھے کہ پیرس کا کوئی اعلی سے اعلی باورچی بہی ویسا نہین پکا سکتا۔ پینے کے لئے
کو چان کی شراب تھی جو نہایت ہی بدمزہ تہی۔ چہاچہ بھی موجود تھی مگر جب تک کام وزبان
اوسکے عادی نہ ہون اوس وقت تک اوسکا مزہ بھی ایسا نہین کہ مرغوب ہو البتہ شربت
جو آیا وہ لطیف تہا اور اگرچہ اوسکے اجزا زیادہ تر شکر اور برف کا پانی ہی تھے لیکن وہ ایک
نہایت ہی خوش ذائقہ اور مفرح شئے تھی۔ ناشپاتی کے لکڑی کے نازک اور سفید و شفاف
چمچے شربت کے پیالے مین تیر رہے تھے اور نہایت ہی بہلے معلوم ہوتے تھے۔

---

[۱] اس مقام پر مصنف نے ایک طویل نوٹ اپنے انگریزی ناظرین کے لیے جوان کہانون کی ماہیت سے واقف نہین اونکی ترکیب کے متعلق درج کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کتاب کے پڑہنے والون کے لیے ان کہانون مین سے ایک بہی ایسا نہین جسے نیا کہا جا سکے۔ اس لئے مین نے نوٹ کا ترجمہ ضروری نہین خیال کیا۔ مترجم

اسکے علاوہ انگوروں کے خوشے بھی تھے۔ مجھے اسکے بعد ایک سے زیادہ دفعہ ایرانی کہانا کہانے کا اتفاق ہوا لیکن میرا خیال ہے کہ گوخان کوچان کا کھانا باعتبار کمیت حد اعتدال سے متجاوز تھا لیکن کیفیت کے لحاظ سے اس سے بہتر کہانا کسی مشرقی ملک مین مین نے نہین کھایا۔

شہر کوچان

یک دن مین شہر کوچان اوس کے حوالیات کو دیکھنے کے لیے سوار ہو کر نکلا۔ دریافت کرنے پر مجھے یہ اطلاع ملی کہ اس شہر کی موجودہ آبادی بارہ ہزار ہے لیکن اس تخمینہ کو مین مبالغہ سے معرا نہین پاتا۔ شہر پناہ جسکے گرد مین پھرا اور جسے معہ خندق کے موجودہ ایلخانی کے باپ اور دادا نے تیار کیا تھا اوسکی مرمت عباس مرزا کے توپخانہ کی گولہ باری کے وقت سے نہین ہوئی۔ اسکے علاوہ زلزلہ کے متواتر صدمون علی الخصوص اوس زلزلہ سے جو ۱۸۷۲ء مین آیا فصیل بہت کچھہ منہدم ہو گئی ہے ۱۸۷۵ء مین میگگریگر کا بیان ہے کہ یہ شہر ایسا ویران ہو رہا ہے کہ اگر مین روس کا کوئی حال بیان نہ کرون تو میرا ایسا کرنا حق بجانب متصور ہو سکتا ہے۔ فصیل کی اب اکثر مقامات پر یہ حالت ہے کہ مٹی کے بے شکل تودون سے زیادہ اون کی حقیقت نہین۔ شہر کے باہر اینٹون کے بہت سے روڑے ہین اور کئی برف کے مخزن ہین جو شہد کی مکھی کے چھتے کی طرح ایک گڑھے پر جس مین برف کا ذخیرہ رہتا ہے پکی مٹی کے بلند مخروطہائے مستدیر کی شکل مین بنے ہوئے ہین۔ مین نے ایک بہت بڑا میوے کا باغ بہی دیکھا جو خان کی ملک سے ہے۔ اس باغ مین جسکا رقبہ دس بارہ ایکڑ

ہوگا۔ انگور۔ سیب۔ ناشپاتی۔ الوچے۔ انار۔ شہتوت۔ آڑو۔ بیر۔ اور بہی کے درخت
موجود ہین۔ اس کے وسط مین کٹی ہوئی مٹی کا ایک چبوترہ کوئی ایک فٹ بلند واقع ہے
شاہ نے جب ۱۸۸۳ء مین مشہد کا دوسرا سفر اختیار کیا اور یہان ٹھہرا تو اوس کا خیمہ اسی
چبوترہ پر نصب کیا گیا تھا۔ اور جب زلزلہ کا خطرہ ہوتا ہے تو خان بھی یہین اپنا خیمہ لگا کر رہتا
ہے۔ شہر کے باہر ایک سطح مرتفع ہے جو تخت شاہ کے نام سے مشہور ہے جس زمانہ
مین فتح علیشاہ نے کوچان پر چڑھائی کی تھی تو یہین روس نے اپنے ڈیرے ڈالے تھے
شہر پناہ سے کوئی ڈیڑہ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی واقع ہے جو نادر ٹپی کہلاتی ہے
نادر شاہ جون ۱۷۴۷ء مین یہین مارا گیا۔

عمارات

کوچان مین خان کے محل کے علاوہ اگر کوئی اور ایسی عمارت ہے جو عام عمارات کی
گرد آلود اور افق دوز چھتون سے اوپر اپنا سر اٹھاتی ہے یا جسے کچھ بھی امتیاز حاصل ہے تو وہ
ایک قبے اور دو لپست منارون کی ایک مسجد ہے ان منارون مین سے ایک کی چوٹی پر
ایک چوبی غلام گردش ہے جہان موذن کھڑے ہو کر اذان دیتا ہے۔ چونکہ شیعہ فرقے کے
مسلمان کافرون کو اپنی مساجد کے دروازون مین بھی داخل نہین ہونے دیتے اور اس
لحاظ سے اس خاص بارہ مین حرارت دینی کے اظہار کے ساتھ دوسرے مذہبی احکام
کی تعمیل سے نمایان طور پر پہلو تہی کر کے ایک عجیب خبط کا ثبوت دیتے ہین۔ اس لئے
نہ تو یہان اور نہ کہین اور مجھے اس سے زیادہ موقعہ ملا کہ عربی وضع کے محرابدار دروازہ مین سے

مسجد کے اندرونی صحن کو ایک نظر دیکھہ سکون۔

افسوس ہے کہ فریزر کے ۱۸۲۲ء کے سفر کوچان کا حال مین نے بعد مین پڑہا ورنہ مین اوس عظیم الشان نسخۂ قرآن کے اجزا کا سراغ لگاتا جسکی نسبت فریزر نے یہ بیان کیا ہے کہ نادرشاہ کے چند کوچانی سپاہی اس قرآن کے کچھہ اجزا تیمور کے مقبرہ سے جو سمرقند مین سے لائے تھے۔ ستر سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ اس نسخہ کے قریبًا ساٹھہ صفحے جو طول مین دس سے لیکر بارہ اور عرض مین سات سے لیکر آٹھہ فٹ تک ہون گے اور جن کا خط نہایت پاکیزہ اور خوبصورت تہا فریزر نے کسی امام باڑہ کے ایک طاق مین رکہے ہوئے دیکھے تھے۔

بازار

اثنائے قیام کوچان مین مین نے وہان کے بازارون کی بھی سیر کی۔ اون کی وضع عام مشرقی بازارون کی سی ہے۔ لمبی لمبی گلیون پر لکڑی کی محرابدار چھت پڑی تہی۔ اور اوسے اوپر سے گارے سے لیپ دیا تہا تاکہ آفتاب کی سوزندہ شعاعین اندر نفوذ نہ کرین۔ کچھہ دیر کے لئے مین بزازون کے بازار مین ٹھہرا جہان مین نے بہت سی دکانون مین چھینٹ ڈریل اور روس کے طرح طرح کے سوتی کپڑون کے ذخیرے دیکھے۔ لیکن یہ کپڑے بظاہر یورپین ساخت کے معلوم ہوتے تھے اور جب مین نے دریافت کیا کہ یہ مال کہان سے آیا ہے تو مجھے جواب ملا کہ روس سے۔ ہر ایک تہان پر کسی روسی کارخانہ کا نام لکھا تھا۔ مین نے پوچھا کہ بازار مین انگریزی ساخت کا مال بھی فروخت ہوتا ہے یا نہین۔ اسکے جواب مین

ایک سوداگر نے کچھہ سرخ رنگ اور دھاری دار سوتی کپڑے کا ایک تھان نکالکر پیش کیا۔ لیکن
ان مین سے کسی پر بھی کسی انگریزی کارخانہ کی علامت ثبت نہ تھی اور سوداگر یہ نہین بتا سکا کہ
یہ مال کہان سے آیا ہے۔ آخر کار ایک سوداگر نے سوتی کپڑے کا ایک تھان جسپر بمبئی کے
کسی کارخانہ کی مہر تھی اور جو بلاشبہ ہندوستانی روئی سے تیار ہوا تھا نکالا۔ جب مین نے سوال
کیا کہ اتنی دور سے مال منگانے مین کیا نفع ہو سکتا ہے تو جواب ملا کہ اگرچہ دام تو اس مال کی
بہت مہنگے ہین لیکن چونکہ دیرپا اور عمدہ ہونے کے لحاظ سے یہ مال اورون سے اچھا ہے اسلئے
لوگ اسے خریدتے ہین۔ کانچ۔ دہات اور چینی کے جسقدر برتن بازار مین تھے سب روس
کے بنے ہوئے تھے۔ اسی طرح شکر بھی روسی ساخت کی تھی۔ مجھہ سے یہ بیان کیا گیا کہ
جسقدر چاء یہان استعمال ہوتی ہے اوسکا اکثر حصہ ہندوستان سے براہ بندر عباس و
مشہد آتا ہے۔ لیکن کسی قدر چاء کی درآمد روس سے بھی ہوتی ہے۔ اس مین شک نہین
کہ کوچان مین روس کی سیاسی اور تجارتی اغراض کی خوب نگہداشت ہوتی ہے کیونکہ روسیون
کی طرف سے یہان ایک وکیل مقرر ہے جسے سرکار روس سے تنخواہ ملتی ہے۔ تجارت برآمد
جو زیادہ تر روئی اور چمڑے پر مشتمل ہے ارمنیون کے ہاتھہ مین ہے کیونکہ تجارت سے خاص
مناسبت رکھنے کے باعث تمام ایران کی تجارت اس قوم کے ہاتھہ مین آگئی ہے۔ روسیون
کے تفوق کی یہ کافی وجہ قرار دیجا سکتی ہے کہ کوچان عاشق آباد کے قریب واقع ہے اور
ان دونون مقامات کے مابین ذرائع آمد و رفت امن و حفاظت اور سہولیت سے بہرہ ور ہین۔
کوچان کو تار برقی کا ایک سلسلہ ایک طرف تو مشہد اور دوسری طرف بجنورد

سے جو وادی اترک مین بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے ملتا ہے اور یہ سلسلہ روسی تار برقی سے قزل اروات مین جاملتا ہے۔ کوچان مین ہر ہفتہ عاشق آباد سے روسی ڈاک بھی آتی ہے جسے ترکمان سوار کوچان ہوتے ہوئے مشہد تک پہونچا دیتے ہین۔

صوبہ کوچان

قبل اسکے کہ مین کوچان سے روانہ ہون مناسب ہوگا کہ مین اوس صوبہ اور حکومت کے متعلق کچھہ تفصیلی حالات قلمبند کرون جسکا یہ شہر صدر مقام ہے۔ اسکے شمال مغرب کی طرف صوبہ بجنورد واقع ہے اور مشہد کی طرف اس کا علاقہ رادکان تک پھیلا ہوا ہے۔ گویا کہ اس کا کل طول ساٹھہ میل کے قریب اور عرض شمالاً جنوباً کسی قدر کم ہے۔ اس صوبہ مین سلسلہ ہائے کوہ اور سطوح مرتفع جن مین روسی سرحد سے روانہ ہوکر مین سفر کرتا چلا آیا تھا۔ اور خاص وادی کوچان جسکا اوسط عرض پندرہ میل ہوگا اور جو مشہد تک بغیر کسی طبعی رکاوٹ کے پھیلی ہوئی چلی گئی ہے یکسان نسبت مین واقع ہین۔ سلسلہ کوہ شاہ جہان جو اس کے جنوب کا محیط ہے شہر کوچان کے عقب مین جو سطح سمندر سے ۳۸۰۰ فیٹ بلند ہے واقع ہے اور اوسکی بلند ترین چوٹی کا ارتفاع دس ہزار فیٹ ہے۔ تمام شمالی ایران مین وادی کوچان سے زیادہ زرخیز اور شاداب علاقہ اور کوئی نہین۔ اگر آبپاشی کا بطور مناسب انتظام ہو تو یہان کے اناج کی پیداوار بیج سے ستوگنی ہوتی ہے اور اس لحاظ سے اسی موزون طور پر خراسان کا غلہ کا گودام کہا جاسکتا ہے۔ اسکا بیلف نے جب گراڈیکاف کو شجاع الدولہ سے اپنے گھوڑون اور اونٹون کیلئے چارہ خریدنے کے واسطے روانہ کیا

تو اوسے ان تمام باتون کا حال خوب معلوم تھا اور آجکل کے روسی بھی جو ایک ایسے ضلع کی قریب اپنا صدر مقام قایم کر رہے ہین۔ جہان سے ایک بڑی فوج کے لئے رسد بہم پہونچ سکتی ہے اور جو گویا کل خراسان کے قبضہ کی کنجی ہے خوب جانتے ہین کہ اون کے اس طرز عمل کا مقصود اصلی کیا ہے۔ صوبہ کوچان مین زیادہ تر ظفران لو قبیلہ کے کرد آباد ہین لیکن کچھ جریلی ترک اور ایرانی بھی یہان بود و باش رکھتے ہین۔ آبادی کی کل تعداد نوے ہزار سے دو لاکھ نفوس تک بیان کیجاتی ہے اور یہ امر محتاج بیان نہین کہ اعداد اوّل الذکر احتمالاً زیادہ قرین اندازہ ہین۔ ایلخانی کی آمدنی کا ذریعہ کچھ تو وہ محصول ہے جو اوس کے علاقہ کے قصبات کے مکانون اور دکانون پر اور نیز بیرونجات کی مزروعہ اراضی پر لیا جاتا ہے اور کچھ اوسکی ذاتی جائداد کے محاصل ہین۔ اس مین سے اوسے اپنے سوارون کی جمعیت کے مصارف ادا کرنے پڑتے ہین۔ یہ رسالہ ساز و سامان سے عمدہ طور پر آراستہ اور بندوقون سے مسلح ہے مگر اسکی تعداد جو پہلے ایک ہزار تھی کم ہو کر پانچ سو رہ گئی ہے۔ شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ سرحد کی حالت اب وہ نہین رہی جو پہلے تھی۔

کوچان سے دوسرے راستے

کوچان سے مشہد۔ (براہ جعفر آباد۔ شور چاہ۔ رادکان۔ خیاران۔ گون آباد۔ تمام ۹۳ میل) دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ جے۔ بی۔ فریزر (سنہ ۱۸۲۳ء) باب ۲۳ "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ سر اے برنس (سنہ ۱۸۳۲ء) جلد سوم۔ صفحہ ۴ و ۵ و ۷ "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی) بابت

کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) جلد ۴۶ صفحہ ۷۹ الی ۸۷ و ۱۵۱ الی ۱۵۳ + "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) مصنفہ ای او ڈونووان (۱۸۸۲ء) جلد اول باب ۲۸ +

کوچان سے سبزوار۔ (۶۹ میل) دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) مصنفہ ای۔ او ڈونووان (۱۸۸۲ء) جلد اول صفحہ ۳۴۷

کوچان سے استرآباد۔ (براہ شیروان۔ بجنورد و گورگان) دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ جے۔ بی۔ فریزر (۱۸۲۳ء)۔ باب ۲۳ الی ۲۴ + "اے ونٹرس جرنی" (موسم زمستان کا سفر) مصنفہ مصنف مذکور۔ (۱۸۳۴ء) جلد دوم خطوط نشان ۱۲ و ۱۳ + "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا)۔ مصنفہ سر اے۔ برنس (۱۸۳۲ء) جلد دوم صفحہ ۸۶ الی ۱۰۱

کوچان سے شاہرود۔ (براہ شیروان۔ بجنورد۔ سولغان۔ جاجرم۔ و بسطام)۔ دیکھو "کلاؤڈز ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق میں) مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۶ء) باب ۱۶ و ۱۷ + "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) مرتبہ کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) جلد ۴۶ صفحہ ۹۸ الی ۱۱۳ و صفحہ ۱۶۴ الی ۱۶۵ + "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ سر چارلس میگگریگر (۱۸۷۵ء) جلد دوم۔ صفحہ ۸۸۔ الی ۱۱۳ +

کوچان سے درگز۔ دیکھو "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) جلد ۴۶ صفحہ ۸۸۔ الی ۹۴ و صفحہ ۱۵۸۔ ۱۵۹ +



چھٹا باب

از کوچان تا بہ قلات نادری

دامن کہسار مین پیک نظر کے سامنے — سلسلہ تہا اک چٹانون کا سراسر پیچ وتاب
ان کے اوپر چوٹیان ابرو پہ بل ڈالے ہوئے — جنکے عارض پر پڑا تھا ابر سیمین کا نقاب
سب کے اوپر برف کا دریائے ابیض موجزن — جسکو سورج نے کیا تھا غیرت لعل مذاب

"دی پیلیس آف آرٹ" (قصر صنایع) - ٹینی سن

قلات نادری جانے کا قصد

اقصد تھا کہ اگر ممکن ہو تو کوچان سے اوس مشہور و معروف سرحدی قلعہ قلات نادری یعنی قلعہ نادرشاہ کی سیر کرتا جاون جسکی نسبت سابق کے سیاحون نے یہ بیان کیا ہے کہ دنیا کے سب سے زیادہ حیرت انگیز قدرتی نظارون مین اس کا شمار ہے اور فی الحقیقت اپنی غیر معمولی قدرتی طاقت اور رسائی کی حد سے باہر ہونے کے باعث اس سرزمین مین جو پہاڑی قلعون اور ناقابل محاصرہ بلندیون سے معمور ہے یہ قلعہ فرد ہے۔ جب سے کہ یہ افواہ مشہور ہوئی کہ روس کا اس قلعہ پر دانت ہے ۱۸۸۹ء کے موسم بہار مین ہاؤس آف کامنز مین یہ سوال پیش ہوا کہ آیا یہ قلعہ زار روس کو دے دیا جا چکا ہے یا نہین) ایرانی

ہر اجنبی کو جو اسکے دیکھنے کا شوق ظاہر کرے شبہ کی نگاہ سے دیکھا کئے ہین - اور اسلئے
مین نے اپنی خواہش کا مخفی رکھنا ہی قرین حزم خیال کیا - مین نے یہ امر تحقیق کر لیا تھا کہ روانہ
ہونے سے قبل شاہ سے اسکے دیکھنے کی اجازت حاصل کرنی ناممکن ہے کیونکہ شاہ کجکلاہ
ابھی تک اپنے سفر یورپ سے مراجعت فرمائے طہران نہین ہوئے تھے اور سفیر انگریزی
بھی دار السلطنت مین موجود نہ تھا کہ کار پردازان سلطنت کی وساطت سے اسکا انتظام
کر سکے - اس کے علاوہ مین خود اس قسم کی اجازت کبھی طلب نہ کرتا کیونکہ مجھے یہ بات بخوبی
معلوم تھی کہ اگر مجھے اجازت ملگئی تو روسیون کے لئے ایک نظیر قایم ہو جائے گی - اور
وہ بھی اسی قسم کی رعایت کے خواستگار ہونگے حالانکہ اون کے قاصد کا اس قلعہ مین
جانا میرے جیسے بے غرض سیاح کے وہان جانے سے شاید مختلف معنی رکھتا - حاکم خراسان
کو اجازت حاصل کرنے کی غرض سے مشہد تار دینے کی میری اور بھی کم خواہش تھی کیونکہ
مجھے اس امر کی نسبت شبہ تھا کہ آیا وہ ایسی اجازت دینے کا مجاز بھی ہے یا نہین - اس کے
علاوہ مجھے پورا یقین تھا کہ گو مین لوٹا نہ دیا جاؤن تاہم جاسوس میرے پیچھے پیچھے ضرور آئینگے
ایرانی لوگ اجنبیون کو اور بالخصوص اون لوگون جو کسی چیز کا نقشہ کھینچین یا کوئی سوال پوچھین
یا پیمایش کرین یا اپنی جیب مین سے کوئی آلہ نکالین اس درجہ شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہین کہ اگر
اونہین سیاح کا ارادہ پیشتر سے معلوم ہو جائے تو تحقیقات کی غرض سے کسی مقام کے دیکھنے
مین کامیابی نہین ہو سکتی - لہذا مین نے یہ عزم کر لیا کہ کسی شخص پر اپنا عندیہ ظاہر نہ کرون گا بلکہ
یہ ظاہر کرون گا کہ مین مشہد کو جا رہا ہون اور ممکن ہے کہ رستہ مین شکار کی غرض سے کچھ

دیر کیلئے راہ چھوڑ کر پہاڑون مین چلا جاؤن - درحقیقت میرے دل مین یہ بات تھی کہ جو راستہ[1] شاہراہ کے علاوہ مجھے مل سکا اوسے اختیار کرونگا اور دیکھونگا کہ آیا یکہ و تنہا کسی کو اطلاع یا اپنے آنے کی خبر دیے بغیر من قلات تک پہونچ سکتا ہون یا نہین -

ایلخانی کی وکٹوریا گاڑی



ایلخانی کی نگرانی کی زد سے بچنے مین بہت بڑی مشکل پیش آئی - اوس کو نہ صرف اس بات کے تجسس کا شوق بدرجہ غایت دامنگیر تہا کہ مین کہان کہان جانیکا قصد رکھتا ہون بلکہ وہ اس امر پر بھی مصر ہوا کہ مین مشہد تک اوس کی نئی روسی ساخت کی وکٹوریا گاڑی مین سفر کرون - چنانچہ اوس نے مجھے یہ دہمکی بھی دی کہ اگر تم میری گاڑی مین نہ جاؤگے تو جو چاندی کی جیبی گھڑی تم نے مجھے دی ہے وہ مین پھیر دونگا - مین نے بہتیرا اوس سے کہا کہ مجھے گھوڑے کی سواری زیادہ پسند ہے مگر اوس نے ایک نہ سنی اور یہ جواب دیا کہ آگے چلکر جی بھر کر گھوڑے کی سواری کر لینا - جب مین نے یہ عذر پیش کیا کہ جو گاؤن رستہ مین پڑتے ہین مین وہان ٹھہرتا ہوا جاؤنگا تو اوس نے کہا کہ گاڑی بہی آپ کے ساتھہ ساتھہ ٹھہرتی ہوئی جا سکتی ہے - آخرکار بصد وقت فیصلہ اس بات پر ہوا کہ مین پہلی منزل گاڑی مین جاؤن اور وہان سے اسے لوٹا دون - کوچان سے میری روانگی نہایت پرتکلف طور پر عمل مین آئی - خان بازار مین میرے ساتھہ ساتھہ ہاتھہ مین ہاتھہ دیے کچھہ دور تک پیدل آیا اور

[1] مجھے اس قسم کے کسی راستہ کا حال معلوم نہ تہا - جو چند سیاح مجھہ سے پیشتر قلات نادری کو گئے وہ سیدھے مشہد سے گئے -

پھر اوسنے مجھے گاڑی مین جو ماسکو کی بنی ہوئی تھی اور جدید ترین اور نہایت ہی خوشنما وضع کی تہی (معلوم نہین یہ تحفہ اوسے کس نے بہیجا) سوار کرایا۔ گاڑی مین چار سبزہ گہوڑے جتے ہوئے تہے اور گہوڑون پر سوار بیٹھے ہوئے تہے۔ گاڑی کے آگے آگے غلام گہوڑون پر سوار رستہ صاف کرتے جاتے تہے اور کچھہ ملازم گاڑی کے ساتھہ ساتھہ چلے آرہے تہے۔ اس شان سے خان کی وکٹوریا گاڑی مجھے لیئے ہوئے آہستہ آہستہ شہر کے باہر نکلی۔

ازکوچان تا بہ چگبہ

راستہ کا ابتدائی حصہ اوس شاہراہ پر واقع تھا جو مشہد کو جاتی ہے کیونکہ شبہ کے رفع کرنے کی غرض سے مین نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ رادکان تک جو شجاع الملک کے علاقہ کی سرحد ہے اور کوچان سے چالیس میل ہے اسی راستہ سے جاؤن۔ سڑک برابر سطح چلی گئی ہے۔ البتہ کوچان سے بیس میل کے فاصلہ پر یہ اوس حد کو عبور کرتی ہے جو اترک اور کشف رود کی ندیون کے طاسون مین فاصل ہے۔ سڑک نہ تو کٹی ہوئی ہی تھی اور نہ مرمت کے اعتبار سے ہی اسکی حالت اچھی تھی۔ غرضکہ جس انجنیر نے اسے بنایا وہ اسکی تعمیر کے لیے مستحق تحسین نہین ہوسکتا۔ میرا کوچبان گاڑی زیادہ تر کھلے میدان مین ہانکتا تھا کیونکہ سڑک کو جابجا آبپاشی کی نالیان فٹ بھر یا اس سے بھی زیادہ گہری قطع کرتی تہین جنکی وجہ سے گاڑی کو ایسے جھٹکے لگتے تہے کہ پناہ بخدا۔ شروع کے دس میل تک زمین اگرچہ اس فصل مین جو زرد سبزہ سے معرا تھی لیکن سبز کہیت ہر طرف لہلہاتے ہوئے نظر آرہے تہے اور کوئی

جگہ ایسی نہ تھی جہان ہل نہ چلایا گیا ہو- لیکن دس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ویرانی شروع ہو گئی- مین گرد کی ایک چادر مین لپٹا ہوا جارہا تھا اور گر پھر آگے کی چیز مجھے نظر نہ آتی تھی- میدان کے دونون جانب کچھ کچھ فصل سے کچی مٹی کے بنے ہوئے جھونپڑون کے گاؤن درختون کے چھوٹے چھوٹے جھرمٹون کے سایہ مین جو کسی اکیلے دکیلے نالی یا غیر مسدود قنات[۱] کی وجہ سے اُگ آئے تھے پناہ لئے ہوئے نظر آتے تھے- اِن گاؤن

[۱] چونکہ مجھے قناتون کا ذکر آگے چلکر بہت جگہ کرنا پڑے گا اور ایران کے مناظر اون سے نمایان طور پر معمور ہین- اسلئے اون لوگون کی اطلاع کیلئے جنہون نے قنات نہین دیکھی مین اس شے کی ماہیت بیان کرتا ہون- قنات (جو بلوچی اور افغانی کاریز کی ہم معنی ہے) ایک زمین دوز نالی کو کہتے ہین جو کسی پہاڑی چشمہ سے اوس گاؤن مین پانی لانے جہان ترقی زراعت یا قیام حیات مقصود ہو- اسکے بنانے کی ترکیب حسب ذیل ہے:- اول اول کسی مرتفع مقام پر ابتداءً گڑھے کھودے جاتے ہین یہان تک کہ پانی کا چشمہ نمودار ہوتا ہے- اسکے بعد دوسرے[†] سرے پر جہان پانی سطح پر لانا مقصود ہو یا

[†] مجھے اپنے ایک دوست سے جو کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر مقامات کی اس قسم کی کاریزونکا حال بالتفصیل جانتے ہین معلوم ہوا ہی کہ قنات کے تیار کرنیکا یہ طریقہ ہی کہ اول ایک مرتفع مقام پر گڑھا کھودا جاتا ہی اور جب اوس مین پانی نمودار ہوتا ہی تو اس گڑھے سے اوس سمت مین جدھر پانی لیجانا مقصود ہوتا ہی ایک زمین دوز نالی کچھ دور تک لیجا کر ایک گہرا گڑھا سطح زمین پر سے کھلا ہوا کھودا جاتا ہی اور پانی پہلے گڑھے سے اس ڈھلوان نالی کے ذریعہ سے دوسرے گڑھے مین آکر جمع ہو جاتا ہی اور پھر اس دوسرے گڑھے سے آگے کو نالی کھودی جاتی ہے اور اسطرح گڑھون کا ایک سلسلہ اوس مقام تک قایم کر دیا جاتا ہے جہان پانی لیجانا مطلوب ہوتا ہی- مصنف نے جو طریقہ تیاری قنات کا بیان کیا ہی اوس سے مترشح ہوتا ہی کہ اول ایک مرتفع مقام پر گڑھا کھودتے ہین اور پھر سمت مقابل سے جہان پانی لانا مقصود ہوتا ہی اس گڑھے کیطرف نالی کھودنی شروع کیجاتی ہے- اس سے ظاہر ہوگا کہ طریقہ ثانی الذکر طریقہ اول الذکر سے مختلف ہی- چونکہ میری ذاتی معلومات اسبارہ مین کچھ بھی نہین اس لئے مین کسی قطعی اور ناطق رائے کے اظہار سے قاصر ہون لیکن قیاس اس امر کا مقتضی ہی کہ جو اطلاع مجھے اپنے دوست کے زبانی معلوم ہوئی ہے وہ صحیح ہو کیونکہ اسکی تصدیق خود مصنف کے نوٹ کے آخری حصہ سے ہوتی ہی جسمین ہسپانوی سفیر جوزیفا باربیرو بیان کرتا ہی کہ نالی کے تیار کرنے وقت کھدائی کا رخ اصلی گڑھے سے جسمین پانی کا چشمہ نمودار ہوتا ہی اوس مقام کی طرف ہوتا ہی جہان پانی لیجانا مقصود ہوتا ہی نہ کہ اس مقام سے خود اصلی سرچشمہ کی سمت مین- مترجم

مین سے پہلے ہم فتح آباد کے پاس سے ہوکر گزرے جو کوچان سے دو میل ہے۔
اوسکے بعد سرخان آیا جو سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پھر ہم جعفرآباد پہونچے جو پست

درمیانی مقامات پر کہدائی شروع کی جاتی ہے اور چشمہ کی سمت مین خفیف سے ڈہلاؤ کے ساتھ زمین کے نیچے
نیچے ایک نالی کہودی جاتی ہے۔ جون جون کہودنے والا آگے بڑہتا جاتا ہے اور نالی زیادہ گہری ہوتی جاتی
ہے تو بیس بیس گز یا اس سے زیادہ کے فاصلہ پر دور گڑھے اوپر سے کہودے جاتے ہین اور جو مٹی نالی
کے نیچے کہودنے کی وجہ سے جمع ہوگئی تہی وہ ان گڑہون کے موہنہ پر اوپر لاکر جمع کردیجاتی ہے۔ اس طرح سے
کچہ عرصہ کے بعد یہ زمین دوز نالی چشمہ کے منہ تک پہونچ جاتی ہے اور پانی اس کی راہ سے مقام مقصود تک
پہونچ جاتا ہے گڑہے بعد مین نالی کو رکاوٹون اور مزاحمتون سے صاف کرنے کی غرض سے استعمال مین
لائے جاتے ہین۔ پس جس گاؤن مین کاشت کے قابل کچہہ بہی زمین ہو وہ بالعموم بمنزلہ ایک زاویۃ الراس
کے ہوتا ہے جہان سے قناتون کے متعدد خطوط جو بسا اوقات طول مین کئی میل ہوتے ہین متفرع ہوکر قریب ترین
پہاڑ کی سمت اختیار کرتے ہین اور گڑہون کا طویل سلسلہ اسطرح ہوتا ہے کہ گویا میدان پر چہچہوندرون نے کچہہ کچہہ
فصل سے مٹی کے بڑے بڑے ڈہیر لگا رکہے ہین۔ لیکن یہ نالیان بڑی آسانی سے بند ہوجاتی ہین یا اون مین
رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے یا کسی اور باعث سے خراب ہوجاتی ہین۔ اسپر تمام محنت رائگان جاتی ہے اور از سر نو
دوسری نالی کہودنی پڑتی ہے چنانچہ بسا اوقات دو متوازی نالیان ایک دوسرے سے چند گز کے فاصلہ پر دیکہنے
مین آتی ہین اور ان مین سے جو نالی کہ پہلے کہودی گئی تہی وہ اب بالکل ترک کردی جاتی ہے۔ ثانی الذکر نالی کے
کہلے ہوئے گڑہے جس قدر خطرناک ہوتے ہونگے اوسکا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ ان گڑہون کے
منہ پر مٹی کا جو انبار لگا ہوتا ہے وہ مینہ کی وجہ سے بہہ جاتا ہے اور کچہہ عرصہ کے بعد وہان کوئی ایسا نشان باقی
نہین رہتا جس سے معلوم ہوسکے کہ یہان گڑہا موجود ہے۔ بہت سے جانور ان مین گرکر تلف ہوجاتے ہین
اور اون کی ہڈیان بعض دفعہ بیچ مین اٹکی ہوئی نظر آتی ہین سوار اور اونکے گہوڑے بسا اوقات ان گڑہون
مین گرکر قبل از وقت فنا ہوجانے سے بال بال بچے ہین۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صاحب جو طہران مین رہتے تہے

مثلث نما قبون کا ایک مجموعہ سا ہے اور کوچان سے پندرہ میل ہے اور یہان سے چلکر ہمارا گزر دشت آباد مین ہوا۔ سیاہ گوسفند کے بالون کے بنے ہوئے خیمے جا بجا نصب تہے اور بتاتے تہے کہ سب کے سب کردون نے ابہی تک تمدن کا سبق نہین سیکھا بلکہ اُن مین سے بعض ابھی تک خانہ بدوش چلے آتے ہین گاہ بگاہ کوئی ویران گاؤن ہمارے دیکہنے مین آتا تہا جس سے معلوم ہوتا تہا کہ یہان کبہی کوئی قنات ہوگی جواب برباد ہوگئی ہے یا کوئی چشمہ ہوگا جو خشک ہوگیا ہے۔ قلاتا[۵] پہونچکر جو کوچان سے تقریباً ۲۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

ایک دن بازلیکر شکار کے لئے باہر گئے گہوڑے پر سوار جا رہے تہے کہ دفعۃً ایک غیر مستعمل گڑھے مین گر کر اپنے ساتہیون کی نظرون سے غائب ہوگئے۔ مگر خیر یہ ہوئی کہ آدمیون نے فوراً اون کو گہوڑے سمیت اوپر نکال لیا اور اون کو کوئی صدمہ نہین پہونچا۔ قناتون کے گڑہون کو جنگلی کبوترون نے اپنا گہر بنا رکہا ہے۔ ایک گڑہے کے منہ پر کہڑے ہوکر اگر تالی بجاؤ تو دو سرے مین سے ایک جہنڈ خوف کہاکر سائین سائین کرتا ہوا نکلتا ہے اور تمہین نہایت عمدہ نشانہ کا موقعہ دیتا ہے۔ دولت وینس کے ایک سفیر سینر جوزیفا باربیرو نے چار سو سال ہوئے کہ اپنے سفر ایران کے حالات قلمبند کئے تہے۔ اسمین ایک دلچسپ فقرہ قناتون کے کہودنے کی کیفیت کے متعلق بہی درج ہے۔ سولہوین صدی مین اس سفر نامہ کا ترجمہ انگریزی مین ہوا۔ ہم اسمین سے اس مقام کا اقتباس کرتے ہین "دریا کے کنارے کے قریب وہ کنوئین کی شکل کا ایک گڑہا کہودتے ہین اور وہان سے اوس مقام کی سمت مین جہان اونہین پانی لے جانا مقصود ہو ایک زمین دوز کہائی جو مذکورہ بالا گڑہے سے زیادہ گہری ہوتی ہے کہودنا شروع کرتے ہین اور جب کوئی بیس قدم کے قریب کہود چکتے ہین تو ایک اور گڑہا پہلے گڑہے کیطرح کہودتے ہین اور اسی طرح کچھہ کچھہ فصل سے گڑہے کہودتے ہوئے وہ اس نالی کے ذریعہ سے جہان پانی لیجانا چاہتے ہین لیجاتے ہین"۔ لیکن یہ طریقہ اس سے بہی زیادہ قدیم ہے کیونکہ پالیبیس نے بہی اسکا ذکر کیا ہے۔

[۵] قلاتا (قلات ہا) جمع کا صیغہ ہے اور اس سے مراد ہے ایسے مواضع یا دیہات کا مجموعہ جن مین سے ہر ایک اپنا جداگانہ نام رکہتا ہے

مین نے وکٹوریا گاڑی کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ دوسرے دن علی الصباح کو چان کو واپس چلی جائے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اور مشہد کی شاہراہ اور تار برقی کے کھمبون کو اپنی دہنی طرف چھوڑ کر مین آٹھ میل کا مزید فاصلہ طے کر کے چگیر مین جو راد کان سے کچھ ادھر ایک چھوٹا سا گاؤن ہے پہونچا۔ جب ہم میدان کو جو اب سبزہ سے بالکل معرا ہو گیا تھا طے کر رہے تھے تو پانی کی ایک جانفزا جھیل جسکا منبع مشرق کا سراب تھا افق پر موجین مارتی ہوئی ہمکو دکھائی دینی شروع ہوئی اور جون جون ہم آگے بڑھتے جاتے تھے وہ پیچھے ہٹتی جاتی تھی۔ سر شام شمالی و مشرقی پہاڑیون پر جنھین ڈھلتا ہوا سورج بصد آب و تاب منور کر رہا تھا ایک عجب دلکو لبھانے والی گلابی اور مرجانی رنگ کی جگمگاہٹ نمودار ہوئی اور مقابل کا سلسلہ کوہ جسپر تاریکی چھا چلی تھی زبرجدین غبار کا نقاب اوڑھ کر کچھ دیر کے لئے حسن عالم سوز کی جلوہ گاہ بنگیا۔ لیکن زیادہ عرصہ گزرنے پایا تھا کہ دونون مین تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ ایک کی رنگت تو بادامی اور دوسری کی خاکستری ہو گئی۔ مین گاؤن کے باہر درختون کے ایک جھرمٹ کے نیچے خیمہ زن ہوا۔

پیال کو پرانے طریقہ پر کوٹ کر بھوسا بنانا

جن گاؤن کے پاس سے ہم دن کے وقت گزرے ان مین سے ایک مین مینہ جو کے پیال کو کوٹ کر بھوسا بنانے کا قدیم طریقہ عمل مین آتے ہوئے دیکھا۔ گاؤن کی چار دیواری کے باہر کٹی ہوئی مٹی کا ایک فرش تیار تھا جس پر پیال بچھا دیا گیا۔ اس کے بعد لکڑی کی میخین باہر کی طرف کو نکلی ہوئی تھین (اسکی شکل باجے کے صندوق کے بیلن

سے ملتی تھی) اور جس مین بیل جتے ہوئے تھے آہستہ آہستہ پیال کے ڈھیر پر پھرایا جائیگا
نتیجہ یہ ہوا کہ پیال کٹ کٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑون کی شکل مین بدل گیا جسے ایران مین
کاہ کہتے ہین۔ یہی کاہ ایران مین گھوڑون اور خچرون کا عام چارہ ہے۔ پیال کے کوٹنے
کا یہ طریقہ اور جو آلہ اسکے لئے استعمال مین لایا جاتا ہے قدامت کے اعتبار سے مشرق کی اکثر
عادات اور ظروف کے ہمسر ہین۔ دوسو سال سے زیادہ کا عرصہ منقضی ہوتا ہے کہ چارڈن[۵]
اور اوس سے بھی پہلے کے سیاحون نے اس طریقہ کو بالتفصیل اپنے سفر کے حالات کے
ضمن مین بیان کیا اور اسمین ذرا شک نہین کہ اب سے دوسو سال بعد بھی دور و دراز دیہات
مین یہی طریقہ دیکھنے مین آئے گا۔

کیمپ (پڑاؤ) کی زندگی

جس وضع و روش سے پڑاؤ مین زندگی بسر کی جاتی ہے اوسکی دلچسپیون اور مختلف
الالوان کیفیتون سے طبیعت کبھی اچاٹ نہین ہوسکتی مسافر دن بھر سفر کرنے کے بعد
گھوڑے پر سوار منزل پر پہونچتا ہے اور درختون کے سایہ مین اور اگر ممکن ہو تو بہتے پانی کے
قریب اپنی فرودگاہ کے لئے کوئی دلکشا مقام تجویز کرتا ہے۔ زمین پر دری بچھا کر وہ کچھ دیر
کے لئے لیٹ جاتا ہے اور ستانے سے جو سرور پیدا ہوتا ہے اوسکی لذت سے متمتع
ہوتا ہے۔ گاؤن والے چارون طرف جمع ہوجاتے ہین اور اوسے گھورنے لگتے ہین۔
کچھ پیسے ایندھن اور چارہ بہم پہونچا دیتے ہین۔ تھوڑی دیر مین آنچ سلگنے لگتی ہے۔ سماوار مین

[۵] دیکھو "شارڈن" (حالات سفر) جلد چہارم صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۶۔

سے کام وزبان کو تازہ کرنے والی بہاپ نکلنے لگتی ہے اور چاء کا ایک خوشگوار اور مفرح پیالہ تہکے ماندے مسافر کے لیے دنیا کی تمام نعمتون سے زیادہ خوش طعم ثابت ہوتا ہے اتنے مین باقی کا کیمپ آپہونچتا ہے۔ سائیس گھوڑون پر سے زین اوتارتے ہین۔ اونہین کہریرا کرتے ہین۔ کان سے لیکر دم تک اونہین ایک کمل اوڑہا دیتے ہین اور کہونٹون سے باندہ کر اونکے منہ مین گہاس اور بہوسے سے بہرے ہوئے توبرے چڑہا دیتے ہین خچرون کی پیٹھ پر سے خیمے اور بستر اور کہانا پکانے کے برتن اور دوسرا سامان اوتار لیا جاتا ہے اور خچر اپنے بار سے سبکدوش ہوکر فوراً ہی سب سے پاس کے درخت کی طرف جاکر اوسکے تنے سے اپنے پٹھے کہجانے لگتے ہین اور پہر مزے مین آکر زمین پر لیٹ جاتے ہین اور ہوا مین پاؤن بلند کرکے فرش خاک پر قلابازی لگانے کی بے نتیجہ کوشش کرتے ہین۔ ادھر باورچی اپنے کام مین سرگرمی کے ساتھ مشغول ہے اور جو آگ پہلے ہی سے دہک رہی تھی اوسے چولہے مین جو اوس نے جلد جلد بنایا ہے۔ جہونک رہا ہے۔ دوسری طرف زمین مین خیمہ کی میخین ٹہونکی جارہی ہین۔ تہوڑی دیر مین خیمہ نصب ہو جاتا ہے اور مسافر اپنے پلنگ پر لیٹ کر دن کے واقعات سے استحضار کرتا ہے۔ اپنا روزنامچہ قلمبند کرنے کیلئے اپنے پرے پرے ہٹتے والے ارادہ کو منت سے خوشامد سے آمادہ کرنیکی کوشش مین مصروف ہوتا ہے اور پہر کہانیکی تسلی بخش آمد کا انتظار کرتا ہے۔ ساڑہے آٹھہ یا نو بجے تمام کیمپ پر خچرون کی گھنٹیون کی ٹن ٹن یا گہوڑون کی گاہیگاہ کی ہنہناہٹ کی چہنکون کے علاوہ خاموشی طاری ہوجاتی ہے کیونکہ پانچ بجے صبح کے پہر وہی کوچ کا سامنا ہے۔

میر اجلو



اِسکے کہ مین آگے روانہ ہون مین صرف اس باب کے مقاصد کے لیے اپنے ملازمین کا تعارف ناظرین سے کرایا چاہتا ہون۔کیونکہ اس باب مین اون کا کئی مرتبہ ذکر آئیگا۔

میرے ملازمون کا سرگروہ رمضان علی خان نامی ایک ایرانی الاصل افغان تھا (یعنی اوسکا مورث اعلیٰ ایک ایرانی تہا جو نادر شاہ یا احمد شاہ درانی کے ساتھ گذشتہ صدی مین افغانستان آیا اور یہین اوسنے بود و باش اختیار کر لی) جو ہندوستانی فوج "گائڈس" رہراول ہین وفعدار ہے۔ اس فوج مین ہندوستان کی شمالی و مغربی سرحد سے اسی قسم کے لوگ بہرتی کئے جاتے ہین اور مہمات سرحد یا خدمت خارجہ پر مامور کئے جاتے ہین۔ رمضان علی جرنیل مکلین مشہد کے انگریزی قونسل جنرل کے ہمراہ ہندوستان سے آیا تہا اور ایشیائی قوم کا ایک نہایت عمدہ نمونہ تھا۔جرارت۔حکمت عملی۔شہسواری اور شریفانہ عادات کے گوناگون اوصاف سے متصف ہونے کے ساتھ اوسے یقین واثق تھا کہ دنیا مین کوئی قوم انگریزون کی ہمسر نہین۔کرنیل اسٹوارٹ نے جو مشہد مین جرنیل مکلین کے قایم مقام تھے ازراہ عنایت مجھے اپنے ذاتی ملازم گریگوری نامی جلفا کے ایک ارمنی کی خدمات مستعار دی تہین۔اس شخص کو انگریزی بقدر ضرورت اور فارسی بہت عمدہ آتی تہی اور اس سلئے وہ میرے لئے نہایت عمدہ ترجمان ثابت ہوا[1]۔ اسکے علاوہ کرنیل موصوف نے اپنا باورچی بھی

---

[1] افسوس کہ چند ہفتہ بعد مشہد سے طہران کو جاتے وقت اس بیچارے کا رستہ مین انتقال ہو گیا۔

میرے ساتھ کر دیا تھا اور مزید بران دو ترکمان سوار جن کا ایک چھوٹا سا رسالہ گورنمنٹ
ہندوستان کی طرف سے مشہد مین رہتا ہے اور جو مشہد اور ہرات کے درمیان انگریزی
ڈاک لے جانے پر مامور ہین میرے ساتھ متعین کر دئے تھے - یہ لوگ پنجدہ کے سارق
ترکمانون کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہین جنہون نے ۱۸۸۵ء مین روس کی پیشقدمی سے
پہلے برطانیہ کلان کی اطاعت اختیار کرلی - روسی فاتحون سے ملجانا انہون نے پسند نہین
کیا کیونکہ روسیون سے انہین سخت نفرت ہے چنانچہ اب تک یہ انگریزون کی اطاعت
مین برابر ثابت قدم رہے ہین مین مقابل کے صفحہ پر نوباد گلدی اپنے دونون ترکمان
سوارون مین سے بڑے کی عکسی تصویر ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہون جو مین نے برجام
امام قلی خود کھینچی تھی اوسکی سواری مین ایک نقرہ رنگ کا ترکمانی گہوڑا تھا جسکی دم حنا سے رنگی
ہوئی تھی اور اگرچہ دیکھنے مین اس گہوڑے کی صورت کچھہ اچھی نہ تھی پھر بھی کاروان کے دوسرے
جانورون کے مقابلہ مین ہمیشہ وہ زیادہ لمبی منزل طے کرسکتا اور زیادہ تیز جا سکتا تھا -
یہہ گہوڑا عام طور سے قدم چال چلتا تھا جو ترکمان اپنے گہوڑون کو سکہاتے ہین اور یہ
چال چلتے وقت اپنی پچھلی ٹانگین بہت کھلی رکھتا تہا - ایرانی لوگ اس خصوصیت کو گہوڑے
مین عمدہ علامت خیال کرتے ہین اور اسکو اس بات کی دلیل سمجھتے ہین کہ ایسے گہوڑے
کے تیور نہین لگتے اس قسم کے گہوڑے کو ایران مین اسپ شلواری کشاد کہتے ہین نوباد گلدی
جب میرے آگے آگے جاتا تھا تو مجھے ہمیشہ اوسکے "گلام" گہوڑے کی چال پر بے تحاشا
ہنسی آتی تھی اور مین چلتے چلتے اوسکی عکسی تصویر اپنے فوٹوگرافی کے کمرے سے لیکر اپنی



نوتاد گلدی



نوبادگلدی کا گھوڑا

ضیافت طبع کا سامان بہم پہونچایا کرتا تھا اور جب یہ تصویر مین تو باد گلدی کو دکھاتا تھا تو وہ بھی دانت کہول دیتا تھا۔ اب میرا صرف ایک اور ایسا نوکر باقی رہگیا ہے جسکا ذکر مجھے کرنا ہے اور وہ شکر اللہ نامی میرا ایرانی سائیس تھا۔ شکر اللہ مجھے عاشق آباد مین ملا تھا اور اوسکی نسبت نہ تو مین یہ کہہ سکتا ہون کہ وہ مستعد تہا اور نہ یہی کہہ سکتا ہون کہ کام چور تھا مین ذیل مین اپنے ہفتہ آیندہ کے روزنامچہ کا اقتباس درج کرتا ہون کیونکہ جس اطلاع پر یہ متضمن ہے وہ ایسے سیاح کے لئے جو بعد مین اسی راستہ سے سفر کرے مفید متصور ہوگی۔

رادکان کا برج

۔ اکتوبر۔ سات بجے صبح کے روانہ ہوکر اور سات میل کا فاصلہ طے کرکے ہم ساڑھے آٹھ بجے رادکان پہونچے یہ ایک گاؤن ہے جسمین چار سو سے لیکر ۵۰۰ تک مکانات ہونگے اور میوہ دار درختون کے دلفریب جُھرمٹ اسکے اطراف وجوانب مین پائے جاتے ہین۔ یہان کے باشندے کیوان لوکُرد ہین۔ دہنی طرف مجھے سعیدان (یا سعید آباد) نظر آیا جو مشہد کی سڑک پر ایک گاؤن ہے اِسی سمت مین اوس عجیب وغریب برج یعنی میل رادکان پر بھی میری نظر پڑی جو ایک بلند مدور عمارت ہے اور بظاہر اوس زمانہ سے تعلق رکھتی ہے جو عربون کی فتح ایران کے بعد ظہور مین آیا۔ البتہ اس عمارت کی صحیح غرض و غایت اب تک دریافت نہین ہوئی۔ اس کا بیرونی حصہ اینٹ کے نالی دار ستونون پر مشتمل ہے جنکی چوٹی کے گرداگرد مخروطی چھت کے نیچے جلی

خط کوفی مین برنگ لاجورد ایک کتبہ لکھا ہوا تھا۔ اسکے اندرونی حصہ مین ابتدائی تین منزلین تھین جنکا منہدم ہو کر نام ونشان بھی نہین رہا۔

اوڈونوڈن جس نے اس عمارت[۵] کا احتیاط کے ساتھ معائنہ کیا کہتا ہے کہ یہ عمارت نہ تو رہنے کا مکان ہوسکتی ہے اور نہ مقبرہ۔ اس دعوے کی شق ثانی کی وہ کوئی توجیہ نہین کرتا اور ایسے لوگون نے جن کا حق رائے زنی اس قسم کے امور مین مسلّم قرار پاچکا ہے اس کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ یہ خراسان کے تاتاری فرمان رواؤن مین سے کسی کا مقبرہ ہے اگرچہ یہ مفروضہ بھی کہ اس برج کو کسی زمانہ مین فوجی ضروریات کیلیے تعمیر کیا گیا ہوگا قابل التفات ہے۔ کرنل اسٹوارٹ کا قیاس ہے کہ یہ مینار شکار[۶] کے مقصد سے بنایا گیا ہوگا۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ اسی قسم کا ایک برج ایک دوسرے گاؤن کے قریب استرآباد اور کرز کی سڑک

---

۵ "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد دوم صفحہ ۲۲ - الی - ۲۴ -

۶ "پروسیڈنگس آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدید) جلد سوم (۱۸۸۱ء) کرنل اسٹوارٹ نے رادکان کے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے:- "اس ضلع مین ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نسل کے اونٹ ہوتے ہین خراسان کا اونٹ اپنے قد وقامت اور توانائی کے لئے مشہور ہے۔ اس کے بال لمبے لمبے ہوتے ہین اور معمولی عربی یا ایرانی اونٹ کے مقابلہ مین یہ سردی گرمی اور زحمت زیادہ برداشت کر سکتا ہے۔ بہترین جانور وہ ہوتے ہین جو باختر کے اونٹ یعنی دو کوہان والے جانور اور عرب کے اونٹ یعنی ایک کوہان والے جانور کے میل سے حاصل کئے جاتے ہین۔ پہلی جھول مین جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنی قسم کا بہترین ہوتا ہے۔ معمولی ایرانی اونٹ عموماً ۳۲۰ پاؤنڈ (۴ من) اور ہندوستانی اونٹ ۴۰۰ پاؤنڈ (۵ من) بوجھ لیجا سکتا ہے۔ لیکن خراسان کی نسل کا اونٹ ۶۰۰ پاؤنڈ (۷½ من) بلکہ ۷۰۰ پاؤنڈ (۸¾ من) بوجھ کا متحمل ہوسکتا ہے۔

کے درمیان واقع ہے۔ اور اس برج کا نام بھی رادکان ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس نام سے جو نہ موجودہ فارسی ہے اور نہ ترکی۔ عمارت کی غرض و غایت کا کچھ نہ کچھ تعلق ہوگا۔

سفر پشتہ



دو تین نے گاؤن کے باہر قیام کیا اور رمضان علی کو اس غرض سے گاؤن مین بھیجا کہ قلات تک ہماری رہنمائی کرنے کے لئے کسی شخص کو اُجرت پر بطور بدرقہ مقرر کر کے لے آئے کیونکہ مین نے کوچان مین ایک افغان تاجر کی زبانی سنا تھا کہ یہان سے ایک راستہ پہاڑون مین سے ہوتا ہوا قلات کو جاتا ہے۔ ایک شخص نے تین قران کی معاوضہ مین پُشتہ تک جس کا فاصلہ ۶ فرسخ تھا ہماری رہنمائی کرنے کی حامی بھری۔ اوسنے بیان کیا کہ پشتہ سے آگے مین کبھی نہین گیا لیکن وہان سے کوئی دوسرا بدرقہ مل جائیگا جسوقت ہم گاؤن کی چار دیواری کے باہر ایک کھیت مین جو حضرت امام رضا علیہ السلام کی خانقاہ واقع مشہد کے اوقاف مین سے تھا۔ بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے تھے تو رادکان کا رئیس (یہ ایک سبز عمامہ پوش سید تھا جسکے ذمہ اس علاقہ کا انتظام تھا) کچھ لوگون کو ساتھ لئے تمباکو کے ایک کھیت کے معائنہ کے لئے باہر نکلا۔ فصل کو دیکھ کر اوس نے بآواز بلند اپنی بے اطمینانی کا اظہار کیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ سال آیندہ تمباکو کے بجائے یہان گیہون بوئے جائین۔ ہم پھر دس بجے روانہ ہوئے۔ پشتہ تک کی منزل بڑی لمبی اور کٹھن تھی کیونکہ آفتاب کی تمازت بدن کو جھلسے ڈالتی تھی۔ اور کچھ دیر کے بعد گرم لو

چلنی شروع ہوئی جس نے صحرا کو گرد و غبار کے دم گھونٹنے والے بگولون سے بھر دیا۔ رادکان سے قریباً دس میل کے فاصلہ پر راستہ پہاڑیون کے اوس پہلے سلسلہ کے دامن مین داخل ہوا جو سیدان کے شمال کی جانب واقع تہا اور پھر ایک سیل کی خشک تہ کو عبور کرتا ہوا ایک سطح مرتفع پر جا پہونچا جو اس علاقہ کے خاص کوہستانی سلسلہ اور وادی مشہد کے درمیان کی تدریجی سطوح مرتفع مین سے پہلی تھی۔ اس گرم و خشک ریگستان مین کہین کوئی گاؤن واقع نہ تھا۔ اور سبزہ اور پانی کا کہین نشان تک نظر نہ آتا تھا۔ رادکان سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہم ایک مدور قلعہ کے پاس سے ہو کر گزرے جو کہردری اور پتھریلی دیوارون سے محیط تھا اور جسکے ایک کنارہ پر ایک چٹان کے نیچے جسپر کسی زمانہ مین ایک قلعہ بنا ہوا تھا۔ شیری[۵۱] کا گاؤن ایک ندی کے کنارے پر واقع تھا۔ اس کو طے کر کے شمال کی جانب بڑھتے ہوئے ہم ایک دوسری بلندتر سطح مرتفع پر پہونچے جو کئی میل تک ہزار مسجد[۵۲] یعنی خاص سلسلہ کوہ کے دامن کی طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اِسکے طول مین کچھ کچھ فصل سے

---

۵۱ جو نقشے میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین سے کسی مین یہ نام مینے نہین دیکھے۔ اور اسلئے مین نے اونہین اوسی طرح لکھا ہے جیسا کہ مینے اونہین سُنا۔

۵۲ اس سلسلہ کوہ کی مخروطی چوٹیون کو مسلمان زایرون کے تصور نے بہت سی مسجدون کے منارون سے تشبیہ دی ہے اور اسی لحاظ سے اسکو ہزار مسجد کہا گیا ہو۔ ہزار کا لفظ فارسی مین کثرت محض کے معنون مین استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ مسلمانون کے اعتقاد مین ہزار پیغمبر اب تک مبعوث ہوئے ہین اور ہر ایک سے ایک ایک مسجد منسوب ہے۔

گری پشان اور اردوخ کے گاؤن واقع ہین۔ ہم موضع پشتہ مین خیمہ زن ہوئے جو اس وسیع کوہستانی چبوترہ کی جانب جنوب رادکان سے کچھ چھ فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ باہر میدان مین خانہ بدوش کرون نے ایک بہت بڑا پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ اور اونکے سیاہ کئی چوٹیون والے خیمے اور کثیر التعداد ریوڑ ہمکو نظر آرہے تھے۔

سفر یلغار



۔ اکتوبر۔ ہم پونے سات بجے صبح کے روانہ ہوئے اور میدان کو طے کرتے ہوئے سیدھے موضع اردوخ (یا اردراخ) مین جو دو میل کے فاصلہ پر سلسلہ کوہ کے دامن مین واقع تھا پہونچے۔ یہان ہم نے ایک چوڑی مگر خشک سیل کی تہ کو عبور کیا جو چٹان کی دیوارون مین سے لہراتی ہوئی گزرتی تھی۔ ایک میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمارا گزر ایک میدان مین ہوا جہان دو درے آپس مین ملتے تھے ہم دہنی طرف والے درہ مین داخل ہوئے اور ایک کوہستانی وادی کو قطع کرتے ہوئے موضع اوغز امین جا پہونچے جو اسکے ایک طرف کو چٹان کی ایک بہت بڑا زاویہ منفرجہ بناتی ہوئی ڈھال پر شاخہائے سبزا اور ریاحین کا لباس پہنے واقع ہے۔ یہان ہم نے ایک بدرقہ اپنے ساتھ لیا اور اوسکے پیچھے پیچھے ایک تنگ و عمیق درہ مین داخل ہوئی جو پہاڑ کو اس طرح سے قطع کر رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی دیو نے اپنے عظیم الشان تیشہ سے سنگ خارا کا پہلو چیر دیا ہے۔ اس کی دیوارین بالکل عمودی تھین اور بعض بعض مقامات پر کئی صدیون کے طوفان کی وجہ سے ان کا اوپر کا حصہ جھروکے والی

برجیون اور میناروں کی شکل مین منتقل ہوگیا تہا۔ اس کی تہ مین ایک ندی شور مچاتی ہوئی بہتی تہی جس نے اپنی پتھریلی گزرگاہ پر مسلسل و متصل کاوش سے جابجا ڈابر پیدا کر دے تھے۔ بصد وقت و زحمت ہمارے گھوڑون نے اس صعب المرور مقام کو طے کیا۔ یہ عظیم الشان درہ جسکی دیوارین سلسلہ و سلسلہ ایک دوسرے کے پیچھے تدریجی چبوترون کی شکل کی ہین ایک چھوٹے سے معیار پر بعینہ ایریزونا[1] کے اوس بے نظیر مگر غیر معروف دہانہ کے مشابہ ہے جس مین دریائے کالوریڈو بہتا ہے۔ اس مہتمم بالشان درہ مین دو گھنٹہ تک سفر کرنے کے بعد ہم اسکے دہنے یعنی مشرقی پہلو پر چڑہے اور پہاڑون کے اوپر اوپر شمالی و مشرقی سمت اختیار کرتے ہوئے پہاڑیون کا ایک دوسرا سلسلہ طے کرنے کے بعد ہم ایک نئی وادی مین داخل ہوئے جو چشمون اور ندی نالون کی فراوانی سے سیراب تھی اور جہان موضع قریش کے باشندون کی کہیتیان لہلہا رہی تہین۔ جسقدر پہاڑی گاؤن مین نے دیکھے اون سب مین یہ گاؤن قابل ذکر ہے۔ یہ ایک ڈہلوان چٹان کے پہلو پر واقع تھا اور اسکے مکانات بالکل ان گھڑ پتھرون کے تھے۔ جن کی چنائی مین زیادہ صفائی کا لحاظ نہین رکھا گیا تھا۔ ان سب کے اوپر ایک قدیم پتھر کے قلعے کے کھنڈر ایک چوٹی پر سے تیوری چڑہائے ہوئے نظر آتے تھے۔ آفتاب کی پوری روشنی

---

[1] ایریزونا ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا وہ علاقہ ہے جسکے شمال مین کوٹا۔ مشرق مین نیو میکسیکو۔ جنوب مین ریاست میکسیکو۔ اور مغرب مین نواڈا اور کیلی فورنیا واقع ہین۔ اس کا رقبہ ۱۱۳۹۱۶ میل مربع ہے۔ آبادی حسب مردم شماری ۱۸۸۰ء علاوہ ۳۲ ہزار اصلی باشندون کے ۴۰۴۴۱ تہی ایریزونا شمالی امریکہ کی مغربی سطح

مین بھی اس مقام سے کے دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس پر تاریکی چھا رہی ہے
یہان سے ہم شمال کی جانب پلٹے اور پہاڑیون کی ایک دوسری قطار کی زینہ پیمائی کر کے
ایک اور وادی مین داخل ہوئے جہان بلغار کا خوشنما گاؤن آباد ہے۔ یہان نو گھنٹے کی
منزل طے کرنے کے بعد ہم شب باش ہوئے گو کہ راستہ کے پتھریلے اور دشوار گزار ہونے
کے باعث ہم نے غالباً چوبیس میل سے زیادہ کی مسافت نہ طے کی ہوگی۔

بدرقہ کو زدوکوب ہوئی

ہم خیمہ زن ہو چکے تو مین نے سنا کہ جس کسان نے دوپہر کے وقت ہماری
رہبری کی تھی اوسے اپنے گاؤن کو واپس جاتے وقت ایک ایرانی سوار نے بے طرح مارا

مرتفع کا ایک نہایت وسیع حصہ ہے جو جنوب کے طرف ڈھلتا ہوا چلا گیا ہے اور شمال و مغرق سے جنوب و
جنوب کی سمت مین عظیم الشان سلسلہ ہائے کوہ جو زیادہ تر راکی ماونٹین کی کنگرہ وار شاخون پر مشتمل ہین۔ قطع کرتے
ہین س کوہستان کی ایک ایک چوٹی کا ارتفاع ۱۲ ہزار سے لیکر چودہ ہزار فیٹ تک ہے۔ دریاے کالوریڈو اپنی معاون
ندیون کے ساتھ اس علاقہ کو سیراب کرتا ہے۔ سطح مرتفع ایزی زونا کا ایک نہایت ہی حیرت انگیز اور دل پر خفیا لے
اثر پیدا کرنے والا نظارہ یہ ہے کہ ان ندیون اور دریاؤن نے ہر سمت مین اسے غیر معمولی گہرائی سے چیر رکھا
ہے۔ اسطرح جو گزرگاہین ترکیب پائی ہین۔ اونہین لفظ کنان " (درہ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کے
دونون طرف کی دیوارین بعض جگہ کئی ہزار فیٹ کی وی بلندی کو پہونچتی ہے۔ سب سے زیادہ مشہور دریاے
کالوریڈو کا عظیم الشان دہانہ ہے جو چار سو میل لمبا ہے اور جسکی دیوارون کا ارتفاع پندرہ سو میل سے لیکر
چھ ہزار فیٹ ہے۔ چنانچہ اسی منظر کی طرف مصنف ممدوح نے متن مین اشارہ کیا ہے۔

پیٹا۔ میرے ملازمون سے اوس نے پہلے ہی سے کہدیا تھا کہ راستہ تو مین دکہا تا ہون
لیکن میری خیر نہین معلوم ہوتی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن تین قران کی طمع ایسی نہ تہی کہ اسکے
مقابلہ مین وہ زدوکوب کی کچھ پروا کرتا۔ میری ایک ملازم نے اس بیچارے کے چیخنے اور
چلانے کی آواز سنی اور سوار کو اوسے مارتے ہوئے دیکھا لیکن یہ سوار ہمین نہ تو اس کے
بعد ملا اور نہ ہم کو اوسکا کچھ حال معلوم ہوا وہ غالباً ان مقامات مین حکومت فارس کا یکہ و تنہا
قایم مقام تھا اور ایک کثیر التعداد کاروان کے مقابلہ مین اپنے اقتدار اور شان و شکوہ کے
اظہار کا چندان آرزو مند نہ تھا۔

از بلغار تا بہ وارده



اکتوبر۔ باوجودیکہ ہماری رہبری کا خمیازہ پہلے ایک شخص اس بری طرح سے
اٹھا چکا تہا۔ پھر بھی آج صبح ایک اور بدرقہ ہمین مل گیا ایک گھنٹہ تک ہم اون پہاڑیون پر
چڑہتے اور پھر اُن پر سے اُترتے رہے جو مریش کی جانب شمال واقع ہین۔ اور پھر شمال کیطرف
رخ کر کے ہم آخر الامر اوس راستہ پر ہو لئے جو مشہد سے قلات کو جاتا ہے اس راستہ
پر جو ایک عمیق دہانہ مین سے ہو کر گذرتا ہے تار برقی کے ستون قایم تہے جن پر اکہرا تار تھا
مگر ایسا ڈھیلا کہ ہمین وقتاً فوقتاً اپنے سر کو اوسکی زد سے بچانے کیلئے نیچے جہکانا پڑتا تہا۔
یہان کاروان کی وہ شاہ راہ بھی ملی جو مشہد سے قلات نادری کو جاتی ہے اور جسکو اکثر انگریزی
سیاحون نے جو نادر کا قلعہ دیکھنے گئے اختیار کیا ہے[1] یہان سے یہ راہ ایک تنگ اور

[1] جن انگریزون نے قلات کو دیکھا اور اوسکا حال بیان کیا وہ حسب ذیل ہین:۔ رفریزر نے ۱۸۲۲ء مین ۲ لفٹنوش خان

عمیق درہ مین سے ہوکر گزرتی ہے جسکی دیوارین اسقدر قریب ہین کہ بعض مقامات پر
پر صرف ایک سوار گزر سکتا ہے[۵۱]۔ اس درہ کا نام دہانۂ پیرزن[۵۲] ہے۔ ایران مین جب کسی خاص
طور سے زشت و کریہ اور خوفناک منظر کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو اوس کو اس عجیب و غریب مگر جیساکہ مین آگے چلکر ظاہر
کرونگا نہایت ہی موزون تشبیہ کی وساطت سے ادا کیا جاتا ہے۔ ایک گھنٹہ مین اس دشوار گزار مقام کو طے کرنیکے
بعد ہم ایک کشادہ تر و وسیع تر وادی مین پہونچے جہان دو سڑکین پھٹ کر مشرق اور مغرب کی سمتین
اختیار کرتی ہین۔ مجھہ سے یہ بیان کیا گیا کہ مغرب کی طرف والی سڑک بھی قلات ہی کو جاتی ہے

کے ساتھہ مشہد سے قلات جانے کی کوشش کی لیکن مجبوراً اوسے اس کوشش کو ترک کرنا پڑا) کرنل ویلنٹاین بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۱۹۴-الی-۱۱۰ + کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسایٹی" چہالیسوین جلد صفحات ۷۵-الی-۷۷ و ۱۴۹-الی-۱۵۰ + سر سی میگگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحہ ۶۲-۳۸ + ای او ڈونوون (۱۸۸۱ء) "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد دوم صفحہ ۸۲ + کپتان اے-سی-ییٹ (۱۸۸۵ء) "تھرو خراسان" (سفر خراسان) مندرجہ اخبار "ڈیلی نیوز" مورخہ ۲۷ اگست ۱۸۸۵ء-مسٹر اے کا ٹھی اسٹیون نے بھی ۱۸۸۱ء مین جب وہ سفارت انگریزی متعینہ طہران کے سکرٹری تھے قلات کو دیکھا لیکن اون کی رپورٹ عام طور پر شایع نہین کیگئی۔

[۵۱] اس دشوار گزار اور ہیبت ناک تنگناے کے حصہ زیرین کو جس کی سنگلاخ زمین اور بھی زیادہ ناہموار ہے مین مشہد کو واپس آتے وقت بیان کرونگا اور اوس موقعہ پر اس کی حیرت انگیز استواری اور استحکام کے متعلق میگگریگر کی راے کا اقتباس بھی درج کرونگا۔

[۵۲] دہانہ اور تنگ دونون فارسی لفظ ہین جو درہ کے معنون مین استعمال کیے جاتے ہین لیکن فرق ان دونون کے مفہوم مین یہ ہے کہ دہانہ تو اوس مقام یا جگہ کو کہتے ہین جو دو پہاڑیون کے قاعدہ کے مابین واقع ہو اور تنگ سے مراد وہ گھاٹی ہے جو دو عمودی چٹانون کے درمیان ہو۔

لیکن بہت زیادہ ناہموار ہے اور گہوڑے اسپر سے گزر نہین سکتے۔ دوسرا راستہ البتہ
آسان تھا اور اوسی کو عام طور پر مسافر اختیار کرتے تہے۔ چنانچہ ہم نے اپنا ستہ آفتاب
کی طرف موڑا اور مشرق کی سمت مین ایک مرتفع وادی کو طے کرنا شروع کیا۔ قرا داغ (کوہ سیاہ)
کا سلسلہ ہماری بائین طرف تہا اور اوسکے چونے کے پتھر کے نوکیلے ٹیکرون کے
پہلوؤن پر " جونیپر " بوٹ اگی ہوئی تھی۔ اس وادی کے ایک مقام پر جہان ہمارا گزر ایک
بلندی پر ہوا مشرق کی طرف ایک نہایت عالیشان نظارہ ہمارے دیکھنے مین آیا۔ پہاڑون
کی قطارین سلسلہ در سلسلہ بتدریج ڈہلتی ہوئین دریائے تجند کے طاس کیجانب (جو کشف
رود اور ہری رود کے اتصال سے ترکیب پاتا ہے) اور ترکمانی صحرا کی طرف چلی گئی تہین
اور صحرا کا دہندلا منظر افق کے دریچہ پر ایک ہلکے زعفرانی پردہ کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اس
وادی مین کوئی ڈیڑہ گھنٹہ چلنے کے بعد ہمین ایک مقام پر دفعتہً بائین طرف کو مڑنا پڑا۔ اور
ایک پگڈنڈی پر سے ہو کر جسکا نام دواہ بوینی یعنی گردن شتر ہے ہم پہاڑ پر چڑہے یہ پگڈنڈی
ایسی ڈہلوان اور کسی مقام پر سے ایسی ناہموار اور کہین سے ایسی سلیٹ تہی کہ باوجود پیدل ہونے
کے ہم اپنے گہوڑون کو بڑی مشکل سے اسپر چڑہا کر لیجانے مین کامیاب ہوسکے پہاڑ کی
چوٹی پر پہونچکر ہمین ایک دوسری وادی نظر آئی جو اوس وادی کے متوازی تہی جسے ہم
ابھی چھوڑ آئے تھے یعنی اسکا رخ شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف تہا۔ اس مین ایک
چھوٹا سا گاؤن آباد تھا جسکے ساتھ ایک ٹیلے پر ایک ویران قلعہ نظر آرہا تہا۔ اس سے کچھ
دور آگے چل کر وارده کا بڑا سرخ رنگ کا گاؤن تھا۔

باغ خان



ن گاؤن کواپنی بائین طرف چھوڑ کر ہم تار کے ستونون کی رہنمائی سے مشرق کی سمت مین تلالات کی جانب روانہ ہوئے جنکی افق دوز فصیلین اب ہمکو دہندلی سی نظر آنے لگین - پانچ گھنٹہ تک وقف زین رہنے کے بعد مین کچھہ دیر کے لیے ناشتہ کرنے کی غرض سے ایک آب جوے کے کنارے ٹھہر گیا - یہ آب جو سے وادی مین جو اس مقام پر ایک سنگلاخ گھاٹی کی شکل اختیار کر لیتی ہے بہ رہی تہی - مجھے یہان ٹھہرے ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تہی کہ جن ترکمانون کو مین یہ ہدایت دیکر پیچھے چھوڑ آیا تھا کہ خچر والون کو راستہ بتائین اون مین سے ایک نے آکر یہ خبر دی کہ گردن شتر پر چڑہتے وقت ایک خچر پھسلکر پچاس فٹ تک نیچے لڑہکتا ہوا چلا گیا جس سے اوس کی ایک ٹانگ زخمی ہو گئی یا ٹوٹ گئی - مجھے اس خبر کے سننے سے ذرا بھی تعجب نہین ہوا کیونکہ بعض مقامات ایسے ہین جنکو ایرانی خچر بھی بغیر خطرہ مین پڑنے کے عبور نہین کر سکتے اور بلا شبہ و شک یہ ہیبت ناک قدرتی زینہ یعنی گردن شتر ان مین سے ایک ہے - اس بیچاری زخمی جانور کو ہم پیچھے چھوڑتے گئے تاکہ ہماری واپسی کے وقت تک اوس کی خبر گیری کی جائے اور دو میل تک گھاٹی گھاٹی چلے گئے حتیٰ کہ اسکے مشرقی کنارہ پر ہم باغ خان کے چھوٹے سے گاؤن اور بوسیدہ قلعہ مین آپہونچے -

کوہستانی گھاٹیان

یہان پہونچکر تار کے ستونون کا رخ دفعتہً شمال و مشرق کی طرف پلٹ گیا اور

ہمین پہاڑیونکے ایک کوہان کے عبور کرنے مین جو غلطان و پیچان دور تک چلا گیا تھا اور جسکے دوسرے سرے پر ایک عمیق گھاٹی شروع ہوتی تھی ایک گھنٹہ لگا اور جب ہم اسکو طے کر چکے تو معاً ایک نیا عظیم الشان نظارہ ہماری نگاہ کے پردہ پر ہویدا ہوا۔ اب ہمین قلات کے بیرونی حصار کے جنوبی حصہ کے نالی وار برج صاف نظر آنے لگے اور حصار کے اس حصہ مین جو شگاف ہے اوسکے قریب برجون کا آکر سرنگون ہوجانا بھی ہمکو معلوم ہونے لگا۔ اس سے پرے شمال کی جانب کمتر ارتفاع کی پہاڑیان اس صورت سے پھیلتی ہوئی چلی گئی تہین کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک دریائے سنگلاخ موجین مار رہا ہے اس سے بھی آگے جب پیک نظر کو مین نے دوڑایا تو مجھے افق کے قریب سمندر کی لاجوردی سطح کی تمثال قراقم (ریگ سیاہ) کا نیلگون تختہ بچھا ہوا نظر آیا جسکو مین قریباً ایک ہفتہ پیشتر عاشق آباد مین خیرباد کہہ چکا تھا۔ جہان مین کھڑا ہوا تہا وہان سے جانب شمال اگر ایک خط مستقیم کھینچا جاتا تو وہ روسی اسٹیشن کاہکا مین سے ہوکر گزرتا جو ماوراءالنہری ریلوے پر واقع ہے۔ اسی اسٹیشن یا اسکے قریب کے اسٹیشن دوشک سے ایک سال قبل مین اور میرے ساتھی ریل سے اوترے تہے اور بغیر کسی قسم کی تیاری کے ہم نے یہ منصوبہ باندہا تھا کہ چلکر قلات اور مشہد کی سیر کرآئین۔ یہ بات ہمارے وہم و گمان مین بھی نہ گذری تھی کہ جن مقامات کی سیر کا ہم نے عزم کیا ہے اون تک پہونچنے کے لئے ہمین کس قدر وسیع۔ ہیبت ناک اور دشوار گزار مراحل طے کرنے پڑینگے اوس موقع پر روسی حکام نے ہمین جانے سے روک[1] دیا تہا اور مین نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کے لئے اوسوقت سے

---

[1] دیکھو رشیا ان سنٹرل ایشیا (روس کا طرز عمل وسط ایشیا مین) صفحہ ۱۰۱۔

لیکن اب تک کئی ہزار میل کا سفر سمت مقابل سے منازل مقصود تک پہونچنے کے لئے
کیا ہے۔ الغرض ہم نے اب ایک نہایت ہی ڈہلوان اور لمبے اوتار سے نیچے آنا شروع
کیا اور چونکہ ہماری بائین جانب گہاٹی کا اوتار بعض دفعہ قریباً عمودی ہو جاتا تھا اس لئے
ہمین یہان زیادہ تر پیدل چلنا اور اپنے گہوڑون کو لگام تہامے ہوئے ساتھ ساتھ اپنے
پیچھے پیچھے لانا پڑا۔ درہ کا پہلو ے مقابل رنگین چکنی مٹی کے اجزا سے جنگلے اوپر بھربھرے
پتھر کی برجیان اور مینارے سر اوٹہائے کھڑے تہے مستور تھا۔ اور جب ہم نے اس
عجیب وغریب اور بوقلمون نظارہ کا تماشا دیکھا تو ہم کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا پہاڑ کو کسی میلے
یا جشن کی تقریب مین ایک مختلف الالوان جامہ جس مین ارغوانی اور کاسنی رنگ کی جہالرین
ٹکی ہین پہنا دیا گیا ہے۔[۵] اس گہاٹی مین تیتر کثرت سے موجود تہے اور چار چار چھ چھ۔
آٹھ آٹھ کی ٹکڑیون مین دیکھنے مین آتے تہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ فراٹا بہر کر ہمارے
قدمون کے نیچے سے اوڑے مگر سو گز سے زیادہ دور نہین جاتے تہے۔ اور حقیقت
مین اونکو اوڑنے کے مقابلہ مین چلنے مین زیادہ آسانی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ پہاڑ کی
نوکیلی اور عریان چوٹیون پر گلہریون کی طرح پہرتے تہے۔ اوتار کے نیچے آکر ہم ایک
سیل کی خشک تہ مین سے ہوتے ہوئے آگے بڑہے یہان تک کہ ایک سنگلاخ ڈہلان
مین سے یہ اوس وادی مین آنمودار ہوئی جو وادی قلات سے پہلے کی ایک وادی

[۵] مینے سوائے دریائی یلو اسٹون (سنگ زرد) کے درہ کے جو شمالی امریکہ مین واقع ہے پتھر اور مٹی مین اور
کہین ایسے شوخ قدرتی رنگ نہین دیکھے۔

کے پہلے آتی ہے۔ یہان پہونچکر تار برقی کے ستون اور راستہ دہنی طرف کو مڑ گیا
لیکن چونکہ اب دوپہر ڈہل گئی تھی اور ہمارے جانور ماندہ وخستہ ہورہے تھے لہذا ہم
بائین طرف کو پلٹ کر ایک بڑی ندی کے کنارے ہولئے جو وادی کے بیچ
مین بہ رہی تھی اور چنارون اور سفیدون کا سبز طرہ اوسکی کلغی مین لگا رہی تہی۔ اس وادی
کے مُنہ پر ایک دیو قامت چنار کا درخت ایک چٹان کی جڑ مین سے جہان کسی امام زادہ
کا مزار تھا اگا ہوا تھا۔ اس درخت کی شاخون پر کثرت سے مینڈہون کے سینگ لٹک
رہے تہے جنہین خوش اعتقاد مسلمان زایرون نے اس خانقاہ پر تعظیم وتقدس کی
اسی طرح کی اور علامات کے ساتھ چڑہاوے کے طور پر چڑہایا تھا۔ ڈیڑہ میل کی مسافت
طے کرنے کے بعد مین موضع اسرچہ (یا آب گرم) کی چھوٹی سی گوشہ گزین بستی مین پہونچا
جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکے قریب گرم پانی کے کچھ چشمے ہین۔

آب گرم

چونکہ میرے خچر جن پر سب سامان تھا بہت پیچھے رہ گئے تہے اور اگر غروب آفتاب
سے پہلے وہ منزل پر پہونچ بہی جاتے تاہم اونکے آنے کے لئے کئی گھنٹے درکار تہی
لہذا مین نے مقصد کر لیا کہ کم از کم ایک رات تو ضرور کسی ایرانی جھونپڑے مین گزارنی چاہئے۔
لیکن اسرچہ کے باشندون نے ایک اجنبی کو دیکھکر اظہار مسرت نہین کیا اور نہ اپنی مہمان نوازی
کا ثبوت دیا۔ اول تو اونہون نے یہ بیان کیا کہ نہ تو ہم تمہارے جانورون کے لئے چارہ
بہم پہونچا سکتے ہین اور نہ تمکو شب باش ہونے کے لئے کوئی مکان دے سکتے ہین۔ مگر

کچہہ رد و قدح کے بعد ایک گاؤن والے نے کچی مٹی کی ایک کوٹھری جو خالی تھی میرے حوالے کی۔ اور میرے بدن پر جسقدر کپڑے تھے اونہین کی مدد سے جسطرح مجہہ سے بن پڑا مین نے شب باش ہونے کیلیئے تہیا کیا۔ خوش قسمتی سے کوئی ساڑہے دس بجے رات کے نخچران پہونچے جسکی وجہ یہ تھی کہ ایک بدرقہ مل گیا تہا جس کی مدد سے وہ صحیح وسلامت پہاڑ سے نیچے اتر آئے۔

قلات مین داخل ہونیکا امکان



دو دن مین جن دیسی لوگون سے میری ملاقات ہوئی اون سے قلات مین داخل ہونے کے امکان کے متعلق نہایت متضاد روایتین میرے سننے مین آئین بعض تو یہ کہتے تہے کہ جو شخص چاہے قلات مین جا آسکتا ہے[ف] اور بعض کا یہ بیان تھا کہ پہاٹک پر سخت پہرہ رہتا ہے اور کسی اجنبی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہین دیجا سکتی۔ پس اب یہ سوال پیش آیا کہ مجہے کس بہیس مین قلات کے اندر جانے کی کوشش کرنی چاہیئے مین یہ نہین چاہتا تہا کہ اس قدر زحمت اٹھاکر یہان تک آنے کے بعد لوٹا دیا جاؤن لیکن ساتھہ ہی مین کوئی ایسی بات بہی نہین کرنی چاہتا تہا جس سے معلوم ہونے پر شبہ پیدا ہو

ف جرنیل اینکاف نے اوڈا ن ادا مین مجہہ سے یہ پوچہا تہا کہ مشہد کو کوچان کی راہ سے جانے کے بجائے کیون آپ کاہکا اور قلات نادری کا زیادہ دلچسپ راستہ اختیار نہین کرتے۔ جرنیل موصوف نے مجہہ سے یہ بہی کہا کہ روسی افسرون کو خود اون کی گورنمنٹ کی طرف سے داخل ہونے کی ممانعت ہے لیکن ایک انگریز کو کوئی نہین روکے گا۔

یا انگلستان کی آبرو پر حرف آئے۔ جو کچھ کہ بعد مین میرے دیکھنے مین آیا اوسکی بنا پر مین
قیاس کرتا ہون کہ رات کے وقت گھوڑے پر سوار قلعہ کے اندر چلا جانا قرین امکان ہوتا
گو کہ اس امر کی نسبت یقینی طور پر مین کچھ نہین کہہ سکتا۔ بہرحال چونکہ مجھے اپنے ارادہ کا اخفا
منظور نہ تھا اور بے شر و بے ضرر ہونے کے باعث وہ محتاج اخفا بھی نہ تھا لہذا مین نے
قصد کر لیا کہ روز روشن مین قلعہ کے پھاٹک پر (اگر کوئی پھاٹک موجود بھی ہوا) جاؤن گا اور
بلا مزاحمت داخل ہو سکا تو خیر ورنہ ہرگز داخل ہونے کا قصد نہ کرون گا۔ اسکے علاوہ اس نواح
مین میرے موجود ہونیکا واقعہ ایسا نہ تھا کہ کسی نہ کسی وقت عام طور سے معلوم نہ ہو جاتا اور
اسلیئے تبدیل لباس یا اخفا کی کوشش مین گو عارضی طور پر مجھے کامیابی بھی ہو جاتی تاہم آخر مین
جا کر راز افشا ہو جاتا۔

ہمارا اقلات کے قریب پہونچنا

۱۸ اکتوبر ساڑھے چار بجے صبح کے مین اٹھا اور پانچ بجے چاند کی چاندنی مین
روانہ ہوا کیونکہ دس میل کی کڑی منزل میرے سامنے تھی۔ وادی اسرچہ کے اوس مقام
تک آکر جہان ہم کل اسمین داخل ہوئے تھے ہم نے ندی کے بہاؤ کا رخ اوسکے کنارے
کنارے اختیار کیا جو یہان شمال کی طرف پلٹ کر ایک تیرہ و تار سنگلاخ گھاٹی مین جو دربند چوری
کے نام سے مشہور ہے داخل ہوتی تھی۔ اس گھاٹی کی قیرگون دیوارون کے درمیان ہمکو
اپنا رستہ ندی کی تلیٹی کے اندر اور کبھی اوسکے باہر ٹٹولتے ہوئے جانا پڑا۔ چاند ہمارے
سر پر بصد آب و تاب چمک رہا تھا اور ہمارے سامنے بنات النعش متانت و وقار کے

ساتھہ جھلملا رہی تھین - گھاٹی کے مخرج پر ایک ویران اور بوسیدہ قلعہ کھڑا تھا- راستہ اب چوڑا ہوتا ہوا ایک مسطح اور کشادہ وادی پر جا کر منتہی ہو گیا- ایک عجیب و غریب ٹیکرا جسکے گریبان کو قدرت نے تشنج کی حالت مین چاک کر ڈالا تھا ہمارے دیکھنے مین آیا- اس کے ٹکڑے وادی کے عرض مین پہیلے ہوئے تہے اور اوسکے طبقات حجریہ کچھہ عجب طرح سے بل کہائے اور جہکے ہوئے تھے- کہسار کے پہلو سے نفت آمیز پانی کی نہرین نکل نکلکر ندی مین جاملتی تہین جسکی سطح پر سے ہمکو دیکھہ کر جنگلی بطخون کی ایک ٹکڑی شور مچاتی ہوئی اوپر کو اڑی- اس وادی کو ہم نے نصف طے کیا تہا کہ آفتاب نکلا اور اوس کی روشنی مین قلات کی جنوبی دیوار اپنی دہنی جانب ہمکو نظر آئی- یہ چٹان کی ایک رفیع و عظیم الشان قدرتی فصیل تھی جو وادی کی سطح سے اٹھ کر سات یا آٹھہ سو فیٹ کی بلندی تک چلی گئی تہی چوٹی پر یہ فصیل تختہ کی طرح مسطح تھی لیکن اسکے پہلو جو بالکل عمودی اور ناقابل نفوذ تہے کھردرے اور نالی دار تہے- چار دفعہ مین اس رفیع الشان سد کے نیچے ادہر سے اودہر گزرا اور ہر دفعہ مین نے یہی خیال کیا کہ جو قدرتی مناظر میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین یہ سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے- اسکے بیرونی ڈہال یا پشتے نہایت ڈہلوان چٹانون اور سنگلاخ دندانون پر مشتمل ہین اور وادی پر سے ابھرتے ہوئے اسکے پہلوؤن کی طرف بڑہتی ہین اور اون کی شکل ملبے کے عظیم الشان انبارون سے ملتی ہے جن کی نسبت بظاہر یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اوپر سے پتھر پھینک پھینک کر یہ ڈہیر لگا دئے گئے ہین جس مقام پر یہ قدرتی پشتے ختم ہوتے ہین وہان سے چٹان دیوار کی طرح سیدہی اپنی ہوائی بلندیون تک اٹھی

ہوئی چلی جاتی ہے ۔ چونکہ یہ دیوار قلات کا جنوب و مشرق کی طرف سے احاطہ کرتی ہے لہذا صبح کے وقت سورج کی شعاعیں اس پر نہیں پڑتیں بلکہ یہ سایہ میں چھپی رہتی ہے ۔ البتہ شام کے وقت جب سورج ڈوبنے لگتا ہے تو سنگ سرخ اوسکی ترچھی کرنوں کے تلے سنگ سماق و سنگ یشب کے ستونوں کی طرح جگمگا اوٹھتا ہے اور فصیل کا یہ تمام حصہ بہلوے آتش معلوم ہوتا ہے ۔

دروازۂ ارغوان شاہ

وادی کے آثار کے رخ میں آتے وقت جہاں کوئی متنفس نظر نہیں آیا میں نے کچھہ دور آگے ایک مقام دیکھا تہا جہاں سنگلاخ فصیل کی سطح چوٹی دفعتہً خلائے محض پر منتہی ہو گئی تھی اور روس کا تسلسل بظاہر کسی دراڑ یا شگاف کی وجہ سے رک گیا تہا ۔ جب ہم اس مقام کے قریب پہونچے جو اوس گہاٹی سے قریب سات میل کے تہا جس میں سے ہو کر ہم وادی کے اندر داخل ہوئے تھے تو وادی کے پہلو ملنے شروع ہو گئے حتی کہ تھوڑی دیر میں وہ راستہ قریب آ گئے کہ صرف ایک تنگ سا راستہ باقی رہ گیا ۔ جسپر ندی کی تہ نے قبضہ کر رکھا تھا ۔ اس قدرتی گذرگاہ کو ایک یا دو دفعہ پیچ و خم کھا کر طے کرتے ہوئے ہم ایک چٹان کی دہلیز کے قریب پہونچے جسکا عرض کوئی بیس گز ہوگا اور جسے ایک دیوار نے بالکل مسدود کر رکھا تہا ۔ اس دیوار میں اگر کوئی منفذ تہا تو وہ تین محراب نما در تھے جن میں سے ندی گزرتی تھی اور قلات کے اندر جانے والے کے لئے اگر کوئی پہاٹک تہا تو وہ یہی محرابیں تھیں ۔ محرابوں کے اوپر دیوار کا جو حصہ

تھا اوس مین مورچے بنے ہوئے تھے اور ایک کنگورہ دار فصیل بھی اوسپر موجود تھی لیکن اسکے اوپر کوئی شخص موجود نہ تھا اور زندگی کی کوئی علامت ہمکو نظر نہ آئی۔ یہی وہ مشہور ومعروف پھاٹک ہے جسے دربند ارغوان شاہ کہتے ہین۔ ارغوان شاہ[۱] نے جو ہلاکو خان کا پوتا تھا ابتدائً اس درہ کو مستحکم کیا اور اوس کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ایک مرتبہ اوسے اوسکے چچا احمد خان نے لڑائی مین شکست دی تو وہ قلات مین آکر قلعہ بند ہوگیا پھاٹک سے گزر کر گھاٹی کی دہنی دیوار پر چٹان کے ایک صفائی کے ساتھ تراشے ہوئے حصہ پر ایک خوشنما کتبہ ثبت کیا ہوا نظر آتا ہے جس مین یہ واقعہ مندرج ہے۔ موجودہ دیوار حال مین بنائی گئی ہے۔ اس سے پہلے کی دیوار نادر شاہ کی تیار کرائی ہوئی تھی جو میری دانست مین بہت زیادہ مستحکم تھی۔

میرا داخل ہونا معلوم ہوجاتا ہے

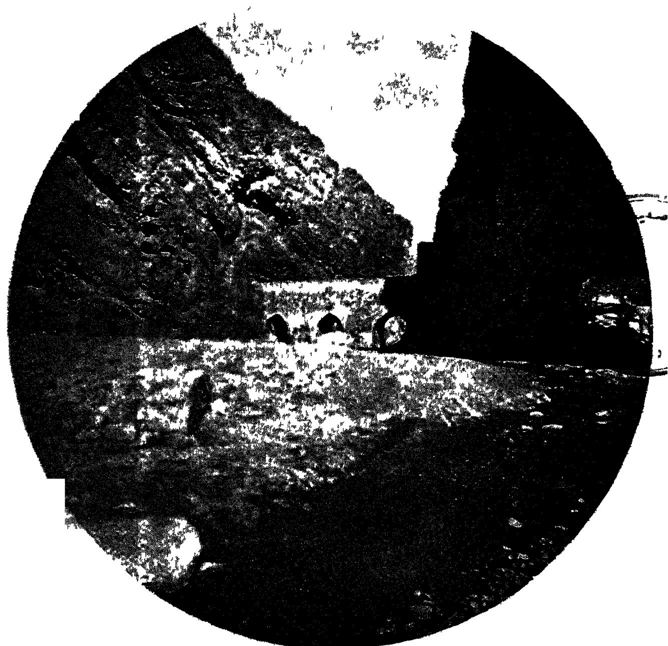
اب مجھے یقین ہوگیا کہ میرے تمام وساوس وخطرات بے بنیاد تھے۔ چنانچہ مین نے ندی کی تلیٹی مین گھوڑا ڈالا۔ اور رمضان علی خان۔ گریگوری اور شکر احمد کو کہ وہ بھی گھوڑون پر سوار تھے اپنے ہمراہ لئے بیچ کی محراب مین سے اندر داخل ہوا۔ کسی شخص نے وہان آکر

[۱] یہ شاہنشاہ جسے اہل ایران ارغوان شاہ کہتے ہین گر جو عام طور پر ارغون شاہ کے نام سے مشہور ہے ۱۲۸۴ء سے ۱۲۹۰ء تک تاتار کا فرمانروا رہا۔ یہ وہی حیرت انگیز شخص ہے جسکے پاس قبلائی خان فغفور چین نے مارکو پولو کو ایک تاتاری عروس اوس کی پیشکش کے لئے ساتھ دیکر بھیجا تھا۔ سلاطین یورپ کے ساتھ جن مین شاہ ایڈورڈ اول بھی شامل تھا اوسنے سیاسی روابط قایم کئے۔ اپنے باپ آباقاخان کی طرح اوسکا میلان بھی مذہب عیسوی کی طرف تھا اور مسلمانون کو اوس نے تمام سرکاری خدمتون سے نکال دیا تھا۔

مین نہین روکا۔ کچھ دیر بعد مجھے ارغوان شاہ کے کتبہ اور ایک گول برج کے دیکھنے مین لگی جو پہانک سی بہت اوپر پہاڑ کے ایک بلند مقام پر بنا ہوا تہا۔ کوئی سو گز کا فاصلہ گاؤن کے مکانات کی طرف جو گہاٹی کے دونون طرف واقع تہے مین نے طے کر لیا ہو گا کہ دفعتہ پہاٹک سے جسے ہم پیچھے چہوڑ آئے تہے کسی کے بے تحاشا چلانے کی آواز بلند ہوئی اور ایک تبہ حال سپاہی جو ابھی تک نیم خوابی کی حالت مین تہا۔ اپنا پھٹا پرانا سوتی کرتہ پہنتا اور پوری آواز سے چلاتا بہاگتا ہوا ہماری طرف آیا۔ اسکے جواب مین کچھ اور آوازین بھی آنی شروع ہوئین اور تہوڑی دیر مین دیوار مین سے جو فی الحقیقت ایک فوجی برج تھا اور جسکے اندر دریچے لگے ہوئے تہے نیم ملبوس شخصون کی ایک گونا گون جماعت جسکے کپڑے پھٹے پرانے تہے نکلنی شروع ہوئی۔ البتہ کہین کہین شیر اور آفتاب کے نقش سے مزین کسی بٹن کی جہلک نیلی سرخ دہاری کی پتلون کے ساتہ نظر آجاتی تہی جس سے مجھے معلوم ہوا کہ مین شاہ کجکلاہ کی سربازیا باقاعدہ پیدل فوج کے ایک حصہ کے سامنے کھڑا ہون۔

پہرہ والون کے ساتھ میرا مکالمہ

چونکہ مین یہ نہین چاہتا تہا کہ فساد ہو جائے اور چونکہ سپاہی اپنا فرض ادا کر رہے تھے گو کہ اسقدر غفلت ضرور اون سے سرزد ہوئی کہ قریب تھا کہ مین اونکے بیچ مین سے ادن کی آنکھون مین خاک جہونک کر نکل جاؤن لہذا مین ٹھہر گیا اور اون سے میری گفتگو شروع ہوئی۔ اوّل اوّل تو اونہون نے نہایت سختی سے کام لیا اور یہ کوشش کی کہ ہمارے گہوڑون کی لگامین پکڑ کر کہینچتے ہوئے واپس لے جائین لیکن جب مین نے اون کو



دربند ارغوان شاه

سمجھایا کہ بغیر اجازت کے سر ارادہ آگے جانے کا نہین ہے تو وہ ذرا دھیمے پڑ گئے۔ مین نے اون سے یہ دریافت کیا کہ تم لوگون کا سرکردہ کون ہے اور کہان ہے۔ مگر معلوم ہوا کہ ایسا کوئی شخص وہان موجود نہ تہا۔ اسکے بعد مین نے پوچھا کہ خان قلات کہان ہے اسکا جواب مجھے یہ ملا کہ خان اپنے گاؤن مین ہے جو یہان سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس پر مین نے شکر اللہ کو جو ایرانی ہونیکے باعث شبہ سے پاک تھا ایک سپاہی کے ساتھ جو اوسکے پیچھے اوسکے گھوڑے پر سوار ہو لیا خان کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ مین فلان شخص ہون اور اس بات کی اجازت چاہتا ہون کہ مجھکو قلات کے بیچ مین سے گزر کر دوسری طرف جانے دیا جائے یا اگر وہ اپنی ذمہ داری پر مجھے اجازت نہ دے سکے تو پھر مشہد تار دیکر اجازت منگوا دے۔

جماعت سرباز کا برتاو

ایرانی کو خان کی طرف بھیجکر مین پھاٹک پر سپاہیون سے باتین کرتا رہا۔ سردی شدت کی تھی کیونکہ سورج کی کرنون کے اس دراڑ تک پہونچنے مین ابھی کئی گھنٹے باقی تھے اس لئے مین نے کچھہ ایندھن مول لیا اور الاؤ جلایا۔ جب اونھون نے سنا کہ مین انگریز ہون تو اون کا کھنچاو کم ہو گیا اور اونھون نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ اگر تم روسی ہوتے تو جس وقت تم گھوڑے پر سوار دروازہ کے اندر داخل ہوئے تھے اوسی وقت ہم تم کو گولی مار دیتے مگر مین نے یہ سوال کر کے اون کو بے ضرورت دق کرنا نہین پسند کیا کہ جب تم نے مجھکو دیکھا تک نہین تھا تو میری قومیت کا حال تمکو کس طرح معلوم ہو سکتا تھا یا جب تم لبی تانے

سورہے تھے تو مجھے گولی کس طرح مار سکتے تھے۔ اوہنون نے یہ بھی بیان کیا کہ سال گزشتہ
ایک روسی قلات دیکھنے کی غرض سے آیا تھا اور اوسنے ایک ایرانی کو زدو کوب کی مگر
ایرانیون نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا اور اُس کی خوب گت بنائی۔ اسپر وہ تین سو ترکمانون
کو ہمراہ لیکر انتقام لینے کی غرض سے واپس آیا مگر جب ہم اون سے برسر معارضہ ہونے
کے لئے باہر نکلے تو روسی اپنے ترکمانون کے ساتھہ پسپا ہو گیا۔ اس کے بعد اوہنون
نے مجھ سے پوچھا کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ شاہ کے سب سے بڑے بیٹے ظل السلطان نے
ایرانی لباس ترک کر کے انگریزی لباس اختیار کر لیا ہے اور بوشہر سے جہاز پر سوار ہو کر لندن
کا عزم کیا ہے؟ مین نے اون سے دریافت کیا کہ قلات مین تم لوگون کی کس طرح بسر ہوتی
ہے اور یہان تمہاری نوکری کا کیا حال ہے اوہنون نے جواب دیا کہ یہان کا پانی نفت
کی آمیزش کے باعث نہایت درجہ مضر صحت ہے اور ہم اسکی وجہ سے بیمار پڑ جاتے
ہین[۵۱] اوہنون نے مجھہ سے یہ بھی شکایت کی کہ باوجودیکہ ہم تین مہینے مین اپنی موجودہ خدمت
سے سبکدوش کئے جانے والے تھے لیکن پھر بھی ہم پانچ مہینے سے یہان پڑے
ہوئے ہین اور اس عرصہ مین ہمکو ایک حبہ تنخواہ نہین ملی۔ مجھے ان کم بخت مصیبت کے
مارون کی حالت پر جن کی نسبت سپاہی ہونے کا تصور اوسی اعتبار سے کیا جا سکتا ہے

---

۵۱ قلات کا مضر صحت ہونا مشہور ہے مگر یہ نہین کہا جا سکتا کہ آیا اسکا باعث جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے اسکے ذرایع آبرسانی کا ناقص ہونا ہے یا اور کوئی سبب۔ جب کرنل ویلنٹائن بیکر ۱۸۷۳ء مین یہان آیا تو اوسے معلوم ہوا کہ یہان کی آبادی ٹائیفس (ایک قسم کا بخار جسمین انتڑیون مین زخم پڑ جاتے ہین) کی وجہ سے بہت کم ہو گئی تھی اور حقیقت مین جو سپاہی کہ یہان

جس لحاظ سے کسی کنجڑے کا گدہا ڈاربی کی گھوڑدوڑ کی شرط جیتتے ہوئے گھوڑے کے مشابہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ بے اختیار تاسف آتا تہا۔

خان کا جواب

ڈیڑہ گھنٹہ کامل انتظار دکہا کر شکراللہ واپس آیا اور بولا کہ خان نے کہا ہے کہ آپ حاکم مشہد کو تار دیکر اجازت طلب کیجئے اگر وہان سے جواب باصواب آئے تو آپ قلات مین سے گزر سکتے ہین۔ یہ سنکر مجہے اطمینان ہوا کیونکہ مین بہی یہی چاہتا تھا چنانچہ مین نے جاکر کرنیل اسٹوارٹ کے نام تار لکھا کہ حاکم مشہد سے ملکر میری درخواست پیش کیجے اور جو جواب ہو اوس سے مجہکو بذریعہ تار اطلاع دیجے۔ لیکن اب ایک تازہ مشکل پیش آئی اور وہ یہ کہ کوئی آدمی ایسا موجود نہ تھا کہ پیغام تار برقی کو فارسی حروف مین لکھدے عوام الناس لکھنا پڑہنا نہین جانتے جب اونہین خط لکہنا ہوتا ہے تو کسی کاتب سے اجرت دیکر لکھوا لیتے ہین۔ قلات مین صرف ایک ہی منشی تھا اور وہ اسوقت افیون کے نشہ مین بیخبر سو رہا تہا۔ میرے اصرار پر بصد وقت اوسے جہنجوڑ جہنجوڑ کر اُٹھایا گیا اور آخرالامر وہ آنکھین ملتا ہوا آیا اور جس تار کو مین نے آدہے سنٹ مین لکھا تھا اوسے فارسی حروف مین لکھدینے مین اوسنے آدہا گھنٹہ لگایا مین نے اب چاہا کہ ایرانی کو مشہد سے جواب آنے کا انتظار کرنے کے لئے تار گھر مین چہوڑ کر خود اپنے خیمہ کو چلا جاؤن لیکن گریگوری نے جسے اہل ایران کی خصلت اور سیرت سے کماحقہٗ آگاہی تہی مجہہ سے کہا کہ ابہی مشکل رفع نہین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۲۔ متعین ہین اون کی ایک بڑی تعداد ہمیشہ بیمار رہتی ہے۔

ہوئی اور اس سلئے بہتر ہوگا کہ ابھی آپ انتظار فرمائین۔ مین نے اوس کی اس نصیحت پر عمل کیا اور پھاٹک کے دوسری طرف جاکر ٹھیر گیا۔

ایرانی چالین



ایک گھنٹہ کے بعد شکراللہ نے آکر یہ خبر سنائی کہ تار کے لینے سے اس بنا پر انکار کر دیا گیا کہ سلسلہ تار برقی مشہد اور قلات کے درمیان کسی مقام پر سے ٹوٹ گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد خان کا ایک قاصد گھوڑے پر سوار میرے پاس آیا اور بہت سی توجیہین گھڑکر اوسنے اپنی چرب زبانی اور لسانی کے بہت کچھ جوہر دکھائے اور مجھکو ایرانیون کی عادت و سیرت کی دلچسپ سیر کا موقعہ دیا۔ اوّل تو اوسنے یہ بات دہرائی کہ تار ٹوٹ گیا ہے لیکن جب مین نے یہ جواب دیا کہ اگر ایسا ہوتا تو خان نے خود مجھ سے یہ بات نہ کہی ہوتی کہ آپ تار دیجے۔ اس پر اوسنے اپنی منطق کا رخ بدل دیا اور کہنے لگا کہ تار ٹوٹا تو نہین مگر زمین سے مس کر رہا ہے۔ اسکے جواب مین نے اوس سے کہا کہ زمین پر لگنے سے تو پیغام رسانی کا سلسلہ منقطع نہین ہوسکتا۔ یہ سنکر ایک اور انوکھی حجت اوس نے میرے سامنے پیش کردی اور وہ یہ کہ خان کا مطلب یہ نہین تھا کہ آپ مشہد کو تار بھیجین بلکہ خان یہ چاہتے ہین کہ آپ طہران کو تار دین۔ چونکہ قلات سے طہران تک مشہد کے بالواسطہ سلسلہ کے علاوہ براہ راست کوئی علیحدہ سلسلہ تار برقی قایم نہ تھا۔ لہذا اوسکا یہ جھوٹ آسانی سے ظاہر ہوگیا لیکن مجھے اس امر کے تسلیم کئے بغیر چارہ نہین کہ اب جو فوراً ہی اوسنے جو تھا جھوٹ گھڑکر میرے سامنے پیش کیا اوسکی تردید کے لیے مین آمادہ نہ تھا

اب کی دفعہ شرمندہ یا محجوب ہوئے بغیر نہایت بیباکی سے اوسنے مجہسے یہ کہا کہ خان کا مطلب یہ نہین تہا کہ آپ مشہد یا طہران کو تار دین بلکہ اون کا مقصد یہ تہا کہ جب آپ مشہد کو واپس جائین تو وہان پہونچکر تار دین۔ چونکہ فن دروغبافی مین ایسے یکتاے روزگار سے باتون مین بازی لے جانے کی کوشش کرنا محض لاحاصل تہا لہذا مین نے اس کوشش کو ترک کردیا مگر پھر بھی مین نے اس امر پر زور دیا کہ خان سے مشہد کو تار دینے کے متعلق جو درخواست مین نے کی ہے اوسکا جواب مجھے ان پانچ مین ملنا چاہیئے۔ غرضکہ فیصلہ اس بات پر ہوا کہ گریگوری جو شکر اللہ کے مقابلہ مین خدمت سفارت زیادہ اچھی طرح سے انجام دے گا سوار ہوکر گاؤن کو واپس جائے اور میرے سوال کا معین جواب خان سے لائے۔

دو بدو جہد و جست و بہ رفت

یہ تمام واقعہ دربند ارغوان شاہ کے باہر سو گز کے فاصلہ کے اندر پیش آیا مین گریگوری کو ہدایات دے ہی رہا تہا کہ ایرانی جو گھوڑے پر سوار ہوچکا تہا دفعۃً گھوڑے کو مہمیز لگاکر محراب مین سے ڈپٹ کر پہرے والون کو یہ پکارکر کہتا ہوا نکلا کہ کسی کو اندر داخل ہونے نہ دینا۔ جب گریگوری کچھ دیر بعد واپس آیا تو اوسکو اندر داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ اب کیا ہوسکتا تہا۔ مجبوراً مجھے اپنا ارادہ ترک کرنا پڑا اور قلات نادری کے اندرونی حصہ کی سیر کرنے کے متعلق جو کوشش مینے کی تھی اوس کا اس بے آبروئی سے خاتمہ ہوا۔ اسوقت شکر اللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مین تار گھر مین تار لیکر گیا تو تار منشی نے تار لینے

ہی کو تہا کہ اتنے مین خان کے بیٹے نے آکر کہا کہ خان کا حکم ہے کہ ہرگز کوئی تار نہ بہیجا جائے
مین نے سرزمین ایران مین داخل ہونے سے پہلے ایرانیون کی حیلہ بازی کا بہت کچھ حال
سنا تہا مگر مجھے یہ ہرگز توقع نہ تہی کہ دو ہفتہ کے اندر ہی ایسی محتشی مثال میرے دیکھنے مین
آے گی - اور مین یہ نہین کہہ سکتا کہ جو برتاؤ میرے ساتہہ کیا گیا اوسکی وجہ سے مین برہم و آشفتہ
ہوا یا مشرقی چالبازی کی جو مثال اس نے میرے سامنے پیش کی اوسکی وجہ سے مجھے حظ
حاصل ہوا -

مشہد مین ایک افواہ

اس واقعہ کے ایک دلچسپ نتیجہ کا ابہی ظہور ہونے والا تھا - کیونکہ جب مین
تین دن بعد مشہد پہونچا تو مجھے معلوم ہوا کہ حاکم مشہد بڑے جوش کی حالت مین تھا جسکی
وجہ یہ تہی کہ اوسے خان صداقت نشان نے یہ اطلاع دیدی تہی کہ جدید برطانوی نائب
قونسل نے ایک مسلح جماعت کے ساتہہ آکر بجبر قلات نادری مین داخل ہونے کی کوشش
کی اور پہرے کے سپاہیون پر تلوار کہینچی لیکن سپاہیون نے بھی اپنا فرض بہادری اور
شجاعت سے ادا کیا اور اپنے مخالفین کو پسپا کیا -

دیوار پر کمند لگا کر چڑہنے کی کوشش

۱۹ اکتوبر - مین نے اس نواح سے روانہ ہونے کے قبل قلات کے اندر داخل
ہونے کے لئے ایک دفعہ اور کوشش کرنیکا قصد کیا - میکگریگر کی کتاب پڑہنے سے
مجھے معلوم ہوا تہا کہ ارغوان شاہ اور نفتا کے دو خاص منافذ کے سوائے اور بھی

بعض ایسے راستہ ہین جنکے ذریعہ سے قلات مین داخل ہو سکتے ہین چنانچہ بہ مقام آب
گرم ایک شکاری نے ہم سے کہا بھی کہ مجھے ان مین سے ایک راستہ معلوم ہے لیکن
مین خود بہ خوف افشا آپ کو وہان لے جا نہین سکتا۔ البتہ میرا ایک بہتیجا ہے جو علی الصباح
یہان آکر آپ کو میرے بجائے بدرقہ کا کام دے گا۔ مگر جب صبح کا وقت آیا تو بہتیجا حسب
قرارداد دیروزہ موجود نہ تہا اس سے اور نیز ایک اور واقعہ سے جو شام کے وقت
پیش آیا مجھے یقین ہو گیا کہ نواح قلات مین میرا موجود ہونا شبہ کی نگاہ سے دیکھا جانے
لگا ہے۔ وہ واقعہ یہ تھا۔ شام کے وقت جب مین ایک کچی مٹی کے جھونپڑے مین بیٹھا
ہوا رمضان علی اور گریگوری سے سفر آیندہ کی تجاویز کے متعلق گفتگو کر رہا تھا تو مین نے
چھت پر کچھ سرسراہٹ سی سنی اور جب آنکھ اٹھا کر مینے اوپر دیکھا تو ایک آدمی جو چھت کے
ایک سوراخ مین کان لگائے ہماری باتین سن رہا تھا مجھے نظر آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص
قلات سے اسی غرض سے آیا تہا۔ قصہ مختصر یہ کہ کوئی رہبر مجھکو نہ ملا اور اسلئے مینے بغیر بدرقہ
کے روانہ ہونے کا قصد کر لیا۔ مین نے قلات کی طرف آتے وقت وادی مین سے
ایک مقام ایسا دیکھا تہا جہان پر سے قلعہ کی جنوبی دیوار کی فصیل کا ہموار اور مسلسل خط
مستقیم ایک زاویہ پر منتہی ہو کر منحنی ہو گیا تہا اور انگریزی حرف V کی شکل بناتا تہا۔ اور ایسا
معلوم ہوتا تہا کہ ان قدرتی ڈہلوان پشتی بانون مین سے ایک کی راہ سے جو میدان سے
اس دیوار کی تائید کے لئے اوٹھے ہوئے چلے گئے۔ تہے اس تک رسائی ممکن ہے
جس شخص نے یہ بیان پڑہا ہے وہ اگر قلات جائے تو وہ وادی قلات کے وسطی نقطہ

سے اس مقام کو ضرور شناخت کریگا - مین کچھہ رات رہے ساڑھے تین بجے اٹھا خچرون
پر سامان لادا گیا - اور ہم سب اسرچہ سے صبح کاذب کی تاریکی مین جبکہ کڑکڑاتی سردی پڑرہی
تھی ساڑھے چار بجے روانہ ہوئے - خیمہ وخرگاہ کو تو دربند جور سے مین نے داردہ کی
منزل کیطرف روانہ کردیا اور خود گھوڑے پر سے اوترکر اور اوسے دامن کہسار مین چھوڑکر
پہاڑی پر چڑہنا شروع کیا - اگرچہ پہاڑی نہایت ڈہلوان تھی لیکن مجھے اس کی
زینہ پیمائی کرنے مین زیادہ دیر نہین لگی - اور مین بہ آسانی فصیل کی کنگرہ دار سنگلاخ چوٹی
کے نیچے پہونچ گیا - اس مقام پر چٹان کو جو رافقی دہاریون کی شکل مین فصیل کی چوٹی کی
ساتھہ متوازی چلی گئی تھی کسی نے (غالباً نادرشاہ نے) تراش کر ایک مستطیل چبوترہ کی
شکل کا راستہ تیار کیا تہا جسکے کنارے حفاظت کے لئے گول برجیان بنی
ہوئی تہین جواب ویران تہین - اس قسم کے چبوترے دو تہے - ایک نیچے تہا اور دوسرا
اوس سے اوپر تیس فیٹ کے فاصلہ سے واقع تہا - مین نیچے والے چبوترہ پر چڑہتا ہوا
اوس مقام تک جا پہونچا جہان حرف V کی شکل کا خلا تہا - اوپر اب تیس فٹ کی چڑہائی
اور باقی تھی - مگر چٹان نہایت ہی ڈہلوان اور سلیٹ تھی - اس وقت مین تن تنہا تہا اور اگرچہ
اسپر چڑہنے کو تو چڑہ جاتا لیکن یہ مقام کچھہ ایسا خطرناک تہا کہ نیچے اوترنے مین مجھے
بڑی مشکل پیش آتی - اس لئے مین نے اوپر چڑہنے کا ارادہ ترک کردیا - ایک دوست
کی مدد اور ایک رسے کے ذریعہ سے مین نے بہ آسانی اس مشکل کو حل کرلیا ہوتا مگر قلات
کے اندر کا جو حال مجہکو معلوم ہے اوسکی بنا پر مین نہین کہہ سکتا کہ دیوار پر سے جو منظر

میری نگاہ کے سامنے آتا وہ ایسا ہی دلاویز ہوتا جیسکی اس دیوار کی بیرونی شکل وصورت سے توقع کیجا سکتی ہے۔

قلات کے دور کا نظارہ بلندی پر سے

حال مین واپسی کے وقت اس نواح کے بلند ترین پہاڑ پر جسکا نام مجھے معلوم نہین لیکن جسکی بلندی قلات کے حوالی کے ارتفاع سے بدرجہا زیادہ ہے چڑہا اور وہان سے میری آرزوئین خلاف توقع اس حد تک پوری ہوئین کہ گو مجھے زاویہ نگاہ کے بہت زیادہ انفراج کے باعث قلات کی اندرونی سطح نظر نہین آئی تاہم اس کی دونون طرف کی دیوارون کا دور مشرق سے لیکر مغرب تک مجھے پورا نظر آگیا۔ جنوبی دیوار جس پر مین نے چڑہنے کی کوشش کی تہی اس بلندی سے جہان مین کھڑا تھا شمالی دیوار کے مقابلہ مین پست تر معلوم ہوئی تہی۔ شمالی دیوار دوسری طرف کو اسکے اوپر اوٹھی ہوئی نظر آتی تہی۔ اس مقام سے مین نے بلا دقت پوری جنوبی فصیل کو بیس میل تک ایک خط مستقیم مین کھنچا ہوا دیکھا۔ یہ دیوار ایسی سیدہی اور باقاعدہ طور پر چلی گئی تہی کہ گمان ہوتا تھا کہ اسے عمداً ایسا بنایا گیا ہے اور اسکے عمودی پہلو چوٹی سے لیکر اوس مقام تک جہان سے پشتیان نما چٹانین ڈہلتی ہوئی وادی تک چلی آئی تہین کھردرے اور ڈہلوان تھے۔ اگر کوہستان اولمپس کے مہادیوتا جوپطر کے ساتھ جنگ کرتے وقت دیوپیکر ٹائٹن[1] کسی

---

[1] یونانی صنم پرستی کی روایات مین یکجگہ آیا ہے کہ ٹائٹن یورینس دیوتا کے چھ دیو قامت بیٹے اور اور اسیقدر بیٹیان تہین جن کی لڑائی زیوس یا جوپطر سے ہوئی جو مہادیوتا تہا۔ یہ لڑائی ایک عرصہ دراز تک جاری

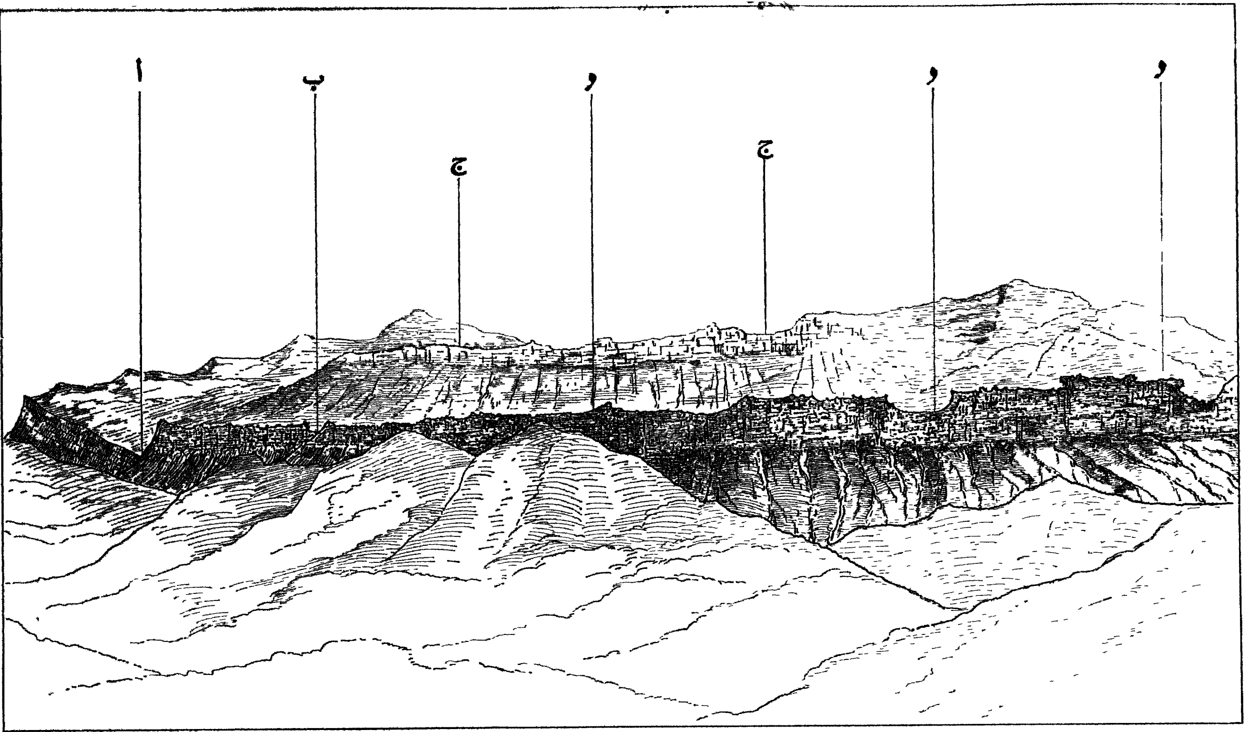
ایسے قلعہ کی تعمیر کی ضرورت محسوس کرتے جہان محصور ہوکر وہ اپنے حریف کے حملون کی مستقل مدافعت کرسکتے تو وہ اسی قسم کا سنگلاخ حصن حصین تیار کرتے پہاڑ کے چوٹی پر جہان مین کھڑا ہوا تہا مین نے قلات کے پورے دور کا ایک خاکہ کہینچا جو مقابل کے صفحہ پر درج ہے[۵] سامنے کے پہاڑون کا سلسلہ وادی اسرچہ کو اوس وادی سے سے جدا کرتا ہے جو ارغوان شاہ کے دروازہ تک پھیلی ہوئی ہے ۔۔

قلات کی تاریخ

کچھہ میرے دیکھنے مین آیا اوسکو اس قدر وضاحت اور باریکی سے بیان کرنے کے بعد مین اب اون امور سے بحث کرتا ہون جو میرے دیکھنے مین نہین آئے لیکن جنکا مجھے ایسے ذرایع سے علم ہوا جن تک عام طور سے لوگون کی رسائی نہین ہوئی۔ میرا مقصد اس سے یہ ہے کہ میرے ناظرین کے ذہن مین قلات نادری کی حالت موجودہ کا صحیح تصور جاگزین ہوجائے۔ ناظرین کو یہ بات اب تک معلوم ہوچکی ہوگی کہ گو قلات نادری کا لفظی ترجمہ ہم نے قلعہ نادر شاہ کیا ہے اور لوگ عام طور سے اوسے کہتے بھی یہی ہین تاہم اسے لفظ قلعہ کے عربی مفہوم کے اعتبار سے قلعہ نہین کہہ سکتے کیونکہ یہ حقیقت مین

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۷۹ - رہی اور آخر کار جوپیٹر نے بجلی کے زور سے اپنے حریفون کا استیصال کرکے اونہین ٹارٹرس مین جو قدیم یونانیون کے مذہبی عقیدے کے مطابق اون کے دوزخ کا طبقہ اسفل السافلین ہے مقید کردیا۔ اس روایت کو بعد مین فلاسفہ نے مجازی طور پر عقل و ترتیب اور قدرت کی وحشیانہ قوتون کی باہمی کشاکش کی علامت سے تعبیر کیا۔ مترجم

[۵] اگرچہ جو نقشہ مین نے دیا ہے وہ بھی مکمل نہین تاہم میرے خیال مین سر میکگریگر کے نقشہ سے بہی قلات کی صحیح صحیح کیفیت ظاہر نہین ہوتی۔



قلات نادری کا نظارہ بلندی پر سے

ا - دربند ارغوان شاہ　　ب - جہاں میں نے اوپر چڑھنے کی کوشش کی تھی - ج - قلات کی شمالی دیوار　　د - قلات کی جنوبی دیوار

ایک کوہستانی سطح مرتفع ہے جسکا اوسطا ارتفاع سطح سمندر سے ۲۵۰۰ فیٹ ہوگا۔ اِس کو جابجا غاراور دہانے قطع کرتے ہوئے چلے گئے ہین۔ اسکا کل طول ۲۰ میل اور عرض پانچ سے لیکر ۷ میل تک ہوگا۔ قلعہ کی تعریف اس پر صرف اس حد تک صادق آتی ہے کہ یہ وسیع قطعہ زمین جسکا رقبہ غالباً ۱۵۰ مربع میل ہوگا چارون طرف عمودی اور عریان چٹان کی ایک عظیم الشان قدرتی دیوار سے جسکی بلندی وادی کی سطح سے سات سو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک ہوگی گہرا ہوا ہے۔ ابتدائی زمانہ سے اس مقام کی حیرت انگیز اور خلاف عادت نوعیت نے جو ضرور ہے کہ قدرت کی کسی انوکھی کرشمہ سنجی کا نتیجہ ہو اس نواح کے باشندون کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کیا۔ ایرانی روایت کی رو سے یہی وہ مقام ہے جہان رستم پہلوان اور افراسیاب کی تورانی فوج مین لڑائی ہوئی اور بیان کیا جاتا ہے کہ فوج توران بہادران ایران کے ہاتھون شکست کہاکر قلات سے نکل بہاگی اور دریائے جیحون کی طرف پسپا ہوئی جہان اوسے آخری مرتبہ شکست فاش ہوئی۔ قلات ہی مین فردوسی کے شاہنامہ کے مطابق کیخسرو کا بہائی فرود آکر قلعبند ہوا یہان تک کہ طوس نے آکر اوس پر حملہ کیا اور اوسے مارڈالا۔ جس کتبہ کا مین نے حوالہ دیا ہے اوس سے ثابت ہوتا کہ محصورین کے لئے بچاؤ کے ایک عمدہ مقام ہونے لحاظ سے چنگیز خان کے مغل جانشینون کو اس کا علم تہا۔ تیمور کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اوستے گہات پاکر حکمت عملی سے اس پر قبضہ کرلیا۔

نادرشاہ کا اسے مستحکم کرنا



کہین نادرشاہ کے زمانہ مین جاکر اس کی بے بہا قدرتی خوبیون سے استفادہ کیا گیا نادرشاہ جب ہندوستان سے کئی بادشاہون کے مال غنیمت کے انبار اور سلاطین مغلیہ کے خزانون کی بے انتہا دولت اپنے ساتھ لادکر واپس لایا تو اوسنے قلات کو جسے وہ بچپن[۱] سے اچھی طرح جانتا ہوگا۔ ایک ایسا لاجواب مخزن پایا جہان یہ تمام گنجینے جمع کئے جا سکتے تھے اور جہان جنگ وجدل کے لئے بھی ایک ایسا مقام مل سکتا تھا جو ناقابل محاصرہ تھا۔ چنانچہ اوسنے اسکے تمام منافذ پر قلعبندی کی ہر ایک چوٹی اور ہر ایک غلیہ کے مقام پر پہرے کے برج نصب کئے۔ سنگلاخ فصیلون کو رسائی کی حد سے اور دور کرنے کے لئے اندر اور باہر کی طرف سے مصنوعی طور پر اور زیادہ ڈھال دیدی۔ اپنے رہنے کے لئے اندر ایک چبوترہ پر مکان بنوایا (مگر اسمین وہ بہت کم رہتا تھا) اور عمدہ پانی بہم پہونچانے کے لئے بڑے بڑے تالاب کہدوائے۔ اور ایک نہر کے ذریعہ سے تازہ پانی کے لانے کا انتظام باہر سے کیا۔

بیسل لطظیز

قلات کی جو حالت نادرشاہ کے زمانہ مین تھی اوسکی صرف ایک ہی ایسی کیفیت مجھکو معلوم ہوئی ہے جسے ایک ایسے سیاح نے بیان کیا جو خود وہان موجود تھا۔ اس شخص کا بیان ذاتی مشاہدہ پر مبنی ہے۔ یہ نہین کہ محض سے سنائے واقعات پر اوسنے

[۱] نادرشاہ محمد آباد کے قریب جو ملحقہ ضلع درگز کا صدر مقام ہے ایک خیمہ مین پیدا ہوا۔

یقین کر لیا ہو۔ یہ کیفیت بسیل بطط نیز نامی ایک یونانی تاجر کی سرگذشت مین مندرج ہے
جس نے اٹھاروین صدی کے شروع مین فارس اور وسط ایشیا کے بعید ترین حصون کا
سفر کیا اور خیوا اور بخارا تک جا کر مشہد مین نادر شاہ کے حضور مین باریابی حاصل کی معلوم
ہوتا ہے کہ اوسکا روزنامچہ جو طرز کے لحاظ سے انوکہی مگر عبارت کے لحاظ سے قرین فہم
یونانی[۵۱] زبان مین لکہا گیا ہے اون مورخین کو بالکل معلوم نہ تہا جنہون نے زبانی شہادت
کے مواد سے انیسوین[۵۲] صدی کے آغاز مین قلات کے غلط سلط حالات قلمبند کئے
اور اس مقام کی نسبت ناظرین کے ذہن مین غیر واقعی تصورات بٹھا دئے جن کی تصحیح بیکر

---

۵۱ اس سفرنامہ کو موسیو شفر نے اپنی تنقید اور اہتمام سے ۱۸۸۶ء مین بمقام پیرس طبع کیا۔ بسیل بطط نیز یا (جیسا کہ اوسکے فرانسوی مدیر نے لکہا ہی) بسیل وٹیس نے نادر شاہ کی سوانح عمری بہی قلمبند کی مگر اس کا اب پتہ نہین چلتا۔

۵۲ ۔ مثلاً میلکم نے کینیر کے حوالہ سے اس مقام کو حسب ذیل بیان کیا ہے۔ (بجاے اسکے کہ مین اس مقام کا اردو مین خود ترجمہ کرون مین نے مناسب سمجہا ہے کہ تاریخ ملکم کا جو فارسی ترجمہ مرزا اسمعیل حیرت مرحوم پروفیسر الفنسٹن کالج بمبئی نے کیا ہے مین اوس سے اوس مقام کا اقتباس کرون) "قلات قریب یک درجہ در شمال مشہد دو راہ در شاہجہان در جاے واقع است کہ آن را از در کوہ گویند و اطراف آن ہمہ کوہستان است و آن کوہے است بسیار بلند و فقط دو راہ تنگ دارد۔ بعد از انکہ بقدر ہفت میل بالا می روند سطحہ نمودار می شود کہ قریب دوازدہ میل محوطہ آن است و چشمہ ہاے خورد بسیار دارد و غلہ و برنج در آنجا بہ فراوانی حاصل می شود۔ سکنہ آنجا در چادر زندگی می کنند۔ فقط عمارتے کہ درین سطحہ نیکو آئین بہ نظر می آید دو برج۔ عمارت کوچکے از مرمر است کہ نادر بنا کردہ است بہر جہدا یہ جہت محافظت وخایر آبہ جیت مقام خود نادر ساختہ بود۔ و چون سطحہ مزبور را رہا کردہ بہ قدر پانزدہ میل دیگر بالا روند بہ قلہ کوہ می رسند۔ در آنجا سطحہ دیگر بہ نظر می آید کہ اگرچہ بہ بزرگی قطعہ اول نیست اما در حاصل خیزی بہ آن برابری می کند"۔ از تاریخ ایران مولفہ سرجان ملکم مترجمہ مرزا حیرت۔ جلد دوم۔ باب ۱۷۔ صفحہ ۱۳۳۔ مطبوعہ بمبئی ۱۸۷۲ء۔

اور گل کے ۱۸۷۳ء کے سفر قلات تک نہ ہوئی۔ ۱۷۲۸ء مین بطلزیز بخارا سے لوٹتے وقت قلات کی راہ سے مشہد آیا اور اوسنے قلات کے بیان پر اپنے روزنامچہ کی بہ سطرین (۷۸۰-الی-۸۲۲) صرف کین ہین وہ کہتا ہے کہ پہاڑ یہان اس قدر بلند ہین کہ اون تک رسائی محال ہے اور یہ مقام گویا ایک عظیم الشان دیوار سے گھرا ہوا ہے جو نہ صرف درختون سے معرا اور چٹیل ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سنگ مرمر یا پتیل کی ایک ترشی ہوئی دیوار ہے اسکا دور ۴۰ یا ۵۰ اسٹیڈیم[۱] ہے (جو چند غلطیان اوسنے کی ہین ایک اون مین سے یہ بھی ہے) اور اسمین داخل ہونے کے صرف دو راستے ہین جن کی قطع بہول بہلیان کی سی ہے۔ دیکھنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ان راستون کے بنانے کے لیے جن مین بوقت واحد صرف تین سوارون یا پیدلون کے گزرنے کے جگہ ہے پہاڑون کو زلزلہ نے شق کر دیا ہوگا۔ قلات کے اندرونی حصّے کے متعلق (جو اوس وقت نادر شاہ کی پوری توجہہ سے اپنی موجودہ حالت سے بالکل مختلف تھا) وہ صرف اسی قدر کہے گا کہ اس مین وہ تمام چیزین موجود ہین جو قدرتی نعمتون کی شکل مین انسان کو مطلوب ہین۔ اور کسی چیز کے کبھی باہر سے لائے بغیر اسمین ہر ایک مایحتاج کے بہم پہونچانے کی استعداد موجود ہے بطلزیز یہ بھی بیان کرتا ہے کہ نادر شاہ نے یہ قصد کیا تھا کہ قلات مین اپنا خزانہ رکھا کرے۔

زمانۂ مابعد کی تاریخ

۱۷۴۷ء مین نادر شاہ کے قتل ہو جانے کے بعد قلات موجودہ خان کے خاندان

---

[۱] اسٹیڈیم فاصلہ کا یونانی پیمانہ ہے جو ۶۰۲ انگریزی فیٹ کے مساوی ہوتا ہے۔ مترجم

کے قبضہ مین آگیا۔ چنانچہ اوس وقت سے لیکر آجتک معہ اٹک یعنی اوس کوہستان کے جو ترکمانی دشت کی طرف ڈہلتا ہوا چلا گیا ہے یہ قلعہ اسی خاندان کے قبضہ مین چلا آیا ہے قلات کے خان برائے نام ایران کے باجگذار رہے۔ کبھی کبھی اونہون نے اپنی خودمختاری کا بھی اظہار کیا جسکے باعث ایک سے زیادہ دفعہ مشہد سے تعزیری فوج اونکی گوشمالی کے لیئے بہیجی گئی۔ اسی لئے قبیلہ کے سردار کو مشہد مین بطور یرغمال کے رکھا جاتا ہے تاکہ اوسکا قایم مقام قلات مین سرکشی نہ کرنے پائے۔ جب سے روس نے ۱۸۸۱ء مین اٹک کو فتح کرلیا ہے اور بعد مین روس و ایران کی اس نواح کی سرحد دونون طاقتون کے باہمی معاہدہ کی رو سے معین ہوئی ہے اوس وقت سے قلات کے مضافات کا اکثر حصہ مثلاً ابی ورد (جواب کاہکا کہلاتا ہے)۔ مہنا۔ چاردہ۔ (جواب دوشنک کے نام سے موسوم ہے) اور چاچا۔ گویا کہ وہ تمام دیہات جو اس سلسلہ کوہ کے شمالی قاعدہ پر واقع ہین۔ روس کے حیطۂ اقتدار مین چلے گئے ہین اور جیسا کہ مین آگے چلکر دکھاؤنگا روسی بتدریج کوہستان کے پہلوؤن پر رینگتے ہوئے اوسکی چوٹی کی طرف بڑہے چلے جارہے ہین۔ یہانتک کہ انجام کار وہ خود قلات مین پہونچ جائینگے۔

قلات کا ایران کے زیر فرمان ہونا

ناصرالدین شاہ نے اپنی سلطنت کی قوتون کو ایک مرکز مین لاکر جمع کرنے کی جو حکمت عملی اختیار کی ہے اوسکے ساتھہ ساتھہ قلات کا اپنی مضافات سے محروم ہوجانا اور اپنے اقتدارات کو کہو بیٹھنا اوسکے پورے طور پر محکوم اور مطیع ہوجانیکا باعث ہوا۔ چنانچہ

موجودہ خان۔حاجی ابوالفتح خان کے وہم وگمان مین بہی یہ بات نہ گزرے گی کہ اوس سرکشی اورمطلق العنانی کواپنا وتیرہ بنائے جواوسکے پیشروون کا مسلک تہا۔ قلات مین گورنمنٹ ایران کی طرف سے کچھ فوج متعین ہے اور یہ اوس پلٹن کاایک حصّہ ہے جو مشہد مین مامور ہے۔برائے نام اس وادی مین پانچ سو سربازون کی جمعیت اور گہوڑون کی توپخانہ مین سے دو توپین موجود رہتی ہین۔جو کچھ دربند ارغوان شاہ پر مین نے دیکھا تہا اوسکے لحاظ سے مجھے یہ خیال نہین ہوسکتا کہ حقیقت مین اس قدر جمعیت یہان موجود رہتی ہے۔کیونکہ جسطرح اون شرایط کی پابندی نہین کیگئی جن کی روسے یہ جمعیت تین مہینے بعد اپنی خدمت سے سبکدوش کی جاتی اوسی طرح اس جمعیت کی حقیقی تعداد کے قایم رکہنے کو بھی مدنظر نہین رکہا گیا۔اگرچہ یہ مقام قدرتی طور پر حد سے زیادہ مستحکم ہے لیکن میرا یہ خیال ہے کہ بہ لحاظ اوس جمعیت کی پراگندہ اور تباہ حالت کے جو یہان مامور ہے۔اسے غنیم جسوقت چاہے ایک ہی دہاوے مین سر کرسکتا ہے۔اسکی مورچہ بندی کی یہ کیفیت ہے کہ وہ دس منٹ کے لیے بہی آجکل کے توپخانہ کی تاب نہین لاسکتی۔

قلات کی حربی حیثیت

معلوم ہوتا ہے کہ قلات اپنی موجودہ حالت مین حربی لحاظ سے ایران کے لئے کچھ زیادہ مفید نہین اور اگر یہ مقام روس کے قبضہ مین چلاجائے تو میرے نزدیک اوسکی لیے بھی اس کا قبضہ چندان سودمند نہوگا۔احتمال اس امر کا مقتضی نہین کہ آیندہ کوئی فاتح نادر کی طرح قلات کو ایک مستحکم گنجینہ قرار دے گا۔اور نہ آج کل کا کوئی ماہر فن حرب ایک ایسے

احاطہ کو مستحکم کرنے کا خیال دل مین لائے گا جسکا دور ساڑھے میل سے اوپر ہو۔ قلات کی اصلی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ وہ ایک ایسا مقام ہے جہان سے ماوراء النہر پر چڑھائی کرتے وقت فوجی نقل وحرکت کا آغاز کر سکتے ہین۔ اگر اس کے منافذ پر ایک قوی جمعیت مامور ہو اور ایک طاقتور فوج اس کے اندر محصور ہو تو یہ ہر زمانہ مین ایک ایسے غنیم کیلئے جو اٹک سے کے نشیب ہائے زیرین پر صف آرا ہو خار پہلو ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہان سے اگر ایک فوج مخالف چاہے تو بلائے ناگہانی کی طرح ماوراء النہری ریلوے پر جا گرے اور روس کے سلسلۂ تعلقات کو بحیرہ اخضر سے منقطع کر دے۔ لیکن دولت ایرانی کی یہ خیال نہین ہو سکتا کہ وہ ایسا تو کیا اس سے نصف بہادری کا کارنامہ بھی انجام دیگی۔ اور اسلئے نادر کا قلعہ کبھی بھی وہ مقام نہین بنے گا جہان سے ایرانی فوجین نکل کر جرنیل اینینکاف کی ریلوے پر حملہ آور ہونگی۔ اگر روسی قلات کو لے لین جس کی اونہین از حد خواہش معلوم ہوتی ہے تو رعب کے اعتبار سے اونہین بے انتہا فائدہ حاصل ہوگا۔ کیونکہ نادر کے زمانہ سے لیکر ابتک قلات خراسان کی سب سے بڑی فوجی چوکی سمجھی گئی ہے۔ قلات کے قبضہ سے روسیون کو ایک بہت ہی عمدہ گودام مال اور فوجی ذخایر کے جمع کرنے کے لئے ہاتھ آجائیگا اور نیز اسکو وہ فوج کی ایک محدود تعداد کے لئے اسلحہ خانہ بنا سکین گے۔ محدود کا لفظ اسلئے استعمال کیا گیا کہ تعداد کثیر کے لئے نہ تو ذرایع آبرسانی ہی کافی ہین اور نہ کافی رسد ہی بہم پہونچ سکتی ہے۔ اسکے علاوہ ایک یہ بہت بڑا سلبی نفع اونہین حاصل ہوگا کہ ایسی زبردست اور مستحکم جگہ کو وہ دشمن کے ہاتھ مین پڑنے

نہ دین گے۔ لیکن اگر خراسان پر حملہ آور ہونے کے لحاظ سے اس کی سود مندی پر نظر ڈالی جائے تو مین نہین سمجھہ سکتا کہ روسیون کو اس سے نفع ہوگا کیونکہ مشہد پہونچنے کے اور بھی راستے جو زیادہ آسان ہین اونکے لئے موجود ہین اور اسکے علاوہ زمانہ حال کی کوئی فوج اون ہیبت ناک درون اور پرخطر گہاٹیون کو جو چالیس میل تک ان دونون مقامات کے درمیان پہیلتی ہوئی چلی گئی ہین اپنی سلامتی کا کفیل نہین قرار دے سکتی۔ دوسرے الفاظ مین یہ کہا جاسکتا ہے کہ قلات کی حملہ آوری کی آنکہہ جنوب کی طرف نہین بلکہ شمال کی طرف نگران ہے اور چونکہ سطوت واقتدار کا رُخ سمت اول الذکر مین ہے اسلئے بعد از قیاس ہے کہ ہم اسے پھر بھی بطور ایک اسلحہ خانہ کے استعمال مین آتا ہوا دیکہین۔

قلات کے پانچ دروازے

قلات نادری کی حربی حیثیت پر جسقدر مین بحث کرچکا وہ کافی ہے۔ اب مین اس کی اندرونی ہیئت کذائی کا کچھہ حال بیان کرتا ہون۔ جس زمانہ مین بیکر اور میکگریگر نے اسے آکر دیکھا اوس سے قبل اس کا بہت کم حال لوگون کو معلوم تہا جس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ فریزر نے محض سماعی شہادت کی بنا پر اس کی کیفیت قلمبند کی اور وہ بھی بدرجہ غایت مختصر۔ اوسنے اسکے طول اور عرض دونون کو اصل سے دوگنا بتایا ہے۔ اس کے اندر اون پانچ دروازون مین سے ایک کے ذریعہ سے داخل ہوتے ہین جن مین سے دو خاص دروازے یہ ہین:۔ جنوب کی طرف دروازہ ارغوان شاہ اور شمال کی طرف دروازہ نفتا۔ باقی کے تین دروازے کُشتانی۔ چوبست اور دہ چاہ ہین جو علی الترتیب

جنوب و مشرق۔ مغرب اور شمال و مغرب مین واقع ہین۔ ان تمام دروازون کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان پر مورچہ بندی ہے اور فوجی جمعیت ان کی حفاظت کے لئے متعین ہے۔ اس مین شک نہین کہ دو خاص دروازون کے متعلق یہ قول البتہ صحیح ہے۔ بہت سی پگڈنڈیان بھی ہین (تو بیان کی جاتی ہین) جن کے ذریعہ سے اسمین داخل ہو سکتے ہین۔ اور مجھے ذرا شبہ نہین کہ اسکے وسیع دور مین چرواہون کو ضرور ایسی پگڈنڈیان ملی ہون گی جن کے ذریعہ سے گو بہ مشکل ہی سہی لیکن اسکے اندر پہونچ ضرور سکتے ہونگے۔ بہرحال اس کی ہیئت ظاہری اور نیز مشہور و معروف منافذ کی قلت جوایسی گہاٹیون مین واقع ہین۔ جنہین آسانی کے ساتھہ مسدود کیا جا سکتا ہے اس عام خیال کی تصدیق کرتی ہے کہ یہ پہاڑی قلعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجائبات قدرت مین سے ہی

آبادی

باشندے زیادہ تر جلایر اور بنجات قوم کے ترک ہین۔ اسکے علاوہ کچھہ عرب اور کردی خاندان بھی یہان آباد ہین۔ انکی مجموعی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہین۔ ان کی آبادی اون دو بڑے دیہات پر جو اس وادی مین واقع ہین جس مین وہ ندی جسکے کنارے کنارے مین آیا داخل ہو کر قلات کو طے کرتی ہے اور چھہ چھوٹے چھوٹے موضعون پر جو مرتفع میدانون مین واقع ہین مشتمل ہے۔ دو بڑے دیہات مین سے مینے ارغوان شاہ کو دیکھا جو اسی نام کے دروازے سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر درہ کے دونون طرف آباد ہے۔ دوسرا گاؤن جسکا نام گیوک گنبد (ترکی مین اسکے معنی گنبد آسمان

کے ہین) یا جا گنبد ہے جسے مقامی طور پر اختصار کر کے گو گنبد بنا لیا گیا ہے اسی دروازہ سے دو میل کے فاصلہ پر وادی مین واقع ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جہان ہمینے شکراللہ کو دودفعہ خان سے ملنے اور تار بہیجنے کے لئے روانہ کیا تہا۔ یہان ایک عجیب و غریب مدور برج سرخ بہر بہرے پتہر کا ہے جسکی بیرونی سطح پر نالی دار ستون ایک بہت بڑی مثمن کرسی دیکر بنائے گئے ہین۔ اسے مقبرہ نادری کہتے ہین جسے نادر شاہ نے (نہین معلوم کس غرض سے) تعمیر کیا تہا اور اب اوسمین خان سکونت پذیر ہے۔ گو گنبد سے ندی چھہ میل تک اوسی وادی مین بہتی ہوئی جاتی ہے جو قلات کو جنوباً شمالاً قطع کرتی ہے اور ایک سنگلاخ تنگنا ے مین سے ہوتی ہوئی قلات کی شمالی دیوار کے پاس پہونچکر ایک درز مین سے گذرتی ہے جو ارغوان شاہ کے شگاف کے مشابہ ہے جسپر اوسی طرح سے مورچہ بندی کی گئی ہے۔ جس کی حفاظت کے لئے اوسی طرح سے فوج بہی مامور ہے اور جسے اوسی کے مانند ایک دیوار نے مسدود کر رکہا ہے جسمین ندی کے گذرنے کے لئے محراب نما در رکہے گئے ہین۔ ندی گہاٹی مین سے نکلکر پست تر پہاڑیون کے دامن مین سے گذرتی ہے اور بالآخر دوشک کے اناج کے کہیتون کو جا سیراب کرتی ہے۔

آثار قدیمہ

علاوہ نادر کے برج کے جو گو گنبد مین واقع ہے اس تاجور کی دو اور یادگارین یہان

---

۱ میکگریگر نے اپنی کتاب "جرنی تہرو خراسان" (سفر خراسان) کی جلد دوم مین صفحہ پر اس کی تصویر دی ہے۔

موجود ہین جو زیادہ ممتاز نہین۔ گاؤن کے شمال و مغرب کی طرف ایک کشادہ سطح مرتفع پر ایک مکان کے کہنڈر پائے جاتے ہین جو غالباً اوس کا محل تہا اور جس کا نام عمارت نادری ہے۔ سب سے زیادہ وسیع آثار ایک احاطہ کے ہین جو دیوان خانہ کے نام سے موسوم ہے اور کوئی بیس گز مربع ہوگا اس کی پرلی طرف بہت سے سیاح جاتے جاتے کوہ خشت کی چوٹی پر پہونچے ہین جو متذکرۂ صدر سطح سے پندرہ سو فیٹ اور سطح سمندر سے چار ہزار فیٹ بلند ہے لیکن میگریگر کی یہ رائے تھی کہ دوسرے پہاڑ ایسے ہین جہان سے زیادہ خوش آیند اور خوشنما نظارہ دیکھنے مین آتا ہے۔ نادر کے بنائے ہوئے تالابون اور نہرون کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔

زراعت اور ذرایع آب رسانی

اوڈونوون نے قلات کو ریسیلاس[1] کی جانفزا وادی سے تشبیہ دی ہے لیکن اگر اوسے کچھ مدت کے لئے اسکی چاردیواری کے اندر مقید رہنے کی سزا دیجاتی تو غالباً وہ اس تشبیہ کو بدل دیتا۔ قلات کے مجموعی اندرونی رقبہ کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ زیر کاشت ہے اور اوس ندی کے علاوہ جسکا ذکر اوپر اکثر کیا جا چکا ہے پانچ اور چھوٹے

[1] ریسیلاس انگلستان کے مشہور و معروف حکیمانہ روش ادیب ڈاکٹر جانسن کا ایک ناول ہے جسمین ڈاکٹر صاحب موصوف نے افسانہ کے پیرایۂ مین ایک خیالی سرزمین کا حال بیان کیا ہے جہان کے باشندونکو امن و اطمینان کے ساتھہ ایک فہیم و دانشمند حکمران کے سایۂ عاطفت مین زندگی بسر کرنے کی نعمت حاصل ہوئی تھی یہ خطہ شادابی اور زرخیزی مین اپنی آپ ہی نظیر تہا۔
مترجم

چھوٹے چشمے یہان پانی پہونچاتے ہین۔ پانی کی اس قلت کی وجہ سے زیادہ آبادی یا ایک بہت بڑی جمعیت اس قلعہ مین نہین رہ سکتی۔ البتہ اگر باہر سے پانی لانے کا انتظام کیا جائے تو ایسا ممکن ہے۔ اندرونی حصہ کی زراعت دو رقبون پر محدود ہے۔ ایک تو وہ وادی جس مین ندی بہتی ہے اور ایک سطوح مرتفع۔ اوّل الذکر خطہ مین ندی کے کنارہ اور نیز ہموار جگہون مین وہان۔ کپاس۔ لوسن گھاس۔ انگور۔ خربزے۔ اور کھیرے پانی کے جان بخش اثر سے شادابی کے ساتھ نشوونما پاتے ہین۔ بلند زمین پر جو وادی کی تہ سے ایک ہزار بلکہ ڈیڑھ ہزار فیٹ بلند ہے جو اور گیہون بوئے جاتے ہین۔ قلات کے اندر درخت یا جھاڑیان بہت ہی کم ہین اور کمیت یا کیفیت کے اعتبار سے گھاس بھی عمدہ نہین ہوسکتی کیونکہ لوگ اپنے ریوڑون کو چرانے کے لئے اکثر باہر بھیجتے ہین۔ پس اسی مقام کی نسبت یہ کہنا کہ یہ ایک مرغزار ہے جو چٹیل پہاڑون اور آتشبار ریگستانون کے درمیان مین واقع ہے۔ غلط ہوگا۔

مراجعت بہ وارده

یہان سے مین مشہد کو واپس پھرا۔ پہلی منزل اوس راستہ پر واقع تھی جسے مین پہلے طے کرچکا تھا اور جو قلات اور وارده کے مابین واقع ہے۔ فاصلہ پانچ فرسخ بیان کیا جاتا ہی مگر مین اسے بیس میل سے زیادہ نہ کہون گا۔ میرا خیمہ ایک بلندی پر گاؤن کے باہر نصب کیا گیا اور یہان مین نے اوس خچر کو دیکھا جو گردن شتر سے نیچے لڑھک پڑا تھا حسن اتفاق سے اسکی ٹانگ ٹوٹی نہ تھی بلکہ اوس مین سخت موچ آگئی تھی۔ رات بھر سردی مین ٹھٹرے

رہنے سے بیچارے کی ٹانگ ایسی اکڑ گئی تھی کہ اوس سے دو قدم بھی نہین چلا جاتا تھا

منزل کاروہ

- اکتوبر۔ ہم کاروہ کی طرف روانہ ہوئے جس کا فاصلہ نام کو تو سات فرسخ ہے لیکن میرے حساب سے ۲۶ میل سے زیادہ نہین۔ سفر کا ابتدائی حصہ اوس مقام تک جہان بلغار کی طرف سے وہ بغلی گھاٹی آتی ہے جسکا ذکر پیشتر ہو چکا ہے مجھے دوہرانا پڑا۔ کیونکہ اسی راستہ کو مین تین دن قبل طے کر چکا تہا۔ یہان سے ہم تار کے ستونون اور ندی کے کنارے کی رہنمائی سے جو پورے درہ مین پہیلی ہوئی ہے آگے بڑہے۔ اس پیچدار اور عمودی دہانہ کو ہم کئی میل تک بصد دقت و زحمت طے کرتے رہے۔ کبھی تو ہم کو اون ٹیکرون اور چٹانون پر سے گذرنا پڑتا جو ندی کی تہ مین جابجا موجود تھے۔ کبھی ایک تنگ سے شگاف مین مقید ہونا پڑتا اور کبھی ان تمام وحشت زا مقامات کو طے کر کے ہم دفعتًا ایک خوبصورت سی پر فضا وادی مین نکل آتے میکگریگر جو بحیثیت ایک سپاہی ہونے کے کوہ و وادی و صحرا کی نسبت رائے زنی کرنے کا اچھا ملکہ رکھتا تہا اوسنے مشہد سے لیکر قلات تک کی سڑک کے اس حصہ کے حالات اپنے معنی خیز عبارت مین خاص طور سے حسب ذیل بیان کئے ہین میں نے یقینًا کوئی حصہ ملک قدرتی طور پر اس درجہ مستحکم نہین دیکھا جیسا کہ وہ علاقہ جو ستائیس میل تک کاروہ اور وارده کے درمیان چلا گیا ہے۔ یہ علاقہ ناقابل محاصرہ دیوارون اور درون کی گویا ایک مسلسل قطار ہے جن مین سے ایک بھی اس راستہ کی شہرت کے لئے کافی

ہے . . . . اس علاقہ کو دیکھہ کر یہ گمان نہیں ہوتا کہ جو کچھہ ہمارے دیکھنے مین آیا۔ وہ عالم بیداری مین تھا بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ

"خواب تھا جو کچھہ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا"[۱]۔

راستہ مین ہم ایک بہت بڑے پتھر کے پاس سے گذرے جو ایک ہزار فیٹ بلند ٹیکرے کے اوپر تُلا رکھا تھا اور کوہ پنج منہ (۱۶ اسیر) کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک ظریف الطبع بادشاہ نے ایک دفعہ اپنے کسی درباری سے کہا تھا کہ اس بے حقیقت پارۂ سنگ کو جو ہوا مین معلّق ہے اپنی عقل کی میزان خاراسنج مین تولدے کچھہ دور آگے چلکر بائین طرف کو راستہ سے بیس فیٹ بلند ایک بہت بڑی چونے کے پتھر کی چٹان کی ترشی ہوئی سطح پر بزبان عربی وفارسی ایک کتبہ ہمارے دیکھنے مین آیا جس مین اُس فتح کا حال مندرج ہے جو شیبانی محمد خان ازبک فاتح بخارا نے کفار ایران پر ۹۱۶ھ مین حاصل کی۔ اسکے بعد ہم ایک چھوٹے سے گانون مین پہونچے جسکا نام مجھے ہرک یا وُہرک بتایا گیا۔ یہان درختون کے ایک جھنڈ کے روح پرور سایہ مین ندی کے کنارے مین کچھہ دیر سستانے کے لئے ٹھہر گیا۔ اسی گھاٹی مین اور چھہ میل کا سفر کرنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وادی بتدریج چوڑی ہو کر ایک کھلے میدان کی شکل مین بدل گئی جس کے سرے پر کاردہ کا بڑا گاؤن درختون سے گھرا ہوا آباد ہے۔ یہ ایک حقیر سی جگہ ہے لیکن کم از کم یہ امتیاز اسے ضرور حاصل ہے کہ یہان ایک چھوٹے سے علاقہ کا سردار رہا کرتا ہے۔

[۱] "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۴۸ و ۴۹۔

مشہد تک کی سڑک



۔اکتوبر۔ جو پہاڑیان وادی کاردھ کے گرداگرد حلقہ زن ہین اون کا دامن پکڑکر مشہد کی سڑک ایک تنگ دہانہ مین واخل ہوتی ہے جسے دربند کاردہ کہتے ہین۔ اس دہانہ کے اندر ندی اپنی لہریا چال کے ساتھہ درہ کی عمودی دیوارون کی پائین کو کرتی ہوئی جارہی تہی دونون طرف پہاڑیون کے زیرین پہلوؤن پر عظیم الشان کنگرہ نما چوٹیان جو ہزار سے لیکر ڈیڑہ ہزار فیٹ تک بلند ہون گی۔ خلا سے باتین کررہی تہین۔ جو جو حیرت انگیز مناظر گزشتہ ہفتہ کے اثنا مین میرے دیکہنے مین آئے۔ اس گہاٹ کا وحشت زا شکوہ اون مین سے کسی سے کم نہ تہا اور رہ رہ کر میرے دل مین یہ خیال آتا تہا کہ وہ لوگ جو جبال الپس کے درون کی تعریف مین ہرزہ درائی کیا کرتے ہین (گو وہ درے برف اور یخ کے لاثانی سانچے مین ڈہلے ہوئے ہی کیون نہون) اگر ان مین ایشیا کے اس ان دیکہے گوشہ مین سفر کرنے کا اتفاق ہو تو قدرتی مناظر کے ایسے حیرت انگیز تسلسل کو دیکھہ کر جن مین سے ہر ایک کسی معروف تر سرزمین مین سیاحون کے ایک جم غفیر کو اپنی طرف کشان کشان سے لے آتا اونکی بہی عقل چکر مین آجائے گی۔

خراسان کے شمالی و مشرقی حصہ کے مناظر

اس مقام پر پہونچکر ہم نے پہاڑون کو خیرباد کہی اور اوس میدان کے مشرقی سلسلہ کی بادیہ نوردی شروع کی جہان سے ایک ہفتہ پہلے بہ مقام رادکان روانہ ہوکر ہم داخل کوہستان ہوئے تہے۔ پس بیجا نہ ہوگا اگر مین اپنے تصور کی نگاہ اون مناظر اور حوالی پر

ڈالون جنکے درمیان مین ایران کی سرزمین مین داخل ہونے کے زمانہ سے لیکر ابتک سفر کر رہا تہا اور جو شمالی و مشرقی خراسان کی سب سے زیادہ غیر معروف اور باین ہمہ سب مین افضل مثال کے طور پر پیش کی جا سکنے والی خصوصیات پر محتوی ہین۔ جو نقش کہ ان خصوصیات نے میری لوح تصور پر ثبت کئے اون کا خلاصہ اپنے سفر کے حالات کا اعادہ کئے بغیر میئے اخبار ٹائمس مین حسب ذیل قلمبند کیا تہا:۔

"کوچان سے روانہ ہونے کے بعد مین پہاڑون مین مشرق کی طرف روانہ ہوا اور خراسان کے اس چٹیل اور عسیر المرور گوشہ کی کوہستانی وادیون مین دشت پیمائی کرتا پھرا۔ چونکہ خیمہ و خرگاہ اور خچرون کے ساتھ ہونے کی رکاوٹ ایسی نہ تہی کہ مین پچیس میل روزانہ سے زیادہ سرعت کے ساتھ سفر کر سکتا لیکن پھر بھی اس دلچسپ ملک مین جہان بہت کم سیاح آئی ہون گے۔ مجھے کامیابی کے ساتھ دو سو میل کی مسافت طے کرنیکا موقع ملا جو گاؤن رستے مین پڑے اون مین سے اکثر کے نام کسی انگریزی نقشہ پر موجود نہین ہین اور صرف چند بڑے بڑے یا معروف تر مقامات مثلاً قلات نادری کے مشہور قلعے وغیرہ کے نامون سے اہل یوروپ کے کان آشنا ہین۔ یہ ایک تعجب انگیز بات ہے کہ ان مقامات مین کسی امر کے متعلق بھی قابل اعتبار اطلاع آسانی سے نہین ملسکتی۔ علی الخصوص مقامات کے درمیانی فاصلہ کا حال جسکی تحقیق مین کسی قسم کا بھی تکلف نہ ہونا چاہیئے۔ معلوم ہونا نہایت مشکل ہے۔ ایک فرسخ جو برائے نام چار میل کا ہوتا ہے اس ملک مین پیمایش کی ایک ہی اکائی ہے لیکن مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس کا معیار معین نہین۔ دو سے لیکر پانچ میل

کا ہوتا ہے اس ملک مین پیمایش کی ایک ہی اکائی ہے لیکن مجھے تجربہ سے معلوم ہوا
کہ اس کا معیار معین نہین۔ دو سے لیکر پانچ میل تک اس سے مراد ہوسکتی ہے۔ مجھے
یہان ایک معمولی سی بات سے کہ جب کوئی شخص کسی سے پوچھتا ہے کہ فلان مقام کتنی
دور ہوگا تو وہ جواب دیتا ہے کہ یہی نصف فرسخ۔ حالانکہ اس سے اوسکی مراد فرسخ کی کسر
سے ہوتی ہے جس کے ایک سے لیکر ساڑھے تین میل تک ہوسکتے ہین۔ جن مناظر کے
درمیان مجھے سفر کرنیکا اتفاق ہوا اور جو شمالی و مشرقی خراسان کے تمام حصہ مین پھیلے ہوئے
بیان کئے جا سکتے ہین وہ اپنی طبعی خصوصیات کے لحاظ سے نمایان طور پر یکرنگ ہین
بلند پہاڑون کے متعدد سلسلے جن کا محور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف مائل ہے
ایک دوسرے کے متوازی متفاوت فصل سے چلے جاتے ہین۔ ان سلسلون کے
درمیانی قعر زیادہ شمالی حصون مین عمیق دہانے ہوتے ہین جو اپنی تہ مین ایک سیل کی گذرگاہ
سے زیادہ گنجایش نہین رکھتے حالانکہ جنوب کی طرف یہی قعر چوڑے ہوکر وادیان بنجاتے
ہین جنھین پہاڑی ندیان سیراب کرتی ہین اور جن مین جابجا گاؤن آباد دکھائی دیتے
ہین حتی کہ یہی وادیان آگے جاکر وسیع اور زرخیز میدانون کی شکل مین منتقل ہوجاتی ہین۔
جیسے شمال مین کوچان اور کوہ بنالود کے جنوب مین نیشاپور کا میدان۔ حاجب گھاٹیان
کوہستان کی اس ریڑھ کو بسا اوقات زاویہ قائمہ بنائی ہوئی قطع کرتی ہین جس سے ایک
وادی سے دوسری وادی مین جانے کا راستہ پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ گھاٹیان دفعۃً پیدا
ہوجانے کے باعث اور اپنی انوکھی عظمت و شان کے لحاظ سے دلپر کچھ عجب بیخود

کر دینے والا اثر ڈالتی ہین - ہر ایک مین بیسیون ایسے اپنے محفوظ اور مستحکم مقامات پائے
جاتے ہین - جن پر حملہ کیا جانا امکان سے خارج ہے اور [illegible] نہین سمجھتا [illegible] کہ کسی اور
حصہ مین حد انتہا سے نیچے کا کوئی طبقہ بھی کوہستانی مناظر مین وحشت زا اور ہیبت ناک
ہو - [illegible] مین [illegible] ہمسر ہوگا - بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ان [illegible]
سیل کی ایک [illegible] سا جس مین پڑی ہوئی چٹانین بکھری پڑی ہوئی ہین [illegible]
کی اجازت دے - اور دہانون کی عمودی دیوارین بسا اوقات پانچ [illegible] سے لیکر [illegible]
فیٹ تک اوپر کو اوٹھی ہوئی چلی جاتی ہین - بلند تر پہاڑون پر روئیدگی کا نشان [illegible] ہوتا
اور اونکی عریانی اور پتھریلا پن طبیعت کے لئے کبھی مرغوب نہین ہوسکتا - البتہ [illegible]
چوٹیان سنگریزون کا طرہ سر پر لگائے اپنی رفعت و شکوہ کی شان دکھاتی ہین اور کبھی
کبھی ایسے محویت انگیز قدرتی نظارے دیکھنے مین آجاتے ہین جیسے قلات کی جنوبی وادیان
زراعت قریباً وادیون کی تہون مین ہی محدود ہے اور وہان اس کا دارومدار اون قلیل البضاعت
ندیون اور نالیون پر ہے جو آبپاشی کے لئے کہود کر کہیتون تک پہونچائی جاتی ہین -
ہر ایک گاؤن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک خاکستری رنگ کے ریگستان مین ایک لہلہاتا
ہوا مرغزار ہے اور کچی مٹی کے غلیظ جہونپڑے جن کے گرد آلود دامن مین ہرے
سفیدون اور تر و تازہ میوہ کے درختون کی جہالر لگی ہوئی ہے - مسافر کو ویسی ہی تازگی بخشتی
ہین - جیسے انگلستان کا زیادہ سے زیادہ آرام دہ گہر -

حیات بہیمی و انسانی



ربرداری کے جانور ان پہاڑی دیہات مین نہایت چھوٹے چھوٹے
مٹیالے رنگ کے گدہے ہوتے ہین - اونٹ صرف قافلون کے ہمراہ دیکھنے مین
آتے ہین اور گہوڑا تو غریب لوگ رکھہ نہین سکتے - پہاڑیون کے خشک پہلوؤن پر
جو تہوڑا بہت سبزہ ہوتا ہے اوسپر کالی بہیڑون اور بکریون کے ریوڑ جو عظیم الجثہ کتون کی
نگرانی مین ہر جگہ دیکھنے مین آتے ہین پلتے ہین - اس لئے گوشت کی یہان ارزانی
اور بہتات ہے - کالے بیل لکڑی کے بہدّے ہلون مین جتے ہوئے نظر آتے ہین
لیکن ان ہلون مین لوہے کی پہال چڑہی ہوئی نہین ہوتی - مگر یہ عجیب تماشا ہے کہ بیل تو ہر جگہ
نظر آتے ہین لیکن گائین اور دودہ ہر ایک گاؤن مین دستیاب نہین ہوتا - مرغیان البتہ کثرت
سے ملسکتی ہین جہان جاؤ تین پنس (تین آنے) مین ایک لے لو - وادی کوچان مین
ہر قسم کا میوہ بافراط ملتا ہے مگر شمال کی طرف مجھے ذرا بھی میوہ نہ ملسکا - چانول کسانون
کی عام غذا تھی - یہ کسان لوگ دیکھنے مین وجیہ و شکیل اور توانا معلوم ہوتے تہے اور شہری
ایرانیون سے بالکل مختلف تہے نسل کے اعتبار سے وہ ایرانی نہین تہے بلکہ ترکمان یا
ترک معلوم ہوتے تہے اور صورت شکل مین بہی وہ اتنے ایرانیون سے نہین ملتے جلتے
جتنے انگورن اور تاتاریون سے - سر پر وہ بہیڑ کی کہال کے کنٹوپ پہنتے تہے جو ترکمانی
وضع کے نہ تہے بلکہ چند وسے پر سے کم بلند تہے - اونکی ٹانگون پر کرمچ کی پٹیان سیکے
چمڑے کے تسمون سے بندہی تھین اور پاؤن مین وہ گائے کی کہال کے ڈہیلے

جوتے کہ وہ بھی اسی طرح سے بذریعہ تسمون کے بندہے تھے پہنے ہوئے تھے۔ عورتین ہر جگہ دیکھنے مین آتی تہین مگر بالعموم اون سب کے چہرے احتیاط کے ساتھ چھپے ہوئے تھے نہ کسی نقاب سے بلکہ اوپر کی سوتی چادر کے ذریعہ سے جو چہرہ کے حصہ زیرین پر کھینچ لیجاتی تہی۔ جن عورتون کے دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا وہ قبل از وقت بڈھی اور بدصورت ہوچکی تہین مگر یہ مشرق کا افسردگی خیز قانون ہے جس سے مفر نہین ہے

طبعی خصوصیات



کچھ اوپر بیان کیا جاچکا ہے اور یہان اس سرزمین کے پہاڑون کی خاص ساخت کے متعلق مین ایک دو باتین اور ایزاد کیا چاہتا ہون۔ اول تو جو خطوط دریاؤن کے طاسون کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہین وہ شاذونادر ہی بلند ترین سلسلہاے کوہ یا چوٹیان ہوتی ہین۔ اس کی مثالین ادن دونون خطوط الانقسام کی صورت مین ملینگے دیکھیں جو اٹک یعنی ماوراءالنہر اور کوچان۔ اور کوچان و مشہد کی ندیون کے طاسون کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہین یا دوسرے الفاظ مین یون کہیے کہ اون دونون ندیون کے طاسون کا انفصال باہمی بذریعہ تقسیم قدرتی جو علی الترتیب بحیرہ اخضر اور ہری رود مین جاملتی ہین۔ دوم یہ کہ بجاے اسکے کہ دریا سلسلہاے کوہ کے محور کے متوازی جائین یا یون کہیے کہ جو عمیق وادیان اون کے درمیان واقع ہون اون مین بہتے ہوئے اون کو نین پر سے اپنا رخ بدل لین۔ جہان پہاڑ کی ریڑھ مین خم آجاتا ہو وہ سلسلہاے کوہ کو زاویہ قائمہ بناتے ہوئے قطع کرتا چاہتے ہین اور قدرت نے اس غرض سے

جوف کہسار مین ایسی ایسی دراڑین اور شگاف پیدا کردے ہین جو خود یہ دریا کبھی پیدا نہ کرسکتے
اسکے علاوہ ان دراڑون کے دیکھنے سے نہین معلوم ہوتا کہ یہ پانی کی قوت روانی کی
عمل سے ترکیب پذیر ہوئے ہین۔ بلکہ قیاس اس بات کو چاہتا ہے کہ ابتدا مین کرسی زمین
کے اُٹھتے وقت شدت کے کھچاؤ یا تناؤ کی وجہ سے یہ شگاف پیدا ہوگئے۔

ہمارا مشہد کے قریب پہونچنا



ہم ایک دفعہ میدان مین پہونچ گئے تو مسافت جلد جلد قطع ہونی شروع ہوئی
اور ہم نے اندروخ اور رزان کے دیہات کو جو پانی کی فراوانی اور زراعت کے ایک
وسیع رقبہ کی نعمتون سے بہرہ ور نظر آتے تھے یکے بعد دیگرے اپنے پیچھے چھوڑا۔ اس
پہنائے عظیم کے بعید ترین جنوبی حصون مین مشہد کے عقب کے پہاڑ اپنی نوکیلی پشت
کی مجزا چٹانون کا بھیانک روپ دکھا رہے تھے۔ مین نے ٹکٹکی باندھ کر اس امید مین
اس طرف دیکھنا شروع کیا کہ مقدس امام کے مزار کا سنہرا گنبد اور اوس کے مینا اس فاصلہ
سے مجھے نظر آجائین۔ بتدریج غبار کے مرغولے اوپر کو اوٹھنے لگے گویا کہ دریچہ افق پر رنگین
پردہ پڑا تھا جسے طناب مین اوپر کھینچ رہی تھین اور اول تو ایک فوری چمک اور پھر ایک دیر
تک قایم رہنے والی جھلملاہٹ نے مجھے بارہ یا پندرہ میل کے فاصلہ پر سنہرے کلس
کی جھلک دکھادی۔ اگرچہ اس نظارہ کو دیکھکر میرے قلب پر اوس صاحب عقیدت زایر
کی سی وجدانی کیفیت طاری نہین ہوئی جو صدہا بلکہ ہزارہا میل کا صعوبت ناک سفر طے
کرکے اس مقدس مقام کو دیکھنے آتا ہے اگرچہ مین نے فرط عقیدت سے "یا علی" اور

"یا حسینؑ" کے پرجوش نعرے نہین بلند کرے۔ اور اگرچہ مین نے اپنے دامن کو پارہ پارہ کر کے عابد وزاہد شیعون کے دستور کے موافق قریب ترین جہاڑی پر نہین لٹکا دیا۔ تاہم مین نے اس منظر کو اوس گہری دلچسپی اور محویت سے دیکھا جو اس مشہور و معروف شہر کے شنیدہ اور خواندہ حالات کے علم کی وجہ سے مجہہ مین پیدا ہو گئی تہی اور اپنے گہوڑے کو مہمیز لگا کر جسقدر جلد مجہہ سے ہو سکتا تہا مین نے اوس میدان کو جو میرے اور میری منزل مقصود کے درمیان حائل تہا قطع کرنا شروع کیا۔

ایک حادثہ

باد گلدی اور مین گہوڑے ڈپٹاتے ہوئے آگے آگے جا رہے تہے اور اوسکا اشہب "گلدم" اپنی جولانی کے زبردست کرشمے دکہا رہا تہا کہ اپنے پیچہے کے ساتہیون کے گہوڑیون کی ٹاپون کی آواز کا یکلخت موقوف ہو جانا مجہے محسوس ہوا اور مینے پلٹ کر دیکہا کہ کیا ماجرا ہے۔ دو سو گز کے فاصلہ پر گرگوری کا عراقی چارون شانے چت ہوا مین دولتیان پہینک رہا تہا۔ اس کا بوجہ چارون طرف زمین پر بکہرا پڑا تہا اور ناشاد ارمنی اپنے آپکو گہوڑے کے تلے سے بدقت تمام نکال رہا تہا اور موتہہ بسور بسور کر اپنے گہٹنے کو مل رہا تہا۔ ایک طرف کو رمضان علی خان بہی خاک دہول مین اٹا ہوا پا پیادہ اپنے گہوڑے کے پیچہے بدحواسی کے عالم مین جا رہا تہا اور گہوڑا افراٹے بہرتا ہوا نگاہ سے غایب ہونے کو تہا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گرگوری کا جانور زیادہ خستہ و ماندہ ہو جانے اور جو بہاری بوجہ اوس پر لدا ہوا تہا اوسکو لیکر

ہمارے ساتھ تھے وہ تیزی سے نہ دوڑ سکتے تھے۔ بالشت سکندری کہا کر نیچے گر پڑا اور گرگوری اوسکے تلے دب گیا اور افغان جب اپنے ساتھی کو اس مصیبت سے نجات دینے کے لئے گھوڑے سے نیچے اوترا تو گھوڑے نے اوسکے سر پر ایسی دولتی جہاڑی کہ وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ قصہ مختصر تہوڑی دیر میں سب چیزیں درست ہو گئیں اور سست روؤن کو پیچھے چھوڑ کر مین نے پھر گہوڑا اوڑایا۔ شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہم ایک مضبوط اور گیارہ محرابون کے بلند پشتہ پل پر پہونچے جو کشف[۱] رود کی حقیر سی ندی پر بندھا ہوا ہے۔ یہ پل جس کا نام پل شاہ ہے ندی کے کاہیدہ حجم سے کچھ بھی مناسبت نہ رکھتا تھا۔ ندی کا پاٹ اس مقام پر صرف پچیس فیٹ تھا اور پانی کی روانی بہ مشکل محسوس ہوتی تھی۔ پل کی مغزبندی ابتداءً گول سنگریزون سے کی گئی تھی۔ لیکن ایران مین جو حالت کسی اور اچھے کام کی ہوتی رہی وہی اس مغزبندی کی بھی ہوئی سنگریزے غایب ہو گئے اور یہ شکستہ گذرگاہ بجائے فائدہ رسان ہونے کے اور اولٹی مسافرون کی ٹانگین توڑتی ہے۔

خواجہ ربیع کا مزار

ایک میل کی مزید مسافت طے کرنے کے بعد ہم خوجہ (یا خواجہ) ربیع کے مقبرہ کی چاردیواری

[۱] یہ ندی (جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قدیم فارسی مین کشف کچھوے کو کہتے ہین) جس کا نام آب مشہد بھی ہے اور جسے بعض دفعہ قراسو (آب سیاہ) کہتے ہین چشمہ گیلاس سے جو چناران اور رادکان کے درمیان ایک دلدل ہے نکل کر وادی مشہد کے تالون اور سیلون کو جمع کرتی اور ملک دربند (درۂ سفید) مین سے گذرتی ہوئی پل خاتون واقع سرحد روس کے نیچے سے نکلتی ہے اور یہان پہونچکر دریائے ہری رود سے ملتی ہے ان دونون کے اتصال سے دریائے تجند پیدا ہوتا ہے۔

کے پاس پہونچے۔ یہ ایک بزرگ تھے جنکی نسبت بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے دوست تھے اور بعض کہتے ہین کہ امام ممدوح کے اوستاد تھے۔ اور اونہین اسی مقام پر بخیال قرب حضرت امام دفن بھی کیا گیا ہے۔ مقبرہ کے گرد ایک باغ ہے جس مین کثرت سے درخت موجود ہین اور داخل ہونیکا راستہ ایک رفیع الشان پھاٹک ہے جسکے جوف مین محراب دار طاقون کے اندر کچھ حجرے بنے ہوئے ہین۔ حوالی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا تھا کہ مشہد کے لوگ فرصت کے اوقات مین تفریح طبع کے لیے یہان آیا کرتے ہین اور فی الحقیقت مضافات شہر کا کوئی حصہ اگر دلچسپی کے اعتبار سے سربرآوردہ ہے تو وہ یہ ہے۔ اس خیال سے کہ اس عمارت کے اندر ایک مسجد بھی ہے اور اسلیئے اسپر مذہب کا رنگ چڑھا ہوا ہے مین نے اسکے اندر داخل ہونیکی کوشش نہین کی بلکہ باہر سے اس کی ایک عکسی تصویر لے لی۔ ابعدمین مین نے سنا کہ مقبرون مین ہر خاص و عام کو جانے کی اجازت ہے موجودہ عمارت اصلی مقبرہ نہین بلکہ اوس کتبہ کے مضمون سے جو اس پر ثبت ہے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عباس اعظم نے اسکو ایک قدیم تر عمارت کے آثار پر تعمیر کیا تھا۔ اسوقت اس کی مکرر تجدید عمل مین آرہی تھی۔ عمارت چارون طرف سے پاڑون سے گھری ہوئی تھی اور قبہ کے بیرونی حصہ کی نیلی اینٹین جن مین سے اکثر کا رنگ اوڑ گیا تھا اور بہت سی اکھڑ گئی تھین اون کی مرمت راج مزدور کر رہے تھے میکگریگر ۱۸۷۵ء مین اسکے خشتی کام کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایران کی دوسری تمام عمارات کے اس قسم کے کام سے یہ کام اچھا ہے۔ مگر اس کا بھی اکثر

حصّہ ضایع ہوگیا تھا اور قبہ کے ڈھلاؤ کے شروع ہونے کے مقام سے نیچے کسی زمانہ
مین جو منبّت کاری تھی - اوسکے اب صرف کچھ نشان رہ گئے ہین - اسکے قریب ہی حکمران
خاندان کے بانی آغا محمد شاہ کے باپ فتح علی خان قاجار کا مقبرہ ہے - نادر شاہ اوس کا
دشمن ہوگیا تھا اور اوسی کے حکم پر آغا محمد شاہ کی گردن ماری گئی تھی -

ہمارا مشہد مین داخل ہونا



جلد سڑک مٹی کی خاک آلودہ دیوارون مین سے گزرتی اور چھوٹی چھوٹی خندقون
کو جو مشرق کے تمام شہرون کا عام بیرونی منظر ہوا کرتی ہین عبور کرتی ہوئی بڑہی - شہرپناہ
کا لمبا سلسلہ اب ظاہر ہوا جسکے اوپر جا بجا برج بنے ہوئے تھے اور جو چارون طرف
ایک پایاب خندق سے گھری ہوئی تھی - پھاٹک مین سے گذر کر جہان ایک میلے کچیلے
کپڑے پہنے ہوئے جوان نے معًا اوٹھکر اپنی بندوق کی نمایشی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ
سلامی اتاری - ہم کوئی آدھ گھنٹہ تک اون خالی خولی اور دلچسپی سے معرّا گلیون کو گھوڑے
پر سوار طے کرتے رہے جو مشرق کے عظیم الشان سے عظیم الشان دارالسلطنت کے
پانچ مین سے چار حصون کا سرمایہ ہوا کرتی ہین اور خیابان یعنی مشہد کے وسطی بازار مین
سے گزرنے کے بعد (جسکا زیادہ تفصیلی حال باب آیندہ سے متعلق ہے) مین ایک
پست دروازہ کے سامنے جا ٹھیرا جس پر ایک بہت بڑے رنگے ہوئے سپر نما تختے
پر گورنمنٹ برطانیہ کا نشان منقوش تھا جس سے اس بات کا پتہ چلتا تھا کہ ملکہ معظمہ کا
قونسل جنرل اور وایسرائے کشور ہند کا ایجنٹ یہان رہتا ہے - ایک منٹ نہ گزرنے پایا

تھا کہ کرنیل چارلس اسٹوارٹ سے مینٹے تپاک کے ساتھہ ہاتھہ ملانے مین اپنے آپکو مصروف پایا۔

کاردہ سے مشہد تک کی منزل کا فاصلہ ۸ فرسخ بیان کیا جاتا ہے مگر حقیقت مین ۴۴ میل سے زیادہ نہین۔ نظربران قلات سے مشہد تک کا راستہ حسب ذیل ہے۔

	فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
قلات نادری سے واردہ تک	۵	۲۰
واردہ سے کاردہ تک	۷	۲۶
کاردہ سے مشہد تک	۸	۲۴
میزان	۲۰	۷۰

قلات کو جانے اور وہان سے آنیکے مزید راستے

قلات سے درگز (براہ ارچنگان ۷۰ میل)۔ کرنل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاوڈز ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحات ۲۱۰ الی ۲۲۹ + سر سی میکگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۶۳ الی ۷۵۔

قلات سے مشہد (براہ کان گوشہ و قراتیغان)۔ ان دونون راستون مین جو چاہین اختیار کر سکتے ہین۔ سر سی میکگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم ضمیمہ دوم۔

ساتوان باب

مشہد

"اقوام کے مذاہب اور زمانہ کے مشاہیر کی کچھ نہ کچھ تعظیم یقیناً ہم پر واجب ہے"

گبن "ڈکلاین اینڈ فال آف دی رومن امپایر" (زوال و خاتمہ سلطنت روما)

مشہد کے مورخین سابق

گذشتہ پچاس سال سے متعدد یورپین لوگون نے مشہد کا سفر کیا ہے اور تفصیلی یا اجمالی طور پر اوسکے حالات بیان کئے ہین۔ ان مین انگریزونکو کیا بلحاظ خوبی تصنیف اور کیا بلحاظ تعداد فوقیت حاصل رہی ہین اونکے نامون اور نیز تصانیف[۱] کی فہرست درج ذیل

---

[۱] جے۔ بی۔ فریزر (۱۸۲۲ء) "جرنی ان ٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب ہفدہم + لفٹنٹ۔ اے کونولی (۱۸۳۰ء) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان کا سفر)۔ جلد اول۔ باب دہم + ڈاکٹر جے۔ والف (۱۸۳۱ء و ۱۸۴۳ء) "ٹریولس اینڈ ایڈونچرس اینڈ نیریٹو آف اے مشن ٹو بخارا" (حالات سیاحت و سرگذشت و داستان سفارت بخارا) + سر اے۔ برنس (۱۸۳۲ء) "ٹریولس ان ٹو بخارا" (سفر بخارا)۔ جلد سوم۔ باب چہاردہم + جے۔ پی فیریر (۱۸۴۵ء) "کاروان جرنیز" (سفرہائے کاروان) باب نہم + این۔ ڈی۔ خانیکاف (۱۸۵۸ء) "میمائر سر لا پارٹی مریدیونیل دی لا ایسی سنترل" (تذکرہ اقوام علاقہ جنوبی وسط ایشیا) بزبان فرانسوی)۔ صفحات ۹۷۔ الی ۱۰۸ + "مشہد لا سنٹا سیٹنا۔ آی۔ ال سو ٹریشو ریو ——

کرتا ہون تاکہ اگر ناظرین کسی خاص زمانہ یا کسی خاص شخص کے حالات دریافت کرنا چاہین -
تو وہ ان کتابون کی مدد سے اپنی ضرورت پوری کر سکین - اگر مین نے مشہد کے حالات
لکھکر ان مورخین کی تعداد مین ایک کا اور اضافہ کیا ہے - تو اس سے میرا یہ مقصد نہین
کہ جو درجہ اپنی مساعی کے لحاظ سے اونہین حاصل ہے اوسپر مین تصرف کرون بلکہ میری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۷ - ای - بی - ایسٹ وک (۱۸۶۲ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" - (ایک سفر کا روز نامچہ)
جلد دوم - صفحات ۲۰۰ - الی - ۲۳۳ + اے - ویمبری (۱۸۶۴ء) "لایف اینڈ ایڈونچرس" (حیات و سرگذشت
باب بست و ہفتم + "وُ" مین واںڈرنگن انڈار لیبنس ان پرسین" (میری سیاحت او قیام ایران مین) + کپتان - ایچ - سی - مارش
(۱۸۶۲ء) "رائڈ تہرو اسلام" - (سفر دنیاے اسلام بذریعہ سواری اسپ) - صفحات ۹۸ - الی ۱۱۲ + جماعت
مامورۂ تصفیہ سرحد سیستان (۱۸۷۲ء) (۱) کرنیل ایون - اسمتھ - "السٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول
صفحات ۳۵۷ - الی - ۳۶۶ - (۲) ڈاکٹر - ایچ - ڈبلیو - بیلیو "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائیگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ)
صفحات ۳۶۰ - الی - ۳۶۸ + کرنل - ویلنٹاین - بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ" - (گھٹا مشرق
مین) - باب دہم + سر - سی - میک گریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تہرو خراسان" - (سفر خراسان) جلد اول صفحات
۲۷۷ - الی - آخر کتاب معہ نقشہ شہر صفحہ ۲۸۴ + سجے - بیسٹ (۱۸۷۸ء) - "پرشیا - دی لینڈ آف اِمامس"
(ایران یعنی سرزمین ائمہ) - صفحات ۲۲۱ - الی - ۲۳۵ + ای - اوڈونوون (۱۸۸۱ء) - "دی مرو اوسس" -
(گلشن مرو) - جلد اول - باب بست و ہشتم و بست و نہم - جلد دوم - باب سیم + پی - لسار (۱۸۸۲ء) "پیپر منس
منتہی لسنگن" - ۱۸۸۴ء - باب ہشتم + لفٹنٹ - اے - سی - ییٹ (۱۸۸۵ء) "ٹراولس
ودّ دی افغان باؤنڈری کمیشن" (داستان سیاحت بہمرہی جماعت مامورۂ تصفیہ سرحد افغانستان) - باب دہم +
مشہد کے اس صدی سے پہلے کے حالات مختصر اور منتشر ہین - لیکن ۱۷۴۱ء مین اس شہر کے دلچسپ حالات
عبدالکریم کی کتاب "وایج دی لا اندآ مکہ" (سفر از ہند تا مکہ) کے صفحات ۴۸ و ۷۰ - الی - ۷۴ مین پائے جاتے ہین -

غرض و غایت ان مساعی کا تکملہ کرنا ہے۔ جو کچھ یہ لوگ بہ طرز احسن بیان کر چکے ہین اوسکے اعادہ سے مین بہ حد امکان احتراز کرونگا اور جہان تک ممکن ہوگا ماخذ اصلی کو وثوق و یقین کی نظر سے دیکہونگا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی میرا یہ کام ہوگا کہ جہان جہان ان مورخین سابق نے غلطیان کی ہین اون کی اصلاح کرون اور مشہد کی تصویر کو آج تک کے واقعات سے قلمبند کرنے سے خط و خال اور نوک پلک سے ٹہیک کرون۔ مشہد مین ملکہ معظمہ کے ایک سرکاری نائب کے مستقر ہی کا ہونا اس کی تاریخ مین ایک اہم واقعہ ہے

تاریخ

اس مقدس شہر کے خاص خاص حالات کا ذکر مین نہایت اختصار کے ساتھ کرونگا۔ اسکے نام (مشہد[۱] جسکے معنی مقام شہادت کے ہین) اور اس کی شہرت کا باعث یہ واقعہ ہے کہ نوین صدی عیسوی مین حضرت امام موسی رضا علیہ السلام جو بارہ ائمہ مین سے بہ لحاظ سلسلہ آٹہوین ہین یہان سپرد خاک کیے گئے۔ افواہاً یہ سنا جاتا ہے لیکن اسکی بظاہر کوئی اصلیت نہین معلوم ہوتی کہ خلیفہ مامون الرشید مشہور خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے نے جسکا دار الخلافہ مرو تھا حسد کی وجہ سے امام صاحب کو جو اوس وقت شہر طوس مین جو موجودہ مشہد سے پندرہ میل کے فاصلہ پر واقع تھا رہتے تھے زہر آلود انگور کھلا کر شہید کرا دیا۔ لیکن ایک اور روایت اسطرح سے ہے کہ امام ممدوح نے طوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۸۔ اس کتاب کا ترجمہ فرانسوی زبان مین موسیو لینگلے نے کیا۔

[۱] مشہد اسم ظرف مکان ہے جسکا مادہ شہد ہے۔

رہی ہین طبعی طور پر انتقال فرمایا۔ یہ نہین کہا جا سکتا کہ ان دونون روایتون مین سے سچی کونسی ہے۔ بہرحال امام صاحب کی نعش موضع صنع آباد مین جو مشہد کے قریب واقع ہے ایک روضہ کے اندر دفن کی گئی۔ شہادت کی روایت کا ایک عجیب ضمیمہ یہ بھی ہے کہ مامون کے جلیل القدر باپ ہارون الرشید کا مقبرہ بھی یہین ہے۔ صنع آباد بتدریج مذہبی کشش اور زیارت کا مرکز بن گیا اور ابن بطوطا نے جو ۱۳۳۳ء کے قریب سفر کرتا ہوا یہان آیا دیکھا کہ امام صاحب کی مسجد موجود ہے اور اوس کی نہایت درجہ تعظیم کی جاتی ہے[۱]۔ ۱۴۰۴ء مین جب ہسپانیہ کا رفیع الشان سفیر ڈان رائی گانزیلز ڈی کلاویجو تیمور کے دربار سمرقند کو جاتے ہوئے مشہد سے گزرا تو اوس نے بھی یہی واقعہ بلند کیا[۲]۔ تیمور کے سب سے چھوٹے بیٹے شاہ رخ نے بعد مین اس مزار کو مزین و آراستہ کیا اور اوس کی بیگم

[۱] اوس کا بیان حسب ذیل ہے:۔ "مشہد الرضا ایک وسیع اور آباد شہر ہے جہان میوہ افراط سے پیدا ہوتا ہے۔ مشہد (یعنی روضہ) پر ایک بہت بڑا قبہ ہے جو حریر کے غلاف اور طلائی شمعدانون سے مزین ہے۔ قبہ کے نیچے حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے مقابل خلیفہ ہارون الرشید کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرہ پر شمعین روشن کی جاتی ہین۔ لیکن جب شیعان علی زیارت کے لئے یہان داخل ہوتے ہین تو وہ ہارون الرشید کے مدفن کو ٹھکراتے ہین مگر حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار پر درود و سلام بھیجتے ہین" اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ چودہوین صدی مین جس طرح یہ مقام شیعون کی زیارتگاہ تہا اوسی طرح سنی بھی یہان زیارت کرنے کو آتے تھے۔

[۲] اوسکا یہ بیان ہے:۔ "حضرت امام رضا علیہ السلام ایک بڑی مسجد کے اندر ایک بڑے مقبرہ مین دفن ہین جسپر چاندی کا ملمع چڑہا ہوا ہے۔ اس مزار کی وجہ سے یہان ہر سال کثیر التعداد مسافر اطراف و اکناف عالم سے آتے ہین۔ جب زائر یہان پہونچتے ہین تو سواری پر سے اترکر خاک کو بوسہ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم مقام مقدس پہونچ گئے" جلد مطبوعہ عہد پر کلوٹ سوسائٹی۔

گوہر شاد نے وہ عالی شان مسجد تعمیر کی جو ابھی تک اسکے برابر کھڑی ہے۔لیکن کہین سولہوین صدی کے شروع مین جاکر جبکہ حکومت خاندان صفوی کے حصہ مین آئی مشہد عالمگیر شہرت کا مرکز بنا۔ مذہب شیعہ کو قومی مذہب قرار دینے کے بعد نئے فرمانرواؤن کے لئے یہ امر نہایت ضروری تہا کہ وہ کوئی ایسی متبرک زیارت گاہ مقرر کرین جو اون زائرون اور روپیہ کو جو مکہ معظمہ کی طرف کھنچا ہوا چلا جاتا تہا۔ اپنی طرف کہینچ لائے اور تمام شیعون کی حرارت دینی کا منبع اور مصدر ہو۔ چنانچہ جس طرح جروبوم نے دان اور بیتھل مین طلائی گوسالے اس غرض سے رکہہ دئے تہے کہ اسرائیلی زایر یورشلیم سے منحرف ہو جائین اسی طرح شاہان اسمٰعیل طہماسپ اور عباس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مسجد کو سیم وزر اور اوقاف سے مالامال کردیا۔ یہ فرمانروا خود بھی یہان آتی تہے اور بعض دفعہ اقامت پذیر ہوتے تہے[1]۔ غرضکہ اون کی مساعی سے یہ مقام دنیائ ایران کا مکہ بن گیا اور اب تک ہے۔ اس مین شک نہین کہ شیعون کے متبرک مقامات مین مشہد کا شمار درجہ اول مین نہین ہے۔ کیونکہ جسطرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلعم

[1] عباس اعظم کے زہد و اتقا کے ثبوت مین یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ اپنے کل دربار کے ساتھ اصفہان سے مشہد تک برابر پیدل چلتا ہوا آیا دربار کے ہیئت دان نے کل فاصلہ کو ایک رسی کے ذریعہ سے ناپا جسکی روسے یہ فاصلہ ۱۹۹ فرسخ اور کچھہ کسر قرار پایا۔

۲۔ اسی قسم کی روایت شہنشاہ اکبر کی نسبت بھی بیان کی جاتی ہے۔ اوس عقیدت اور ارادت کے لحاظ سے جو اوس کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے تہی وہ پیادہ پا معہ بادشاہ بیگم کے آگرہ سے چلکر اجمیر شریف تک آیا تہا بلکہ یہان تک بیان کیا جاتا ہی کہ وہ متعدد مرتبہ اسی طرح اسقدر مسافت طے کرکے اجمیر شریف کی زیارت کو آیا۔ مترجم

کے داماد اور شیعی عقاید کے بموجب دین کے حقیقی پیشوا) اور اونکے فرزند حضرت امام حسینؑ شہید بلحاظ تقدس حضرت امام رضا علیہ السلام پر فوقیت رکھتے ہین اسی طرح اون کے مزار بھی جو نجف اور کربلا مین واقع ہین مشہد والے روضہ سے زیادہ متبرک ہین۔ لیکن نجف اور کربلا دونون کے دونون ترکی علاقہ اور اس لحاظ سے ایک غیر سرزمین مین واقع ہین اور وہ دل بھی حب وطن کے پاک جذبہ سے بالکل معرا ہوگا جو نجف اور کربلا کی زیارت کرتے وقت یہ شوق نہ رکھتا ہوگا کہ ایران کے مذہبی مرکز مین پہونچکر اوس کی زیارت کرے اور دوگانہ بجا لائے اور مزار امام کی ضریح کو بوسہ دے[۵۱]۔ لیکن چونکہ مشہد سرحد توران سے اس قدر قریب تہا اس لئے یہ ترکمانی تاخت و تاراج اور حملہ آوری کی برابر زد مین رہتا تھا اور خراسان کے تمام سرحدی شہرون کی طرح اسکی تاریخ بھی ہنگامون اور شورشون سے بھری پڑی ہے۔ شاہ عباس کے عہد مین (۱۵۸۷ء) ایک دفعہ ازبکون نے اسکو سر کرکے لوٹا اور غارت کیا۔ اسکے بعد محمود افغان کے حملے نے اسے بہت کچھ نقصان پہونچایا۔ لیکن نادر شاہ فاتح کی سرپرستی نے اسمین پھر جان ڈالدی۔ نادر شاہ نے تخت ایران پر بیٹھنے کے بعد اگرچہ شیعہ مذہب کے عقاید ترک

[۵۱] مین نے کربلا کے ایک شیعہ سید سے پوچھا کہ مسلمانون کے متبرک مقامات کے درجہ کا سلسلہ شیعی عقاید کی رو سے کیا ہے تو اونسے حسب ذیل جواب دیا:- اول مکہ معظمہ۔ دوم مدینہ طیبہ۔ سوم نجف اشرف۔ چہارم کربلائے معلی۔ پنجم کاظمین شریف متصل بغداد شریف۔ ششم مشہد مقدس۔ ہفتم سامرہ (سُرَّ مَن رَاٰی) واقع کنارہ دجلہ۔ ہشتم۔ قم۔ لیکن اگر کوئی ایرانی شیعہ ہوتا تو وہ مشہد کا درجہ کربلا کے بعد رکھتا۔ مکہ کی زیارت کرلینے سے زایر حاجی کہلاتا ہے۔ کربلا سے کربلائی اور مشہد سے مشہدی۔

کردے تھے اور جبراً شیعہ مذہب کے استیصال کی کوشش کی تھی[۵۱] - تاہم وہ اکثر مشہد مین اپنا دربار لگایا کرتا تھا اور روضہ امام کو از سر نو تعمیر کرکے اوسے مزین و آراستہ کیا تھا - اس کے علاوہ اوسنے اسی شہر مین اپنے اور اپنے بیٹے[۵۲] کے لیے جس کی اوس نے فرط حسد بعض سے آنکھین نکلوا ڈالی تھین مزار بھی بنوائے تھے - اوس کی وفات کے بعد مشہد اوس کے اندھے پوتے شاہرخ[۵۳] کے قبضہ مین رہا جس کی کمزور حکومت کے زمانہ مین ازبکون کے آئے دن کے حملون سے اس شہر کی آبادی ساٹھہ ہزار سے گھٹ کر بتیس ہزار رہ گئی - آخر کار صدی کے خاتمہ پر آغا محمد خان قاجار خواجہ سرا نے جو ایران کے حکمران خاندان کا بانی ہے شاہرخ کو تخت سے اوتار دیا اور وحشیانہ ظلم کے ساتھہ اوسکو عذاب دے دیکر مارا - موجودہ صدی مین مشہد نے کئی دفعہ حکومت عالیہ کے برخلاف اوس نفرت کی وجہ سے جو خاندان قاجار کے ساتھہ اوسے برابر چلی آئی ہے - علم بغاوت بلند کیا - اور ان بغاوتون کے پے در پے ظہور مین آنے کی وجہ سے ایک سے زیادہ تعزیری مہمات شاہ کو بھیجنی پڑین لیکن سلطنت کے دوسرے اجزا کی طرح اب ناصر الدین نے اسکو بھی پوری طرح سے اپنا مطیع و منقاد بنا لیا ہے -

---

[۵۱] مذہب سنت و جماعت کی ترویج کا جو اقدام نادر شاہ نے کیا تھا وہ مصلحت ملکی اور حکمت عملی پر مبنی تھا جسکا مقصد یہ تھا کہ دنیائے اسلام تبریز سے لیکر دہلی تک ایک شہنشاہ کے زیر نگین ہو جائے -

[۵۲] اس بیٹے کا نام رضا قلی میرزا تھا - مترجم

[۵۳] شاہرخ اوسی رضا قلی میرزا کا بیٹا تھا جسے نادر نے اندھا کیا - مترجم

کے چشمے۔ غسل خانے۔ کپڑے دہونے کے گہاٹ۔ مرے ہوے جانورون کے مدفن۔ اور بدرو کا کام لیا جاتا ہے۔ اس کے دونون طرف چنارون۔ شہتوتون۔ اور بیدون کی بے قاعدہ اور غیر مسلسل قطارین کہڑی ہین اور ان درختون مین سے اکثر بہت ہی پست قد اور غیر شاداب[1] ہین۔ پہر دونون طرف راہروون کے لئے سڑکین ہین۔ جن کے کنارون پر بازار کی ابتر و پریشان دکانین واقع ہین۔ غرضکہ کل عرض خیابان کا تقریبًا اسّی فیٹ ہوگا۔ دن کے کاروبار والے حصّہ مین خیابان مین لوگون کا اسقدر ازدحام ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص گہوڑے پر سوار ہو کر قدم قدم بھی اس مین سے گزرنا چاہے تو باوجود سوارون کی مدد کے جو رستہ صاف کرتے ہوئے آگے آگے جاتے ہین وہ نہ گزر سکے گا۔ چیخ پکار اور شور و شغب ہر طرف سے ایک ہی وقت مین بلند ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مختلف الاقوام اور مختلف الحیثیت لوگ سب یہان مخلوط نظر آتے ہین۔ شاندار سفید عمامہ پوش ملا۔ غریب و مفلوک درویش۔ لحیم و شحیم اور پر تمکین سوداگر۔ پہٹے پرانے کپڑون والا تباہ حال زائر۔ کسی کو خاطر مین نہ لانیوالا سبز عمامہ پوش سید۔ دبکا ہوا سنّی جو ہمت کر کے دشمن کے حصن حصین مین چلا آیا ہے۔ سیاہ ابروون والے افغان۔ خوش شرو اور شکیل ازبک۔ خوشحال اور دولتمند عرب۔ تندخو اور وحشی بدو۔ ہندوستان کے تاجر۔ قاف کے زاہد۔ ترک۔

---

[1] ایک مصنف کا بیان ہے کہ خیابان مین پہلے کہجورون کے درخت تہے لیکن اس کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔ اڈولوون نے جب اس بازار کے عرض کا اندازہ ۲۰۰ فیٹ کیا ہے تو اوسے عجیب غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔

تاتاری - مغل - تاجیک - غرضکہ مشرق کے مختلف الالوان - مختلف الالسنہ اور مختلف الاشکال لوگون کے خلاصہ کا قوام یہان دیکھنے مین آتا ہے - کونولی - فیریر - ویمبری اور اوڈونون نے اس زندہ رنگارنگ مرقع کا ایسا پراثر اور دل پر نقش ہوجانے والا بیان قلمبند کیا ہے کہ مین اس بارہ مین اون کی برابری کی کوشش نہین کرتا - جس زمانہ مین میرا اس شہر مین گزر ہوا تو شاید سب سے زیادہ عجیب تبدیلی اس کے رنگ روپ مین یہ ہوئی تھی کہ پچاس پچاس گز کے فاصلہ سے لالٹینون کے ستونون کی قطار خیابان مین کھڑی تھی جسے حاکم مشہد نے ابھی ابھی نصب کرایا تھا -

شہر کا باقی حصہ قبرستان

بان کو چھوڑکر ہم پیچ در پیچ گلیون کی بھول بھلیان مین داخل ہوتے ہین - اور کچی مٹی کی دیوارون مین پھرتے - عجیب و غریب موڑون پر جن کا بظاہر کوئی منتہا نہین معلوم ہوتا چکر کاٹتے - گاہ بیگاہ کسی بازار مین جا نکلتے اور کھلے مقامات اور کوڑے کرکٹ کے ڈہیرون پر سے گزرتے ہین - شہر کے زیادہ تر آسودہ حال باشندون کے مکانات بلند دیوارون کے اندر چھپے ہوئے ہین لیکن غریبون کے جھونپڑون کے دروازے بسا اوقات اسقدر پست ہوتے ہین کہ گلی کی سطح سے بھی نیچے ہوتے ہین - اس طرح سے پھرتے پھرتے ہم دفعتہً ایک وسیع کھلے رقبہ مین پہونچتے ہین جس کی سطح پر بے قاعدہ مٹی کے تودے اور پتھر کی ٹوٹی ہوئی سلین بکھری ہوئی نظر آتی ہین - یہ مقام قبرستان ہے جسکی متبرک زمین کے ایک چھوٹے سے حصے کے لئے معتقدین گرانبہا قیمتین ادا کرتے ہین اور جس مین دفن

کئے جانے کے لئے اکثر ہزارہا میل سے نعشین لائی جاتی ہین۔ اسکے قریب راج لوگ اپنے اسارون مین سنگ خارا کی سلون کو جو مشہد کے قرب وجوار سے نکلتی ہین اور جو قبرون پر بطور یادگار کے نصب کی جانے والی ہین تراشنے مین مصروف نظر آتے ہین۔ اور انپر قران (شریف) کی کوئی آیت یا متوفے کے پیشہ یا حیثیت کی کوئی علامت کندہ کرتے ہین۔ اس سے زیادہ مستقل یا ہٹائے جانے کے ناقابل تعویذ کے استعمال کی اجازت نہین دیجاتی کیونکہ قبرستان کے محدود رقبہ کی ضروریات کے لحاظ سے یہ امر لازمی ہے کہ یہ زمین دوبارہ کام مین لائی جاسکے اور اسلئے جب کوئی پرانی قبر بیٹھ جاتی ہے تو اس شہر خموشان کے کسی تازہ وارد کو اوس مین دفن کیا جاتا ہے۔ بہت سی قبرون پر چھوٹے چھوٹے سفید شامیانے تنے ہوئے تھے جن مین متوفے کے اقربا تے ملاؤن کا اجرت دیکر اس غرض سے بٹھا رکھا تھا کہ قرآن خوانی کرین تاکہ جنت کا رستہ اوس کے لئے صاف ہوجائے۔

مشہد کی آب وہوا

باوجودیکہ یہان قبرستانون کی کثرت ہے اور قوانین حفظان صحت کی ان کے انتظام کے متعلق اس شدت سے خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ اور باوجودیکہ اس شہر کی آبادی اس قدر گنجان ہے کہ سال کا کوئی حصہ ایسا نہ ہوتا ہوگا جبکہ اس مین علاوہ مستقل باشندون کے نو وارد لوگون کی تعداد کثیر نہ داخل ہوتی ہو اور اسکے علاوہ غلیظ چہ بچون اور چشمون کی یہان ایسی کثرت ہے پھر بھی بہت سے اور ایرانی شہرون کے مقابلہ مین مشہد کی آب وہوا بدرجہا بہتر ہے۔ اگرچہ یہ عرض بلد کے تقریباً اوسی خط متوازی پر واقع ہے جسپر کہ طہران واقع ہے

اور اس کا ارتفاع کم تر ہے یعنی طہران کے ۳۸۰۰ فیٹ کے مقابلہ مین صرف ۳۱۰۰ فیٹ تاہم طہران کے مقابلہ مین یہان سردی زیادہ پڑتی ہے اور اموات کم واقع ہوتی ہین۔ خانیکاف نے اس کی وجہ اوس موقعہ کو قرار دیا ہے جو مشہد کو ایک سلسلہ کوہ کے شمالی پہلو پر واقع ہونے کے باعث حاصل ہے جو اسے صحرا کی دم گھوٹنے والی ہواؤن سے بچاتا ہے۔ مشہد کا پانی نہایت نفرت انگیز ہے اور پینے کے قابل نہین کیونکہ اسمین گوگرد آمیز ہائڈروجن کے اجزا مقدار کثیر مین پائے جاتے ہین۔ مین نے پانی کے ایک پیالہ مین اپنا استرا رات بھر رکھا رہنے دیا اور صبح جو اُٹھ کر دیکھا تو اسے بندوق کی فولادی نالی کی طرح سیاہ پایا۔

بادگیر اور قراول خانے

ان کی سطح کے اوپر متعدد بادگیر یعنی ہوا کے برج اُٹھے ہوئے نظر آتے ہین جو خلیج فارس کے بحری شہرون کا نمایان منظر ہین۔ اون کی بناوٹ کا اصول حسب ذیل ہے ایک بلند مربع یعنی چار پہلوؤن کا مینار مکان کی چھت پر بنایا جاتا ہے لیکن چارون پہلوؤن مین عمودی نالیان یا درزین ہوتی ہین جنکے ذریعہ سے ہوا چھت مین سے جس مین نالیون کے موقعہ کے لحاظ سے شگاف دے دئے جاتے ہین۔ گزر کر نیچے کے کمرہ مین جہان صاحب مکان گرمیون مین رہتا ہے داخل ہوتی ہے اور اسطرح اس کمرہ مین ہوا کے مسلسل جھونکے آتے رہتے ہین۔ ایران کے جنوبی حصّے کے زیادہ گرم مقامات مین ان ہوائی کمرون کی جگہ سرداب یعنی تہ خانے ہوتے ہین۔ مشہد کا ایک اور نمایان منظر

قراول خانون یعنی پہرے کی چوکیون کی ایک تعداد کثیر ہے جو شہر مین جا بجا واقع ہین۔
اور جن مین باقاعدہ پیدل فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے متعین ہین۔ قراول خانہ
بالعموم ایک برآمدے پر مشتمل ہوتا ہے جسکے پیچھے سپاہیون کے رہنے کا حجرہ ہوتا ہے
سپاہی اپنی بندوقون کو جو پرانی وضع کی نالی سے بھری جانے والی قرابینین ہوتی ہین
بالعموم قراول خانے کے سامنے ملا کر کھڑا کر دیتے ہین۔ لیکن جب کوئی یورپین گھوڑے
سوار پاس سے گذرتا ہے تو ایک پھٹے حال سپاہی نیلی سرج کا کوٹ پہنے اور بھیڑ کی کھال
کی طرہ دار ٹوپی اوڑھے ہے جو غالباً مکان کے اندر اپنا وقت گزار رہا تھا معًا اوٹھ کھڑا ہوتا ہے
اور نمایشی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ ان ہتیارون مین سے ایک کو اُٹھا کر سلامی اُتارتا ہے
اس کے بعد وہ اوسے پھر جہان سے لیا تھا وہین رکھہ دیتا ہے اور خود بیٹھ جاتا ہے۔

متبرک عمارات

میگگریگر نے ۱۸۷۵ء مین ٹھیک کہا تھا کہ "اس شہر مین کوئی ایسی بات نہین جو کسی کو اسکی
سیر کی ترغیب دلائے یا اگر قسمت اوسے یہان کھینچ لائے تو زیادہ دیر تک یہان قیام
رکھنے پر اوسے آمادہ کرے۔ صرف ایک عمارت یعنی مزار (حضرت) امام رضا (علیہ السلام)
ایسی ہے جو دیکھنے قابل ہے لیکن اوسکے دیکھنے کی بھی کسی یورپین کو اجازت نہین ملسکتی
البتہ جان جوکہون مین ڈال کر ممکن ہے کہ وہ اسکے اندر داخل ہوسکے لیکن جن خطرات کا
اوسے سامنا کرنا ہوگا اون کی تلافی ہرگز وہ منظر نہین کرسکتا جو اوس کے دیکھنے مین آئے گا"
حقیقت مین یہ نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے کہ خیابان مین سے گزرتے گزرتے دفعۃً

ایک سحر ابدار پھاٹک جو اوس پر اسرار چار دیواری مین لگا ہوا ہے جہان متبرک عمارات واقع ہین یورپین مسافر کا رستہ روک دیتا ہے اور عیسائی کی نظر سے اوسکو اوسی طرح چھپا دیتا ہے۔ جس طرح طناب بارون زندون کو مردون سے جدا کرتی ہے۔ لیکن جو یورپین اس مین داخل ہوئے ہین اون کے اور نیز خود مسلمان زائرون کے بیانات سے اس کے اندرونی منظر کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) بست

اب دار پھاٹک جس پر ایک یورپین ساخت کا گھنٹہ نصب ہے اوس کے دوسری طرف چار دیواری کے اندر کوئی سوگز کے فاصلہ تک سڑک ایک پر ہجوم بازار مین سے گذرتی ہوئی اوس مقام تک جاتی ہے جہان مساجد مین داخل ہونے کی راہ ہے۔ یہان کثرت سے آدمیون کا ہجوم ہوتا ہے اور خرید و فروخت کی خوب گرم بازاری ہوتی ہے۔ جو زائرین چار دیواری کے اندر رہتے ہین یہان ہر ایک مایحتاج خرید سکتے ہین۔ اور اونکے یہان آنے کی یادگار مین مشہد کی مقامی ساخت کی اشیا۔ تعویذ۔ انگوٹھیان چھلے اور فیروزے جن آیات قرآنی کندہ ہوتی ہین اون کے سامنے خریدنے کے لیئے بہ اصرار پیش جاتے ہین۔ لیکن چار دیواری کے اس حصہ کا سب سے زیادہ قابل ذکر وصف یہ ہے کہ امام صاحب سے متعلق ہونے کے باعث یہ زمین پاک و مقدس سمجھی جاتی ہے اور اس لحاظ سے جو مجرم اس کی

حدود کے اندر داخل ہوجائے اوس کے لئے ایک ایسے مامن یا بست کا حکم رکھتی ہے جس میں کسی کی مجال نہین کہ اوسکو ضرر پہونچا سکے[1]۔ بعض مصنفین نے بیان کیا ہے کہ عیسائی یہودی اور گبر بھی اس سے یہی فائدہ اوٹھا سکتے ہین لیکن اور لوگون کی زبانی مین نے سنا کہ ایسا نہین ہے۔ بہرحال ایک مسلمان کے لئے یہ ایک محفوظ جائے پناہ ہی جہان اوسے امان مل سکتی ہے اور جہان سے وہ بہ اطمینان تمام اپنے دشمنون کے ساتھ چار دیواری سے باہر آنے کے لئے اپنی مخلصی کے متعلق زر تاوان وغیرہ کی شرائط طے کر سکتا ہے[2]۔ حرم یا مامن کے خیال سے اہل مشرق پورے طور پر آشنا ہین۔ اور جن

---

[1] اسی مضمون کو قاآنی ذیل کے شعر مین ادا کرتا ہے۔

امام ثامن ضامن حریمش چون حرم آمن + زمین از حرم او ساکن سپہر از عزم او پویا — مترجم

[2] - ایران مین بست کا خیال تین جداگانہ مقامات سے منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ یہ بتانا مشکل ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ (۱) متبرک عمارات یا مساجد سے (اس کا مقابلہ یہودیون کے معبد کی قربان گاہ کے دونون کنارون کے ساتھ کرنا چاہیئے جنکے چھونے سے چھوٹنے والا انسانی طاقت کے دائرہ سے باہر نکل آتا ہے)۔ (۲) شاہ یا شاہی خاندان کے اراکین کے اصطبل یا گھوڑون کی دمون سے۔ (۳) توپخانہ کے نواح سے۔ مثلاً میدان توپخانہ واقع طہران سے خصوصاً اوس بڑی توپ کے چھونے سے جو محل کے باہر ہے۔ چارڈن اب سے دو سو سال پہلے اپنی کتاب (مطبوعہ لینگلے۔ جلد ہشتم صفحہ ۳۶۹) مین بیان کرتا ہے کہ اولیاء کبار کے مقبرون۔ شاہی محل واقع اصفہان کی بیہا تک اور شاہ کے مطبخ اور نیز اصطبل سے امان کا یہ خیال وابستہ تھا۔ شاہی اصطبلون اور گھوڑون کے خصوصیت کے ساتھ بطور مامن کے انتخاب کئے جانے کی وجہ وہ حد سے زیادہ توجہ قرار دی جا سکتی ہے جو ایسے ملک مین جہان گھوڑون کی قیمتی نسلین موجود ہون اور جہان ہر شخص فن شہسواری مین دخل رکھتا ہو والی ملک کی املاک کے اس حصہ پر مبذول کی جاتی ہے۔ ایران مین ایک ضرب المثل ہے کہ وہ گھوڑا جسکے سوار نے اوس کی حرمت کا لحاظ

امان بخش شہرون کا ذکر کتاب عہد عتیق کے پہلے پانچ پارون مین ہے وہ اس خیال کے ابتدائی مصادر تھے۔ لیکن انگریزی ناظرین کو بھی اسپر حقارت یا استعجاب سے نظر ڈالنی چاہیئے کیونکہ ہمارے اپنے ملک اور خاص دار السلطنت مین زیادہ عرصہ نہین گزرتا کہ اسی طرح کی ایک جائے پناہ قرضدارون کے لئے اوس مشہور و معروف مقام ایلسیشیا مین موجود تھی جو بلیکفرائرس برج اور ٹمپل بار کے درمیان واقع تھا اور جو ابتدائے رہبانی فرقہ ڈامینیشن یا بلیک فرائر کا مسکن تھا[۵]۔ مشہد مین بست امام صاحب کی خاص جائداد سمجھا جاتا ہی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۲۔ نہین کیا کبھی اپنے سوار کو فتح و نصرت کا منہہ نہین دکھائیگا۔ اس کے علاوہ میلکم نے اپنی تاریخ کی دوسری جلد کے تئیسوین باب مین ایک ایرانی قلمی تحریر کا اقتباس درج کیا ہے جس مین یہ لکھا ہے کہ نادرشاہ کے پوتے نادر مرزا پر جس قدر مصائب نازل ہوئے اون کی وجہ یہ تھی کہ اوس نے ایک مجرم کو جس نے شاہی اصطبل مین جا پناہ لی تھی مروا ڈالا۔ اس تحریر مین حسب ذیل دلچسپ تفصیل مندرج ہے "جس بادشاہ یا سردار کے طویلے مین کوئی مجرم پناہ لے اوس پر لازم ہے کہ جب تک وہ مجرم وہان رہے اوسکو کھانا کھلائے۔ یہ جائز ہوگا کہ وہان پہونچنے سے پہلے یا وہان سے روانہ ہونے کے بعد اوسکو قتل کر دیا جائے۔ لیکن جب تک وہ طویلے مین موجود ہے اوسوقت تک خواہ وہ ایسا غلام ہی کیون نہ ہو جس نے اپنے آقا کو مار ڈالا ہو پھر بھی کسی کی مجال نہین کہ اوسے چھو بھی سکے۔ سلامتی کا مقام گھوڑے کا سر ہے اور اگر اسے کھلی ہوا مین باندھ دیا جائے تو پناہ لینے والے شخص کو چاہیئے کہ نکیلے کو چھو دے" زمانہ مابعد مین سر کی طرح دم کے چھونے والے کو بھی امان مل جاتی تھی گو کہ دم کے چھونے مین خود گھوڑے کی دولتی کی طرف سے امان ملنے کی پوری امید نہ ہوتی تھی۔

[۵] ایلسیشیا کے مفصل حالات کے لئے سر والٹر اسکاٹ انگلستان کے مشہور تاریخی افسانہ نگار کے ناول "فارچونز آف نجل" کو پڑھنا چاہیئے۔ اس ناول مین مصنف نے ایلسیشیا کے تاریخی حالات نہایت دلچسپ پیرایہ مین بیان کئے ہین۔ مترجم

اور اس کے متعلق یہان تک تقید عل مین لایا جاتا ہے کہ اگر احیاناً کوئی جانور اس کی حدود کے اندر داخل ہوجائے تو زیارت گاہ کے عہدہ دار اس پر فوراً اپنا قبضہ کر لیتے ہین۔

صحن



کے بازار کے سرے پر ایک بلند محراب دار پھاٹک مین سے جو آس پاس کی دیوارون سے بہت اونچا ہے صحن یعنی متبرک عمارات کے خاص آنگن مین داخل ہوتی ہین۔ یہ ایک رفیع الشان احاطہ ہے جس کا طول ڈیڑھ سو اور عرض پچہتر گز ہوگا۔ اس مین اون دولتمند لوگون کے سنگین مزار واقع ہین جنہین اپنی دولت کی وجہ سے اس اعلی امتیاز کے خریدنے کا موقعہ ملا اور اس کے گرداگرد دو منزلہ حجرے بنے ہوئے ہین۔ اس صحن کے وسط مین ایک چھوٹی طلسی ہشت پہل سائبان نما عمارت کھڑی ہے جسکی چھت مطلا ہے اور جس کے نیچے ایک فوارہ دار حوض ہے۔ اس حوض مین نہر سے پانی آتا ہے اور اسکے چارون طرف پتھر کی ایک نالی بنی ہوئی ہے جسے شاہ عباس نے بنوایا تھا۔ اس حوض کے پانی سے زائرین یہان داخل ہوکر وضو کرتے ہین۔ احاطہ کے چارون پہلوؤن پر اون مقامات پر سے جو حجرون کے درمیان اور اُن سے اوپر ہین دیوارون مین کاشی کا کام ہے اور ہر دیوار کے وسط مین وہ عظیم الشان ایوان (محرابدار پھاٹک جو رفیع الشان مستطیل چوکھٹون مین نصب ہین) خلا سے باتین کرتے ہوئے نظر آتے ہین جو وسط ایشیا مین عربون کے فن عمارات کا نمایان خاصہ ہین: یہ محرابی در بڑی بڑی رنگین اینٹون سے جن پر کوفی خط مین آیات قرآنی کندہ ہین مزین ہین۔ جنوبی ایوان پر ایک کتبہ ثبت ہے

جس مین لکھا ہے کہ اسے شاہ عباس ثانی نے ۱۰۵۹ھ مین تعمیر کرایا۔ ایک اور کتبہ سے
ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ چارون ایوانون پر خط کوفی مین جو عبارت لکھی ہوئی ہے اوس کا
حصہ زیرین ۱۲۶۲ھ مین ایزاد کیا گیا۔ مغربی ایوان کی چوٹی پر ایک قفس نما برجی بنی ہوئی
ہے جسکے اندر کھڑے ہو کر موذن اذان دیتا ہے[۱]۔ ایسٹوک نے غلطی سے فرض
کر لیا ہے کہ یہ برجی ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ہے۔

مشرقی ایوان وہ ہے جس مین سے گزر کر امام صاحب کی خاص خانقاہ مین داخل ہوتے
ہین اور اسکا اختصاص اوس سونے کے کام سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو اسکے اوپر کے نصف
حصہ پر کیا ہوا ہے۔ ایک کتبہ سے جو اس ایوان پر ثبت ہے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ
سلطان حسین نے ۱۰۸۵ھ مین اس کی تعمیر ختم کی۔ کچھ عبارت اس کے بعد کی ہے جسمین
لکھا ہے کہ نادر شاہ نے ۱۱۴۵ھ مین اوس سونے سے جو وہ ہندوستان کی مغلیہ
سلطنت کے خزانون کو لوٹ کر لایا تھا اسپر ملمع کرایا۔ صحن مین دو مینارے ہین جو اون
بیانات کی رو سے جو سیاحون نے ان کے متعلق قلمبند کئے ہین اور نیز اوس ذاتی مشاہدہ
کی رو سے جسکا موقعہ مجھے بست کے ایک بازار کی چھت پر چڑھنے سے حاصل ہوا داخل
ہونے کے خاص پھاٹک کے دونون طرف متناسب فصل سے قائم نہین ہین۔ قدیم

---

[۱] چارڈن کہتا ہے کہ موذنون کے لئے ایران مین ان قفسون کے بنائے جانے کی وجہ
یہہ تہی کہ کہین آس پاس کے مکانات کے صحنون مین اون کی نامحرمانہ نظر عورتون پر
نہ پڑے۔

ترمینارہ جسے شاہ اسمٰعیل یا شاہ طہماسپ نے تعمیر کیا تہا خود مزار قایم ہے۔ جب
فریزر دوسری مرتبہ ۱۸۳۴ء مین یہان آیا تو "یہ اس قدر متزلزل یا ضرر رسیدہ ہو رہا تھا کہ
اس خوف سے کہ مبادا یہ گر نہ پڑے اسے خود گرا دیا گیا" بعد مین اسے از سرِ نو تعمیر کیا گیا۔
دوسرے مینارے کو جو ذرا بڑا ہے نادر شاہ نے تعمیر کیا تہا۔ یہ مینارہ مقابل کے پہاٹک
کے عقب پر کہڑا ہے۔ ان دونون منارون کے اوپر کے حصّون پر سنہرے ملمع کی
تانبے کی چادرین چڑہی ہوئی ہین اور اُن کی چوٹی پر وہ قفس نما غلام گردش بنی ہوئی ہی
جو ایرانی طرز عمارت کا عام خاصہ ہے۔ جب سورج کی کرنین ان کی جگمگاتی سطح پر پڑتی
ہین تو دور سے دیکہنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ آگ کے ستون ہین کہ چمک رہے ہین۔

(۳) مسجد حضرت امام رضا علیہ السّلام

ب ہم اوس عمارت کے پاس پہونچتے ہین جو چار دیواری کے اندر بلحاظ
رفعت و شان کے سب کی سرتاج ہے یعنی زندۂ جاوید امام کی مسجد اور مزار۔ زندۂ جاوید
ہین نے عمداً بیان کر کہا کیونکہ جس عقیدہ کی بنا پر یہ زیارت گاہ معہ اپنے وسیع توابعات کے
قایم ہے وہ یہ ہے کہ امام ممدوح ابہی تک زندہ ہین۔ اور جو لوگ اون کی درگاہ مین آتے
ہین اونکی دعاؤن کو خارق عادت طور پر قبول فرماتے ہین۔ امام صاحب جو حضرت کہلاتے
ہین اپنے مہمانون کے میزبان بہی ہین۔ جب تک یہ لوگ اونکے علاقہ کے اندر
رہتے ہین وہ نہ صرف اون کی روحانی ضروریات کے کفیل ہوتے ہین بلکہ
اون کے حوایج بدنی کو بہی بہم پہونچاتے ہین۔ جو زایر یہان آئے

وہ یہاں کے خادم ملاؤں میں سے ایک کو معقول شرح فیس ادا کرکے اون سے استخارہ کر سکتا ہے اور جواب شافی آسانی سے پا سکتا ہے۔ وقتاً فوقتاً یہ افواہ مشہور ہوتی رہتی ہے کہ حضرت کی درگاہ پر حیرت انگیز کرامت ظہور میں آئی۔ یعنی لنگڑے لولے چلنے لگے۔ اندھوں کو سوجھائی دینے لگا یا اسی طرح کا اور کوئی زبانی کرشمہ ظاہر ہوا۔[۵۱]

روضہ میں داخل ہونے سے پہلے ایک وسیع منزل آتی ہے جسکے سنگ مرمر کی فرش پر بیش قیمت قالینیں بچھی ہوئی ہیں۔ اس کے اوپر ۷۵ فٹ کی بلندی تک سب سے بڑا گنبد اٹھا ہوا چلا گیا ہے جس کا بیرونی ملمع شدہ حصہ[۵۲] مشہد کے زائر کو دور سے اس مقام کا

---

۵۱ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ دو سو سال کا عرصہ منقضی ہوتا ہے جبکہ فرانسیسی پادری سینس نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اوس کے پوست کندہ حالات یوں بیان کئے ہیں: "شاہ عباس نے بہت سے جھوٹے معجزوں کے عمل میں لائے جانے سے اس مزار کو مشہور کر دیا ہے۔ اوسنے دیدہ و دانستہ ایسے آدمیوں کو جو اندھے نہیں تھے یہاں اس غرض سے متعین کیا کہ اپنا اندھا ہونا ظاہر کریں اور پھر دفعتہً بینا ہو کر پکار اٹھیں کہ حضرت کی کرامات سے ہم بینا ہو گئے۔" چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور اسی وجہ سے حضرت امام رضا کا مزار ایسا متبرک سمجھا جانے لگا کہ ایران کے امرائے عظام میں سے اکثر نے اسی مسجد میں دفن کئے جانے کی خواہش ظاہر کی ہے اور اس کے اوقاف میں بیش قیمت جائداد ایزاد کی ہے۔ برخلاف اسکے نادر شاہ کو ان مصنوعی کرامتوں سے بیحد نفرت تھی۔ ملکم نے اپنی تاریخ ایران کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۵ پر اسکے متعلق ایک حکایت بیان کی ہے۔

۵۲ چارڈن کے سفرنامے (مطبوعہ لینگلے) کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۲۸ پر ایک نہایت دلچسپ واقعہ مندرج ہے۔ چارڈن جو ۱۶۷۲ء میں بعہد شاہ سلیمان اصفہان میں تھا۔ پادشاہی زرگر کے مکان پر ان ملمع شدہ اینٹوں کو جو دیکھنے گیا۔ جو حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے گنبد پر جو حال ہی میں زلزلہ سے ضایع ہو چکا تھا نصب کئے جانے کے لئے تیار کی جا رہی تھیں۔ لائیڈ کے انگریزی ترجمہ کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۴۲ میں بھی

سراغ بتاتا ہے اور اوس کی منتظر آنکھون مین سرور کا نور پیدا کرتا ہے۔ اس منزل کی دیوارین کاشی کے کام سے مزین ہین اور عربی زبان مین بخط جلی کچھ عبارت ان کے اوپر کے حصہ پر منقوش ہے۔ اس عمارت مین آوازون کی گونج ہر وقت بلند ہوتی رہتی ہے۔ کیونکہ خانقاہ کے خادم اونچی آواز سے قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنائی دیتے ہین۔ سید اپنے روزانہ وظایف کا ورد کرتے ہین اور علماء ملا اپنی خدمات تازہ وارد زایرون کے آگے پیش کرتے ہین۔ اس کے علاوہ جب مہینون تک ویران اور غیر دلخوش کن جوار وغیرہ کی صعوبتین اور زحمتین جھیلنے کے بعد زایر کی نگاہ اس مشہور و معروف درگاہ کے سنگ مرمر کے فرش۔ کاشی کے آرایشی کام۔ سنہرے روپہلے سامان اور بیش قیمت چڑھاوون پر پڑتی ہے تو محویت کے عالم مین اوسکے منھ سے اعتقاد آمیز تعجب اور مسرت کی صدائین بے اختیار بلند ہوتی ہین۔ ویمبری جس نے اسے خود دیکھا ہے کہتا ہے کہ "اندر اور باہر اس مزار پر سونا چڑھا ہوا ہے اور اس لحاظ سے اسلامی دنیا مین یہ خانقاہ بلاشبہ و شک سب سے زیادہ دولت رکھتی ہے۔ اگرچہ اوس زمانہ سے جبکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۷۔ واقعہ اس طرح سے مندرج ہے "۔ یہ اینٹین پیتل کی (تانبے کی نہین) تہین اور طول مین ۱۰ انچ۔ عرض مین ۱۶ انچ اور موٹائی مین دو پاؤنڈ کی موٹائی کے برابر تہین۔ ان اینٹون کے نیچے کی طرف دو پٹیان تین تین انچ چوڑی ایک دوسری کو قطع کرتی ہوئین بنی ہوئی تہین تاکہ پلستر مین کھب جائین اور اینٹون کو مضبوطی سے پکڑ سکین۔ اوپر کے حصہ پر اس قدر سونا چڑھا ہوا تہا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا کہ خود یہ اینٹ ہی خالص سونے کی ہے۔ ہر ایک اینٹ پر ۳ ڈکٹ (سونے کا ایک قدیم سکہ جسکی قیمت معہ روپیہ کے قریب ہوتی تہی) کے برابر سونا چڑھتا تہا اور قیمت ہر اینٹ کی تقریباً ۱۰ کراؤن (پاؤنڈ) ہوگی۔ شاہی زرگر نے اینٹون کی تیاری کی نگرانی

اوّل اوّل یہ خانقاہ قایم ہوئی اب تک کئی دفعہ اسے لوٹا جا چکا ہے[5] پھر بھی اسکے گنبدون
اور برجون اور اندرونی حصہ کی منبت کاری مین بے شمار دولت موجود ہے۔ اسکی اندرونی
دیوارین نادر جواہرات وزیورات سے مزین ہین۔ کہین کوئی طرہ مکلل بہ الماس آویزان ہے
کہین کوئی تلوار اور ڈہال لٹکی ہوئی ہے جس مین لعل اور زمرد جڑے ہین۔ کہین مرصع کنگن
طوقہائے فاخرہ اور بیش قیمت جہاڑ نظر آتے ہین۔ غرضکہ غیر موزون نہ ہوگا۔ اگر زایر اس
جگمگاتی ہوئی عمارت کے اندر داخل ہونے پر قبل اسکے کہ وہ اپنی پرستش کے مقصود
اصلی یعنی مزار تک پہونچے فرط تحیر وتعظیم سے اپنا سر آستانہ جھکا دے کہ وہ زمین سے
جا لگے۔

مزار امام

مختلف زمانون مین اس مزار کے گرد سونے اور چاندی اور فولاد کی منرحین نصب

بقیہ حاشیہ صفحہ ٣٢٨ - کے کام پر متعین تہا مجہے بتایا کہ اوّل اوّل ۳۰۰۰ اینٹون کی تیاری کا حکم بادشاہ نے دیا۔

[5] کسی نے اسکو اتنا نہین لوٹا جتنا اون لوگون نے جنہین اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہونا چاہیے تہا علی الخصوص نابینا
شاہ رخ کے دو بیٹون نے جو نادر شاہ کے پوتے تہے فرط حرص وطمع سے اس درگاہ کو جسے اون کے
دادا نے مزین وآراستہ کیا تہا اور جس کی اوس کی نظرون مین اس قدر وقعت اور عظمت تہی اپنی غارت گری کی
خاص طور سے آماجگاہ بنایا۔ نصر اللہ مرزا نے حضرت امام صاحب کے مزار کے گرد کی طلائی منرحج کا ایک حصہ
اکہیڑ ڈالا اور نادر مرزا نے گنبد کی چوٹی پر سے اوس بڑے طلائی قبہ کو جسکا وزن ۴۲۰ پاونڈ (سوا پانچ من)
تہا اتروا لیا اور دونون بہائیون نے اندر کے سامان مین سے جہاڑون قالینون وغیرہ کو خوب ہی لوٹا۔

کی جاتی رہی ہین پہلی ضریح ابتدائً شاہ طہماسپ نے نصب کرائی تہی لیکن نادرشاہ کے پوتے نے اسکے ایک حصّہ کو اکہڑواکر غارت کیا۔ سب سے آخری ضریح خود نادر نے بنوائی ہی۔ مزار مین داخل ہونے کے تین دروازے ہین۔ ایک دروازہ چاندی کا ہے۔ ایک سونے کا جسپر بیش قیمت جواہر جڑے ہوئے ہین۔ یہ دروازہ فتح علی شاہ کا ہدیہ ہے۔ تیسرے دروازے پر ایک قالین بچہا ہوا ہے جس مین موتی ٹکے ہوئے ہین مزار کے گرد جو ضریحین ہین اون پر چاندی اور لکڑی کی لوحین آویزان ہین جنپر ادعیہ ماثورہ ثبت ہین" ہر ایک لوح کے سامنے عبادت کرنے والون کی ایک جماعت کہڑی رہتی ہے اور یہ لوگ یا تو خود دعائین مانگتے ہین اور یا اون دعاؤن کو دہراتے جاتے ہین جو اون کا مرور پڑہتا ہے۔ دعائین مانگتے وقت وہ گریہ وزاری کرتے ہین گویا کہ اسطرح ابدی خوشی کے دروازے اون کے لئے کہل جائین گے۔ حقیقت مین ایشیا کے ان غیر تہذیب یافتہ باشندون کو فرط ارادت وعقیدت سے خانقاہ کی جالی اور فرش اور علی الخصوص اوس بڑے قفل کو جو دروازے سے لٹکا رہتا ہے بوسہ دیتے ہوئے دیکہنا ایک عجیب وغریب اور عظیم الشان منظر ہے۔ زہد واتقا کی ان کیفیات سے اگر کسی کا قلب غیر متاثر رہتا ہے تو وہ مجاور اور سید ہین۔ اون کی غرض صرف اسی قدر ہی کہ اپنی مٹہی روپیہ سے گرم کرین۔ وہ عبادت کرنے والون مین ہر طرف گہستے پہرتے ہین اور جب تک حسب دلخواہ کچہہ وصول نہین لیتے اوسوقت تک پیچہے نہین ہٹتے۔ جب زایر فرط اتقا سے پچہلے پاؤن چلتا ہوا انجام کار اس عمارت سے رخصت ہوتا ہے تو اوسے

مشہدی کا اعزازی لقب حاصل ہو جاتا ہے جسے وہ اپنی مہر اور قبر کے تعویذ پر کندہ کراتا ہے اور ہمیشہ اپنے نام کے بعد بطور خطاب کے استعمال کرتا ہے "

دوسرے لوگون کے مقبرے

امام صاحب کے مزار کی زیارت کی محویت مین زایر کو غالباً مشہور و معروف خلیفہ ہارون الرشید کی مشت خاک کی پرواہی نہ ہوتی ہوگی جو قریب ہی ایک تابوت مین محفوظ ہے اور نہ شاید فتح علی شاہ کے بیٹے اور موجودہ شاہ (ناصر الدین) کے دادا عباس مرزا کی مقبرے ہی سے اوسے زیادہ دلچسپی ہو گی جو اس عمارت کی مقدس چھت کے نیچے واقع ہے۔ اسکے علاوہ خاص خانقاہ کے باہر بہت سے لوگون کے مقبرے ہین لیکن امتیاز و اہمیت کے لحاظ سے وہ ایسے نہین کہ اون پر زیادہ وقت صرف کیا جائے

وہ یورپین جنہون نے مزار کو دیکھا ہے

اب مین ایک عام غلطی سے بحث کرتا ہون جسکا ظاہر کرنا اغراض حق کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس غلطی کی اشاعت کی ابتدا ۱۸۶۲ء مین مسٹر ایسٹوک نے یہ کہکر کی کہ "مسجد (حضرت) امام رضا مین اگر کوئی یورپین کبھی داخل ہوا ہے تو وہ مین ہون اور یہ تو یقینی ہے کہ اگر کوئی یورپین بحیثیت یورپین کے اس عمارت مین داخل ہوا ہے تو وہ میرے سوا اور کوئی نہین [۱]" اس غلطی انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ، کی طبع جدید مین نہ صرف اعادہ کیا گیا ہے بلکہ اس بارہ مین اوسپر اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ مشہد کے متعلق

---

[۱] دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) - جلد دوم - صفحہ ۲۲۹-

جو مضمون اس مین درج ہے اوسمین لکھا ہے ”اوڈونوون سے پہلے اگر کوئی یورپین چار دیواری تک گیا تو وہ اسٹوک تھا“ یہ دونون دعوے بالکل بے بنیاد ہین۔ اسٹوک سے پہلے فریزر ۱۸۲۲ء مین درگاہ مین داخل ہوا اور مزار تک چلا گیا اور ایک سے زیادہ مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھے اور ملاؤن سے یہ کہنے کے بعد کہ مین نے مذہب اسلام قبول کرلیا ہے (اوس کا یہ طرز عمل نہایت ہی قابل اعتراض تھا) اوسکو صحن کے ایک حجرے کے اندر رہنے کی اجازت دی گئی اور اس عرصہ مین اوسنے اندر کا نقشہ کہینچ لیا[۵۱]۔ ۱۸۳۱ء مین کونولی نے مسجد کے تمام حجرونکو باستثنائے اوس حجرے کے جس مین مزار ہے دیکھا اور صحن مین اوس کی آمد و رفت روزانہ رہتی تھی اور گو اوس کو پہچان لیا گیا لیکن اوس سے تعرض نہین کیا گیا[۵۲]۔ ۱۸۳۲ء مین برنس بخارا سے واپس آتے وقت صحن کے اندر گیا لیکن اس سے آگے جانا اوس نے قرین احتیاط نہین سمجھا۔ چنانچہ اس واقعہ کے قلمبند کرتے وقت وہ لکھتا ہے کہ ”میری احتیاط میرے شوق پر غالب آئی“[۵۳]۔ اسکے بعد فیریئر نے بھی ۱۸۴۵ء مین ایسا ہی کیا[۵۴]۔ فریزر جب ۱۸۳۴ء مین مشہد کو واپس آیا اور یہ وہ زمانہ تھا جب عباس مرزا کی فوج جسکے ساتھ متعدد انگریزی

---

۵۱ دیکھو ”جرنی انٹو خراسان“ (سفر خراسان)۔ صفحات ۴۷۲ و ۵۱۱۔

۵۲ دیکھو اور لینڈ جرنی انٹو انڈیا“ (ہندوستان کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول۔ صفحہ ۲۸۸۔

۵۳۔ دیکھو ”ٹریولس انٹو بخارا“ (سفر بخارا) جلد سوم۔ صفحہ ۷۰۔

۵۴ دیکھو ”کاروان جرنیز“ (سفر بذریعہ کاروان) صفحہ ۱۲۶۔

افسر بھی ستھے مشہد پر قبضہ کر چکی تھی تو اوسنے تمام یورپینون کو بلا امتیاز و تفریق صحن مین آتے جاتے دیکھا جو اس وقت بہت ہی بوسیدہ ہو رہا تہا اور جس کی بعد مین جا کر مرمت ہوئی ہے[1] یہ تمام لوگ السٹوک کے سفر سے پہلے آئے۔ لیکن جب خود السٹوک کی باری آتی ہے تو ہمین نہ صرف اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ جانے کے صحیح مسنون مین مسجد مین نہین گیا بلکہ یہ دریافت کر کے ہمین اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ اوسکی زیادہ تر احتیاط متقدمین تو صحن کو طے کر کے آگے گئے تھے مگر اوس نے اتنا بھی نہین کیا۔ متولی باشی یعنی خانقاہ کے محافظ اعلی نے ادسے عقب سے اون حجرون مین سے ایک مین اندر آنے کی اجازت دی جو صحن کے گرداگرد واقع ہین اور یہان بیٹھ کر اوسنے اپنے سامنے کے منظر کو دیکھا۔ اس سے آگے وہ نہین گیا اور یہان بھی وہ پہونچا تو بے خبری کے عالم مین[2]۔

اس سلسلہ واقعات مین اوسکے زمانے سے لیکر آج تک کے اور اوڈونون تک کے زمانہ کے حالات کو بیان کرتے کرتے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال بعد یعنی (۱۸۶۳ء) مین ویمبری جس نے جوانمردی کے ساتھ فقیرون کا بھیس بدلکر بخارا اور سمرقند کا خطرناک سفر اختیار کیا تہا اپنے سفر سے لوٹتے وقت مسجد مین داخل ہوا اور جس بھیس کو اوس نے اپنی مدت تک اس کامیابی کے ساتھ نباہا تہا اوسی مین مزار و[illegible]

[1] دیکھو "اے ونٹرز جرنی" (موسم سرما کا سفر) - جلد دوم - صفحہ ۲۱۱۔

[2] دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم - صفحات ۲۲۴ - الی ۲۲۹۔

حجرہ کے اندر بھی گیا۔ اسی زمانہ مین ایک انگریزی افسر کرنیل ڈالمیج نے جو شاہ کا ملازم تھا[۵۱]۔ اور مشہد کے قریب بارود کے ایک کارخانہ کا منتظم تھا حسام السلطنہ گورنر جنرل کی تائید سے صحن کے اندرونی حصہ مین داخل ہوا۔ بالآخر جب ہم ۱۸۸۰ء مین اوڈونوون کے زمانہ تک پہونچتے ہین۔ تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحن مین بھی داخل نہین ہوا بلکہ باہر کے ایک دروازے مین سے اوس نے چار دیواری کے اندرونی حصہ کو فقط جھانک کر دیکھا تھا[۵۲]۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جسے میرے خیال مین معرض خطر مین پڑنے کے بغیر آج کے دن بھی انجام دیا جاسکتا ہے۔ بست تک اگر کوئی یورپین پہونچ جائے خصوصاً ایسی حالت مین جبکہ وہ خاص پھاٹکون کے علاوہ کسی دوسرے پھاٹک کی راہ سے داخل ہو تو وہ بغیر زیادہ وقت کے صحن کے پھاٹک تک پہونچ سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ لوگون کی نظرون کی آماجگاہ بنے یا کچھ لوگ اوسکا پیچھا کرین یا ایک انبوہ کثیر اوسکے گرد وپیش جمع ہو جائے لیکن گمان غالب ہے کہ اوس پر حملہ نہین کیا جائے گا۔ ہان اگر وہ حدود محترمہ کے اندر داخل ہو تو دوسری بات ہے گو کہ مین اون لوگون مین سے ہون جن کا میلان اس رائے کی طرف ہے کہ اس بارہ مین اہل مشرق کے تعصب کو حد سے زیادہ بڑھا چڑھا کر

[۵۱] کرنیل (ابتداءً ڈاکٹر) ڈالمیج ایک انگریز تھا جو جنگ کریمیا مین ویٹرنیری سرجنی (بیطاری) کی خدمت انجام دیکر شاہ کی ملازمت مین داخل ہوا۔ طہران مین اوسنے انتقال کیا۔ مشہد کا جو نقشہ میگریگر کی کتاب مین درج ہے وہ کرنیل ڈالمیج ہی کا تیار کیا ہوا تھا اور چند قران دیکر میگریگر نے اوس سے خرید لیا تھا۔

[۵۲] دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرو)۔ جلد اول۔ باب بست ونہم۔

دکھایا جاتا ہے۔ بہرحال نہ صرف ذاتی سلامتی بلکہ اپنی قوم کے نام نیک کے برقرار رکھنے کی غرض سے کسی اجنبی کا ایسی کوشش کرنا داخل حماقت ہوگا کیونکہ معلوم ہوجانے پر ضرور اوس کی قومیت پر دہبا لگے گا۔ مین خود ایک راہنما کی مدد سے جس مقام تک بازار کی چھتون پر سے ہوتا ہوا گیا وہ میرے خیال مین بست کے اندر واقع تہا جہان سے مین عمارات متبرکہ کو بخوبی دیکھہ سکتا تہا۔ اس مقام سے گوہر شاد کی مسجد جو مسجد حضرت امام رضا ؑ سے ملی ہوئی ہے اور جس کا مین اب ذکر کرنے والا ہون کوئی اسی یا سو گز ہوگی۔ اگر مجھے کوئی خاص امتیاز حاصل ہے تو وہ یہ کم مایہ امتیاز ہے کہ جہان تک میرا علم ہے مشہد کی چاردیواری کے اندر جو پہلا انگریز ممبر پارلیمنٹ داخل ہوا وہ مینا ہون[۵]۔

(۴) مسجد گوہر شاد

دوسری مسجد۔ مسجد حضرت امام رضا علیہ السلام کے عقب مین واقع ہے مگر اس کا رخ امام صاحب کی مسجد کے مقابلہ مین ترچھا ہے۔ امام صاحب کی مسجد کی طرح اس کا بھی ایک بڑا صحن ہے اور اسکے گرداگرد دومنزلہ حجرے بنے ہوئے ہین اور کاشی کے کام کے رفیع الشان ایوان اور دو بڑے غیر ملمع شدہ مگر کاشی ہی کے کام کے مینارے اسے زینت بخشتے ہین۔ اس کی روکار خاص پر ایک کتبہ ثبت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۸۲۱ھ مین بہ عہد شاہ رخ یہ مسجد تعمیر کیگئی۔ ایک اور کتبہ جنوبی ایوان پر درج ہے جس مین لکھا ہے

---

[۵] اوس وقت تو مصنف ممدوح ممبر پارلیمنٹ ہی تھے مگر اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ مشہد کی چاردیواری کے اندر اگر کشور ہندوستان کا کوئی وائسرائے کبھی داخل ہوا ہے تو وہ لارڈ کرزن ہین۔ مترجم

کہ شاہ سلطان حسین نے ۹۰۰ھ میں اسے از سر نو بنوایا۔ فریزر کے خیال مین جس نے
اس مسجد کو دیکھا "یہ مسجد بلحاظ خوشنمائی اور عظمت و شان کے ایران کی تمام دوسری مساجد پر
فوقیت رکھتی ہے" اور ویمبری اس کے خاص دروازے کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔
"مین بڑی دیر کے بعد اس بات کا فیصلہ کر سکا کہ آیا مین اس دروازہ کو فضیلت دون یا
ان دو اسی نمونہ کے دروازون کو جو مین نے سمرقند اور ہرات مین دیکھے تھے کیونکہ یہ امر
یقینی ہے کہ اگر یہ ایک ہی کاریگر کے ہاتھ کے بنے ہوئے نہین ہین تو کم از کم یہ سب
کے سب شاہرخ کے زمانہ مین تو ضرور تعمیر کئے گئے۔ ممکن ہے کہ مدرسہ خانم واقع سمرقند
اور نیز مصلائے ہرات رفعت و شوکت کے اعتبار سے مسجد گوہرشاد کے دروازہ پر فوقیت
لے گئے ہون لیکن یہ تو مین کبھی یقین نہین کر سکتا کہ وہ اس سے زیادہ خوبصورت ہین"
مسجد گوہرشاد کے بیرونی حصّہ پر آج کے دن یہ تعریف پورے طور سے صادق
نہین آتی گو کہ اس کا کاشی کا کام بلاشبہ نہایت خوشنما ہے۔ اس کے گنبد پر جو امام صاحب
کی مسجد کے گنبد سے زیادہ بڑا اور زیادہ اونچا ہے نیلی سبز اور نارنجی رنگ کی اینٹون کا
کام ہے جو بعض بعض مقامات پر سے اکھڑ گئی ہین۔

بست کی دوسری عمارات

صحن خاص کے محرابی درون مین سے ایک کے ذریعہ سے مدرسہ مین داخل ہوتے ہین
جسے مرزا جعفر ایک متمول ایرانی سوداگر نے جس نے ہندوستان مین بہت کچھ دولت
پیدا کی بنوایا تھا۔ یہ عمارت مشہد کی تیسری نہایت ہی عمدہ عمارت ہے اور عالی شان اور

زینت وآرایش کے لحاظ سے دونون مسجدون کی ہمسر ہے۔ اِسکے بانی نے بہت کچھ روپیہ بھی اسکے لیئے وقف کردیا ہے جو پچاس ساٹھہ ملاؤن کے مصارف کا کفیل ہوتا ہے۔ چار دیواری کے اندر دو بڑے مدرسے صحن۔ رہنے کے مکانات اور حمام اور نیز ایک بہت بڑا کہانے کا کمرہ ہے جہان زایرون کو حضرت کی طرف سے کہانا دیا جاتا ہے ہر نو وارد کو تین دن تک مفت کہانا ملتا ہے اور اس دعوت عام پر ۳۰ من یا ۹۷۱/۲ سیر چانول روز صرف ہوتے ہین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام صاحب کے اسطرح کے پانچ سو یا چھہ سو مہمان ہر روز یہان کہانا کہاتے ہین۔

کتب خانۂ امام صاحب

کتب خانہ امام صاحب کے متعلق ہم خانیکاف کے مرہون منت ہین کہ اوس نے اپنی عالمانہ تحقیق سے ہمکو حسب ذیل اطلاع بہم پہونچائی۔ وہ بیان کرتا ہے کہ کتب خانہ کے قایم کئے جانیکی تاریخ شاہ رخ کے زمانہ سے بیشتر نہین قرار دی جاسکتی۔ قدیم ترین نسخہ جو اس کتب خانہ مین رکہا گیا قران مجید کا ایک نسخہ تھا۔ اِسکے بعد شاہ عباس اور شاہ سلطان حسین نے یہان کتابین بہیجی۔ ۱۸۵۸ء مین خانیکاف کے آنے سے کچھ عرصہ پہلے کتب خانہ کی ایک فہرست مرتب کی گئی تہی جس سے اوسے معلوم ہوا کہ کتب خانہ مین ۲۹۹۷ تصانیف ۴۲۶۵ جلدون مین تہین جن مین ۱۰۴۱ قران تہے (۱۸۹ چھپے ہوئے اور ۸۵۲ قلمی۔ قلمی نسخون مین سے بعض بلحاظ تقطیع وحجم وخوبی لاجواب تہے)۔ ۲۹۹ زایرون کے لیئے کتب ادعیہ واعمال تہین۔ ۲۴۶ عام کتب فقہ تہین اور ۲۲۱ کتابین

صرف شیعہ عقاید سے متعلق تھین۔ اس بات کے معلوم ہونے سے تعجب ہوتا ہے کہ اس کتب خانہ پر جس شخص نے سب سے بڑا احسان کیا وہ نادر شاہ تھا جس نے باوجود جاہل ہونیکے اس مین چار سو قلمی نسخے رکھوائے۔

خانقاہ کی آمدنی



نقاہ کی آمدنی نقد و جنس کثیر المقدار ہے۔ فریزر کہتا ہے کہ خاندان صفویہ کے آخری فرمانروا شاہ سلطان حسین کے زمانہ مین اٹھاروین صدی کے شروع مین یہان کی آمدنی صہ ،، تومان تھی لیکن ۱۸۲۱ء مین اوسکا بیان ہے کہ یہان کی آمدنی اعہ ،، سے لیکر اعہ صہ ،، تومان تک ہے (ممکن ہے کہ اس مین چھاپے کی غلطی ہو اور اوس کا مقصود عہ ،، سے لیکر صہ ،، تک کا ہو)۔ بیسٹ نے ۱۸۷۴ء مین کل آمدنی کی تعداد للعہ ،، تومان ہونا بیان کی جو اوس زمانہ مین عہ ،، پاونڈ کے مساوی ہوتے تھے۔ جو اطلاع مجھکو ملی اوسکی رو سے اسوقت اس خانقاہ کی آمدنی ،، تومان (جس کے موجودہ شرح تبادلہ کے حساب سے معہ ،، پاونڈ ہوتے ہین) اور دس ہزار خروار غلہ[1] ہے۔ امام صاحب کی جائداد غیر منقولہ تمام ایران مین پھیلی ہوئی ہے۔ اور اسکے علاوہ مکانات کاروانسراؤن۔ دکانون اور بازارون کی شکل مین بھی بہت سی جائداد اون کی ملک ہے مسجد کے چھہ سو درماہہ یاب خادم ہین اور ہر ہفتہ کے لئے ایک سو کی ماموری عمل مین آتی ہے۔ عمارات متبرکہ کے کل عملہ کی تعداد مجتہدون۔ ملاؤن۔ متولیون۔ ملازمون۔

---

[1] ایک خروار = ۶۴۹ پاونڈ = (۳۲۴½ سیر = ۸ من ۴½ سیر)۔

نوکرون چاکرون اور دوسرے ماتحتونکو ملاکر دو ہزار ہوتی ہے ۔

مشہد کی آبادی



کی مجموعی معینہ آبادی آج کے دن بھی وہی ہے جو کونولی کے زمانہ مین تھی یعنی قریبًا ۴۵۰۰۰ ۔ لیکن مشہد کی زندگی مین مذہبی عنصر کو جس قدر دخل ہے اوسکا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ سال تمام مین کوئی ایک لاکھ زایر اس شہر مین داخل ہوتے ہین حالانکہ اوسط تعداد زایرون کی اس شہر مین ہر وقت ۵۰۰۰ سے لیکر ۸۰۰۰ نفوس تک ہونا بیان کی جاتی ہے ۔ ان اعداد سے اور نیز جو کچھ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اوس سے ایک حد تک واضح ہو سکتا ہے کہ مجتہدین اور پیشوایان مذہب کے ہاتھ مین کیسی وسیع اور زبردست طاقت موجود ہے اور اوسے مشہد کی سیاسی حالت سے لازمی طور پر کہان تک تعلق ہے اس مین ذرا شک نہین کہ مشہد مختلف قومون ۔ مختلف پیشون ۔ مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کا مجمع ہے جو خانقاہ کے محور کے گرد گھومتا ہے ۔ جس طرح مشہد کے حصہ وسطی مین متبرک چار دیواری قایم ہے اسی طرح اہل مشہد کی زندگی بھی اسی قالب سے قایم ہے جو اوہام ۔ کرامت پرستی اور ریاکاری کا تیرہ اثر چارون طرف پھیلاتا ہے ۔ کونولی کی اس رائے کے صائب ہونے مین کلام نہین ہو سکتا کہ مشہد کے ملاؤن مین سے اکثر گندم نما اور جو فروش ہوتے ہین ۔ جنکا مقصد سوائے اسکے اور کچھ نہین کہ جو لوگ امام صاحب کی درگاہ کی زیارت کو آئین اونکو جس طرح ہو سکے لوٹین مجتہد سے لیکر نانبائی تک کے ذہن مین یہی دھن سمائی ہوئی ہے اور خدام درگاہ زایرون کے روپیہ پر ہی اکتفا نہین کرتے

بلکہ امام صاحب کی درگاہ کو درست حالت مین رکھنے کے لئے جو روپیہ مخصوص ہونا چاہیئے
اوس پر بھی دست تغلب دراز کرتے ہین ؎

خانقاہ کا انتظام

قدیم زمانہ سے خانقاہ کا انتظام ایک عہدہ دار کے ہاتھ مین چلا آیا ہے جو
متولی باشی کہلاتا ہے۔ متولی باشی کے لئے لازمی نہین ہے کہ وہ طبقہ علما سے تعلق
رکہتا ہو بلکہ عموماً وہ ارباب دنیا مین سے ہوتا ہے۔ اپنے عہدہ کے امتیاز کی وجہ سے متولی
باشی مشہد مین اخص الخواص سمجہا جاتا ہے اور اقتدار و رسوخ کے لحاظ سے وہ گورنر جنرل
خراسان سے کچھ کم نہین بلکہ اکثر اوس پر بھی فوقیت لے جاتا ہے۔ موجودہ شاہ کی طاقت
کا یہ کچھ کم ثبوت نہین تھا کہ دوسرے مقامات کی طرح یہان بھی اوسنے اپنی بہائی رکن الدولہ
کو جو میرے خراسان پہونچنے کے وقت وہان کا گورنر جنرل تہا متولی باشی کے عہدہ پر
مامور کرنے سے مذہبی عنصر کو سلطنت کے انتظامی عنصر کا مطیع و محکوم بنا لیا۔ تاریخ مین یہ پہلا
واقعہ تھا کہ دونون عہدون پر ایک ہی شخص کا تقرر عمل مین آیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جس نسبت
سے مجتہدین کی مذہبی طاقت گہٹ گئی اوسی نسبت سے فرمانروائے وقت کی سیاسی طاقت
بڑہ گئی۔ اقتدار اور ناموری کے لحاظ سے متولی باشی کے بعد کمتر درجہ کے متولی ہین۔
جن مین سے بعض کی خدمت موروثی ہے اور بعض کو شاہ مقرر کرتا ہے۔ ان کے بعد
مجتہد ہوتے ہین جنہین بہت کچھ امتیاز اور رسوخ حاصل ہوتا ہے اور بعض صورتون مین
شاہ کی طرف سے ان کے کچھ وظایف بہی مقرر ہوتے ہین ان سب کے بعد ملاؤن کا

درجہ ہے جن کا کام یہ ہے کہ وعظ اور امامت کرین اور جو کچھ زایرون سے وصول کرسکین
اوس سے قوت بسری کرین۔ ممتاز ترمجتہدین کو نہایت درجہ مقدس خیال کیا جاتا ہے
جب وہ مسجد مین نماز پڑہنے کے لئے داخل ہوتے ہین تو بہت سے لوگ اون کے
پیچھے نماز پڑہنے کے لئے جمع ہوجاتے ہین اور وہ اپنے خالی وقت کا بہت کچھ حصہ
بلا تفریق و امتیاز جوش و خروش اور گریہ وزاری کرنے مین گزارتے ہین۔ جب مین مشہد
مین پہونچا تو مذہبی ماتم کا زمانہ تہا۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام رضاؑ کی شہادت کا غم
کیا جارہا تھا۔ تعزیے نکالے جارہے تھے۔ متبرک مقامات مین لوگون کا ہجوم تھا اور
ڈھولون نقارون کے بجنے اور لوگون کے چلانے سے رات نمونہ رستخیز بن رہی تہی
انگریزی قونسل خانہ کے قریب جہان مین ٹھیرا ہوا تھا کوئی نہایت ہی خوش اعتقاد شخص
رہتا ہوگا۔ کیونکہ اوسکے شیون و بکا نے تمام مکان سر پر اٹھا لیا۔ مجھے اوس کے رونے
اور چلانے کی وجہ سے رات بھر نیند نہ آئی اور پڑا پڑا مین بھی دل مین اوسے کوستا رہا۔

چار دیواری کا رقبہ

بست کے ایک پھاٹک سے لیکر دوسرے پھاٹک تک جس زمین کا احاطہ چار دیواری
نے کر رکہا ہے۔ اوسکا رقبہ کم از کم ½ مربع میل ہوگا۔ مغربی دروازہ پر نقارخانہ قایم ہے اور
یہان سے دوسرے ایرانی دار الحکومتون کی طرح شام کے وقت ڈھول نفیری اور جھانج
کی غیر خوش آیند آواز بلند ہوا کرتی ہے۔

متعہ[۱]



از انکہ مین خانقاہ اور اوس کے زایرون کا ذکر ختم کرون اس امر کا بیان کرنا بیجا نہ ہوگا کہ مشہد کی زندگی کا سب سے زیادہ عجیب و غریب پہلو وہ سامان عیش ہے جو زایرون کے لئے اونکے اثنائے قیام مشہد مین بہم پہونچایا جاتا ہے۔ زایرون کو جو دور دراز سفر اختیار کرنا پڑا ہے۔ جو مصیبتین اور صعوبتین اونہین سہنی پڑی ہین۔ جو رنج و فراق اپنے گھر اور اپنی بیوی بچون سے جدا ہونے کے باعث اونہین برداشت کرنا پڑا ہے اوسکے لحاظ سے بہ منظوری قانون مذہبی و برایائے ارباب اجتہاد اُن کو اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ اثنائے قیام مشہد مین عارضی نکاح سے متمتع ہولین۔ مشہد مین ایسی عورتون کی ایک کثیر اور مستقل تعداد ہے جو ہنگامی زوجیت کے لئے تیار رہتی ہین[۲] فریقین کسی ملا کے پاس جسکا ملنا دشوار نہین ہوتا چلے جاتے ہین اور اوس کی اجازت سے

---

[۱] مصنف نے اس موقعہ پر لفظ "پراسٹیٹیوشن" استعمال کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس مقام کا موضوع متعہ ہے جو اہل تشیع کے نزدیک مذہبی لحاظ سے جائز اور مستحسن ہے اس لئے مین نے لفظ مزبور سے قطع نظر کرکے متعہ لکھا ہے۔ صیغہ کے معنی کے سمجھنے مین بھی مصنف کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ صیغہ سے مراد نکاح ہے نہ کہ خود وہ عورت جس سے نکاح کیا جائے اسکے علاوہ متعہ ایسی چیز نہین ہے جو مشہد ہی سے مخصوص ہو جیسا کہ مصنف کا خیال معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ہر مقام اور ہر وقت مین ہو سکتا ہے۔ مترجم

[۲] صیغہ یعنی ہنگامی زوجہ سے ایک دن سے لیکر ۹۹ برس کی مدت تک کے لئے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ عورتین پورے زمانہ کے لئے صیغہ بنائے جانے کو عقدی یعنی حقیقی زوجہ ہونے پر ترجیح دیتی ہین۔ عقدی کو اوس کا شوہر جب چاہے طلاق دے سکتا ہے لیکن صیغہ کو مدت معینہ معاہدہ سے پہلے باستثنائے اوس صورت کے جبکہ اوس سے بد اعمالی سرزد ہو جدا نہین کیا جا سکتا۔ بڑے شہرون مین محدود عرصہ کے لئے جو عورتین صیغہ بنائی جاتی ہین اونہین نیم طوائف سمجھنا چاہیئے۔

معاہدہ نکاح مرتب کیا جاتا ہے جسپر فریقین کی مہرین ثبت کی جاتی ہین۔ اور مقررہ شرح فیس کے ادا کرنے کے بعد نکاح قانونی طور سے کامل ہو جاتا ہے۔ پندرہ بیس دن یا جو کچھہ بھی میعاد مقرر ہو اوس کے گزر جانے کے بعد نکاح کی مدت ختم ہو جاتی ہے۔ عارضی شوہر کسی دور دراز سرزمین مین اپنی پہلی محبوبہ کے پاس واپس چلا جاتا ہے اور عارضی زوجہ چودہ دن کی عدت کے ختم کرنے کے بعد پھر کوئی نیا شوہر ڈھونڈ لیتی ہے۔ بالفاظ دیگر عیاشی کا ایک مہتم بالشان طریقہ مذہب کی اجازت سے مشہد مین رائج ہے۔ ایشیا کے اور کسی شہر مین غالباً اتنی بدکاری نہین ہوتی جتنی مشہد مین اور مجھے افسوس کے ساتھہ یہ امر ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ جو زایر حضرت امام رضاؑ کے مزار کی دہلیز کو بوسہ دینے کے لئے بحر و بر کو طے کرتے اور مصیبتین جھیلتے ہوئے آتے ہین۔ اونکے دل مین اثنائے سفر مین اسی خیال سے بھی کچھہ کم تشفی اور تسکین نہ ہوتی ہوگی کہ مشہد مین پہونچکر ان زحمتون کی تلافی ہو جائیگی۔ اور وہان ہم خوب کھیل کھیلین گے۔

نادرشاہ کا مقبرہ

وہ نامور فاتح نادرشاہ جس نے اس شہر کی سرپرستی کی اور اسکو مزین و آراستہ کیا ابتداءً یہین دفن کیا گیا تھا۔ اپنے حین حیات مین اوس نے اپنے اور اپنے بیٹے رضاقلی میرزا کے لئے یہان مقبرے بنوائے تھے جو مسجد امام صاحب اور دروازہ بالا خیابان کے مابین واقع تھے۔ اب اون کا نشان بھی باقی نہین۔ وحشی خواجہ سرا آغا محمد خان قاجار نے جو اپنی مصیبت کے باعث اصلی کو بھولا نہ تھا تخت پر بیٹھتے ہی اپنے دیرینہ انتقام کی خواہش کو ان

دونون مقابر کے مسمار اور منہدم کرنے سے پورا کیا۔ نادر کی ہڈیان اوس کے حکم سے
طہران لائی گئین اور اپنے دوسرے رقیب کریم خان زند کی خاک کی طرح اوس نے
انہین اپنے محل کی دہلیز کے تلے گڑوادیا تاکہ جب کبھی وہ باہر نکلے تو اوس شخص کی ہڈی
کو اپنے پاؤن تلے روندتا ہوا جائے جس نے اوس پر اور اوس کے خاندان پر مظالم عظیم
برپا کئے تھے۔ فریزر کے زمانہ مین یہ منہدمہ عمارات مشہد مین ملبے کا ایک ڈھیر ہورہی تھین
دس سال بعد برنس نے شلغمون کا ایک کھیت اوس زمین پر اگا ہوا دیکھا جس مین فاتح ہندوستان
کی لاش دفن تھی۔

مشہد مین یہودیون کی آبادی

مشہد مین ابھی تک یہودیون کے بہت سے خاندان آباد ہین گو کہ اونہین اپنے
مذہبی طریقہ کے بموجب اداے عبادت کی سخت ممانعت ہے اور وہ صرف خفیہ طور
پر اپنی مذہبی رسوم ادا کرتے ہین۔ ۱۸۳۸ء مین اون کے جبراً مسلمان بنائے جانے کی
روایت مشہور ہے اور ایک سے زیادہ سیاح نے اوس کا اعادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر والف جو اس
واقعہ سے پہلے اور اوسکے بعد دو دفعہ مشہد مین آیا اسنے حسب ذیل الفاظ مین بیان کرتا ہے
"واقعہ یہ ہوا۔ ایک غریب عورت کے ہاتھ پر زخم تھا۔ کسی مسلمان طبیب نے اوسے یہ نسخہ
بتایا کہ کتے کو مار کر اوس کے خون سے اپنا ہاتھ تر کرے۔ چنانچہ اوس نے ایسا ہی کیا۔ مگر دفعتہً
تمام شہر کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ تم لوگون نے ایسا کرنے سے
ہمارے پیغمبر کی تحقیر کی ہے۔ چند لمحون مین ۳۵ یہودی مارے گئے جو باقی بچے

وہ خوفزدہ ہوکر مسلمان ہو گئے۔ اب وہ خفیہ طور پر پہلے سے بھی زیادہ پکے یہودی ہیں لیکن اپنے آپ کو انوشیم (مجبور کئے گئے) کہتے ہیں[۱]۔

والف یہ نہیں بیان کرتا (جس سے اس عام جوش اور بلوے کے پھیلنے کی توجیہہ ہوتی) کہ یہودن اور کتے کے مارے جانے کا واقعہ بدقسمتی سے اوس دن پیش آیا جبکہ مسلمان عیدالضحےٰ کا جشن منانے میں مصروف تھے[۲] اوہام پرستی اور بغض و عداوت نے بڑی آسانی سے ایک ایسے واقعہ کو جس سے کسی کے دل کا ستانا مقصود نہ تھا لوگون کی نظرون میں اس صورت میں پیش کیا کہ گویا اوس کی غرض و غایت اونکے قومی مذہب کی توہین تھی اور اسی لئے فساد برپا ہو گیا۔ اوس زمانہ کے مقابلہ میں آج کل بہت کم تعصب یہان کے مسلمانون میں ہے لیکن یہودی کو اب بھی چاہیئے کہ مشہد میں اپنا طرز عمل مودبانہ اور منکسرانہ رکھے۔

سرکاری عمارات

خانیکاف بیان کرتا ہے کہ مشہد میں چودہ مدرسے اور سولہ کاروان سرائین ہین۔ اور

---

[۱] دیکھو "نیریٹو آف مشن ٹو بخارا ان ۱۸۴۳-۱۸۴۵" (حالات سفارت بخارا ماسورہ سنہ ۱۸۴۳ء لغایت سنہ ۱۸۴۵ء) جلد اول صفحہ ۲۳۹ و جلد دوم صفحہ ۷۲۔

[۲] مسلمانون کی روایت کے بموجب عید قربان کا جشن حضرت ابراہیم کی اس نیت کی یادگار میں منایا جاتا ہے کہ اونہون نے حضرت اسمٰعیل (نہ کہ حضرت اسحٰق) کو قربان کرنا چاہا تھا۔ جو جانور اس موقعہ پر قربانی کئے جاتے ہین وہ مسلمانون کے عقیدے کے مطابق بہت کچھ باعث ثواب ہین اور یہ باور کیا جاتا ہے کہ جب مسلمانون کو پل صراط پر جو تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہے جنت کی طرف جاتے ہوئے گذرنا پڑے گا تو یہی قربانی کے جانور

ان کے نام اور نیز تاریخ ہائے قیام بھی اوسنے گن کر بتائی ہین - جو ناظرین ان امور کے متعلق اطلاع حاصل کرنا چاہتے ہون وہ اوس کی کتاب پڑھ کر یہ باتین دریافت کرسکتے ہین[۱]

صنعت و دستکاری

میں نے مشہد کی مقامی صنعت اور دستکاری کے متعلق کتابون مین بہت کچھ حالات پڑھے تھے لیکن یہان کی بنی ہوئی جو چیزین میرے دیکھنے مین آئین اونہین دیکھکر مجھے بڑی مایوسی ہوئی - خریدار کے لئے یہان کے بازار سے زیادہ ناقص بازار اور کوئی ہو ہی نہین سکتا - دمشقی وضع کی تلوارون کے پھل یہان عرصہ قدیم سے بنتے ہین اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتداءً اس کام کے بنانے کے لئے تیمور نے دمشق کے کچھ کاریگر یہان لاکر آباد کئے تھے لیکن چونکہ تلوارون اور پیش قبضون کے بجائے اب بندوقون اور طپنچون کا رواج ہوگیا ہے اس لئے نئی تلوارون کو کوئی نہین پوچھتا - ریشمی اور سوتی کپڑے اور مخمل یہان تیار ہوتی ہے لیکن کیفیت کے لحاظ سے بخارا کے اسی قسم کے کام کے مقابلہ مین اونہین بہت ہی ادنی درجہ حاصل ہے - شہر مین ۶۵۰ ریشم بافی اور ۳۲۰ شالبافی کے کارخانے ہین البتہ عمدہ قالینین یہان دستیاب ہوسکتی ہین خصوصاً اصلی مشرقی وضع کی قالینین جن کی بناوٹ غفت اور جن کے رنگ دیرپا ہوتے ہین اور قاین اور برجند سے آتے ہین بہم پہونچ سکتی ہین - کردی وضع کے قالین بھی اچھی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۵ - اوس وقت اون کے کام آئین گے -

[۱] دیکھو "تذکرہ اقوام جنوبی حصہ علاقہ وسط ایشیا" (بزبان فرانسیسی) صفحہ ۱۰۷ -

ایک جداگانہ شان لئے ہوتی ہین لیکن اسقدر خوبصورت نہین ہوتے فقط مشہد مین قالین
بافی کے چالیس کارخانے ہین - ترکمانی قالین اور زیورات اور ہتیار سابق مین مشہد
کے بازارون مین عام طور پر بکا کرتے تہے لیکن اب ان چیزون کو روسی یا توماورالنہر
مین تمام وکمال خرید لیتے ہین اوریا وہ یورپ کو بہیج دی جاتی ہین - ایران مین طہران کے
بعد جو ہرشئے کا مرکز ہے گو کلان ترکمانون کے ڈیرون کے قریب استرآباد غالباً دوسرے
درجہ پر بہترین مقام ہے جہان ترکمانی ساخت کی چیزین دستیاب ہوسکتی ہین - قدیم تاتاری
بلکہ باختری سکّے بھی بسا اوقات مشہد مین مل سکتے ہین - مین نے یہ خیال کیا تہا اور میرا
ایسا خیال کرنا حق بجانب بھی تہا کہ چونکہ نیشاپور کی مشہور و معروف فیروزے کی کانین یہان
سے اسقدر قریب ہین اس لئے یہان اس پتہر کے عدہ عدہ نمونے مشہد کے بازارون
مین موجود ہونگے - لیکن جو فیروزے میرے دیکھنے مین آئے وہ نہایت خراب تہے -
جتنے اچھے پتھر ہوتے ہین وہ کان سے نکلتے ہی خرید لئے اور ممالک غیر مین بہیج دے
جاتے ہین - جو پتھر باقی بچتے ہین وہ مشہد مین آتے ہین لیکن اون کی کیفیت اور قیمت
ایسی نہین ہوتی کہ زایرون کی توجہ اپنی طرف منعطف کرے - نہ مجھے وہ پتہر کے ترشے
ہوئے پیالے - بادئے - بدہنے اور دوسری قسم کے ظروف ہی پسند آئے جو ایک قدیم
وضع کی خراد اور اوزارون کے ذریعہ سے ایک نرم پتہر کو جو اس نواح مین نکلتا ہے ترش کر
تیار کئے جاتے ہین - اس پتھر کی دو قسمین ہین - ایک تو بہورا مائل بہ سرخی اور دوسرا
نیلاہٹ لئے ہوئے خاکی رنگ کا ہوتا ہے - لیکن اگرچہ سیاحان سابق نے ان صنعتی

اشیا کی نہایت تعریف کی ہے مین نہ تو اس پتھر کی عمدگی کی قدر کر سکا جس سے یہ چیزین
تیار کیجاتی ہین اور نہ خود ان چیزون کی شکل کے تناسب یا جو صنعت اون پر صرف
کی گئی تھی اوس کی داد دے سکا۔

شرح اجرت اور قیمت اشیا

مین مشہد مین آیا تو کاریگرون کی اجرت کی شرح حسب ذیل تھی۔ بڑھئی۔ ۳
قران یعنی ایک شلنگ ۹ پنس (۱۲؍) یومیہ۔ راج ۲ قران۔ لوہار ۱½ قران۔ عام مزدور
ایک قران۔ روٹی کی قیمت ۱ پنس (۱؍) فی سیر اور بکری کے گوشت کی ۲¾ پنس (۵؍) فی سیر
تھی مرغیان جو کوہستان مین ۳½ پنس (۳؍) کو ملتی تہین یہان ۷ پنس (۷؍) مین دستیاب
ہوتی ہین۔ گیہون کی قیمت ۷ سیر کے لئے ۶ پنس (۶؍) تھی اور جو کی ۴ پنس (۴؍) سے
کسیقدر کم۔

بینک اور روپیہ قرض ملنے کی سبیل

اس شہر مین ۴۴ اچھی حیثیت کے ساہوکار یعنی سود خوار ہین اور ان سب کا مجموعی
سرمایہ ۹۳۱۰۰۰ تومان یعنی ۲۶۶۰۰۰ پاؤنڈ ہوگا۔ ان مین سے صرف دو کا سرمایہ
دس لاکھ تومان (۲۸۵۷۰ پاؤنڈ) تھا۔ تین ایسے تھے جنکا سرمایہ پچاس پچاس ہزار تومان
(۱۴۲۸۵ پاؤنڈ) تھا اور دو کا سرمایہ تیس تیس ہزار (۸۵۷۰ پاؤنڈ) تھا باقی کم حیثیت
کے ساہوکار تھے طہران کے "نیو اورینٹل بینک" کا ایک ایجنٹ مشہد مین رہتا تھا
لیکن چونکہ اس بینک نے اپنا کام ایران کے نئے "امپیریل بینک" کے تفویض

کردیا اس لئے امپیریل بینک خراسان مین قایم ہوگیا ہے جہان اوسکے لئے ایک وسیع میدان کھلا پڑا ہے مشہد مین روس کے بہت سے روبل (ایک روسی سکہ) کے نوٹ (ان کی تعداد ۲۰۰۰۰۰ بیان کی جاتی ہے) زیر رواج تھے۔ انگریزی ساورن کی قیمت ۳ تومان اور ۳½ قران یعنی اوسط شرح تبادلہ کے حساب سے ۱۹ شلنگ چھہ پنس تھی۔ ہندوستان کا روپیہ یہان اپنی پوری قیمت پر یعنی ۱ شلنگ ۵ پنس مین چلتا تھا[51]۔

گورنر جنرل مشہد کی ملاقات

اثنائے قیام مشہد مین مین خراسان کے گورنر جنرل سے ملا۔ جیسا کہ مین اوپر بیان کرچکا ہون یہ اعلیٰ عہدہ دار شاہ کے دو بھائیون مین سے جو بقید حیات موجود ہین ایک سے ہے۔ اوس کا نام محمد تقی مرزا اور اوس کا خطاب رکن الدولہ ہے اور وہ اسوقت تیسری دفعہ گورنر جنرلی کی خدمت پر مامور ہوا تھا۔ گذشتہ پندرہ سال کے عرصہ مین کچھ کچھ فصل سے وہ اس خدمت پر متعین رہ چکا تھا اور بیچ مین کبھی کبھی کسی دوسرے دعوے دار کے شاہ کی نظرون مین چڑھ جانے یا زیادہ رشوت دے سکنے کے باعث ہٹا بھی دیا گیا جاتا رہا تھا[52]۔ اوس کی نسبت یہ بات مشہور تھی کہ وہ ایک نرم مزاج اور کمزور دل کا شخص ہے

[51] ۔ مال اور تجارت کی سیاسی رپورٹ نشان ۵۳۰ بابت ۱۸۹۰ء۔

[52] سال روان (۱۸۹۱ء) کے موسم بہار مین رکن الدولہ کو خدمت گورنری سے پھر ہٹا دیا گیا جسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اوسے روسیون کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اوس کی جگہ فتح اللہ خان صاحب دیوان جو سابق مین ظل السلطان کے ماتحت فارس کا گورنر تھا مقرر ہوا ہے۔

اور شاہی خاندان کا شیوہٴ کفایت شعاری روس کے حصّہ مین بھی آیا ہے لیکن سیاسی امور مین وہ دنیاسازی سے کام لیتا ہے۔ البتہ اوسکے مشیر خاص کی ہمدردی علی الاعلان روسیون کے ساتھ تھی۔

ارک



رک یا قلعہ جس مین گورنر جنرل رہتا ہے شہر کے جنوبی و مغربی حصّہ مین واقع ہے اور ایک وسیع میدان شہر کے اور اسکے درمیان حائل ہے۔ ارک کے گردا گرد پست دیوارون اور برجون کا ایک حصار کھنچا ہوا ہے اور دو برجون کے درمیان ایک پھاٹک مین سے جسکے اوپر شیر و آفتاب کا ایک دھندلا سا مضحکہ انگیز نقش نظر آرہا تھا ہم اندر داخل ہوئے اور ایک لمبی ڈاٹ کی چھت کی گلی مین سے گذرتے ہوئے ایک وسیع صحن مین پہونچے۔ یہان ہم گھوڑے سے اُترے اور ایک کثیف چار دیواری مین سے ہوتے ہوئے جس مین پھولون کی پریشان کیاریان تھین ہم ایک چھوٹے اندرونی صحن مین داخل ہوئے جہان بہت سے ملازمین اور خدام کھڑے ہوئے تھے جو ہمکو ایک دیوانخانے مین جو دوسرے سرے پر تھا لے گئے۔

رکن الدولہ کے ساتھ میری گفتگو

یہان گورنر ہم سے ملنے کے لئے بڑھا۔ وہ پست قد اور بہت ہی جسیم ہے لیکن اوسکے چہرہ سے ہردلعزیزی کے آثار پائے جاتے ہین اور گو شاہ سے اوس کی شکل نہین ملتی تاہم نسل قاچار کے ممتاز خال وخط سے آراستہ ہے۔ اوسکے سر کے بال تو سیاہ

تھے لیکن اوس کی ڈاڑہی کی کہونٹیان سفید تھین سر پر وہ برے کی کہال کی کلاہ پہنے تہا اور اوس کا باقی کا لباس کشادہ دامن والے معمولی سیاہ کوٹ اور ایران کے امرا کی پتلون پر مشتمل تہا اوس کے ہاتہون مین سفید سوتی دستانے تہے اور خوش اخلاقی کے طور پر اوس نے اپنے ہاتہون کو اپنے سینے پر آڑا جوڑ ار کہا تہا۔

ہماری گفتگو کچھ بہت زیادہ دلچسپ نہ تہی کیونکہ گورنر نے صرف اخلاق آمیز رسمی جوابات پر اکتفا کی۔ جب مین نے اوس سے دریافت کیا کہ آیا آپ کے خیال مین ریلونکا ایران مین قایم کیا جانا قرین احتمال ہے۔ تو اوس نے یہ مبہم سا جواب دیا کہ انشاء اللہ تعالے جن ریل کے سلسلون کا ایران مین قایم ہونا ممکن ہے اون کے متعلق اوس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ظن غالب یہ ہے کہ طہران سے قم تک سب سے پہلے ریل کا سلسلہ قایم کیا جائیگا اوس نے یہ بھی بیان کیا کہ میرے صوبہ کی معدنی پیداوار بہت بڑی ہے (جو غالباً صحیح ہے) اور سونے۔ چاندی۔ سیسے۔ تانبے اور کوئلے پر مشتمل ہے۔ جب مین نے اوس سے یہ دریافت کیا کہ آیا خلایق عامہ کو یہ بات معلوم ہے کہ شاہ نے حال مین یوروپ کا جو سفر اختیار کیا ہے اوس کے اثنا مین یوروپ نے اور بالخصوص انگلستان نے اوسکا استقبال کس طور پر کیا تو اوس نے یہ جواب دیا:۔ "عوام الناس کو یہ حالات کیسے معلوم ہو سکتے ہین۔ صرف عہدہ دارون اور اعلیٰ طبقہ کے لوگون کو اس کی کیفیت معلوم ہے۔ طہران مین تین اخبار شایع ہوتے ہین اور ان مین سے ایک کی سو کاپیان ہر ہفتہ مشہد مین آتی ہین۔ بعد مین جب شاہ کا سفرنامہ شایع ہوگا تو لوگ پڑہین گے اور اوسوقت اون کو سب حال معلوم

ہو جائیگا"

رکن الدولہ کی ملاقات سے مجھہ پر جو اثر ہوا وہ اوس اثر سے مختلف نہ تھا جو متعدد ایرانی اعیان سلطنت کی گفتگو سے جن سے بعد مین مجھے ملنے کا اتفاق ہوا میرے دلپر پڑا اور وہ یہ کہ اگرچہ اعیان موصوف مجرد طور پر اپنے ملک کی اندرونی ترقی اور فلاح کے متمنی ہین - لیکن عملی طور سے اس مقصد کی تکمیل کے لئے بالکل کوئی کوشش نہین کرتے اور جس حالت مین ہین اوسی مین خوش ہین -

فوج متعینہ مشہد

اگلے باب مین مین صوبہ خراسان کی فوجی طاقت کے متعلق کسیقدر تفصیل کے ساتھہ ذکر کرونگا - فی الحال مین صرف اوس فوج کا ذکر کرتا ہون جو مشہد مین ہے یہان تین پیدل پلٹنین آٹھہ آٹھہ سو جوانون کی متعین ہین جو بالعموم صوبہ آذربایجان کے ترکی صوبہ سے بھرتی کی جاتی ہین - اس احتیاط کا مقصود یہ سمجھا جاتا ہے کہ فوج والون اور شہر کے لوگون مین رابطۂ اتحاد قایم ہونے نہ پائے - بیان کیا جاتا ہے کہ ارک مین بیس ہلکی توپین موجود ہین - لیکن چونکہ وہ کبھی باہر نہین لائی جاتین اور توپچی ادن کے چلانے کی کبھی مشق نہین کرتے اور توپخانہ کے گھوڑون سے بھی ان کے متعلق کبھی کام نہین لیا جاتا اسلئے حقیقی جنگ مین غالباً یہ توپخانہ زیادہ مہیب نہ ثابت ہوگا -

مشہد دول خارجہ کے قونسل

صرف دو طاقتون کے وکیل مشہد مین متعین ہین اور وہ طاقتین برطانیہ کلان اور روس

ہین اور ظاہر ہے کہ انہین دونون طاقتون کو یہان وکیل رکھنے کی ضرورت بھی ہے - جو واقعات برطانوی اور روسی قونسلون کے یہان مقرر کئے جانے کا باعث ہوئے اور جو میرے مشہد پہونچنے سے کچھ ہی عرصہ پہلے ظہور مین آئے ایسے نہین کہ اون کا یہان ذکر نہ کیا جائے - اول اول روس نے ۱۸۸۸ء کے آخری حصّہ مین اس بارہ مین تحریک کی ۱۸۸۱ء کے عہدنامۂ اخال وخراسان کے ساتوین فقرے کی روسے اوسکو ایران کی سرحدی چوکیون پر وکیل متعین کرنے کا استحقاق حاصل تھا[۱] - لیکن اس عہدنامہ مین کسی قونسل یا قونسل جنرل کے تقرر کا ذکر نہ تھا - مشہد کو کسی ممکن الوقوع صورت مین سرحدی مقام سے تعبیر نہین کیا جا سکتا تھا اور ترکمانون کے جھگڑے سے اوس کا بعید ترین تعلق بھی نہ تھا - اسکے علاوہ شاہ اس امر کا خاص طور سے مخالف تھا کہ خراسان کے مذہبی دارالحکومت مین کوئی ایسی دست اندازی کی جائے - روس اور برطانیہ کلان دونون ایک عرصہ دراز سے یہان ویسی مختار مقرر کر رہے تھے مگر جو انگریزی عہدہ دار مثلاً جرنیل مکلین اور کرنیل اسٹوارٹ بطور خاص اس سرزمین مین سیاسی خدمت پر مامور کئے گئے وہ کسی دوسری جگہ سکونت رکھتے تھے یا اپنا مستقر ایک جگہ سے دوسری جگہہ بدلتے رہتے تھے اور کبھی مستقل طور پر

[۱] یہ فقرہ حسب ذیل ہے :- اس عہدنامہ کی شرائط کی پابندی اور تعمیل کے لحاظ سے اور اس غرض سے کہ جو ترکمان سرحد ایران پر رہتے ہین اون کے چال چلن کی نگرانی کی جائے ہزمجسٹی شہنشاہ روس کی گورنمنٹ کو ایران کی تمام سرحدی چوکیون کے لئے وکیلون کے نامزد کرنے کا حق حاصل ہوگا - اون تمام معاملات مین جو فریقین معاہد کے مقبوضات سے ملے ہوئے اضلاع مین امن وآسایش کے قیام کے متعلق ہون وکلائے متعینہ روسی اور ایرانی حکام کے باہمی تعلقات کا واسطہ ہون گے -

مشہد مین نہ رہے تھے کیونکہ اونہین ہمیشہ یہ یقین دلایا جاتا رہا کہ یہان رہنے مین اونہین جان کا خوف ہوگا۔

موسولساف کا تقرر

روس نے کچھ عرصہ سے فیصلہ کر لیا تھا کہ اوس کی اغراض متعلقہ خراسان اس امر کی مقتضی ہین کہ مشہد مین اوس کا ایک وکیل سرکاری طور سے رہے۔ چنانچہ زار نے موسولساف روسی قونسل متعینہ رشت کو جو ایران کے سیاسی مسائل کو اچھی طرح سمجھنے کی وجہ سے ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر خیال کیا جاتا ہے مشہد کا قونسل جنرل نامزد کیا اور شاہ کو اطلاع دیگئی کہ اوسے اس تقرر کی نسبت اپنی منظوری دینی ہوگی۔ یہ تحکمانہ طرز عمل شاہ کو نہایت ناگوار گذرا اور کچھ عرصہ تک منظوری نہین دی گئی۔ لیکن روس کی طاقت شمال کی طرف اس درجہ مستحکم ہے کہ جن تجاویز کو وہ معرض عمل مین لانا چاہے اون کی زیادہ عرصہ تک یا حقیقی طور پر مدافعت کرنا ایران کے لئے نہایت خطرے کا باعث ہے۔ چنانچہ کچھ توقف کے بعد منظوری دی گئی اور ۱۸۸۹ع کے موسم بہار مین موسولساف کی ماموری مشہد مین عمل مین آئی۔ جب ایک دفعہ روسیون کے ساتھ ایسی رعایت عمل مین لائی گئی تو انگریزون کو بھی اوس سے متمتع ہونے سے روکا نہین جا سکتا تھا۔ غرضکہ جرنیل مکلین جو کچھ مدت سے افغانی و ایرانی سرحد پر گورنمنٹ ہند کی سیاسی وکالت نہایت قابلیت سے انجام دے رہا تھا ساتھ ہی مشہد کا قونسل جنرل مقرر ہوا اور اپنی خدمت پر اپنے روسی ہم عہدہ معاون سے کچھ عرصہ پہلے پہونچکر اوس محدود سیاسی جماعت کا رکن رکین قرار پایا جو خراسان

کے دار الحکومت مین اسطور سے وجود پذیر ہوئی تھی۔

روسی قونسل خانہ



گورنمنٹ روس کچھ عرصہ سے اس موقعہ کے لئے تیاریان کر رہی تھی جو ڈپی ایجنٹ کی طرف سے یہان مامور تھا اوسے رہنے کے لئے ایک وسیع مکان جسکے حوالی کشادہ تھے اور جو شہر کے ایک عمدہ حصہ مین واقع تھا دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس عمارت مین جو ایک بڑے شہنشاہ کے وکیل کے سرکاری مکان ہونے کے لئے بالکل موزون تھی موسو لساف فوراً چلا آیا۔ اور روسی پرچم اوسکے دروازے پر لہرانے لگا۔ چار روسی کاسک اور ایرانی فوج کے کچھ سپاہی جو گورنمنٹ ایران کی طرف سے دونون قونسلون کی حفاظت کے لئے مامور ہوئے تھے باہر جاتے وقت قونسل کے آگے آگے چلتے تھے اور مشہد کے لوگ جن کا مذہبی تعصب بالکل سلبی ثابت ہوا بہت جلد اس غیر عنصر کے جو اس فوجی شان کے ساتھ شہر مین نکلتا تھا عادی ہو گئے۔ اس مین ذرا شک نہین کہ ایک لایق روسی افسر کے عملہ کے ساتھ موجود ہونے اور وسیع حوالی اور ایک شاندار عمارت کی وجہ سے جو اثر لوگون کے دلون پر پڑا ہوگا اوس سے ضرور ہے کہ مشہد مین روسیون کا رسوخ بہت کچھ بڑھ گیا ہو اور گو اس رسوخ کو بعض دفعہ شاہانہ اور فوری حکم کے ساتھ عمل مین لایا جاتا ہے لیکن پھر بھی اس سے اس رسوخ مین باعتبار شدید الکیفیت ہونے کے کوئی فرق نہین آتا۔ مشہد مین ایک زبردست روسی وکیل کا موجود ہونا گویا اوس بڑی طاقت کی محسوس علامت ہے جسکے نقل و حرکت اور منصوبون کے متعلق مشرق کی

ہر بازار مین گفتگو ہوا کرتی ہے اور جس کا ہر وقت بڑہنے والا سایہ جسے دیسی لوگ بیخودی کے عالم مین سر تسلیم خم کئے ہوئے دیکھتے ہین ایک گرجنے والے بادل کی طرح افق کی طرف سے بڑہتا ہوا ملک پر چھا رہا ہے۔

انگریزی قونصل خانہ



خبار "ٹائمس" کو جو مراسلات مین نے بھیجے اون مین سے ایک مین حسب ذیل تحریر مندرج تھی:۔ "افسوس ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ اپنے مختار کے رہنے کے لئے ایسا عالیشان مکان تیار نہین کرسکی - اس ضرورت کے لئے روس کی طرح انگلستان نے پہلے سے تیاری نہ کر رکھی تہی اور جس عمارت پر اب برطانوی قونصل خانہ کی علامت ثبت ہے اور انگریزی پھریرا اڑتا ہے اوس کی ظاہری شان ایسی نہین کہ اپنے مکین کے رتبہ اور امتیاز کا کچھ بھی ثبوت دے سکے - یہ امر نہایت ہی باعث ذلت ہے کہ برطانوی قونصل جنرل ایسے پست اور تباہ حال مکان مین بود و باش رکھے - گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ اپنے سفیر کی شان اور حیثیت کے موافق فوراً کسی ایسے مکان کا انتظام کرے جس سے یہان کے لوگون کے دلون مین ایک عظیم الشان اور دولتمند طاقت کا رعب بیٹھ سکے۔"

مجھے یہ سن کر نہایت خوشی ہوئی کہ اس بارہ مین گورنمنٹ میری ہم خیال نکلی اور اوسنے ایک معتدبہ رقم کی منظوری اس غرض سے دی کہ ایک قطعۂ زمین خرید کر اوس پر ایسی عمارت قایم کی جائے جو برطانیہ کلان کی عظمت و شان کے شایان ہو - جنرل مکلین جس نے خراسان مین برطانیہ کلان کی وکالت کی خدمت نہایت قابلیت سے انجام دی ہے



مشہد کا ہنگامی انگریزی سفارتخانہ

اوس کا پہلے پہل یہ قصد تھا کہ شہر پناہ کے باہر ایک شاداب اور سیر حاصل باغ جس کا رقبہ تقریباً تیس ایکڑ تھا خرید ا جائے لیکن جو اطلاع مجھے سب سے بعد مین ملی وہ یہ ہے کہ یہ خیال ترک کر دیا گیا ہے اور غالباً شہر ہی مین کوئی قطعہ آراضی خرید لیا جائیگا۔

اراکین و تقررات

برطانوی سفارت کے اراکین نظام سفارت کے پوری طرح سے ترکیب پا جانے کے بعد (کیونکہ ابھی تک اس کی حالت ابتدائی ہے) قونسل جنرل۔ اوس کا مددگار اور ایک نائب قونسل ہون گے۔ ہندوستانی فوج ''گائیڈس'' مین سے دو سارجنٹ اور تین سپاہی پہرے کے لئے خانگی طور پر مامور کئے گئے ہین ان کی خوشنما وردی اور خوش آیند وضع سے دیکھنے والے پر خواہ مخواہ اچھا اثر پڑتا ہے۔ اسکے علاوہ گورنمنٹ ایران کی طرف سے ایک سارجنٹ اور چھہ جوان سرکاری طور پر پہرے کیلئے متعین ہین۔ انگریزی قونسل خانہ سے ۲۲ ترکمان سوارون کا ایک دستہ بھی متعلق ہے۔ یہ ترکمان پنجدہ کے قبیلہ سارق سے تعلق رکھتے ہین اور اوسوقت سے جب کہ سرحد افغانستان کا شروع شروع مین جھگڑا ہوا تھا انگریزون کے ساتھ ہین اور اب مشہد اور ہرات کے درمیان خانگی ڈاک لے جانے پر مامور ہین۔ اس ڈاک کا سلسلہ ہرات مین امیر افغانستان کی ڈاک سے جا ملتا ہے

حاشیہ صفحہ ۳۵۶ ۔ جنرل مکلین اب اپنی خدمت سے سبکدوش کیا جا چکا ہے (سنہ ۱۸۹۱ء) اور اوس کی جگہ مشہد کا قونسل جنرل مسٹر لنے الیاس مقرر ہو کر آیا ہے جو ہندوستان کی سول سروس (طبقہ ملازمت ملکی) مین نہایت ممتاز اور سربرآوردہ ہے۔

اگر امیر افغانستان اپنے ممالک محروسہ کے شمالی حصون مین ہو تو بعض دفعہ ویسراے
کشور ہند کا کوئی ضروری مراسلہ نہایت آسانی اور سرعت کے ساتھہ اس دور کے راستہ سے
اوسکے پاس بہیج دیا جاتا ہے۔جب ایک شاندار اور موزون حوالی کی عمارت تیار ہو جائیگی۔
تو برطانوی قونسل جنرل جو گورنر جنرل ہند کا ایجنٹ بھی ہے اس اعانت اور تائید کی وجہ
سے اپنی شان اور حیثیت ایسی رکھہ سکے گا جو اوس طاقت ذوالریاستین کی رفعت و عظمت کے
شایان ہوگی جس کا وہ مختار ہے اور جو ایسے ملک مین اور ایسے لوگون کے لئے لوازم سی
ہے جن کی نظرون مین آداب ظاہری اور نمایش کو گویا حصول نجات کا ذریعہ سمجہا جاتا ہے۔

قونسلون کی کارروائی



تو مشہد مین دونون طاقتون کی ظاہری سیاسی حیثیت کا حال ہے۔اب مین
اُن کثیر التعداد انتظامی کارروائیون کا ذکر کرتا ہون جو دونون قونسلون کو انجام دینی پڑتی
ہین کیونکہ روس اور برطانیہ دونون کی صدہا رعایا کو مشہد مین تجارتی اغراض سے آنا پڑتا ہے
رعایاے برطانیہ جو یہان آتے ہین زیادہ تر ہندو اور چند کشمیری ہوتے ہین جو بمبئی سے
براہ بندر عباس یہان تجارتی مال لاتے ہین یا بعض دفعہ وہ افغان یا ایرانی ہوتے ہین
جو انگریزی رعایا ہو گئے ہین۔جو افغان مشہد مین آتے ہین وہ اون حقوق سے جو انگریزی
رعایا کو حاصل ہین مستفید ہونے کے لئے اپنی پوری رضامندی کا اظہار کرتے ہین حالانکہ
امیر اپنے علاقہ مین بہ تقاضاے نخوت و غرور کسی ایسے حق کے تسلیم کئے جانے کا ہرگز
روادار نہین۔خراسان مین روس کی رعایا ارمنی۔قاف کے مسلمان۔ترکمان۔ماوراءالنہر کے

باشندے - سرطا اور بخارا ائی ہین - ان رعایا کے نامون کے درج رجسٹر کرنے اور اون کے کاروبار مین اونہین عاجل مدد دینے مین روسیون کو اپنے طریقہ پروانۂ راہداری کی وجہ سے بڑی مدد ملتی ہے کیونکہ اس طریقہ کے ذریعہ سے درخواست گزار کا تشخص - قومیت اور دعاوی فوراً دریافت ہو سکتے ہین - انگریزون نے اس نہایت ہی مفید طریقہ کو کبھی اختیار نہین کیا اور اس لئے جن اشخاص کو انگریزی ظل حمایت مین ہونے کا دعوی ہو اون کے دعاوی کی حقیقت کی تحقیق مین بہت کچھ وقت اور محنت صرف کرنی پڑتی ہے اور پھر بھی بسا اوقات ایرانی حکام کو اوسپر اعتراض ہوتا ہے اور بڑی مشکل سے بہت دیر کے بعد اس کا تصفیہ اون کے حق مین ہوتا ہے - پس ان مشکلات اور دقتون کے لحاظ سے یہ مناسب ہوگا کہ کم از کم ایران مین پروانۂ راہداری کے طریقہ کے رواج دئے جانے کے مسئلہ پر غور کیا جائے[۵۱] - مین یقین کرتا ہون کہ گورنمنٹ ایران اس کو نہایت ہی پسند کرے گی -

طوس

مشہد کے نواح مین بہت کم مقامات دیکھے جانے کے قابل ہین - خواجہ ربیع کی مسجد کا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون - مصلا جو ابتدائے سنہ ۱۶۹۹ء مین عید قربان کی تقریب کے لئے تعمیر کیا گیا تھا اور جس کی نسبت میگگریگر بیان کرتا ہے کہ شہر کے حوالی مین اگر کوئی کھنڈر دیکھنے

---

۵۱ مین نے سنا ہے کہ گورنمنٹ انگریزی نے افغانون کو یہ اجازت دیدی ہے کہ ایرانی عہدہ دارون کی وساطت سے روسی پروانۂ راہداری لے لیا کرین - مگر مین اس اجازت کو نہ تو حق بجانب ہی کہہ سکتا ہون اور نہ اوس کی کوئی توجیہہ ہی کر سکتا ہون -

سکے قابل ہے تو یہ ہے۔ اب بالکل برباد ہو جانے کے باعث ایسا نہین رہا کہ اوسکو دیکھا جائے۔ البتہ ممکن ہے کہ سیاحون کو یہ شوق دامنگیر ہو کہ گھوڑے پر سوار ہو کر طوس کے کہنڈرون کی جا کر سیر کر آئین جو مشہد سے پہلے شمالی و مغربی سمت مین پندرہ میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ ایرانی روایات اس شہر کی قدامت۔ تاریخ اور انقلابات سے جو کسی زمانہ مین مشہور تھا معمور ہین۔ موجودہ کہنڈرون سے جو واضح اور نمایان ہین معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربون کا بنایا ہوا فصیل دار شہر تھا جسکا دور قریباً چار میل ہوگا۔ اسکے شمالی و مشرقی گوشہ مین ایک ارک یا حصار وسطی کے آثار پائے جاتے ہین۔ وسط مین ایک وسیع گنبد دار ویران عمارت ہے۔ جو بلاشبہ کسی زمانہ مین مسجد ہو گی۔ مگر اب نقارہ خانہ کے نام سے مشہور ہے۔ اوڈونون نے جس نے ان کہنڈرون کو بغور دیکھا ہے اور اونکا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے غلطی سے اس عمارت کو مشہور و معروف قومی شاعر فردوسی کا مقبرہ سمجھا ہے[۵۱]۔ بلکہ اوسکی تابوت تک کا پتہ چلایا ہے[۵۲]۔ فردوسی کا مرقد اصل مین ایک گمنام سی عمارت کے تلے تھا جو ستر سال پہلے نظر آتی تہی مگر اوڈونون کے سفر کے وقت اوس کا نشان بالکل معدوم

۵۱ فردوسی کو جو ۹۴۰ء کے قریب پیدا ہوا اور ۱۰۲۱ء مین انتقال کر گیا محمود غزنوی نے تاریخ ایران نظم مین لکہنے پر مامور کیا تہا چنانچہ اوس نے شاہنامہ لکھا جس مین ساٹھہ ہزار بیت بزبان پہلوی درج ہین اور ان مین صرف دو عربی الفاظ پائے جاتے ہین حالانکہ اوس زمانہ مین زبان مروجہ کے ہر تین لفظون مین دو عربی یعنی غیر ایرانی الاصل لفظ ہوتے تہے۔

۵۲ دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد دوم۔ صفحات ۱۴ الی ۱۶۔ اور اوس کا مقابلہ خانیکاف کی تصنیف کے صفحات ۳۱ و ۱۰۹ الی ۱۱۰ سے بہی کرو۔

ہوگیا تھا اور گیہون کے ایک کھیت سے کوئی زیادہ ممتاز یادگار اوس پر پھر قایم نہین کی گئی

تار برقی



کہ مین سابق مین ذکر کرچکا ہون مشہد شمال کی طرف قلات نادری سے اور شمال ومغرب کی طرف کوچان دیجنرد سے بذریعہ تار برقی ملا ہوا ہے۔ قلات سے تار برقی کا ایک سلسلہ درگز تک گیا ہے۔ اسکے علاوہ مشہد سے سرخس کی سرحدی چوکی تک جو روسی سرحد پر واقع ہے اکہرے تار کی ایک شاخ قایم ہے مگر یہ تار اکثر ٹوٹا رہتا ہے اور اسلئے دارالسلطنت اور سرخس کے تعلقات پیغام رسانی کا سلسلہ منقطع ہوتا رہتا ہے۔ یہ سلسلہ سال روان ۱۸۹۱ء مین دریائے تجند کے دوسرے کنارے پر روسی سرخس سے لیجا کر ملا دیا گیا ہے۔ جہان روس کی فوجی چھاؤنی قایم ہے اور دونون تارون کا مقام اتصال دریائے تجند کی تہ ہے اس سے مشہد کا تعلق تار برقی عاشق آباد اور مرو کے ساتھ قایم ہوجاتا ہے جو روسی تفوق کا مزید ثبوت ہے۔ فی الحال مشہد اور جنوبی علاقہ کے درمیان تار قایم نہین ہے مگر اس تجویز پر بحث کی جارہی ہے کہ دارالسلطنت کو برجند سے بذریعہ ایک سلسلہ تار برقی ملا دیا جائے۔ طہران اور مشہد کے درمیان ۵۷۰ میل لمبا جو خاص سلسلہ تار برقی قایم ہے اوسکی راہ مین نیشاپور۔ سبزوار اور شاہ رود پڑتے ہین۔ اگرچہ اسکا تعلق گورنمنٹ ایران سے ہے لیکن اس کے مصارف اور نیز اس کا انتظام انڈو یورپین ٹیلیگراف ڈپارٹمنٹ سے متعلق ہین جسکی طرف سے ایک مہتمم شاہ رود مین اور دو تار منشی طہران مین متعین ہین۔ اس سلسلہ تار برقی کی ضروریات کے لحاظ سے یہ عملہ بالکل ناکافی ہے اور

تار مہینے مین کئی کئی دن تک ٹوٹا رہتا ہے۔ اوّل اوّل اہل ایران نے تار کے دفترون کو بست کی طرح مقدس خیال کیا اور کئی واقعات مشہد اور دوسرے مقامات مین ایسے پیش آئے ہین کہ ستم رسیدون اور مفرورون نے ان دفاتر مین آ پناہ لی۔ اس خیال کی علت غائی یہ تھی کہ تار کا سلسلہ شاہ کے محل واقع طہران سے سیدھا آتا ہے اور اسلیئے اون مکانات مین جو بذریعہ تار شاہ کے محل سے ملے ہوئے ہین۔ امان طلب کی جا سکتی ہے۔

اجنبیون کے ساتھ برتاؤ کا طرز

تمہ پر مین یہ کہہ سکتا ہون کہ اہل یوروپ اور عیسائیون کو جس متعصبانہ عداوت کی نظر سے دیکھنے کے لئے مشہد ہمیشہ سے مشہور چلا آیا تھا اب وہ بالکل رفع ہوگئی ہی یہ سچ ہے کہ حکام کے مشورے سے ابھی تک احتیاط عمل مین لائی جاتی ہے اور مشہد کے یورپین رہنے والون کے لئے یہ امر نہایت ہی تکلیف دہ تھا کہ شہر مین گھوڑے پر سوار جاتے وقت آگے اور پیچھے سوارون کا ایک دستہ حفاظت کے لئے ہوتا تھا۔ اس سے شتر بے مہار کی طرح ہر کوچہ و برزن کی دیکھہ بہال کرنے کی اوس خواہش کا امتناع ہوتا ہے جو یورپین سیاحون کی طبیعت کا خاصہ ہے لیکن جو اہل مشرق کے خودداری اور متانت کے خیالات سے اس درجہ مختلف ہے۔ مین آٹھہ دن تک مشہد مین رہا اور ہمیشہ گھوڑے پر آتا جاتا رہا لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر مین چاہتا تو جہان میری مرضی ہوتی بلا روک ٹوک کے پیدل بھی آجا سکتا اور چند سال کے عرصہ مین یورپینون سے لوگون کی نگاہین یہان بھی ایسی ہی آشنا ہو جائینگی جیسی کہ بخارا کی گلیون یا اصفہان

کے بازارون مین۔

مشہد سے دوسرے راستے

مشہد سے سرخس (براہ عک و ربند وپل خاتون - ۹۶ میل) - سر ا - ے - برنس (۱۸۳۲ء) "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) - جلد سوم - صفحات ۵۶ - الی - ۶۵ + کپتان آنریبل - جی نیپیئر (۱۸۷۴ء) - "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) - جلد چہل و ششم - صفحہ ۱۴۶ (۱۸۷۶ء) + سر - سی - میگگر یگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) - جلد دوم - صفحات ۱ - الی - ۳۰ +

مشہد سے ہرات (دو رستے سب سے زیادہ معروف رستہ براہ تربت شیخ جام و غوریان ہے - فاصلہ ۲۲۰ میل) - جے - بی فریزر (۱۸۲۲ء) - "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) - صفحات ۱۱۸ و ۱۱۹ + لفٹنٹ - اے - کونولی (۱۸۳۰ء) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (ہندوستان کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول - باب دوازدہم + جے - پی - فیریر (۱۸۴۵ء) - "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) - باب دہم و سی و یکم + کپتان کلاڈ - کلارک (۱۸۵۷ء) - "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" جلد - سی و یکم صفحات ۵۴ - الی - ۷۴ + ایچ - سی - مارش (۱۸۷۲ء) - "رائڈ تھرو اسلام" (سفر دنیائے اسلام بسواری اسپ) - صفحات ۱۱۳ - الی - ۱۳۱ + سر - سی - میگگریگر (۱۸۷۵ء) - "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول باب ہشتم و نہم +

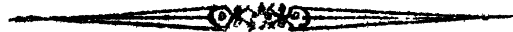
مشہد سے سیستان - (براہ تربت حیدری - باجستان - برجند و لاش جوین) -

ڈاکٹر۔ ایف۔ فاربس (سنہ ۱۸۴۱ء) "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" جلد چہاردہم (سنہ ۱۸۴۴ء) + کرنل۔ ایون۔ اسمتہ (سنہ ۱۸۷۲ء) "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول۔ صفحات ۳۲۳-الی-۳۵۶۔ وضمیمہ۔ ڈی + ڈاکٹر۔ ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو۔ (سنہ ۱۸۷۲ء) "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) باب نہم ودہم + سر ایف۔ گولڈاسمڈ (سنہ ۱۸۷۲ء) "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" جلد چہل وسوم صفحہ ۶۵ (سنہ ۱۸۷۳ء)۔

مشہد سے کاہکا۔ (ماورا النہری ریلوے براہ سنگیبان۔ چکساری۔ چارکوئی وکاروہ) میکس وان۔ پراسکو وٹز (سنہ ۱۸۸۸ء)۔ "وام نیوا سترند تیج سمرقند" (بزبان جرمنی) باب سوم۔ صفحہ ۵ +

مشہد سے دوشک (ماورا النہری ریلوے براہ۔ کانِ گوشہ۔ خانی بست۔ منیسار حنظل آباد۔ درہ تموراہ۔ چاچا وقراتیغان) بذاتی اطلاع)

دوسرے رستون کے لیے جو نقشہ مین تو درج ہین لیکن اون کی تفصیل نہین دی گئی دیکھو تصنیف سیگریگ۔ جلد دوم ضمیمہ دوم۔



آٹھواں باب

خراسان کے سیاسی و تجارتی حالات

دیکھو آتا ہے یہہ دریا کیسا لہراتا ہوا
میرے کھیتوں اور زمینوں پر تمہ ڈہاتا ہوا
بن گیا اس کے عمل سے اک عظیم الشان ہلال
پھیلتا۔ اُٹھتا۔ ابھرتا اور خم کھاتا ہوا

شیکسپیئر۔ ہنری رابع۔ حصہ اول۔ تیسرا ایکٹ۔ چوتھا سین۔

+ خراسان کے حالات مین تصانیف مندرجہ باب پنجم، ششم و ہفتم کے علاوہ جو کتابین لکھی گئی ہین وہ حسب ذیل ہین:- "جاگرافیکل میموائر آف دی پرشین امپائر" (سلطنت ایران کا جغرافی تذکرہ) مصنفہ سر جے میکڈانلڈ کنیر (۱۸۱۳ء) + "جرنل آف دی رائل جاگرافیکل سوسائیٹی" (روزنامچہ رائل جاگرافیکل سوسائٹی) جلد ہشتم صفحہ ۳۰۸ (بابت ۱۸۳۸ء) مرقومہ جے۔ بی۔ فریزر (۱۸۲۲ء) "جرنل آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی" (بابت ۱۸۴۱ء) جلد یازدہم صفحہ ۱۳۶ مرقومہ سار جنٹ گبنس (۱۸۳۲-۳۳ء) "جرنل آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی" (بابت ۱۸۶۱ء) جلد سی و یکم صفحہ ۳۷ مرقومہ کپتان کلاڈ کلارک (۱۸۵۷ء) "ایسٹرن پرشیا اینڈ دی ہرات ٹریٹری" (مشرقی ایران و علاقہ ہرات) بزبان روسی بمقام سینٹ پیٹرسبرگ مصنفہ آر لنٹز (۱۸۶۸ء) "جاگرافیکل میگزین" (رسالہ جغرافیہ) بابت یکم اکتوبر ۱۸۷۴ء مرتبہ ڈبلیو جے گل (۱۸۷۳ء) "جرنل آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی" جلد چہل و ششم صفحہ ۶۲ و ۱۴۵ (۱۸۷۶ء) مرقومہ آنریبل جی۔ نیپیر (۱۸۷۴ء) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی" (روئیداد رائل جاگرافیکل سوسائٹی) جلد بستم صفحہ ۱۶۶ (بابت ۱۸۷۶ء) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدید) جلد سوم (۱۸۸۱ء) و جلد ہشتم صفحات ۱۳۷ الی ۱۵۰ (۱۸۸۶ء) مرتبہ لفٹنٹ کرنل سی۔ ای۔ اسٹوارٹ (۱۸۸۰ء) + "دی ٹرکمانس بیٹوین دی اولڈ بیڈ آف دی آکسس اینڈ دی نارتھ پرشین فرانٹیر" (دریاے جیحون کی قدیم تہ اور ایران کی شمالی سرحد کے درمیان کے ترکمان) مصنفہ جرنیل پیٹروسیوچ۔ مقام طفلس (۱۸۸۰ء) + اسماء الاماکن والرجال و روایات خراسان پر ایک مضمون مرقومہ ای۔ ایچ شنڈلر و مندرجہ رسالہ "ایکیڈیمی" جلد اول (بابت ۱۸۸۵ء) +

اس باب کا مقصد



اس باب مین خراسان کی سیاسی اور تجارتی حالت پر بحث کرنا چاہتا ہون کیونکہ فن تجارت حقیقت مین تدابیر ملکی ہی کی ایک شاخ ہے اور کم از کم ایسے ملک پر تو یہ قول ضرور راست آتا ہے جہان تجارت اور سیاست کے مقاصد کی تکمیل پہلو بہ پہلو عمل مین آتی ہو۔ جہان تجارتی ایجنٹ اکثر صورتون مین تبدیل لباس کے ساتھہ سفیر سلطنت ہوتے ہون۔ اور جہان تجارت کے راستون اور منڈیون کا قبضہ کشور کشائی کا پیش خیمہ ہو۔ مین اپنے ناظرین کے سامنے اُن سیاسی و تجارتی اسباب کو پیش کرنا چاہتا ہون جو خراسان کے علاقہ کو یورپ کے فن تدبیر مملکت کا مبحث بناکر مسئلہ خراسان کے وجود مجازی کو حقیقت کے لباس سے آراستہ کرتے ہین۔ میرا منشا اس فصل مین اوس حصہ کا بیان کرنا ہے جو برطانیہ کلان اور روس مسئلہ مزبور کے نشوونما مین لے رہے ہین یا لے سکتے ہین اور نیز اس امر کا ظاہر کرنا ہے کہ اِس کے تصفیہ آیندہ سے اون کی کیا کیا اغراض وابستہ ہین۔ مین اُن صغری وکبری کی مدد سے جن کے بہم پہونچانے مین مجھے کچھہ کم دقت پیش نہین آئی اور جو کسی دوسری کتاب مین باقاعدہ اور مرتب طور پر دیکھنے مین نہ آئینگے یہ بتانے کی کوشش کرونگا کہ وہ تصفیۂ آیندہ از روے احتمال کس نہج پر ہوگا۔ اولاً مین اون اجزا کی تصریح کرتا ہون جن سے مجھے بحث ہے۔

صوبہ خراسان

خراسان یعنی سرزمین خورشید ایران کا وہ صوبہ ہے جو اس مملکت کے منتہاے شمال و شرق

مین واقع ہے۔ مغرب کی جانب ۵۶ درجہ کے طول بلد اور مشرق کی طرف ۶۱ درجہ کے طول بلد
مین یا یون کہیے کہ دریاے قال تھورا سے ہری رود تک اِس کا علاقہ پھیلا ہوا ہے اور اوسط
عرض اِس کا تین سو میل سے کچھہ اوپر ہوگا۔ اِس کا زیادہ سے زیادہ طول شمالی اور مغربی گوشہ
سے لیکر جنوبی و مشرقی سرحد تک ۶۰۰ میل ہے لیکن اوسط طول پانچ سو میل قرار دیا جا سکتا ہے
اِس کی شمالی سرحد سلسلہ کوہ البرز کی وہ مشرقی شاخ ہے جسکا مین بیشتر تفصیل کے ساتھہ ذکر کر چکا
ہون اور جو اِس کو اوس علاقہ سے جدا کرتی ہے جو کسی زمانہ مین ترکمانون کے زیر نگین تھا لیکن اب
دولت روس کے ماوراء النہری علاقہ پر مشتمل ہے۔ اِس کے جنوب کی طرف وہ مہیب صحرا واقع
ہے جو سمندر کی طرح کرمان کے دامن تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے اور اِس کے پیوند کو گویا دوسرے
ملکون سے جدا کرتا ہے۔

طبعی کوایف

اِس وسیع علاقہ مین جسکے رقبہ کا تخمینہ ڈیڑہ لاکھہ سے لیکر دو لاکھہ مربع میل تک کیا گیا ہے حالات طبعی
مناظر اور آب و ہوا کے لحاظ سے قدرت نہایت ہی غیر متماثل پیرایون اور مختلف الالوان لباسون مین
ظاہر ہوئی ہے۔ شمال مین تو ایسے پہاڑ ہین جنکی بلند ترین چوٹیان برف سے ہمیشہ ڈھکی رہتی ہین اور

* سلسلہ کوہ اعلیٰ داغ کے جنوبی پہلوؤن سے نکل کر دریاے قال ہورا مشرق کی سمت مین چغتائی یا جوین کے
میدان مین سے بہتا ہوا دریاے قراسو (آب سیاہ) سے جا ملتا ہے۔ یہان سے اِسکا رخ جنوب کی طرف بدل جاتا ہے اور مشہد
طہران کی درمیانی شاہراہ کو بمقام پل ابریشم قطع کرتا ہوا پچاس میل تک اور بہہ کر دشت کویر مین جذب ہو جاتا ہے۔

بارہ ہزار سے لیکر تیرہ ہزار فٹ تک بلند ہین اِس معقد اور پر پیچ کوہستان مین پہاڑ سلسلہ در سلسلہ واقع ہین اور ان کی درمیانی وادیان جنکا اوسط ارتفاع تین ہزار سے لیکر چار ہزار فیٹ تک ہوگا۔ اِن کے پہلوؤن کے رشحات سے اپنا کام وزبان ترکر کے زراعت اور آبادی کا مرکز بن گئی ہین۔ ان مین سبز کھیت لہلہاتے ہین اور دیہات وقصبات اِن کو رونق بخشتے ہین۔ برخلاف اِس منظر کے جو قریب قریب کوہستان الپس کے مناظر کے مشابہ اور مماثل ہے دشت کویر جس سے زیادہ بھیانک اور وحشت انگیز منظر انسان کے دیکھنے مین کبھی نہ آیا ہوگا خراسان کے وسطی حصہ مین اپنا فالج زدہ ہاتھ پھیلائے نظر آتا ہے۔ اسکے بعد جنوب ومشرق کی طرف ایک جدید کوہستان پھیلتا ہوا چلا گیا ہے جسمین پہاڑون کی چوٹیان ۶۰۰۰ فیٹ کی بلندی تک اُٹھی ہین اور اونکے دامن مین سبز اور مزروعہ وادیان واقع ہین۔ بالآخر اِس کی تلافی کے لئے دشت لوط آنمودار ہوتا ہے جو باوجود اختلاف کے وحشت افزائی اور ویرانی کے اعتبار سے دشت کویر کا مدمقابل قرار دیا جا سکتا ہے†۔

دریا اور زراعت

ایران کے دوسرے مقامات کی طرح یہان بھی زراعت کا دار و مدار پانی کی اوس مقدار پر ہے جو دریاؤن اور ندیون کے ذریعہ سے بہم پہونچے۔ سیل یا ندیان جو مٹی اپنے ساتھ بہا لاتی ہین

† اِن دونون صحراؤن کی مزید اور تفصیلی کیفیت اِس کتاب کی ایک اگلی فصل مین درج کی جائے گی جس کا موضوع مشرقی صوبجات ہین۔

اوسکی ایک کثیر ریت پر جم جاتی ہے اور جو قابل زراعت زمین اِس طرح پیدا ہوتی ہے اوس کو وہی ندیان یا سیلاب بعدمین سیراب کرتے ہین۔ ایک چھوٹی سی ہیل جسکا نام کسف ہے جنوب کی سمت مین برجند کے قریب ایک محدود رقبۂ زمین کو آباد کرتی ہے۔ اسکے علاوہ بہت سی اور چھوٹی چھوٹی ندیان ہین جو دریاے ہری رود سے شروع مین آکر ملتی ہین۔ اِن کے سوا خراسان کے دریا اس صوبہ کے شمالی حصہ تک محدود ہین جسکا اِس وجہ سے اون علاقون مین شمار ہونے لگا ہے جو ایران کے خرمن کہلاتے ہین۔ یہان کشف رود جسکا ذکر مین پیشتر کرچکا ہون وادی مشہد مین سے بہتا ہوا ہری رود مین جا ملتا ہے۔ مغرب کی طرف کے علاقہ کو اتریک اور گرگان سیراب کرتے ہوئے بحیرۂ اخضر مین جا گرتے ہین۔ ان دونون کے درمیان اوس مقام کے قریب جہان یہ اپنا نصف فاصلہ طے کرچکتے ہین قراسو اور قال مورا کی ندیان جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے دشت کویر مین گم ہوجاتی ہین۔ غرضکہ یہ مجموعی تعداد ہے اوس صوبہ کے دریاؤن کی جو کل اطالیہ سے بقدر اوس کے نصف کے زیادہ بڑا ہے اور جو ہسپانیہ کے کل رقبہ سے کچھ ہی کم ہوگا۔

آبادی

خراسان کی آبادی مین بھی اوسی قدر تنوع ہے جس قدر کہ اُس کی طبعی خصوصیات مین فتوحات کی متواتر موجین اپنے ساتھ ایشیا کی مختلف بڑی بڑی اقوام کے نمونے لائین اور خود پیچھے ہٹ کر اون کو اس سرزمین مین مستقل طور پر چھوڑتی گئین۔ یہان علاوہ ایرانی قوم

کے اور خاندان آریہ کے دوسرے لوگون کے جنکا ابتدا سے یہ علاقہ مولد ومنشا ہے اون مغلون کی نسلین بھی پائی جاتی ہین جو تیمور اور چنگیز خان کے ساتھ آئے۔ اور وہ عرب دیکھنے مین آتے ہین جنھین فتوحات اسلام کے امڈے ہوے دریا کی لہرین یہان بہا لائین اِنکے علاوہ یہان تاتاری۔ ترکمان اور ترک بھی آباد ہین جو حقیقت مین ایک خاندان واحد کی مختلف شاخون کے آپس مین بدلے جاسکنے والے نام ہین اور جنھون نے مغلون کے بعد اول تو سلجوقی اور پھر عثمانی حملہ سے مغرب مین تہلکہ ڈالدیا ہے" انسائیکلوپیڈیا برٹیانیکا" کی سب سے آخری طبع مین خراسان کی آبادی حسب ذیل مندرج ہے۔

(۱) ایرانی	تاجیک	۴۰۰۰۰
	کرد	۲۵۰۰۰
	بلوچی	۱۰۰۰
(۲) مغل	تیموری	۲۵۰۰۰
	ہزارائی	۵۰۰۰
(۳) تاتاری	افشار، قاجار	۱۰۰۰۰
(۴) عرب		۱۰۰۰۰
میزان کل		۱۱۶۰۰۰

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی تعداد سے تعداد متذکرہ بالا دگنی ہے۔ اصل مین خراسان کی کل

آبادی ۵۰۰۰۰ اور ۱۰۰۰۰۰ کے درمیان ہے۔ سنہ ۱۸۷۲ء کے خوفناک قحط کی وجہ سے یہان کی آبادی بہت گھٹ گئی اور اوس نے اب تک اِس صوبہ کو پنپنے نہین دیا۔

تاریخ



اسان کی تاریخ نہایت مہتم بالشان اور انقلاب انگیز واقعات سے معمور ہے۔ سرحد ایران پر واقعہ ہونے کے باعث یہ مختلف اقسام کی مسلح کشاکشون کا دنگل اور اونکے لئے ایک مرغوب الطبع میدان کارزار بنا رہا۔ اس کے بلاد و امصار کی وسعت و فراخی کی مدح مین مورخین عرب رطب اللسان ہوئے اور تاجپوشون اور کشورستانون کے جذبات کی آندھیان اتنی آئین کہ ان کے چمن اُڑ گئے۔ بڑے بڑے شہنشاہون نے اِس کو اپنا دارالحکومت قرار دیا اور عظیم الشان سلطنتون کا یہ مدار بنا رہا۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ اِس کا نام سن کر ذہن اوس مملکت کے تصور کی طرف منتقل ہوتا تھا جسکی شمالی سرحد خوارزم (خیوا) اور عرونگ اور دریاے جیحون تک پھیلی ہوئی تھی۔ جسمین بلخ جو ام البلاد تھا واقع تھا جس کا مرکز ہرات تھا اور جو قندہار† سے بہت دور پرے تک چلی گئی تھی۔ زمانۂ مابعد مین جب اِس کے اجزا ایکے بعد دیگرے پراگندہ ہوتے گئے اور خود مختار حکومتین اِس کے منتشر حصون مین قایم کی گئین تو اِس کی حدود بتدریج سمٹتی چلین حتےٰ کہ سلاطین ایران کے لئے یہ کہنا بھی بعض

---

† ملک شاہ الپ ارسلان کے بیٹے کی نسبت یہان تک بیان کیا گیا ہے کہ "یوروشلیم۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ بغداد۔ اصفہان۔ رے۔ بخارا۔ سمرقند۔ اور گنج اور کاشغر مین اوس کی صحت کے لئے ہر روز دعائین مانگی جاتی تہین" دیکھو تاریخ ایران مصنفہ میلکم جلد اول صفحہ ۲۱۷۔

اوقات مشکل ہوگیا کہ اونکے قبضۂ تصرف مین درحقیقت خراسان کا کس قدر حصہ تھا۔ اِس صدی (اُنیسوین صدی) کے آغاز مین شمال کی طرف سرحدی لڑائیون کی وجہ سے ویران ہوجانے اور سرکش سرداران قبائل اور مصروف پیکار جرگون کے موجود ہونے اور عام طور سے ہرات کی سیاسی قسمت کے تغیر پذیر ہونے کے باعث خراسان شاہان قاچار کے علاقہ کا کمزور ترین اور زد مین آنے والا حصہ ہوگیا۔ گویا کہ باقی ہر ایک اعتبار سے ایک متحد اور مرتبط دولت کے لئے یہ ایک طرح کا آئرلینڈ بن گیا جس کی وجہ سے آئے دن ممالک محروسہ شاہ کجکلاہ مین شور و شر برپا ہونے لگا۔ بہ زور شمشیر مطیع و منقاد اور مسخر کئے جانے پر بھی ایک عرصہ تک اِس کی ظاہری سطح امن و سکون کے نیچے فساد و شورش کی چنگاری دبی رہی اور ہر وقت یہی خوف دامنگیر رہا کہ کہین واقعات اِس شرارہ کو ایک بھڑکتے ہوئے شعلہ کی شکل مین منتقل نہ کردین۔ مسٹر ایسٹوک نے ۱۸۶۲ء مین حسب ذیل رائے سپرد قلم کی:

"خراسان مین جنگ و جدل ہر وقت برپا رہتا ہے۔ لوٹ مار۔ قتل و غارت۔ فساد و بغاوت پانچ۔ دس۔ بیس ڈاکوؤن کی گردن زنی ایسے واقعات ہین جو ہر ہفتہ پیش آتے رہتے ہین اور قلعون یا قصبون کا محاصرہ سال مین ایک دفعہ ضرور کرنا پڑتا ہے اور ہر پانچ یا دس سال کے بعد ایک بہت بڑی جنگ پیش آیا کرتی ہے۔"[۵۱]

خراسان کا پورا الحاق اور انضمام ممالک محروسۂ شاہ کجکلاہ کے دوسرے علاقون کے ساتھ گزشتہ دس یا پندرہ سال سے عمل مین آنا بیان کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ شاہ مین گو اور کچھ

[۵۱] "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم صفحہ ۲۱۶۔

عیوب سہی لیکن اِس امر کے لئے تو وہ ضرور سزاوار تحسین ہے کہ اوس نے بلاشبہہ و شک اپنے کاہیدہ مگر ابھی تک متحدہ ممالک کو خوب سمیٹا ہے۔ خاندان قاجار کے سابق کے ہر بادشاہ کے مقابلہ مین اوسکی گرفت صوبۂ خراسان پر زیادہ مستحکم ہے اور مشہد مین بھی اوسکی حکومت ویسی ہی ہے جیسی طہران مین۔

مالگزاری

اِس سال گزرتی مین کہ فتح علی شاہ کے زمانہ مین خراسان کی مالگزاری دو لاکھ تومان اور پچاس ہزار خروار[1] غلہ تھی ۱۸۷۵ء مین یہ مقدار تین لاکھ چالیس ہزار تومان اور ۵۰۰۰ ۴ خروار غلہ ہوگئی۔ ۱۸۸۹ء مین اِن اعداد مین اور اضافہ ہوگیا اور مالگزاری کی مقدار پانچ لاکھ اونتالیس ہزار تومان (۱۵۴۰۰۰ پاؤنڈ) اور ۳۰۰۰ ۴ خروار غلہ (جسمین سے دو تہائی گیہون اور ایک تہائی جو تھے) اور ۱۳۶۰۰ خروار کاہ قرار پائی[2]۔ ان اعداد سے واضح ہوتا ہے کہ باوجودیکہ تومان کی قیمت گھٹ گئی ہے پھر بھی اِس صوبہ کی پیداوار کی استعداد روزافزون ترقی پر ہے اور نیز یہ کہ گورنمنٹ کا انتظام اب زیادہ اچھا ہے۔

---

[1] ایک خروار = ۲۴ ۱/۲ ۳ سیر = آٹھ من ساڑھے چار سیر۔

[2] یہ اعداد اوس نقشہ کے اعداد کے قریب قریب مطابق ہین جو مجھے بطور خود ملا اور جو آگے چل کر درج کیا جائیگا۔ اوس مین خراسان کی مالگزاری حسب ذیل بتائی گئی ہے:۔ نقد پانچ لاکھ آٹھ ہزار دو سو اڑسٹھ تومان۔ گیہون اور جو ساٹھ ہزار ایک سو تیئس خروار، اور پیال اور دہان بارہ ہزار چار سو چوبیس خروار۔

تقسیم

اس کل محاصل کی تقسیم نہایت ہی دلچسپ طریقہ پر عمل مین آتی ہے جسکی توضیح آگے چل کر کی جائے گی۔ اِس مین سے شاہ کو [illegible] تومان ([illegible] پاؤنڈ) نقد اور [illegible] تومان ([illegible] پاؤنڈ) جو غلہ کی اوس مقدار کی قیمت ہوتی ہے جو اوسکے حصہ مین آتا ہے یعنی جملہ [illegible] پاؤنڈ ملتے ہین۔ باقی کی رقم افواج اور عہدہ داران دیوانی کی تنخواہون اور وظائف وغیرہ مین صرف ہوتے ہین۔

نظم ونسق

دوسرے عہدون اور خدمتون کی طرح ایران مین گورنری کا عہدہ بھی بالعموم سب سے زیادہ بولی بولنے والے کے ہاتھہ نیلام کیا جاتا ہے اور خریدار جو دام دیتا ہے اوسکو صوبہ متعلقہ کی پیداوار کی زیادتی یا کمی کا معیار قرار دیا جاتا ہے اور اوسی کے لحاظ سے اونکی قیمت مشخص کی جاتی ہے۔ خراسان کا گورنر جنرل جو مشہد مین رہتا ہے بالعموم یا تو شاہی خاندان کا کوئی رکن ہوتا ہے اور یا کوئی اعلیٰ درجہ اور رتبہ کا سرکاری عہدہ دار۔ اوس کے ماتحت متعدد ضلع کے حاکم یا سردار متفاوت اقتدار و رسوخ کے ساتھہ ایسے علاقون پر حکومت کرتے ہین جو وسعت و پہنائی کے اعتبار سے قریون سے لیکر قسمتون اور قسمتون سے لیکر صوبون کے ہمسر ہوتے ہین۔ اِن حاکمون کا تقرر بالعموم شاہ کرتا ہے خواہ خدمت موروثی ہی

کیون نہو لیکن اونہین اولاً شاہ کے نائب متعینۂ مشہد سے کے پاس جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔ ان حاکمون کے ماتحت پھر چھوٹے چھوٹے افسر۔ سرکردہ اور چودہری ہوتے ہین جنکو اونکے بالادست نامزد کرتے ہین اور اونہین بھی اپنے بالادستون کے پاس جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔

خراسان کے سیاسی مسئلہ کی ابتدا

ان سردارون اور حاکمون کے اغراض و مقاصد کی رقابت۔ جن قومون پر وہ حکومت کرتے ہین اون کے اختلاف و تنوع۔ اور سب سے زیادہ اون کی سرحد کا دو غیر طاقتون یعنی روس و افغانستان کے ساتھہ جو مخالف ہی ہوسکتی ہین ملا ہوا ہونا خراسان کے سیاسی مسئلہ کو معرض شہود مین لاتا ہے اور انہین کثیر التعداد اسباب کو مدنظر رکھہ کر یہ مسئلہ ذہن نشین ہوسکتا یا حل کیا جاسکتا ہے۔

صوبہ استرآباد

خراسان کی جنوبی اور مغربی حدود کا اکثر حصہ چونکہ سرحدی علاقہ نہین ہے بلکہ ایران کے دوسرے صوبجات سے ملا ہوا ہے اور اوس مین یا تو ایرانی رہتے ہین اور یا وہ بالکل ہی غیر آباد ہے لہذا اوسے سرحد کی تدبیر ملکی کے مسئلہ مین کچھہ دخل نہین۔ اس مسئلہ کا تعلق صوبہ استرآباد سے شروع ہوتا ہے جو اوس خطہ پر مشتمل ہے جو بحیرہ اخضر کے جنوبی و مشرقی گوشہ یعنی خلیج استرآباد اور ضلع شاہ رود کے درمیان واقع ہے اور جس مین ایک زرخیز قطعہ زمین جو

گرگان اور اتریک کی ندیون کے مابین مشرق کی طرف طول بلد کے چھپنوین خط متوازی تک چلا گیا ہے شریک† ہے۔ صوبہ استرآباد مین اسی نام کا صرف ایک شہر ہے جو اس کا دارالحکومت ہے۔ اِس شہر کی آبادی آٹھ ہزار ہے اور حاکم استرآباد یہین رہتا ہے سکی بندرگاہ بندرگز ہے جو تیس میل کے فاصلہ پر خلیج متذکرہ بالا کے کنارے واقع ہے۔ یہان کا حاکم اب تک سردار امیرخان سیف الملک شاہ کی ایک حرم کا بھائی تھا لیکن کچھ عرصہ ہوا کہ یا تو کسی دوسرے کے مامور اور یا خود مستعفی ہوجانے کے باعث وہ علیحدہ ہوگیا بیان کیا جاتا ہے کہ اوس مین ہر ایک صفت ایسی موجود تھی جو اوس کو ایسے اہم عہدہ کے فرائض کی انجام دہی کے ناقابل بناتی اور یہ کہ وہ استرآباد مین محض اِس غرض سے بھیج دیا گیا تھا کہ طہران مین رہنے نہ پائے۔ صوبۂ استرآباد کی فوجی جمعیت برائے نام ۳۸۰۰ ہے جس مین سے تین سو جوان عک قلعہ مین جو گرگان کے کنارے دارالحکومت سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک مستحکم مقام ہے مامور ہین۔ ۲۹۰۰ کی جمعیت صہ ہوا کہ اِسی مقام پر میدان مین خیمہ زن تھی۔ باقی کے جوان یا تو مختلف مقامات پر متعین ہین اور یا سرے سے ہتھیار بند ہی نہین۔ اس کل جمعیت مین ایک چوتھائی جوان ایسے ہین جو غیر حاضر رہتے ہین اور

† آگے چل کر ایک باب مین جو ایران کے شمالی صوبجات کے عنوان سے لکھا گیا ہے استرآباد کے صوبے۔ اسکی نوعیت۔ اسکے ذرائع آمدنی۔ اسکی آب و ہوا اور اسکے صدر مقام کے متعلق مزید کیفیت درج کی جائے گی۔ یہان اسپر بحیثیت اوس تعلق کے بحث کی گئی ہے جو اسے مملکت ایران کے سرحدی یا سیاسی مسئلہ سے ہے۔

اس لئے اس تعداد کو کل مین سے منہا کر دینا چاہیے ۔ صوبہ استرآباد اگرچہ خراسان سے جدا ہے اور گورنر جنرل خراسان کے ماتحت نہین ۔ لیکن اسکو خراسان کے سیاسی معاملات پر رائے زنی کرتے وقت اس وجہ سے نظر انداز نہین کیا جا سکتا کہ ایران کے دوسرے حصون اور طہران سے خراسان مین مغرب کی طرف سے داخل ہونے کی تمام راہین اس مین سے گذرتی ہین اور اس کو تین جداگانہ مسائل کے تصفیہ مین جن مین سے ہر ایک کو خراسان کے ساتھ بہنہایت قریب کا تعلق ہے براہ راست دخل ہے گو کہ یہ خراسان کے باہر واقع ہے ۔ یہ مسائل عاشورا دامین روسیون کے بحری چوکی قایم کرنے ۔ سمندر سے شاہ رود تک کی سڑک کو اپنے حیطۂ اقتدار مین رکھنے اور گرگان اور اترک کے درمیان یموت ترکمانون کی اطاعت گزینی پر مشتمل ہین ۔

روسی عاشورا دامین

نقشہ پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ خلیج استرآباد کی طبعی بناوٹ خاص طرح کی ہے ۔ یہ خلیج ایک دوسری مثال اون قدرتی مظاہر مین سے ایک کی پیش کرتی ہے جس کا انزلی کے متعلق پیشتر ذکر کیا جا چکا ہے جہان بحیرۂ اخضر کی مغربی ہوائین پایاب مرداپون یا کھاڑیون کی سمندر والی طرف پر ریت کے لمبے لمبے ڈھیر لگا دیتی ہین ۔ خلیج استرآباد پانی کا ایک بہت بڑا قطعہ ہے جسکا طول ۴۰ اور عرض ۸ میل ہوگا ۔ جانب شمال کھلے سمندر کی دستبرد سے اس کی حفاظت خشکی کی ایک لمبی دھاری کرتی ہے جو مغربی ساحل سے شروع ہو کر تیس میل تک

سمندر کے اندر چلی گئی ہے اور تین چھوٹے جزیرون پر جاکر ختم ہوئی ہے جن مین سے
بعید ترین جزیرہ کو محض ایک تنگ آبنائے بحیرہ اخضر کے مشرقی یا ترکمانی ساحل سے جدا کرتی
ہے جہان تک ایران کے دوسرے بحری موقعون کی حالت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے
شاید ایران کبھی بھی اس کو تجارتی یا دوسرے اغراض کے لئیے کام مین نہ لاتا۔ لیکن روس
نے اِس امر کا بھی پختہ انتظام کرلیا کہ اگر اوس کا ڈرپوک ہمسایہ ایسا خیال کبھی دل مین بھی لائے
تو اوس کو سرے سے یہ موقعہ ہی نہ ملے۔ عہدنامہ گلستان کی رو سے جو ۱۸۱۳ء مین مرتب
ہوا اور جسکی شرایط کو بعد مین عہدنامہ ترکمان چائے مثبتہ ۱۸۲۸ء نے مستحکم کردیا روس نے
ایران سے یہ شرط منوالی تھی کہ کوئی مسلح جہاز جس پر ایرانی پھریرا اُڑتا ہو بحیرہ اخضر پر آنے
نہ پائے۔ لیکن بہ نظر مزید اطمینان و استحکام روس نے ۱۸۴۰ء کے قریب خود موقعہ پاکر
جزیرۂ عاشورادا کو اپنے قبضہ مین لے لیا جو جزیرہ نمائے میان قلعہ کے ایک کنارہ پر واقع ہے[۵۱]

[۵۱] سر ایچ۔ رالنسن نے اپنی کتاب "انگلینڈ اینڈ رشیا ان دی ایسٹ" (انگلستان اور روس مشرق
مین) کے صفحہ ۱۳۷ پر حسب ذیل واقعات بقید سن درج کئیے ہین۔

۱۸۳۷-۳۸ء روسیون نے اول اول عاشورادا مین قدم رکھا۔

۱۸۴۲ء۔ سجر میکنیل نے اون کے موجود ہونے کی اطلاع اول اول فارن آفس کو کی۔

۱۸۴۶ء۔ روس نے جزیرہ پر مکانات تعمیر کئیے اور ترکمانون کے ساتھہ تعلقات پیدا کرنے شروع کئیے
ایران نے روسیون کو یہان سے ہٹا دینے کے لئیے انگلستان سے استعانت کی۔

۱۸۴۹ء۔ انگلستان نے کوشش کی مگر اس مین کامیابی نہین ہوئی۔ (دیکھو حاشیہ صفحہ ۳۷۹)

اس جزیرہ نما کا ذکر آگے چل کر کیا گیا ہے۔ روس نے اپنی مداخلت کو جس عذر سے حق بجانب ثابت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۸) ۱۸۵۴ء ایران نے سرکاری طور پر روس کو تخلیہ عاشورادا کے لئے لکھا لیکن جواب

یہ ملا کہ اگرچہ روس کو اس امر کا اعتراف ہے کہ عاشورادا ایرانی علاقہ ہے لیکن تخلیہ ناممکن ہے۔

۱۸۵۶ء۔ روسی قبضہ اس جزیرہ پر اور زیادہ مستحکم ہو گیا اور بحری قوت مین روس نے اضافہ کر دیا۔

۱۸۶۶ء مین شاہ خود عاشورادا گیا اور وہان پہونچکر اوس نے ترکمانون کے برخلاف روس کے اقتدارات کوتوالی کو تسلیم کر لیا۔

۱۸۱۹ء ہی مین روس نے گز مین کچھ فوجی جمعیت متعین کرنے کی تیاریان کین مگر ایران کو معلوم ہو گیا اور اوس نے پیشدستی کر کے اپنی طرف سے وہان فوج مامور کر دی۔

۱۸۶۹ء۔ روسیون نے کراسنو واڈسک پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۷۰ء۔ روس نے اتریک تک ساحل کی زمین کا دعویٰ پیش کیا۔

۱۸۷۱ء۔ روس نے چکشلیار پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۵۱ء مین ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا جس کا النسن اجمالاً ذکر کیا ہے مگر جو لیڈی شیل کی کتاب "گلمپسز آف لائف ان پرشیا" (زندگی کی جھلک ایران مین) کے صفحات ۲۱۵ الی ۲۴۲ بتفصیل مندرج ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت ترکمان جزیرہ مین آئے اور روسیون کو بدمست یا غافل پاکر اون مین سے بعض کو قتل کر ڈالا۔ اس پر گورنمنٹ روس مصر ہوئی کہ گورنر مازندران کو جو شاہ کا حقیقی بھائی تھا اس خدمت سے ہٹا دیا جائے۔ حالانکہ اس بارہ مین اوس پر کسی طرح کی ذمہ داری عائد نہ ہوتی تھی۔ زار روس نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر اوس کی اس خواہش کی تعمیل نہ کی گئی تو روسی سفیر واپس بلا لیا جائے گا۔

کرنا چاہا وہ یہ تھا کہ ترکمان بحری قزاق بحیرۂ اخضر کے جنوبی اور مشرقی ساحلون پر منڈلاتے پھرتے تھے اور موقعہ پاکر لوٹ مار کرتے تھے اور قیدیون کو غلام بنا کر لے جاتے تھے اور اِس لئے یہ ضرور تھا کہ اون کا استیصال کیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ روسیون نے نہ تو اوسوقت اور نہ اوس کے بعد اِس جزیرہ کی نسبت ایرانیون کے حق ملکیت پر جس مین کوئی کلام نہین ہوسکتا کوئی اعتراض کیا بلکہ اپنی مداخلت و قیام کے جواز کو اقتدارات پولیس کے استعمال پر مبنی قرار دیا ہے جنہین ایرانی خود استعمال مین لانے کی قدرت نہ رکھتے تھے اور جنہین کچھ عرصہ بعد ایرانیون نے بحق روس خاموشی کے ساتھ تسلیم کرلیا۔ اِس غرض سے روس نے ایک بیڑا تیار کیا جس کا ایک حصہ جو چار یا پانچ غیر مسلح اور ایک مسلح جہاز پر مشتمل ہے ایک روسی امیر البحر کی سرکردگی مین ابھی تک روسی بحری صدر مقام کے قریب پڑا رہتا ہے[1]۔ اِس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہین کہ ترکمانون کی بحری غارتگری کا ایک مدت دراز سے قلع و قمع ہوچکا ہے۔ لیکن باایں ہمہ روسیون کو اپنی امانت کے واپس کرنے کا کبھی خیال بھی نہین گزرا اور اگر اون پر یہ ظاہر کیا جائے کہ عاشورادا رون کی ملک نہین ہے تو وہ یہ سمجھین گے کہ اون کی توہین کی گئی ہے۔

جزیرے کی نوعیت

لیکن جزیرہ عاشورادا خود ایک دلدل والی نشیبی اور نہایت ہی مضر صحت جگہ ہے۔ بیان کیا جاتا

---

[1] ایک سیاح نے جو ۱۸۹۰ء مین یہان آیا بیان کیا کہ یہ بیڑا اب کم ہو کر دو پیغام رسانی کی کشتیون اور دو یا تین ناکارہ جہازون کی شکل مین بدل گیا ہے۔

ہے کہ گزشتہ پچاس سال سے اس کو سمندر بتدریج کہا رہا ہے۔ اور درحقیقت اِس کے حوالی مین اس قدر تبدیلی پیدا ہوگئی ہے کہ پچیس سال پیشتر کی بھی جو کیفیت اِس کے متعلق تھی اوس کی تصدیق ہونی مشکل ہے۔ ایسٹوک نے اس مقام کو جیسا ۱۸۶۲ء مین پایا اوس کی ایک نہایت ہی باریک اور تفصیلی کیفیت سپرد قلم کی ہے[۵۱]۔ اوس زمانہ مین یہان دو جزیرے تھے۔ عاشوراداے کبیر اور عاشوراداے صغیر۔ اول الذکر میان قلعہ (جسے روسی پاٹکن کہتے ہین) کی لبی راس کے کنارے سے بذریعہ ایک آبناے کے جس کا عرض قریب نصف میل کے ہوگا جدا تھا اور اِس کا طول ۱½ میل اور عرض ¼ میل تھا۔ یہی روسیون کا بحری اور فوجی صدر مقام تھا۔ اِس کے بعد نصف میل تک پایاب پانی اور پھر وہ ریتیلی گردن زمین دو میل لبی آتی تھی جسے عاشوراداے صغیر کہتے ہین۔ اسکے بعد پایاب پانی مین چھپے ہوئے پھر کچھ ریت کے تودے آتے تھے جنکے درمیان ایک تنگ سا رستہ تھا جو ترکمانی ساحل تک پھیلا ہوا چلا گیا تھا۔

نیا جزیرہ

اس اثنا مین ایک اور جزیرہ جسے روسی عاشوراداے وسطی کہتے ہین عاشوراداے کبیر و صغیر کے درمیان پیدا ہو گیا ہے۔ اودہر اوس زیادتی کی تلافی کے لئے جو اس نئے جزیرے کے قیام کی وجہ سے عمل مین آئی ہے عاشوراداے کبیر کے ساحلون پر سمندر کی کاوش اِس درجہ

[۵۱] ایک سفیر کا روزنامچہ" جلد دوم صفحہ ۲۶ الی ۴۳۔

ہورہی ہے کہ اب جزیرہ طول مین ایک میل سے کم اور عرض مین صرف ایک تہائی میل رہ گیا ہے۔ اِسی قطعہ زمین پر امیرالبحر کا مکان۔ سپاہیون کی بارکین۔ ایک گرجا۔ ایک کلب اور فوجی صدر مقام کے معمولی عمارتی لوازم قائم ہین۔

تبدیلی مستقر کی خواہش



واقعات یہان بیان کئے گئے ہین اون کے لحاظ سے مقام تعجب نہین کہ روسی جنہین ترکمانون کو کامل طور پر مطیع و منقاد بنانے کے بعد سے عاشوراداء مین کچھ نہین کرنا پڑتا اور جو اِس مقام مین اپنے موجود رہنے کی کوئی قوی حجت نہین پیش کرسکتے اپنی حرص بھری نگاہین ایک عرصے سے خلیج کے اندرونی سواد کے کسی محفوظ تر اور زیادہ صحت بخش مقام پر ڈالتے رہے ہون۔ بیس سال سے زیادہ کی مدت گزرتی ہے کہ اونہون نے گز کی بندرگاہ پر ایک فوجی جمعیت متعین کرکے قبضہ کرلینا چاہا تھا لیکن گورنمنٹ ایران نے پیشدستی کرکے وہان اپنی طرف سے کچھ فوج مامور کردی۔ غرضکہ گز[1] پر تو روسی قبضہ کر نہین سکے جو اگرچہ بجاے خود ایک بہت ہی ذلیل مقام ہے

[1] بندر گز جو بعض دفعہ کنارہ بھی کہلاتا ہے ساحل پر چند ذلیل جھونپڑیون اور اساروں کا مجموعہ ہے۔ یہان ایک ایرانی چنگی خانہ۔ روسی ارمنیون کی چند دکانین اور ایک روسی قونسل اور "وو کا کیس اینڈ مرکری اسٹیمشپ کمپنی" کے نائب کے مکانات واقع ہین۔ موضع گز سے جو ایک ہزار کی آبادی کا ایک معمولی ایرانی گاؤن ہے اس کا فاصلہ تین میل ہے۔

لیکن شاہ کو اوس کے دے دینے مین نہایت درجہ تامل ہوگا کیونکہ اس پر قابو پانا گویا آغاز انجام ہوگا۔ اس لئے اب یہ افواہ ہے کہ روسی قراسو کی ندی کے کنارے پر جو استرآباد کے مشرق کی طرف ۳۰ میل کے فاصلہ پر نکلتی ہے اور گرگان کے دہانہ سے چھ میل کے فاصلہ پر جانب جنوب بحیرۂ اخضر مین جاگیرتی ہے کسی مستحکم مقام کے حاصل کرنے کے آرزومند ہین۔ لیکن ایسے مقام کا قبضہ بھی بمنزلہ گڑہی کے قبضہ کے ہوگا اور استرآباد اس کی وجہ سے پورے طور پر اون کی زد مین آجائے گا۔

واقعات گزشتہ کی تجدید

قبل اس کے کہ مین اُن وجوہ پر غور کرون جو اس غیر خوش آیند مقام مین روسیون کے اس استحکام کے ساتھہ قدم جمانے کی محرک ہین مین اپنے ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرنا چاہتا ہون کہ اون کا یہان موجود ہونا گویا تاریخ کا محض اپنے تیئن دہرانا ہے۔ یہ ایک عجیب اور دلچسپ اتفاق ہے گو کہ مین نے کسی کو اسپر التفات کرتے نہین دیکھا کہ دو سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ کاسکون کی ایک جماعت نے اسی طرح بغیر اجازت کے عاشوراداپر قبضہ کر لیا تھا اور کچھہ عرصہ تک یہ قبضہ اونہون نے بہ جبر قایم رکھا تھا۔ ہمہ دان چارڈن[1] کی زبانی ہمین معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی روس کے کاسکون نے گرینڈ ڈیوک آف مسکووی کے ایما سے جس نے اونکو

[1] کارونیشن آف کنگ سلیمان دی تھرڈ" (تاجپوشی شاہ سلیمان ثالث) (صفحات ۱۵۲ الی ۱۵۴) جو اونکے سفرنامہ کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہوئی۔

اوس توہین آمیز سلوک کے انتقام لینے کے لئے ایران پر حملہ کرنے کی اشتعالک دی جو شاہ عباس اعظم نے اوس کی سفارت سے کیا تہا یا ژندران پر حملہ کرکے اوسکے دارالحکومت فرح آباد کو تاخت و تاراج کیا۔ اس پر موسم سرما ایران مین بسر کرنے کے قصد سے اونہون نے "جزیرہ نما ے میان قلعہ مین اپنے مورچے جمائے۔ میان قلعہ وہ گردن زمین ہے جو تیس میل تک بحیرہ اخضر مین نکلی ہوئی چلی گئی ہے اور ہرنون جنگلی سورون اور جنگلی بکریون اور انواع واقسام کے ہرن کی قسم کے شکار کا رمنا ہے" ایرانیون نے بلا درنگ اون پر حملہ کیا اور اپنے اونیسوین صدی کے جانشینون کے مقابلہ مین زیادہ جری یا قسمت کے زیادہ یاور ہونے کے باعث اونہون نے حملہ آورون کے پسپا کرنے مین کامیابی حاصل کی لیکن کا سکون نے عاشوراد مین جا پناہ لی اور کچھ دیر تک وہان رہے۔

پیٹر اعظم

روسی پیشروون کے موقعہ پر ظاہر ہونے اور استرآباد پر قبضہ کرنے کے قریب ہونے کی یہ ایک ہی مثال نہین ہے۔ پچاس سال بعد ۱۷۲۲ء مین پیٹر اعظم نے جو فن حرب کے اصول کے لحاظ سے اون مقامات کی قدر وقیمت کو خوب جانتا تھا جن پر قبضہ ہونا چاہئے تھا اور جو وسط ایشیا کے علاقون پر قابض ہونے کی وقعت واہمیت سے بخوبی آگاہ تھا۔ گو کہ یہ خیال اوسکے جانشینون سے منسوب کر دیا گیا ہو ۱۷۲۲ء کے افغانون کے حملہ کی وجہ سے ایران کی حالت ابتر اور غیر منتظم پاکر ایران پر شمال کی طرف سے حملہ کرنے کی تیاریان شروع کین

فارسٹر نے جو پہلا انگریزی سیاح ہے جس نے ۱۷۸۴ء مین خشکی کی راہ سے ہندوستان سے یورپ تک کا سفر کیا اور جو اس سفر کی اثنا مین یہان سے گزرا حسب ذیل دلچسپ روایت بیان کی ہے۔ روسی فوج کے ایک رسالے کے کمان افسر نے ۱۷۸۱ء مین گز سے ۲۵ میل جانب غرب اشرف مین جہان شاہ عباس کا مشہور محل لب ساحل واقع ہے ایک مستحکم عمارت بنانی شروع کی۔ لیکن اونہون نے اپنے مدمقابل کی قوت کا پورا اندازہ نہ کیا تھا۔ آغا محمد خان قاجار نے جو بعد مین ایران کے تخت پر بیٹھا اس عمارت کو بنتے ہوئے دیکھ کر بہت کچھ اظہار مسرت کرنے کے بعد روسی افسرون کو دعوت طعام دی اور اونہین قید کر لیا اور صرف اس شرط پر اون کو رہا کیا کہ وہ اپنی توپین ہٹا لین اور قلعہ کو زمین کے برابر کر دین۔ اوس نے محض اسی قدر کارروائی پر اکتفا نہین کی بلکہ باقاعدہ تلافی کے لئے گورنمنٹ روس سے بھی درخواست کی۔[1] غرضکہ بحیرہ اخضر کے جنوبی و شرقی زاویہ مین ایران کے خشکی کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے متعلق روس کی تیسری کوشش کا خاتمہ اس طرح پر ہوا۔ چوتھی کوشش جس کا مین اوپر ذکر کر چکا ہون کمتر تعجیل اور زیادہ تر صبر و استقلال کے ساتھ کی جا رہی ہے اور اس کا نتیجہ شاید اون لوگون کے دیکھنے مین آجائے جو

[1] اس واقعہ کی مفصل اور مکمل کیفیت مسٹر جے۔ ایم۔ نیل کی کتاب "دی پروگرس اینڈ پریزنٹ پوزیشن آف رشیا ان دی ایسٹ" (روس کی ترقی اور موجودہ حالت مشرق مین) کے صفحات ۴۳ الی ۴۴ مین درج ہے۔ وہ کہتا ہے کہ روسی افسرون کو بیڑیان پہنائی گئین اور بالآخر انہین کوڑے مار مار کر اون کے جہازون تک پہونچا دیا گیا۔ مقابلہ کے لئے بی۔ ڈارن کی کتاب "کیسپیا" (بحیرہ اخضر) (بزبان روسی) کو بھی دیکھنا چاہئے۔

اب زندہ ہین۔

روسی مستعدی کی وجوہ



اب مین اُن وجوہ پر نظر ڈالتا ہون جو روس کی اِس کبھی نہ کم ہونے والی خواہش کی محرک ہوئی ہین کہ اوسے سرزمین ایران کے اس گوشہ مین قدم رکھنے کے لئے جگہ ملے۔ اِس خواہش کی یہ وجہ نہین کہ استرآباد بہ جائے خود ایسا مقام ہے جہان سے بہ آسانی ایران پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی حربی حیثیت کے متعلق انیسوین صدی کے نصف اول مین جو خیالات رایج تھے وہ بعد کے زمانہ کی راے سے مختلف اور اوس کے مقابلہ مین زیادہ مبالغہ آمیز تھے۔ اگر باکو سے ہندوستان تک ایک خط کھینچا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ خط استرآباد کے بیچ مین سے ہو کر گزرتا ہے۔ جب شہنشاہان پال و نپولین نے مل کر ۱۸۰۰ء مین ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے منصوبہ پر بحث کی تو پیش قدمی کے لئے یہی راستہ اون کے مد نظر تھا۔ اِس کے بعد جرنیل خرولف نے بھی جنگ کریمیا کے اثنا مین زار نکولس کی خدمت مین ہند پر حملہ آور ہونے کی تجویز پیش کرتے وقت اِسی راستہ کا حوالہ دیا۔ دونون صورتون مین حملہ آور افواج کے فوری منتہا مشہد اور ہرات تھے اور اوس زمانہ مین اگر یورپ کی کسی سلطنت کی فوج مشہد یا ہرات کی طرف بڑھتی تو وہ بلاشبہہ استرآباد کی راہ سے جاتی۔ لیکن اِس اثنا مین ماوراءالنہر کی حالت یکسر بدل گئی ہے۔ جہان پہلے ترکمانی صولت، معرکہ آرا تھی اب وہان روسی حکومت استحکام کے ساتھہ قایم ہے۔ بحیرہ اخضر کی طرف سے خشکی کا دور دراز سفر کئے بغیر مشہد عشق آباد اور ہرات پر مرو اور پنجدہ سے حملہ کیا جا سکتا

ہے۔ پس لنگر اندازی کے مقام ہونے کی حیثیت سے روس کے نزدیک استرآباد کی وہ قدر وقیمت باقی نہین رہی جو سابق مین تھی۔ اس کے علاوہ جہانتک معلوم ہوا ہے اس کے ذرائع پیداوار بھی ایسے نہین کہ ایک بہت بڑی فوج کو جو میدان جنگ پر ہو یہان سے رسد بہم پہونچ سکے۔ گو کہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۸۶۳ء مین تیس ہزار ایرانی فوج اسکے نواح مین خیمہ زن رہی۔ اب یہ مقام حملہ آور ہونے کے لئے اتنا مفید نہین جتنا کہ بچاؤ کے لئے۔ مجازاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکی آنکھ مشرق کی طرف دیکھ رہی ہے نہ کہ مغرب کی طرف۔ اور جنگی اعتبار سے اسکی اہمیت اوس مسئلہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جسکا مین اوپر ذکر کرچکا ہون یعنی شاہ رود کی سڑک کا قبضہ اور اس سلئے وہ قوت جو اس کا قابض ایران کے باقی حصے اور خود دارالسلطنت کے برخلاف عمل مین لاسکتا ہے۔

استرآباد اور شاہ رود کا موقعہ

استرآباد کو شاہ رود سے شاہ کوہ یعنی کوہستان البرز کا وہ وسطی سلسلہ جدا کرتا ہے جو شمالی خراسان کی کثیر التعداد چٹانون مین تقسیم ہوجانے سے پیشتر یہان اپنی ایک خاص طبعی شان قایم رکھتا ہے۔ استرآباد سے پندرہ میل جانب جنوب اس سلسلہ کی بلند ترین چوٹی کا ارتفاع تیرہ ہزار فٹ ہے۔ اسے شاہ رود کی سمت مین جس کا فاصلہ خچر کی راہ سے ۵۹ میل ہوگا دو درے قطع کرتے ہین جن مین سے کم از کم ایک تو ضرور اس قابل ہے کہ باوجود بلند ارتفاع اور نوعیت علاقہ کے ایک بہت عمدہ فوجی سڑک کی صورت مین منتقل کیا

جا سکے[۵۱]۔ جو فوج ان دونون درون مین سے ایک کی راہ سے وہاوا کرکے شاہ رود پر جو بالکل غیر محفوظ ہے قبضہ کر لے گی اوسکو حسب ذیل فواید حاصل ہون گے۔

اوّل تو وہ اپنے آپ کو ایک ایسے علاقہ مین پائے گی جو نہایت ہی شاداب ہے اور جہان پانی کثرت سے موجود ہے اور گرمیون مین بھی بہت بڑی فوج

---

۵۱ شاہ رود اور استرآباد کے درمیان جو دو سڑکین (ایک براہ درہ قزلک اور دوسری براہ زیارت) ہین اونہین حسب ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے۔ لفٹنٹ اے کونولی (سنہ ۱۸۳۰ع) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (ہندوستان تک کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول صفحات ۱۸۲ الی ۱۸۴ + کپتان کلاڈ کلارک (سنہ ۱۸۷۲ع) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" جلد ہفتدہم صفحات ۱۹۳ الی ۱۹۴ + کرنل بی۔ لوویٹ (سنہ ۱۸۸۱ع) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدید) جلد پنجم صفحات ۷۵ الی ۸۴ (سنہ ۱۸۸۳ع) جو سڑک استرآباد کو گزرے گئی ہے اور طول مین ۲۷ میل ہے اوسے حسب ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے۔ ای۔ بی۔ ایسٹوک (سنہ ۱۸۶۲ع) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم۔ صفحات ۵۴ الی ۹۴ + کپتان آنریبل جی۔ نیپیر (سنہ ۱۸۷۴ع) "جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" جلد چہل و ششم صفحات ۱۱۴ و ۱۱۵ + سر سی میکگریگر (سنہ ۱۸۷۵ع) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۱۶۳ الی ۱۶۶۔

رہ سکتی[۵۱] ہے ثانیاً جو سڑک مازندران۔ سمندر کے ساحل اور دار السلطنت طہران سے آتی ہین اون کے مقام اتصال پر اوسے قبضہ حاصل ہو جائے گا۔ ثالثاً خراسان مین مغرب کی سمت سے داخل ہونے کا جو ایک ہی راستہ ہے اوس کی زد مین آجائے گا اور یہان سے خراسان کے وسط کی طرف دو آسانی کے ساتھ طے کی جا سکنے والی سڑکین ایک تو براہ جاجرم۔ بجنرد کوچان شمال کی سمت مین اور دوسری براہ سبزوار د نیشاپور مشرق کی جانب مشہد کو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ مین یہ کہا جا سکتا ہے کہ استرآباد اور شاہ رود کا قبضہ گویا شمالی ایران کی کلید ہے۔ جو فوج اِس مقام پر متعین ہوگی وہ خراسان کا تعلق دنیا کے باقی حصون سے منقطع کر سکتی ہے اور دار السلطنت سے کمک بہم پہونچنے کی کامیابی کے ساتھ مزاحم ہو سکتی ہے۔ شمالی ایران کو بلحاظ شکل ایک تتیئے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جسکا سر طہران مین ہے اور ڈنک مشہد مین۔ گز اور شاہ رود کے درمیان جو تنگ طبقہ زمین واقع ہے وہ گویا اس تتیئے کی کمر ہے۔ اگر کمر کو کاٹ ڈالو تو بیکار ہو جاتا ہے اور ڈنک اگر کچھ کر سکتا ہے (اور وہ بھی اوس صورت مین جبکہ وہ ایرانی ڈنک نہ ہو) تو وہ یہ ہے کہ مرتے مرتے خار دیتا جائے۔ روسیون کے عاشوراد امین موجود ہونے کے واقعہ کو جو ہمیشہ اس درجہ وقیع اور اہم سمجھا گیا ہے تو اوس کا اصلی باعث ممالک محروسہ شاہ کے اسی حصہ کی طبعی نوعیت

[۵۱] کرنیل ویلنٹائن بیکر اپنی کتاب "کلاوڈس اِن دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۱۴۲ پر لکھتا ہے کہ بسطام کے میدان مین (جو شاہ رود کے نواح اور مضافات پر مشتمل ہے۔ بسطام تین میل کے فاصلہ پر گورنر کے رہنے کی جگہ ہے) ساٹھ ہزار فوج رہ سکتی ہے۔

ہے۔ اس نواح مین اون کے مفاد اور اغراض و مقاصد کی نگرانی ایک قونسل متعینہ استرآباد اور وکلار ماموره بندر گز و شاه رود سے متعلق ہے۔

ایرانی اور روسی ترکمان

اب مین تیسرے مسئلہ یعنی یومت قبیلہ کے ترکمانون کے مالہ و ماعلیہ کی طرف متوجہ ہوتا ہون۔ اس مسئلہ مین بھی ایک اہم اور معنی خیز حصہ لیتا ہے۔ سنہ ۱۸۸۱ء کے عہدنامہ قرارداد سرحد کی رو سے روس اور ایران کی سرحد دریائے اترک اپنے دہانہ سے لیکر چات کے مقام تک جہان سمبر کی ندی اوس سے ملتی ہے قرار پایا تھا گو کہ کسی خاص وجہ سے جسکی توضیح نہین کی گئی روسی سرحد کا ایک نشان ابھی تک دریاے اترک کے جنوب کی طرف قایم ہے۔ اسکے علاوہ بعض روسی افسرون کی نسبت یہ بھی سُنا گیا ہے کہ عہدنامہ کے مرتب ہونے کے بعد بھی اونہون نے فوج کے ایک دستہ کے ساتھہ دریاے اترک کو عبور کرکے اون ایرانی یومتون سے جو گرگان پر آباد تھے خراج وصول کیا۔ لیکن اس فعل کو قانون مابین الاقوام حق بجانب تسلیم نہین کرسکتا اور نیز سیاسی لحاظ سے دریاے اترک ہی کو حد فاصل سمجھنا چاہیے۔ اس دریا کے شمال کی طرف یومت قبیلہ کے وہ ترکمان آباد ہین جو روس کے زیر حکومت ہین اور دریا کے جنوب کی طرف اسی قبیلہ کے ترکمان ایرانی حکومت مین رہتے ہین۔ لیکن ثانی الذکر ترکمانون کی خانہ بدوش جماعتین سال کے بعض حصون مین دریا کو عبور کرکے روسی علاقہ مین چلی جاتی ہین اور اون کو عہدنامہ کی رو سے اس بات کی اجازت بھی ہے

تاکہ وہ اپنی چراگاہون کو بدل سکین - روسی یومت اب پوری طرح سے اطاعت گزین ہو چکے ہین اور
خواہ اون کو روسی حکومت سے اطمینان ہو یا نہ ہو پھر بھی اون مین اتنی سکت باقی نہین کہ سرکشی کر سکین
البتہ ایرانی یومت جو دو علیحدہ علیحدہ قبیلون عطابائی اور جعفر بائی مین منقسم ہین ایرانی حکومت
کے دعوے کو آسانی کے ساتھہ تسلیم نہین کرتے اور ۱۸۸۹ء مین اونہون نے علم بغاوت
بلند کیا تھا - مشرق کی طرف گوکلان ترکمان آباد ہین جو ایک زیادہ اطاعت کیش قوم ہے - ان
لوگون نے یومت ترکمانون کی پشتینی عداوت سے بچنے کے لئے اپنی رضا و رغبت سے
ایران کی حلقہ بگوشی اختیار کرلی - اب وہ شاہ کے خزانہ مین محصول ادا کرتے ہین اور تین سو
بے قاعدہ سوارون کی جمعیت اوسکے لئے بہم پہونچاتے ہین[1] -

ایرانی یومتون کی بغاوت

یومتون کا مفسدہ ماہ فروری ۱۸۸۸ء مین شروع ہوا اور کہین مارچ ۱۸۸۹ء مین جاکر فرو
ہوا - اس بغاوت کے برپا ہونے کی وجوہ کو کامل طور پر نہین لیکن ایک بہت بڑی حد تک ایرانی حکام
کی بے عنوانیان اور بدنظمیان تھین - اس نے ایسی خطرناک شکل اختیار کرلی کہ ایک وقت مین
تیرہ ہزار ایرانی فوج گورنر جنرل خراسان اور بجنرد اور کوچان کے خاقون کی ماتحتی مین یومتون کے

---

[1] حکومت استرآباد کی کمزوری اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ گوکلان ترکمان صوبہ استرآباد کی سرحد
پر رہتے ہین پھر بھی ایلخانیٔ بجنرد اون سے خراج وصول کرتا ہے اور وہی اُن سوارون کی جمعیت
کو جو وہ بہم پہونچاتے ہین - اپنی کمان مین رکھتا ہے -

برخلاف معرکہ آرا تھی - اس موقعہ پر ایرانی فوج کی بزدلی کی ایسی ایسی حکایتین سننے مین آئی ہین کہ اونہین باور کرتے ہوئے تامل ہوتا ہے - مثلاً ہزار ہزار اور دو دو ہزار کے دستون کو گنتی کے ترکمان جنکی تعداد بیسیون یا کئی سو سے متجاوز نہ ہوگی روز روشن مین روک کر پسپا کر دیتے تھے - مگر قرین انصاف ہوگا اگر اسکے ساتھہ یہ بہی درج کر دیا جائے کہ اس رسوائی کے معرکہ مین ایرانی سپاہیون کی جس قدر محرک بزدلی ہوئی اوسی قدر اون کی تبہ حالی اور بے قناعتی بہی ہوئی - اون کی تنخواہ جب طہران سے آتی تہی تو اوسمین سے کم از کم نصف سیف الملک کی جیب مین چلی جاتی تہی اور ان بہوکے ننگے - اور مفلس سپاہیون سے اِس امر کی توقع رکھنا کہ وہ میدان کارزار مین نبرد آزمائی کرین گے شاید رحم و انصاف کا خون کرنا تھا - دونون طرف جبر و تشدد کے وحشیانہ واقعات پیش آتے رہے اور ایرانیون کی طرف سے بہت زیادہ سختی ہوئی - جو مرد اون کے ہاتہہ آیا اوسے اونہون نے زندہ نہ چہوڑا اور جو عورت اونہین ملی اوسکی اونہون نے عصمت بگاڑی - انجام کار دغا اور سازش کے معمولی ایرانی طریقون سے بغاوت کا استیصال کیا گیا - ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ کی مخالفت پر آمادہ کیا گیا اور بالآخر حاجی نذر خان عطا بائیون کے سرگروہ کو جو اس مفسدہ کی روح روان تھا ایرانی علاقہ مین دہوکے سے لاکر مار ڈالا گیا - اسکے ساتھہ ہی مفسدہ فرو ہو گیا[۵]

[۵] یومت ترکمانون کے متعلق اگر اطلاع مطلوب ہو تو دیکھو آجیر الائی (۱۸۳۶ء) کی کتاب "رلیشنس ٹو دی یوابجز" (حالات سفر) صفحات ۳۳۱ الی ۳۳۶ اور یادداشت قاضی سید احمد مندرجہ "جرنل آف دی رائل جاگرافیکل سوسائٹی" جلد [illegible] و ششم صفحہ ۱۴۲ (۱۸۷۶ء) -

———*※*———

حکومت عالیہ کی کمزوری

اس قسم کے واقعات نہ صرف حکومت عالیہ کی قابل تاسف ناقابلیت پر دلالت کرتے ہین بلکہ خارجی طور پر ان کا صرف ایک ہی نتیجہ ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ شمال مین روس کی ہمت اپنے دعاوی کے متعلق اور زیادہ بڑھ جائے - یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ دولت روس اس دعوے کو استحقاقاً پیش کرتی ہے اور اوسے اس امر کی توقع بھی ہے کہ تمام ترکمان قومین اوس کے زیر نگین آجائین - اور یہ بھی تیقن کے ساتھہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر ایرانی یومتون کے ساتھہ منصفانہ برتاؤ کیا جائے تو وہ اوس گرانتر خراج سے بچنے کے لئے جو ان کے ہم قبیلہ لوگون کو دریاے اترک کے روسی کنارے پر دینا پڑتا ہے شاہ کے مطیع و منقاد رہین گے[1] - لیکن ہر نئے فساد کا برپا ہونا اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ ایران کا اس فساد کے رفع کرنے پر قادر نہ ہونے کا خفیف سا بھی ثبوت دینا ایک ایسی طاقت کے لئے جسکی نیت دستبرد کی ہو پیشقدمی کا بہانہ ہوجاتا ہے - اور ایران کو چاہیئے کہ احتیاط کے ساتھہ اس امر کو مد نظر رکھے کہ کہین وہ خود جان بوجھہ کر اپنا سر اپنے دشمن کی کمند کے حلقے مین نہ پھنسا دے - اگر روس انتظار و صبر کو اپنا مسلک قرار دینے کے بجائے بڑھے چلے آنے کا طرز عمل اختیار کرتا تو ان فسادون کی بنا پر اوسے آسانی کے ساتھہ اپنے مفید مطلب موقعہ مل جاتا - در پردہ اوسکی ہمدردی کا ایرانیون کے ساتھہ نہ ہونا اس قابل غور

[1] اس کی تصدیق حال (۱۸۹۰ء) کی اس خبر سے ہوتی ہے کہ کئی سو روسی یومت ایرانی علاقہ مین چلے آئے ہین اور برضا و رغبت خود شاہ کی رعایا بن گئے ہین -

واقعہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ مفسد یوموتون کے پاس روسی ساخت کی کارتوس والی بندوقین اور کارتوس پائے گئے۔

بجنورد



یہ استرآباد سے گزر کر جو اپنے اہم اور پیچیدہ سیاسی مسائل کے تاروپود مین الجھا ہوا ہے ہم اب خراسان خاص مین پہونچتے ہین اور اپنا منہ مشرق کی طرف موڑ کر ہم اسکی سرحد کے معائنہ مین مصروف ہوتے ہین - ترکمانون کو چھوڑ کر ہم کردون مین پہونچتے ہین اور بجنورد کے ضلع مین ہمین کردون کے وہ پہلے قبائل ملتے ہین جن کے آبا و اجداد کو سرحد خراسان کے قایم رکھنے کی غرض سے ۱۶۰۰ء کے قریب شاہ عباس نے لا بسایا تھا - کوچان کا حال جس باب مین مندرج ہے اوس مین پہلے ہی تفصیل و وضاحت کے ساتھ مین اون واقعات کو بیان کر چکا ہون جو ان فوجی نوآبادیون کے قیام کا باعث ہوئے اور ان لوگون کے قبض و دخل کی شرایط اور اُن تعلقات کو جو انہین حکومت عالیہ سے ہین درج کر چکا ہون اور جو کچھہ مین نے لکھا ہے وہی بجنورد پر بھی صادق آتا ہے - مگر فرق صرف اتنا ہے کہ کوچان مین تو زیادہ تر زعفران لو کرد آباد ہین - اور بجنورد مین ابھی تک زیادہ تر شادلو قبیلہ کے کردون کی بستی ہے - کوچان کے کردون کی طرح اون پر بھی ایک خان حکومت کرتا ہے جسے ایلخانی کا خطاب حاصل ہے اور جسکا تقرر اگرچہ شاہ کے حکم سے عمل مین آتا ہے لیکن بالعموم اوسے بہ سلسلہ وراثت حکمران خاندان مین سے منتخب کیا جاتا ہے یہ ایلخانی اپنی ریاست کی مالگزاری کی تحصیل خود کرتا ہے اور اسکے معاوضہ مین سلطنت کے لئے فوجی

کمک بہم پہونچاتا ہے اور اوس کا درجہ عام طور پر ایک معمولی صوبہ کے گورنر سے زیادہ ہوتا ہے۔
سوارون کی جو جمعیت ایلخانی بجنرد بہم پہونچاتا ہے اوسکی تعداد اس وقت پانچ سو ہے۔
اوس کا علاقہ بجنرد کی مرتفع وادی پر مشتمل ہے جو وادی ہائے کوچان و شروان اور دریائے
اترک کے حصہ بالا سے ملحق اور جاجرم واقع میدان اسفرائین کے جنوب کی طرف واقع ہے[۵۱]۔

کوچان

کوچان کا ذکر مین پیشتر کرچکا ہون اسکی فوج کنٹنجنٹ کی تعداد اس وقت چھ سو ہے۔

درگز

کوچان کے شمال و مشرق کی جانب اور وسطی سلسلہ کوہ البرز کے شمالی پہلوون پر درگز
(یعنی جہاؤ کی وادی) کا قلیل الرقبہ سرحدی ضلع واقع ہے اور کوہ البرز کے شمالی فاصل آب پر
اگر مقبوضات ایران مین سے کوئی قابل ذکر علاقہ رہ گیا ہے تو وہ فقط یہی ایک ہے۔ اِس
دلکش مقام مین جو ایک چالیس میل لمبے اور تیس میل چوڑے طاس یا وادی پر مشتمل ہے کچھ تو

۵۱ بجنرد اور اوس کے علاقہ کے حالات کے لئے دیکھو کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۲۸۴ الخ
مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۶ء) + "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان جلد دوم صفحات ۹۳ الی ۱۰۷
مصنفہ سر سی۔ میکگریگر (۱۸۷۹ء) + "دی وار ان ترکمانیہ" (ترکمانیہ کی جنگ) - جلد چہارم فصل ہفتدہم
مصنفہ جرنیل گراڈیکاف (۱۸۸۰ء) +

کرورستے ہین اور زیادہ تر ترک یا تاتاری آباد ہین جو تورانی حملہ کی قدیم موجون کی نشانیان ہین -
درگز کا صدر مقام محمد آباد ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے ۱۲۰۰ فیٹ ہوگی - ۱۸۸۰ء
مین اسی مقام پر اوڈانوون کرنیل اسٹوارٹ سے جوایک ارمنی گھوڑے کے سوداگر
کے بھیس مین تھا ملا اور تین ہفتہ تک بغیر اس بات کے شناخت کرنے کے
کہ وہ انگریز ہے اوس کے ساتھہ رہا - درگز کو آتریک سے پہاڑیون کے ایک
پست سلسلہ نے جدا کر رکھا ہے اور انہین کی وجہ سے اِس کا الحاق ابھی تک
روسی علاقہ کے ساتھہ نہین ہوا - گوکہ متعدد دیہات جو اس کے مضافات سے
نیچے کے میدان پر واقع تھے اور اس سے متعلق تھے اب اس کے قبضہ سے
نکل گئے ہین - ۱۸۳۲ء سے پہلے یہ گویا ایک خود مختار علاقہ تھا لیکن خراسان
کے دوسرے سرحدی علاقون کی طرح اسے بھی اوس زمانہ مین عباس مرزا نے
مسخر کیا اور اوس وقت سے اونہین شرایط اور قیود کے ساتھہ جو کوچان اور بجنورد
سے متعلق ہین یہ بھی سلطنت ایران کے ماتحت ہے اگرچہ انتہائی سرحد پر ہوئے
اور اس لئے اون تعلقات کے باعث جو اس کے سردار کو ترکمانون کے ساتھہ
ہین حکومت عالیہ کے فرامین کا نفاذ گورنر مشہد کی طرف سے ایسے باقاعدہ اور
مناسب طور پر نہین ہوتا جیسا کہ ہونا چاہئے - خان درگز کا تعلق ایک حکمران خاندان سے
ہے جسے نادر شاہ کے وقت سے موروثی طور پر حکومت ملتی چلی آئی ہے - لیکن اب نہ تو خود
اوسے زیادہ امتیاز حاصل ہے اور نہ درگز کو اور یہان کی فوجی کمک کی تعداد کم ہو کر

ایک سورہ گئی ہے۔[1]

روسیون کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہی



ن سرحدی اضلاع مین سے ایک بھی ایسا نہین ہے جسمین اوس دستبرد کی مدافعت کے لئے مواد موجود ہو جو شمال کی طرف سے ظہور مین آئے۔ دونون ایلخانی (جن مین سے ایک کے حالات مین ایک ابتدائی باب مین بیان کر چکا ہون) اپنے اپنے علاقہ کے ذی امتیاز سردار ہین۔ روس کے مقابل معرکہ آرا ہونے کی نسبت اونکا دعوے مشیخت اور لفاظی کے لحاظ سے گو کیسا ہی زبردست ہو اور اگر سچ پوچھا جاے تو تہ دل سے وہ اوس

[1] سب سے پہلا انگریز جس نے درگز مین اگر یہان کے حالات بیان کئے جے بی۔ فریزر تہا جو ۱۸۳۴ء مین یہان آیا۔ دیکھو اوس کی کتاب ''اے ونٹرس جرنی'' (سفر سرما) جلد دوم مراسلات نہم۔ دہم۔ ویازدہم + حالات مابعد کے لئے دیکھو کتاب ''کلاوڈس ان دی ایسٹ'' (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۲۲۹ الی ۲۷۴ مصنفہ کرنیل ویلینٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) + ''جرنی تھرو خراسان'' (سفر خراسان) جلد دوم۔ صفحات ۷۰ الی ۷۶۔ مصنفہ سر۔ سی۔ میگ گیگر (۱۸۷۵ء) + ''دی مرو اوسس'' (گلشن مرو) جلد دوم۔ صفحات ۳۰ الی ۶۵ مصنفہ ای۔ اوڈونوون (۱۸۸۰ء)

طاقت کے دشمن ہین جسکی نزدیکی کی وجہ سے اُن کا قدیم رسوخ واقتدار اس درجہ کم ہوگیا ہے۔
لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ اگر روس حقیقت مین حملہ آور ہوا تو آیا وہ اوس کے مقابلہ مین ایک اونگلی بہی اوٹھاینگے یا نہین اور اِس کے ساتہہ ہی اس امر کو بھی نظر انداز نہین کیا جاسکتا کہ روسی ہدایا وتحائف کا سلسل کئی سال سے اون کے پاس پہونچتے رہنا جراحت تسخیر کے اندمال پذیر ہونے کا بہت بڑی حد تک باعث ہوا ہوگا۔ ابھی سے روس کو ان دونون علاقون مین سے ہر ایک مین قدم جمانے کی جگہ مل گئی ہے۔ مین اوس فوجی سڑک کا ذکر کر چکا ہون جو عاشق آباد اور کوچان کے درمیان واقع ہے اور اصول فن حرب کے لحاظ سے جو وقعت واہمیت اسے حاصل ہے اوس کی طرف بہی مین اشارہ کر چکا ہون۔ ایک اور سڑک جسے روس نے بنایا ہے گیاک تپی سے شروع ہوتی ہے اور جو پہاڑ کچہہ دور پر مغرب کی طرف واقع ہین اون کے ایک درہ مین سے گزر کر گرماب اور فیروزہ ہوتی ہوئی شیروان اور وہان سے کوچان پہونچتی ہے نیز ایک تیسری سڑک روس کے فوجی مقام چکشلیار واقع بحیرہ اخضر سے شروع ہوکر دریائے اتریک کے کنارے کے ساتہہ ساتہہ اوس کے منبع کی سمت مین براہ چات بجنرد کو جاتی ہے۔ روس نے اپنے وکیل (جو روسی مسلمان ہین) بجنرد۔ کوچان اور محمد آباد مین متعین کئے ہین۔ بظاہر وہ وہان تجارت کی غرض سے رہتے ہین لیکن تجارتی کاروبار کی مشغولیتون سے جو فرصت اونہین حاصل ہوتی ہے اوسے وہ اون احتیاط آمیز خبرون کی بنا پر جو اونہین ملین اپنے ملک کے اغراض ومقاصد کی تکمیل مین صرف کرتے ہین۔

———— ٭٭٭ ————

قلات نادری

ق کی طرف سفر کرتے کرتے ہم اوس حیرت انگیز قدرتی منظر کے پاس پہونچتے ہین جو نادرشاہ کے زمانہ سے جس نے اسے اپنا قلعہ بنایا قلات نادری کے نام سے مشہور ہے اس تعجب خیز مقام کی طبعی اور نیز اون خصوصیات پر جو بہ لحاظ فن حرب اسے حاصل ہین پیشتر بحث کی جا چکی ہے - مین یہ بھی بیان کر چکا ہون کہ دولت فارس کی طرف سے یہان (برائے نام) پانچ سو پیدلون کی جمعیت دو توپون کے ساتھہ متعین ہے اور یہ جمعیت مختلف زد مین آسکنے والے مقامات پر مامور ہے - یہان کے باشندے زیادہ تر ترک ہین اور یہان کا حاکم حاجی ابوالفتح خان جو مشہد سے بھیجا گیا ہے ایک گانون مین جو اس علاقہ کے اندرونی حصہ مین واقع ہے رہتا ہے اور ایران کے سرحدی رسالہ کے لئے ۱۵۰ سوارون کی جمعیت بہم پہونچاتا ہے -

روس کی آرزوئین

گزشتہ کچھہ عرصہ سے روس نے قلات کو عجب محبت بھری نگاہون سے دیکھنا شروع کیا ہے اور یہ افواہ کہ دولت ایران نے اس قلعہ کو روس کے حوالہ کر دیا ہے قصداً شائع کی گئی ہے تاکہ انتقال ملکیت کے اس خیال سے لوگ آشنا ہو جائین - جن لوگون کو اس بات سے انکار ہے کہ روس کی ایسی نیت ہے اون کے لئے یہ جواب کافی ہوگا کہ چند

سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ روس نے باقاعدہ طور پر ایران کو قلات کے معاوضہ مین مشہور اور زرخیز موغان کے میدان مین سے جو بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل پر واقع ہے اپنے حصہ کا قطعہ دینے کی تجویز پیش کی تہی لیکن ایران نے اسے نامنظور کیا - جیسا کہ مین پیشتر بتا چکا ہون روس کو قلات کے قبضہ کی وجہ سے یہ فائدہ حاصل ہے کہ اول تو وہ تمام ندیان اوس کے قبضہ مین آجائینگی جو اٹک کی سمت مین بہتی ہین اور خاص طور سے اوسے یہ فائدہ ہوگا کہ ایک وسطی مقام اوسے ہاتھ آجائے گا جہان سے وہ تمام سرحدی اقوام کو مطیع رکھہ سکیگا اس کے علاوہ قلات کے قبضہ سے روس کے اقتدار اور اثر مین نمایان اضافہ ہوجائیگا۔
ایران اس حیرت زا مقام کو روس کے حوالے کردینے مین ہرگز رضامند نہین اور اسکی حفاظت اور نگہداشت مین ایسی رقیبانہ احتیاط سے کام لے رہا ہے جسے اوس کے عام تساہل اور ضعف سے ایک عجیب وغریب تناقض ہے کسی اجنبی کو شاہ کجکلاہ کی خاص اجازت کے بغیر اس کے اندر جانے کی اجازت نہین دی جاتی اور بہت سے روسیون کو اور خود مجہے اس مین داخل ہونے کی کوشش مین ناکام ہونا پڑا - روس کا طرز عمل اس نواح مین فی الحال اون ندیون کی نسبت اپنا حق قایم کرنے پر جو اوس کے مقبوضات واقع میدان کی آبپاشی کرتی ہین اور نیز سرحدی قومون کو اپنے دائرۂ اثر مین لانے پر مشتمل ہے - اٹک کے میدان سے بتدریج بڑھ کر وہ دامن کوہ کے اکثر حصون کو اپنے قبضہ مین لاچکا ہے اور حق آبپاشی کے جھگڑے جو اُن ندیون سے متعلق ہین جو اگرچہ روسی دیہات کو سیراب کرتی ہین لیکن جنکا منبع اصل مین ایرانی علاقہ ہے اور جو بہتی بہی ایرانی علاقہ ہی مین ہین اونہین بڑہا بڑہا کر ہمیشہ

دست اندازی کا بہانہ بنایا جا سکتا ہے۔ غرضکہ ان دونون مقاصد کی تکمیل کے لئے قلات کا قبضہ روس کے حق مین بدرجہ غایت مفید ہوگا اور جب تک یہ مقام اوسکے ہاتھ مین نہ آجائیگا اوس وقت تک لندن سے عہدنامہ آئے گا۔

سرحد روس و فارس



روس و فارس کے مابین جو عہدنامہ دسمبر ۱۸۸۱ء مین قطعی طور پر مرتب ہوا اور جس مین اون ضرورتون کے لحاظ سے جو اس سال کی جدید روسی فتوحات کے باعث پیش آئین ماوراءالنہر اور خراسان کی سرحد کا تعین کیا گیا تھا۔ اوس کی رو سے وہ سرحد جو دریاے اترک کے دہانہ سے شروع ہوتی ہے موضع لطف آباد پہونچنے سے پہلے دفعتہً رک جاتی ہے۔ موضع لطف آباد ایرانی ضلع درگز سے نیچے اٹک مین واقع ہے۔ عہدنامہ کی رو سے یہ گاؤن ایرانیون کے پاس رہنے دیا گیا لیکن کسی مشتبہ تحریر سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ اس مقام سے سرخس تک جو دریاے تجند کے کنارے پر واقع ہے ٹھیک سرحد کیا ہے۔ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اِس سرحد کا تصفیہ ایک خفیہ عہدنامہ کی رو سے ہوا جو سنہ ۱۸۸۱ء یا سنہ ۱۸۸۳ء مین مرتب ہوا اور کمشنرون نے خود اِس مقام پر جاکر حدبندی کی۔ اِس عہدنامہ کا حال مین آگے چلکر بیان کرون گا۔ لیکن چونکہ عام طور سے اس امر کے متعلق کوئی یقینی بات معلوم نہین بلکہ یون کہئے کہ چونکہ لوگون کو اس کا حال بالکل معلوم نہین اس لئے روس اِس عدم تیقن یا لاعلمی کو اوس مداخلت اور دست اندازی کا بہانہ بنالیتا ہے

جس کا ذکر مین نے مندرجہ بالا فقرہ مین کیا ہے۔

آب تجند

خس کے قریب پہونچکر ایک مرتبہ پھر ہم کو دریاے تجند کی شکل مین ایک معین سرحد نظر آتی ہے۔ شروع شروع مین یہ دریا ہری رود کہلاتا ہے لیکن پل خاتون پر کشف رود کے ملنے کی وجہ سے تجند ہو جاتا ہے اور سرخس کے مقام پر ایرانی اور روسی فوجی چوکیون کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے بعد اوس حالت مین جبکہ اوس مین پانی ہوتا ہے شمال کی طرف صحراؤن سے بہتا ہوا گزرتا ہے اور تجند یا کاری بنت کے مقام پر ماوراءالنہری ریلوے کا ایک پل اس پر بندھا ہوا ہے۔

سرخس جدید و قدیم

سرخس دو ہین۔ قدیم اور جدید۔ اور سیاحون اور مدبرون کو ان کے مواقع اور حالات طبعی کے اختلافات کی ناتمام معلومات کی وجہ سے بہت کچھ خلط مبحث کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ سرخس قدیم دریا کے دہنے یا مشرقی کنارے پر واقع ہے اور ایک زمانہ دراز سے ترکمانون کے قبیلہ سلور کا صدر مقام چلا آیا ہے۔ یہ قبیلہ ترکمانی نسل کی اولین شاخون مین سے ہے جنکا ذکر مورخین عرب نے ساتوین صدی عیسوی مین کیا[1]۔ اس صدی مین جس یورپین سیاح کا سب سے اول سرخس مین

---

[1] عرب سیاح الاصطخری (جسے آوسلے غلطی سے ابن حوقل کہتا ہے) دسوین صدی (دیکھو صفحہ ۴۰۴)

آنا تاریخ مین مذکور ہے وہ ایک پادری والف نامی تھا جو پہلی مرتبہ بخارا کو وہان سے کے یہودیون اور ترکمانون مین دین عیسوی کی اشاعت کرنے کی غرض سے جاتے ہوئے کئی ہفتہ تک سرخس مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۳) عیسوی مین سرخس مین وارد ہوا۔ اوس نے نیشاپور سے اِس کا فاصلہ چھہ منزل ہونا بیان کیا ہے اور اوسکے بعد کہتا ہے۔ "سرخس ایک شہر ہے جو مرو اور نیشاپور کے درمیان ایک مسطح میدان پر واقع ہے۔ سوائے آب پشنگ کے اور کوئی ندی اسے سیراب نہین کرتی۔ پشنگ کی ندی ہری رود سے نکلکر سرخس کی طرف آتی ہے لیکن شدت کی گرمیون مین یہان تک پہونچنے نہین پاتی۔ سرخس اندازاً مروالرود جتنا بڑا ہوگا۔ یہ ایک آباد اور خوشحال شہر ہے۔ ہوا یہان کی پاکیزہ اور صحت بخش ہے۔ باشندے کنوؤن کا پانی پیتے ہین اور آسیاؤن مین گھوڑے یا گدہے لگاتے ہین۔" دیکھو "دی اورینٹل جاگرفی آف ابن حوقل"[۱۵] (مشرقی جغرافیہ ابن حوقل) مترجمہ سر ڈبلیو آؤسلے۔ صفحات ۲۱۹ الی ۲۲۱۔ تجنند کی یہ کیفیت زمانہ حال کے سیاحون کے بیان سے بالکل مطابق ہے۔ جب موسو لیسار اول اول ۱۸۳۲ء مین وارد سرخس ہوا تو اوس نے بیان کیا کہ دریا کی تہ عام طور سے خشک رہتی ہے اور اوس کا پاٹ تین سو گز سے لیکر نصف میل تک ہے۔ عرب سیاح ابن بطوطا بھی ۱۳۳۰ء مین مشہد سے سرخس کو آیا۔ دیکھو سفرنامہ ابن بطوطا مترجمہ پادری ایس لی۔ صفحہ ۹۶۔ سرخس کے جو حالات ابتدائی زمانہ کے مصنفین نے لکھے ہین اون کے لئے دیکھو سفرنامہ ناصر خسرو صفحہ ۹۔ "ڈسکر پشیو امپیریائی مسلمیمسائی" (حالات دول اسلامیہ) از تصانیف مقدسی صفحہ ۳۱۲ الی ۳۱۳۔ و فرہنگ فارس صفحات ۳۰۷ و ۳۰۸ مصنفہ یاقوت۔

۱۵ مصنف کا یہ فرمانا کہ عرب سیاح الاصطخری کو آؤسلے غلطی سے ابن حوقل کہتا ہے کئی وجوہ (دیکھو صفحہ ۴۰۵)

مقیم رہا۔ اِس کے بعد سنہ ۱۸۴۲ء مین وہ اس امر کی تحقیق کی غرض سے پھر ادہر سے گذرا کہ بخارا مین اسٹاڈرٹ اور کونولی کا کیا حشر ہوا۔ اِس اثنا مین برنس وس دن تک سنہ ۱۸۳۲ء مین بمقام سرخس۔ بہ تبدیل لباس چھپا رہا اور شناخت کئے جانے سے بال بال بچا۔ اوس کا بیان ہے کہ "یہ مقام ایک چھوٹا سا برباد شدہ کمزور قلعہ ہے جو ایک پہاڑی پر واقع

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۴) سے مغالطہ انگیز ہے۔ اول تو اصطخری جس کا پورا نام ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد النحوی الفارسی الاصطخری ہے عرب نہین۔ بلکہ جیسا کہ اوس کے نام سے ظاہر ہے ایرانی ہے۔ چنانچہ اوس کی کتاب مسالک الممالک مین جو یوروپ (لیڈن) سنہ ۱۸۷۰ء مین چھپی ہے اوس کا فارسی خطبہ بہی درج ہے۔ ثانیاً اصطخری اور ابن حوقل جیسا کہ مصنف کے الفاظ مندرجہ قوسین سے مترشح ہوتا ہے ایک ہی شخص کے دو نام نہین ہین بلکہ محقق اور سیاح ہونے کے اعتبار سے۔ یہ دو جدا جدا ذی امتیاز شخص ہین۔ ابن حوقل کو تو ایک زمانہ جانتا ہے کہ وہ بغداد کا رہنے والا تہا۔ شمالی و مشرقی حصہ افریقہ۔ مغربی و جنوبی حصہ ایشیا۔ روس۔ ہندوستان اور چین اور دیگر مختلف سرزمینون مین اِس نے سفر کیا اور سنہ ۹۷۶ء مین وفات پائی (دیکہو "سائیکلو پیڈیا آف نیمز" (اسماء الرجال)۔ اِسکی جغرافی تصنیف المسالک والممالک کا جو اُسکے مشاہدہ اور تجربہ ذاتی پر مبنی تہی متعدد یوروپین زبانون مین ترجمہ ہو چکا ہے۔ اصطخری بہی ایک فاضل سیاح اور ابن حوقل کا معاصر ہے اور اِس نے بہی فن جغرافیہ مین ایک کتاب لکہی ہے جس کا نام مسالک الممالک ہے۔ یوروپین مصنفین نے اِن دونون کو جو مخلوط کر دیا ہے تو اوسکی وجہ یہ ہے کہ اِن دونون کی کتابین لفظی اور معنوی لحاظ سے اِس درجہ باہمی مشابہت رکہتی ہین کہ ایک دوسری سے بمشکل متمیز ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مینے ابن حوقل اور الاصطخری کے مختلف مقامات

ہے اور جس مین چند کچے جونپڑے ہین جو شہد کے یہہ دیون سے نے بنائے ہین"۔ برنس نے سرخس کی نسبت یہ بہی بیان کیا ہے کہ اوس وقت یہان کے ترکمان باشندون نے بظاہر خان خیوا کی اطاعت اختیار کر لی تہی۔[۵]

عباس مرزا کا سرخس قدیم کو مسخر کرنا

خس کی سفر کے تہوڑے ہی عرصہ بعد عباس مرزا ولیعہد نے جو خراسان کو مجدداً فتح کرنے اور اوسے پورے طور سے دولت فارس کا مطیع و منقاد بنانے کی مہم کو انجام دے رہا تھا اپنی فوج کے ساتھہ یہان آکر اِس مقام کو برباد کر ڈالا۔ اس کے اکثر باشندون کو بلا امتیاز تہ تیغ کیا اور جو باقی بچے اونہین قید کر کے مشہد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۵) کا جب مقابلہ کیا تو سوائے ایک آدہ لفظ۔ کے صفحے کے صفحے متحد اللفظ پائے۔ اِس سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے اور وہ یہ کہ اِن دونون مین سے ایک نے اپنی تصنیف کی قلم بند کرتے وقت دوسرے کی کتاب کے اجزا کا بالالتزام اقتباس کر لیا۔ چونکہ یہ دونون ہم عصر ہین اسلئے یہ نہین بتایا جاسکتا کہ کس کی کتاب اصلاً و مجدداً لکھی گئی۔ البتہ بادی النظری شہادت کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصطخری کا ماخذ ابن حوقل ہے جسکی نسبت بلحاظ علم و فضل۔ امعان نظر۔ اور وسعت تجربہ اور تقریباً تمام دنیا کے سیاح ہونیکے یہ گمان نہین ہو سکتا کہ اوس نے ایک دوسرے مصنف کی کتاب کے صفحے کے صفحے بعینہ اپنی کتاب مین درج کر لئے ہون گے۔ مترجم

[۵] دیکھو برنس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم۔ صفحات ۴۲ الی ۵۶۔

لے گیا۔ جہان سے بعد مین اون کے رشتہ دارون نے جو قبیلہ سلور سے تعلق رکھتے تھے
اور یونان مین رہتے تھے اون کو چار پاونڈ فی کس کے حساب سے فدیہ دے کر رہا کرا لیا۔ ان

۱۵ "تسخیر کوچان کے بعد عباس مرزا عازم سرخس ہوا جہان کے باشندون کو اوس نے
بے خبر پاکر فوراً شہر کا محاصرہ شروع کیا۔ شہر والون نے اول ڈیڑھ لاکھہ اور اوس کے بعد دو لاکھہ
تومان تاوان کے طور پر دینے کی آمادگی ظاہر کر کے امان چاہی لیکن عباس مرزا نے اِس رقم
کے لینے سے فرط حقارت سے انکار کر دیا اور مصمم قصد کر لیا کہ خواہ کچھہ ہی کیون نہو اس قتل و غارت کی کمین گاہ
کو خاک مین ملا دونگا۔ غرضکہ اوس نے شہر کا محاصرہ کر کے اوس پر ایک بارگی حملہ کیا اور ایک دن سے کچھہ
ہی زیادہ مدت مین اوسکو سر کر لیا۔ اِس کے بعد اوس نے فوج کو حکم دیا کہ شہر کو لوٹ کر آگ لگا دے چنانچہ
غارتگری کے بعد اوس کو پیوند زمین کر دیا گیا۔ بہت سے باشندے تو مارے گئے اور جو
باقی بچے اُن مین سے تین ہزار قیدی بنائے گئے۔ مال غنیمت کی کچھہ انتہا نہ تھی۔ زمانہ حال مین
شاید کہین اتنی لوٹ کسی فاتح کے ہاتھہ نہ آئی ہوگی۔ سونے کی یہ کثرت تھی کہ بورے کے بورے
اوس سے بھرے ہوئے تھے اور انواع و اقسام کے بیش قیمت مال کے ڈھیر کے ڈھیر لگے ہوئے
تھے۔ حقیقت مین یہ قزاقون کی ایک بہت بڑی کمین گاہ تھی۔ جو مال غنیمت یہان سے دستیاب ہوا
اور جس مین سے اکثر سپاہیون کے ہاتھہ آیا اوس کی یہ کیفیت تھی کہ صرف سونے ہی کی قیمت
تین اور چار لاکھہ پاونڈ کے درمیان ہوگی "۔ جے۔ بی۔ فریزر "اے ونٹرز جرنی" (موسم سرما کا سفر) جلد
دوم صفحہ ۲۹۔ یہ بیان اگرچہ بلا شبہ ایک حد تک مبالغہ آمیز ہے لیکن اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ یہ قریب قریب
اوسی زمانہ یعنی ۱۸۳۴ء مین تحریر مین لایا گیا۔

مین سے بعض ابھی تک سرخس قدیم مین پائے جاتے ہین اور ایک نوآبادی زہرہ آباد مین دریا کے ایران کی طرف کے کنارہ پر اوس کے منبع کی سمت مین واقع ہے۔ مگر یہ قبیلہ انحطاط پذیر ہو کر فی زمانہ کسی شمار وقطار مین نہین رہا۔

سرخس جدید

مدت بعد (۱۸۵۰ء کے قریب) ایرانیون نے اس سرحدی مقام کو مرو کے تقی ترکمانون کی سفاکانہ دستبرد سے محفوظ رکھنے کی غرض سے ایک بہت بڑا کثیرالزوایا قلعہ جسکے جوانب چوبیس برجون سے مستحکم تھے اور جسپر متعدد پرانی توپین چڑھائی گئین دریائے تجند کے بائین یا مغربی کنارے پر دریا سے بقدر نصف میل کے فاصلہ کے تعمیر کیا۔ موسوڈی بلاکول (یہ وہ ناشاد فرانسیسی عکاس ہے جو ۱۸۶۰ء مین اوس مشہور ایرانی مہم کے ساتھ مرو کو گیا تھا جو بمقام کوشید خان کالہ تہ تیغ کی گئی اور جو خود ترکمانون کے ہاتھ مین پڑکر قریباً ڈیڑھ سال تک اون کے خیمون مین قید رہا) رستہ مین سرخس سے ہو کر گزرا اور اوس نے اس نو تعمیر شدہ قلعہ کا حال بیان کیا ہے[۵۱]۔ اس کے بعد جس سیاح کا یہان گزر ہوا وہ میکگریگر تھا جو ۱۸۷۵ء مین آیا۔ اوس نے اس قلعہ اور اوسکی پیدل اور سوارون کی سات سو کی جمعیت اور گیارہ کم و بیش بیکار آمد توپون کا ذکر کیا ہے اور اپنی کتاب مین قلعہ کا ایک نقشہ اور تصویر بھی دی ہے[۵۲]۔ اس کے بعد

---

۵۱ "تور دو ماندے" (سفر دنیا) (بزبان فرانسیسی)۔ اپریل ۱۸۶۶ء)

۵۲ "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم۔ صفحات ۳۰ الی ۳۳۔

سنہ ۱۸۸۲ء مین موسیو لیسار مشہور و معروف روسی انجنیر جو اوس وقت روسی پیشقدمی کے پیش خیمہ کا
مہتمم تہا اور اوس کے بعد جماعت مامورۂ تصفیہ سرحد افغانستان کا رکن ہوا اور اب
دربار بخارا مین سفیر ہے - پیمایش و مساحت کے اوس دورہ پر وار د سرخس ہوا جس کی
وجہ سے اول اول یوروپ والون کو اوس علاقہ کا حال معلوم ہوا جو سرخس اور ہرات
کے درمیان ہے - وہ بیان کرتا ہے کہ قلعہ سرخس کی جمعیت کی تبہ حالی کی یہ کیفیت
تھی کہ بجائے اِس کے کہ غنیم پر اوس کی ہیبت طاری ہو وہ خود خوف زدہ ہو کر گویا قلعہ بند
ہو رہی تہی - کیونکہ کبہی اوس کو یہ جرأت نہین ہوئی کہ قلعہ سے باہر نکل کر غنیم پر حملہ آور ہو بلکہ
برجون پر رات کے وقت آگ روشن کرتی رہتی تہی تا کہ اِس نواح مین دشمن کے موجود
ہونے کی اطلاع ہو جائے -

سرخس قدیم پر روسیون کا مکرر قبضہ

دو سال بعد ماہ اپریل سنہ ۱۸۸۴ء مین زیادہ تر اوس اطلاع کی بنا پر جو موسیو لیسار نے فراہم
کی تہی اور اوس اثر خیز مگر غیر معصُون پیش قدمی کے سلسلہ مین جو سنہ ۱۸۸۵ء مین جنگ کشک اور قبضہ
پنجدہ پر منتہی ہوئی ایک روسی فوج نے آکر سرخس قدیم پر جو دریا کے مشرقی کنارے پر واقع
ہے اور جس کی حفاظت کے لئے اوس نے وہان کسی کو موجود نہ پایا قبضہ کر لیا - یہان روسیون
نے بہت جلد ایک مستحکم قلعہ اور فوجی بارکین تعمیر کر لین اور قدیم سرخس کا جس مین اِس طرح سے
از سر نو جان پڑی اور جسے اس لحاظ سے میری دانست مین اب سرخس جدید کہنا چاہئے

اوس وقت سے لیکر اب تک روس کی سرحدی فوجی چہاونیون مین شمار ہے - روسیون کے قبضہ مین چلے جانے کے بعد اس کی اگر کوئی کیفیت میرے دیکھنے مین آئی ہے تو وہ کانٹ ڈے شوکے ایک نوجوان فرانسیسی افسر فوج کی قلمبند کی ہوئی ہے جو ۱۸۸۵ء مین بہ تبدیل لباس کرنیل علی خانانف کے ہمراہ مرو سے روانہ ہوکر اس راستہ سے ہوتا ہوا گیا - اوس کا بیان (ترجمہ شدہ) حسب ذیل ہے -

سرخس کی نسبت شہر کے لفظ کا اپنے حقیقی معنون مین استعمال کرنا داخل مبالغہ ہوگا - یہ محض ایک فوجی چوکی ہے جس کے گرد افسرون اور بعض تجارت پیشہ لوگون کے مکانات بنے ہوئے ہین - اس نواح مین جو ترکمان قومین آباد ہین اون کو جب روس نے اپنے ظل حمایت مین لے لیا اور ایرانیون نے اس کی نسبت اظہار ناراضی کیا تو روسیون نے اوس کا یہ جواب دیا کہ یہ فوجی چہاؤنی قایم کردی جس مین اونہون نے دو فوجی دستے جن کی مجموعی تعداد پندرہ سو سے لیکر ۱۶۰۰ جوان تک ہوگی متعین کردئے - روسیون نے ایرانیون کو یہ ایک ایسا سبق سکہایا کہ اونہین پوری طرح سے معلوم ہوگیا کہ ہم اس علاقہ کو اب کبہی نہین لے سکتے - اسکے ساتہہ ہی ایک نہایت بودے اور سطحی عذر کی بنا پر روس نے وادی تجند مین ایک زبردست سرحدی چہاؤنی قایم کردی جسکی وجہ سے اون دو سڑکون مین سے ایک اوس کے قبضہ مین آگئی جو ہرات کو جاتی ہین - سرخس مین ایک بہت بڑی فوجی بارک کے علاوہ جو نہایت عمدہ ہے صرف ایک سو مکانات ہون گے جن مین عہدہ داران فوجی یا دیوانی اور تاجر لوگ بود و باش رکہتے ہین - یہان دو بازار اور دو چوک

ہین جن مین سے ایک مین خرید و فروخت کی رونق دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ قصبہ کی شکل ایک طویل شکل متوازی الاضلاع کی سی ہے جس کا طول نصف میل اور عرض دو سو گز ہوگا۔ یہان حاکم ضلع رہتا ہے[1]۔

حربی حیثیت

[illegible] نے اپنی سابق کی تصنیف مین اصول فن حرب کے لحاظ سے سرخس کے موقعہ کے اِس اعتبار سے معنی خیز ہونے کے متعلق میکگریگر کی راے کا اقتباس درج کیا ہے کہ اِس کے قبضہ کی وجہ سے وہ سڑک زد مین آجاتی ہے جو وادی ہری رود سے ہرات کو جاتی ہے[2]۔ یہ موقعہ اب ایرانیون کے ہاتھہ سے نکل کر بالکل روسیون کے ہاتھہ مین چلا گیا ہے۔ سرخس مین جو ایرانی جمعیت متعین ہے اور جو تین سو پیدلون اور ایک مختصر سے توپخانہ پر مشتمل ہے وہ گویا عملی لحاظ سے اوس بڑے قلعہ مین محصور ہے جسکی وہ کسی حالت مین حفاظت نہین کر سکتی۔ مشہد اور سرخس کے درمیان جو سلسلۂ تار برقی قایم ہے وہ بالعموم بگڑا یا ٹوٹا رہتا ہے اور ظن غالب یہ ہے کہ اگر روسی دریا کے دوسرے کنارے پر آکر خالی کارتوسون کی

[1] "اکسکرشن این ترکستان" (سیر ترکستان) (بزبان فرانسوی) صفحات ۸۰ الی ۸۲۔

[2] "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (روس کا طرز عمل وسط ایشیا مین) صفحہ ۱۲۱۔

ایک باڑ ماریں تو ایرانیون کو بھاگتے ہی بن پڑے۔

مشرقی سرحد



جس ایرانی سرحد کے شمالی و مشرقی گوشہ کاٹتا ہے اور دراصل ایک زاویہ حادہ مین واقع ہے جو صحرا مین نکلا ہوا چلا گیا ہے۔ یہان پر پہونچکر جنوب کی طرف اپنا رُخ کرتے ہین اور اوس وادی مین سے گزرتے ہین جس مین دریاے ہری رود بہتا ہے اور اول تو درۂ ذوالفقار تک ایران اور روس کے درمیان اور اوس کے بعد ایران اور افغانستان کے مابین سرحد قایم کرتا ہے۔ یہان ہمارا اوس علاقہ کے شمالی حصہ مین بھی گزر ہوتا ہے جو سرحد پر یا اوس کے قریب واقع ہے اور جس مین مختلف مخلوط النسل اور غیر مذہب کی قومین آباد ہین۔ یہ قومین اگرچہ ایران کی رعایا ہین لیکن حکومت ایران کے آگے سر اطاعت پوری طرح سے نہین جھکاتین اور سرحد کے سیاسی مسائل کا تصفیہ اون کی وجہ سے بہت کچھ اُلجھن مین پڑ گیا ہے

ضلع مشہد

جس علاقہ مین اول اول اون عناصر خارجہ سے ہمارا مقابلہ ہوتا ہے وہ ضلع مشہد ہے جو ہری رود تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے۔ دارالحکومت کے حوالی و جوانب مین تو ایرانی عنصر کو تفوق حاصل ہے لیکن جب ہم سرحد کے قریب پہونچتے ہین تو ہمارا گزر ایسی نوآبادیون یا

جماعتون مین ہوتا ہے جو قوم و مذہب کے لحاظ سے چہار ایماق (چار آبادیان) یعنی سرحد افغانستان کے خانہ بدوش قبیلون سے تعلق رکھتی ہین [۵] - یہ قبیلے جمشیدی اور ہزارائی ہین - اول الذکر ایرانی الاصل ہین لیکن اس قبیلہ کے اکثر لوگ مدت ہوئی کہ ایران کو چھوڑ کر افغانستان مین جا آباد ہوئے - جو باقی بچے اونہین ۱۸۵۶ء مین محاصرۂ ہرات کے بعد واپس لاکر کان گوشہ مین جو مشہد کے قریب آباد کیا گیا اور اون پر یہ خدمت عاید کی گئی کہ ایک تنخواہ یاب فوجی جمعیت حکومت عالیہ کے لئے بہم پہونچایا کرین - فوج طلایہ ماموره سرحد کا ایک دستہ ابھی تک انہین مین سے بھرتی کیا جاتا ہے لیکن اگرچہ وہ ایرانی الاصل ہین اور زبان بھی ایرانی بولتے ہین پھر بھی اون کی اطاعت گزاری اور وفا پروری کی حالت نہایت ناقابل اعتبار ہے - برخلاف اس کے ہزارائی ایرانی النسل نہین ہین - اون کا تعلق تورانی قوم سے ہے جیسا کہ اون کے مغلی خال

[۵] چہار ایماق جیسا کہ اون کے نام سے واضح ہوتا ہے ابتدا مین چار قومین تہین یعنی جمشیدی - فیروز کوہی - تیموری اور تیمونی - کچھ مدت گزر جانے کے بعد دو اور قومین ہزارائی اور قبچاقی ان مین شامل ہوگئین - فیروز کوہی - تیمونی اور قبچاقی جن مین سے اول الذکر دو قومین ایرانی النسل کہلاتی ہین ایران مین نہین پائی جاتین - البتہ باقی کی چار قومون کے لوگ ایران مین موجود ہین - ڈاکٹر بیلیو نے جو تقسیم کی ہے وہ اِس سے مختلف ہے - اوس کے بیان کے مطابق اصلی چہار ایماق تیموری - تیمونی - داہی اور سوری ہین اور جمشیدی اور فیروز کوہی تیموری کی شاخین ہین اور ہزارائی اور داہی دراصل ایک ہین -

وخط۔ ترچھی آنکھون اور تقلیل ریش و بروت سے واضح ہوتا ہے۔ اون مین سے کچھہ لوگ مشہد
مین جا بسے لیکن زیادہ تر جنوب کی طرف بمقام محسن آباد ضلع باخرز مین پائے جاتے ہین
سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اگرچہ اون کی رگون مین ایرانی خون نہین دوڑتا اور
مذہب یا تعلقات کے لحاظ سے بہی وہ ایرانی نہین ہین پہر بہی وہ فارسی بولتے ہین۔ مذہب اون
کا سنت وجماعت ہے اور گو وہ ساڑے ہے چارسو سوارون کی جمعیت حکومت عالیہ کے لئے
بہم پہونچاتے ہین تاہم اون کی اطاعت کیشی راسخ قسم کی نہین۔

اضلاع جام باخرز وخاف

مشہد کے بعد جنوب کی طرف یکے بعد دیگرے سرحدی اضلاع جام یا تربت شیخ جام
اور باخرز اور خاف آتے ہین۔ یہ تینون اضلاع ایک ولایت واحد پر مشتمل ہین جو ایک عربی الاصل
ایرانی حاکم کے ماتحت ہے جسے نصرۃ الملک کا خطاب حاصل ہے اور جو ان تینون ضلعون
سے ۱۰۲۵ سوارون کی جمعیت بہم پہونچاتا ہے۔ جو آبادی اوس کے زیر حکومت ہے اوس کا
اکثر حصہ اقوام چہار ایماق مین سے ایک سے تعلق رکھتا ہے لیکن جن قومون کا ذکر اوپر کیا جا چکا
ہے اون سے اس نام کی وجہ تسمیہ خود تیمور اعظم ہے جس نے اون کو اس جرم کی پاداش مین
کہ اونہون نے اوس کی مان کو جو حج کرنے گئی تہی لوٹ لیا تہا فرط غیظ وغضب سے جلاوطن
کر کے یہان لاکر بطور رعایا ایک سید کے حوالے کردیا جسکے ساتھہ اوس نے اپنی بیٹی کا عقد بہی
کیا تہا۔ تیموریون کی بستیان خراسان کے دوسرے حصون علی الخصوص نواح نیشاپور اور
سبزوار مین بہی پائی جاتی ہین لیکن اون کا اکثر حصہ ان تین سرحدی اضلاع مین جن کا

ذکر کیا جا رہا ہے آباد ہین۔ دولت ایران نے اپنی کوتاہ اندیشی اور سختی و زیادتی کی وجہ سے دوسری خانہ بدوش قومون کی طرح اس قوم کو بھی اپنی طرف سے بددل کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران کو اس نواح مین خود اپنے زرخرید سپاہیون کی طرف سے ویسا ہی کھٹکا لگا ہوا ہے جیساکہ رومتہ الکبریٰ کو اپنی گاتھ اور گال قوم کی فوجون کی طرف سے تہا۔ اس موقعہ پر یہ ایزاد کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ہزارائیون اور جمشیدیون کی طرح تیموری بھی سنی مسلمان ہین۔

قائن

آگے بڑھ کر جانب جنوب قائن کا وسیع اور ممتاز ضلع واقع ہے جس مین دس بلوق یعنی تعلقداریان ہون گی اور جو اوس صحرا تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے جو خراسان کو کرمان سے جدا کرتا ہے۔ قائن کا حاکم ایک عرب امیر ہے جس کے خاندان مین یہان کی حکومت متوارث چلی آئی ہے۔ جنوبی سرحد ایران پر جس قدر سردار ہین اون مین حاکم قائن کو وہی درجہ و اعزاز اور طاقت حاصل ہے جو شمال مین بجنورد اور کوچان کے ایلخانیون کو حاصل ہے بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حاکم قائن کو ان دونون پر تفوق ہے۔ موجودہ حاکم میر عالم خان دولت ایران کے وابستگان مین غالباً سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ اِس وقت اوس کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہوگی۔ ارادہ کی تصمیم اور سخت گیر ہونے کے باعث اوس کی دہاک بندہ گئی ہے اور اوس نے اپنے علاقہ کے غارتگرون اور لٹیرون کے جتھون اور علی الخصوص افغانون اور بلوچیون کے گروہون کا جو بلا خوف و تعرض اِس نواح کو آکر برباد کر جایا کرتے تھے پوری طرح سے قلع و قمع کر دیا ہے

وہ اس درجہ طاقتور ہے کہ حکومت عالیہ بھی اوس کے معاملات مین نہایت احتیاط کے ساتھہ دست اندازی کرتی ہے۔ سنہ ۱۸۷۲ء مین جب مسئلہ سرحد سیستان کے تصفیہ کے لئے کمیشن بیٹھا تو میر عالم خان ہی گورنر تھا اور سر الیف۔ گولڈ اسمڈ سے وہ کچھہ زیادہ اخلاق کے ساتھہ نہین پیش آیا۔ لیکن چونکہ خود اوس کے علاقہ کا رقبہ اوس وقت معرض خطر مین تھا کیونکہ سیستان اوس صوبہ کا ایک حصہ ہے اس لئے اوس کی کج رخی کو ایک حد تک حق بجانب قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اِس واقعہ کے بعد سے وہ اُن تمام انگریزون کے ساتھہ جو ادہر سے گزرے ہین ملاطفت اور مدارا سے پیش آتا رہا ہے اوسی ایک پر شکوہ خطاب حاصل ہے جو شاہ نے اوسے عطا کیا ہے اور سپاہ ایران مین اوسے امیر تومان یعنی میجر جنرل کا درجہ حاصل ہے۔ دولت عالیہ کے ترفع اور تفوق کی علامت ایرانی توپخانہ کا ایک حصہ ہے جو برجند کے قلعہ مین مامور ہے (سنہ ۱۸۹۱ء مین میر عالم خان کا انتقال ہوگیا)۔

آبادی اور دار الحکومت

اِس علاقہ کے باشندون کی تعداد جو ایرانی اور عربی الاصل ہین آٹھ ہزار سے کم نہ ہوگی سابق مین دار الحکومت قائن تھا مگر اب برجند مین منتقل کردیا گیا ہے۔ برجند کا شہر قائن سے بڑا ہے۔ اس کے گرد شہر پناہ نہین۔ آبادی چودہ ہزار ہے۔ کرنیل اسٹوارٹ کا بیان ہے کہ افیون یہان بافراط پیدا ہوتی ہے اور خرچ مین بہی کثرت ہی کے ساتھہ لائی جاتی ہے چنانچہ صدہا لوگ یہان ہر سال

کثرت استعمال سے مراکرتے ہین[۱]۔ قاین اور سیستان سے ملاکر امیر سات سو سوار اور دو
پیدلون کی پلٹنین دولت عالیہ کے لئے بہم پہونچاتا ہے۔ یہ دونون پلٹنین یکے بعد دیگرے
بھرتی کیجاتی ہین۔ جب ایک سیستان مین خدمت پر مامور کی جاتی ہے تو دوسری برجند
مین رخصت کر دیجاتی ہے۔

سیستان

کہین اوپر بیان کرچکا ہون سیستان صوبہ قائن کا ایک بلوق یعنی ضلع یا تعلقہ
ہے۔ یہان کا حاکم امیر قائن کا ایک نائب ہے جس کا مستقر نصرت آباد ہے۔ ۱۸۸۹ء مین

[۱] دیکھو ایک نہایت ہی دلچسپ مضمون جو کرنیل سی۔ ای۔ اسٹوارٹ نے ”دی ہرات ویلی اینڈ دی پرشین
بارڈر فرام دی ہری روڈ ٹو سیستان“ (وادی ہرات و سرحد ایران از ہری رود تا بہ سیستان) کے عنوان سے
لکھا ہے اور جو ”پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی“ (سلسلہ جدید) بابت ۱۸۸۶ء
کی جلد ہشتم مین صفحات ۱۳۷ الی ۱۵۶ مین مندرج ہے + قاین کا حال کمیشن مامورہ تصفیہ سرحد
سیستان (۱۸۷۲ء) نے لکھا ہے۔ (اکرنیل ایون اسمتھ ”ایسٹرن پرشیا“ (مشرقی ایران)
جلد اول۔ صفحات ۳۳۶ الی ۳۴۳ + ۲۔ ایچ ڈبلیو۔ بیلیو۔ ”فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس“ (از اٹک
تا بہ دجلہ) صفحات ۳۲۰ الی ۳۲۲ +) سر سی۔ میگریگر نے بھی اپنی کتاب ”جرنی تھرو خراسان“
(سفر خراسان) مین صفحہ ۱۶۱ و ۱۶۲ پر قائن کا حال لکھا ہے۔ برجند کے حالات کے
لئے انہین مصنفین کی کتابون کے صفحات ملحقہ کا مطالعہ کرنا
چاہئے۔

خراسان کی کل مالگزاری مین سیستان نے بہ قدر [illegible] تومان ([illegible] پاؤنڈ) نقد اور ۲۴۰۰۰ (۶۹۵۷ ٹن) غلہ کے حصہ لیا - لیکن سیستان کی بحث مین بجاے خود جداگانہ طور پر اسقدر سیاسی تجارتی - اور حربی مسائل شامل ہین کہ مین اون کے لئے ایک علیحدہ باب وقف کرون گا جس مین اِس کی گزشتہ تاریخ اور آیندہ حالت سے بحث کی جائے گی - سیستان کے جنوبی و شرقی گوشہ پر پہونچ کر خراسان کی حد ختم ہوجاتی ہے - یہان سے وحشت زا دشت لوط شروع ہوتا ہے اور اِس کے بعد ہم صوبہ ایرانی بلوچستان مین پہونچتے ہین - اس صوبہ کے حالات اِس کتاب کی تیسری جلد مین بیان کئے جائین گے -

روس کے سیاسی دائرۂ اثر کی توسیع

جس سرحدی علاقہ کے حالات مین درۂ ذوالفقار سے سیستان تک بیان کرتا ہوا چلا آرہا ہون (جیسا کہ مین ظاہر کرچکا ہون یہ وہ سرزمین ہے جس مین ایسی قومین آباد ہین جن کی نہ اصل ایرانی ہے نہ زبان ایرانی اور جنہین ایران کے ساتھہ کوئی ہمدردی نہین) اوس مین روس نے اپنے سیاسی رسوخ کی توسیع کا ارادہ مصمم کرلیا ہے - چونکہ وہ ایرانیون کے شیعی عقائد کے خلاف سنی مسلمانون کی حمایت کا دم بھرتا ہے اس لئے وہ گویا اون کے متعصبانہ جذبات کا ہمداستان بن کر اون کو اپنے ساتھہ مانوس

کرتا[۱] ہے اون کی بے قاعدہ فوجی جمعیت سے اوسے کسی زمانہ مین چل کر بیش قیمت کمک پہونچنے کی توقع ہے - چونکہ اون کی آبادی کا موقعہ ایسا ہے کہ ہرات کا ایک پہلو اور دریاے ہلمند تک کا علاقہ اوس کی زد مین ہے اِس لیے روس اون کی تسخیر قلوب کو اِس بات کا ذریعہ سمجھتا ہے کہ وہ افغانستان کو گزند پہونچانے کی دہمکی دے سکے اور ہندوستان و بلوچستان کی سرحد کے زیادہ قریب پہونچ جائے - سیستان کو جو مشہد اور سمندر کے وسط مین واقع ہے روس زیادہ تر رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے کیونکہ اوسے یہ معلوم ہے کہ اس علاقہ کا کسی رقیب طاقت کے قبضہ مین آجانا خراسان مین اُس کے کامل تفوق کے امتناع کا آغاز ہوگا - روسی دیسی اقوام کے پرچہ نویس تربت شیخ جام - خاف اور قائن مین متعین ہین - روسی کارپردازون کی نسبت اس علاقہ مین اپنے طور پر مصروف تحقیقات ہونا سننے مین آیا ہے اور یہ ایک کہلی ہوئی بات ہے کہ انگریزی سرحد کی سمت مین جو غیر معروف اضلاع واقع ہین اُن کے متعلق ذرا ذرا سی خبرون کے بارے مین بہی روسی حکام اضطراب آمیز دلچسپی ظاہر کرتے ہین -

[۱] سنہ ۱۸۸۲ء مین ماوراء النہر کے نو ترکیب دادہ صوبہ کے گورنر نے عاشق آباد مین اس مضمون کا اعلان تک جاری کر دیا کہ اٹک کے علاقہ مین سنی مسلمانون کے دیہات کا تعلق روس سے ہے اور وہ آیندہ ایران کو کسی قسم کا خراج ادا نہ کرین - چونکہ اس سے اِن دیہات کے باشندون کا بار محصول بہت کچھہ ہلکا ہونا متصور تہا اسلیے بہت سے گاؤن ایسے تہے جنہون نے اشتیاق کے ساتہہ اِس موقعہ سے فائدہ اوٹہایا - اب جنوب کی طرف بہی روس عارضی طور پر اِسی حکمت عملی سے کام رہا ہے -

دوسرے الفاظ مین گویا خراسان کے پورے دور پر شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی سمت مین مسلسل طور پر ایسے مقامات واقع ہین جہان روسی دست اندازی - اثر یا سازش مستعدی کے ساتھہ اپنا کام کر رہی ہے - غرضکہ جو جال روسیون نے اس نواح مین پھیلایا ہے اوسمین اون کے شکار کا پھنسنا یقینی ہے - استرآباد - کوچان - قلات - سرخس - خاف اور سیستان وہ متعدد مقامات ہین جہان روس اپنی پیشقدمی کے پیش خیمے قایم کر رہا ہے اور بعید از قیاس نہین کہ انجام کار یہی مقامات اوس کے لئے داخل ہونے کے دروازے بن جائین - نقشہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اور روس کے ماورار النہر کے موقعہ کو مد نظر رکھنے سے جو تین سو میل تک خراسان - کی شمالی سرحد کے ساتھہ ساتھہ ملا ہوا چلا گیا ہے واضح ہوگا کہ جو موقعہ ایک زبردست طاقت کے قریب ہونے کے باعث جس کے قبضہ مین پہاڑ ہوتے بہت ہی نازک ہوجاتا اوسے ایران جیسے کمزور اور دب جانے والے ہمسایہ کی نزدیکی کی وجہ سے اوس نے اپنے لئے بیحد مفید مطلب بنالیا ہے -

ماورار النہری ریلوے کا اثر

روس کی فتح ماورار النہر اور اوسکے بعد اوس کا سرحد ایران کے بیرونی حصے کے ساتھہ ساتھہ صحرا مین ریلوے کا قایم کرنا ایسے واقعات ہین جنہون نے مسائل تدبیر ملکی پر قوی اثر ڈالا ہے اور جو آگے چل کر اوسکے ہمسایون کی سیاسی قسمت کے فیصلہ مین بہت بڑا حصہ لینگے - لیکن یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکو وسعت کے اعتبار سے ایک

ایسے باب کے موضوع سے چندان تعلق نہین جسے مملکت ایران کے فقط ایک ہی صوبہ سے بحث ہے۔ اوراس لئیے مین اس بحث کو ایک آیندہ باب پر ملتوی کرتا ہون جسمین ایران کے متعلق روس کے طرز عمل اور روز افزون اثر کے مسئلہ سے جسکا جرنیل انینکاف کی ریلوے ہمیشہ ایک مہتم بالشان جزو قرار دی جاسکتی ہے کامل طور سے بحث کی جائے گی۔[1]

اندرونی اضلاع

قبل ازآنکہ مین خراسان کے سیاسی مباحث سے قطع نظر کرون مین ایک دفعہ اوس کی انتظامی تقسیم ناظرین کے سامنے پیش اور جو اطلاع مین سرحدی صوبہ جات کے متعلق درج کرچکا ہون اوسمین خراسان کے اندرونی اضلاع کی مختصر کیفیت ایزاد کرنا چاہتا ہون۔ یہ اضلاع دو قسمون مین منقسم ہوسکتے ہین۔ ایک تو سرحدی اضلاع کی اندرونی قطار اور ایک وہ اضلاع جنہین سرحد سے کوئی تعلق نہین ہے۔

طبس

جنوب سے شروع ہوکر جہان ہم نے سیستان کا ذکر چھوڑا تھا اور قائن کے خط متوازی کے قریب سے اندرونی سمت مین روانہ ہوکر ہم صوبہ طبس مین پہونچتے ہین۔ اس کی سرحد جانب جنوب صوبہ یزد سے ملتی ہے جہان سے یہ دو سو میل کے فاصلے پر واقع ہے طبس کے باشندے کچھہ تو عرب ہین اور کچھہ ایرانی ہین اور اون پر ایک سردار حکومت کرتا ہے جسکے خاندان مین یہان کی سرداری موروثی چلی آئی ہے۔ اوسے بھی

[1] دیکھو اس کتاب کی جلد چہارم باب سی ام۔

وہی اقتدارات حاصل ہین (گو وہ ایسا طاقتور نہین) جو کہ اون خانون - ایل خانیون اور امیرون کو حاصل ہین جنکا ذکر پیشتر کیا جاچکا ہے - خان طبس کا نام مرزا محمد باقر خان ہے اور اوسے عماد الملک کا خطاب حاصل ہے - اگرچہ یہ نہین کہا جاسکتا کہ فوجی کمک بہم پہونچانے یا ذاتی طور پر وقیع اور ممتاز ہونے کے اعتبار سے اوسپر عماد الملک کا لقب موزون طور سے صادق آتا ہے - یہ علاقہ وسیع مگر افلاس زدہ ہے اور باشندے بے شر اور صلح پسند ہین اور اب یہان اوس صورت حالات کا کوئی سراغ نہین ملتا جسے ملکم نے اٹھارہوین صدی کے اختتام پر یہ کہکر بیان کیا تہا کہ یہان کے سردار عملی لحاظ سے خود مختارانہ طور پر حکومت کرتے ہین اور اون کی رعایا بہادری اور جرات کے لئے مشہور ہے[۵۱] -

ترشیز[۵۲]

طبس کے شمال مین ترشیز کا قلیل الرقبہ ضلع واقع ہے - یہان بہی زیادہ تر عرب لوگ آباد ہین - اور یہ ایک حاکم کے ماتحت ہے جو گورنر جنرل مشہد کے تابع ہے - ترشیز میوے کے لئے مشہور ہے جو بے نظیر ہوتا ہے - اسکے علاوہ ریشم یہان بہت اچھا ہوتا ہے -

---

[۵۱] دیکھو تاریخ ایران مصنفہ ملکم - جلد ثانی صفحات ۱۴۳ و ۱۴۴ - اوسوقت میر حسین خان وہان کے زبردست حکمران عرب خاندان کا سردار تہا - اور اگرچہ آبادی اس علاقہ کی صرف تیس ہزار تھی تاہم دو ہزار سوار اور چھہ ہزار پیدل کی فوج اوسکے پاس تھی -

[۵۲] ملا نور الدین ظہوری جو بیجاپور کے سلطان عادل شاہ کے دربار کا ملک الشعرا تھا اور جسکی سہ نثر فارسی کتب درسیہ کے منتہیات مین شامل ہے ترشیز ہی کا رہنے والا تہا - مترجم

جب گیلان مین ریشم کے کیڑون مین بیماری پھیلنے کی وجہ سے وہان کے ریشم کا بیوپار برباد ہوگیا تھا تو ایک فقط ترشیز ہی ایسا مقام تھا جہان یہ بیماری پھیلنے نہین پائی تھی۔ یہان فیروزے کی کانین بھی ہین مگر فیروزہ نیشاپور کے فیروزے جیسا خوش رنگ و خوش آب نہین ہوتا۔

تربت حیدری

ترشیز حقیقت مین اضلاع اندرونی کی تیسری صف مین واقع ہے نہ کہ دوسری مین۔ کیونکہ اسکے اور تربت شیخ جام کے درمیان ضلع تربت حیدری واقع ہے جو اصول فن حرب کے رو سے باین اعتبار اہم و ممتاز ہے کہ یہ پیشقدمی کے اوس خط پر واقع ہے جو ایک حملہ آور فوج ہرات سے براہ خاف مشہد کی طرف سیستان اور دارالحکومت کے باہمی سلسلہ تعلقات کے منقطع کرنے کی غرض سے اختیار کرے۔ اسمین زیادہ ترقرائی قبیلہ کے ترک آباد ہین اور کسیقدر بلوچی بھی ہین۔ سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ یہ صوبہ ایک حیرت انگیز حکمران اسحٰق خان نامی کی مساعدت سے دولت و طاقت کی معراج پر پہونچ گیا تہا۔ اسحٰق خان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ فن تجارت مین بھی اوسے ایسی ہی دستگاہ حاصل تہی جیسی کہ فن سپہگری مین اور علم و فن مین بھی وہ ایسا ہی باکمال تہا جیسا نظم گستری مین وہ اپنے نیم خود مختار صوبہ سے ایک لاکھ پاونڈ کی مالگزاری تحصیل کرتا تھا[1]

[1] ملکم اپنے تاریخ ایران کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۴۰ مین لکھتا ہے کہ تربت حیدری کی آمدنی اس زمانہ مین ایک لاکھ تومان تھی جسکے دو لاکھ پاونڈ ہوتے ہین۔ مگر چونکہ اوسنے بسا اوقات دوسرے مقامات پر تومان کو ایک پاونڈ کے مساوی قرار دیا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ میزان ثانی الذکر کی تنصیف کردینی چاہئے۔ لیکن غالبًا یہ اندازہ بھی مبالغہ آمیز ہے

اپنے اکثر ہمسایون کی طرح تربت حیدری کے باشندے بھی اپنی جنگجوئی اور آزادی کے زمانے کو خیرباد کہہ چکے ہین اور اب اونکو ایرانیون نے پوری طرح سے مطیع و منقاد بنالیا ہے -
ترشیز کی طرح اس علاقہ مین بہی شہتوتون اور دوسرے میوہ دار درختون کے جہرمٹون کی افراط ہے لیکن ترکمانون کی غارت گری اور اوس بڑے قحط نے جو ایران کی تاریخ مین مشہور ہے اسے برباد کر ڈالا - ترشیز اور تربت حیدری دونون ملکر دو پلٹنین خراسان کی فوجی طاقت مین اضافہ کرتی ہین - اس کا عنقریب ذکر کیا جائے گا -

نیشاپور اور سبزوار

ایران کے دو اندرونی بلوق (اضلاع) جنہین دوسرے درجے مین بہی سرحدی مسائل سے کوئی تعلق نہین نیشاپور اور سبزوار ہین - ان دونون اضلاع کی گورنری کی خدمت بڑے آرام کی ہے اور علی العموم شاہی خاندان کے کسی رکن کو عطا کی جاتی ہے نیشاپور کا گورنر اسوقت رکن الدولہ کا چچازاد بہائی ہے اور سبزوار اوس کے سب سے بڑے بیٹے کے زیر حکومت ہے مین جب مشہد سے سفر کرتا ہوا طہران کو جاؤن گا تو اونکے دار الحکومتون مین داخل ہوتے وقت اونکے ذاتی حالات بہی کسیقدر بیان کرون گا - ان دونون اضلاع مین سے ایک بہی ایرانی فوج کے لئے کمک کے طور پر کوئی جمعیت بہم نہین پہونچاتا اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۸ء مین شاہ کجکلاہ کے یہان آنیکے بعد سے ان دونون مقامات کو خاص طور سے مستثنے کر دیا گیا ہے -

شاہرود بسطام

بالآخر ہم شاہرود بسطام کے وسیع اور متمول ضلع مین واپس آتے ہین جس کا ذکر استرآباد

کے حالات بیان کرتے وقت مین ایک حاشیہ مین پیشتر درج کرچکا ہون - یہان کا حاکم فتح علیشاہ کا بیٹا ہے جو اپنے بہائیون مین ایک ہی باقی رہ گیا ہے - شاہ رود بسطام کو استرآباد سے صرف البرز جدا کرتا ہے - اب میرا کام ختم ہوگیا ہے کیونکہ مین خراسان کا دورہ تمام کرچکا ہون اور اس نہایت ہی اہم صوبے کی انتظامی شاخون مین سے ہرایک کا حال بیان کرچکا ہون -

خراسان کی کل فوجی طاقت

قبل اسکے کہ مین اپنی بحث کی اس شاخ کو ترک کرون مین خراسان کی مجموعی فوجی طاقت کی میزان درج ذیل کرنا چاہتا ہون - گو کہ ضمنی طور پر جا بجا مین نے اسکی اکثر مدات کا پیشتر حوالہ دیا ہے - اس اندازہ مین مقامی جمعیتین یعنی تمام قلچیون (توڑے دار بندوقون والے سپاہی وغیرہ) کی تعداد شامل نہین جو بوقت جنگ ضرورت کے پورا کرنیکے لئے بہرتی کی جاسکتی ہین بلکہ مستقل فوج شامل ہے جو چند روز کے عرصے مین بہم پہونچاکر میدان جنگ مین بہیجی جاسکتی ہے -

پیدل فوج (سرباز یعنی فوج باقاعدہ)

۱- معمولی شاہی رجمنٹین

دو رجمنٹین قرائی ترکون کی جو تربت شیخ اور تربت حیدری مین بہرتی کی جاتی ہین اور جن مین آٹھہ آٹھہ سو جوان ہین - - - - - ۱۶۰۰

دو رجمنٹین جو بجنورد مین بہرتی کی جاتی ہین اور جن مین آٹھہ آٹھہ سو جوان ہین ۱۶۰۰

(ان چارون رجمنٹون مین سے صرف دو کو وقت واحد مین کام مین لایا جاتا ہے - باقی کی دو رخصت کردی جاتی ہین)

۲- غیر معمولی شاہی رجمنٹین

چار رجمنٹین جو بالعموم آذربائیجان مین بھرتی کی جاتی ہین اور جنمین سے تین مشہد مین متعین رہتی ہین - فی رجمنٹ آٹھہ سو جوان ۔ " " ۳۲۰۰

میزان ۶۴۰۰

رسالہ (زیادہ تر اجورہ دار)

بیقاعدہ (یعنی جو قابل خدمت ہین مگر معرض نقل و حرکت مین نہین لائے گئے)

تیموری اور تربت شیخ جام " " " " "	۱۰۲۵
جمشیدی ۔۔ " " " " "	۳۰۰
ہزارای " " " " "	۴۵۰
ظفران لوکرد (ماتحت ایلخانی کوچان) " " "	۶۰۰
شاہ دلوکرد } ماتحت ایلخانی بجنرد " " "	۵۰۰
گوکلان ترکمان } ماتحت ایلخانی بجنرد	۳۰۰
درگز (ترک) " " " " "	۱۰۰
قلات نادری " " " " "	۱۵۰
قاین اور سیستان " " " "	۷۰۰
طبس " " " " "	۱۵۰
مختلف شہر و دیار (سبزوار وغیرہ) " " "	۴۰۰

میزان ۴۶۷۵

توپ خانہ ۲۰۰

(جبس آسانی سے حرکت مین لائی جانے والی جنگی توپین مشہد کے ارک مین ہین دو قلات مین اور چھہ توپین سرخس کے برجون پر چڑہائی ہوئی ہین)

پیدل ۶۴۰۰

سوار ۴۶۷۵

توپ خانہ ۲۰۰

میزان کل ۱۱۲۷۵

الغرض یہ ہے خراسان کی مجموعی فوجی طاقت جو میرے سننے مین آئی ۔ اگر ٹھیک طرح سے اسے قواعد سکہائی جاوے اور اسکے افسر معقول ہون تو یہ ایک عمدہ فوج ہوسکتی ہے لیکن اِسکی موجودہ حالت ایسی ہے کہ ممکن نہین کہ اِس کا ذکر کیا جاوے اور لب تک تبسم نہ آنے پاوے

خراسان کی تجارت

مین اب اوس طرز عمل کی طرف متوجہ ہوتا ہون جو برطانیہ کلان اور روس نے تاجرانہ حیثیت سے خراسان مین اختیار کیا ہے ۔ گذشتہ کئی سال سے روس نے باوجودیکہ تجارتی شوق اوس کی قومی خصوصیات کا جزو نہین ہے وسط ایشیا کی منڈیون کو اپنے حیطۂ تصرف مین لانے کی آرزو کو دل مین جگہہ دی ہے ۔ یہ شوق جس کا ابتدائی محرک پطر اعظم تہا روسیون کو اوس شہنشاہ سے ترکہ مین ملا ہے اور اب جس تن دہی سے اِس خیال کی تکمیل عملی صورت مین اِس خطہ مین کی جارہی ہے اوسے اوس کاہلی اور سہل انگاری سے نمایان تضاد ہے جو روسی دوسرے

مقامات مین ظاہر کر رہے ہین۔ مشرق مین روس کے فن تدبیر مملکت کے اصول موضوعہ کا یہ ایک جزو اعظم ہے کہ تجارتی قبضہ مقدم ہونا چاہیئے اور سیاسی قبضہ موخر۔ اور تجارتی گماشتون اور نائبون کا تقرر۔ وسائل آمد و رفت و رسل و رسائل کا افتتاح اور مشرقی منڈیون مین آنے یا وہان سے باہر جانے والے مال کی نسبت محصول کے خاص خاص استثناون کا اجرار۔ اوس کے ایشیائی طرز عمل کی مستقل صورتین ہین۔ چونکہ خراسان بحیرہ اخضر سے اس قدر قریب واقع ہے جس کی جہازرانی بلا مشارکت احدے روسیون کے ید قدرت مین ہے اور اسکے علاوہ ماوراء النہر سے بھی ملا ہوا ہے جسے اونہون نے ۱۸۸۱ء مین فتح کیا لہذا تجارتی اغراض کی تکمیل کے لئے یہ ایک نہایت ہی موزون میدان ہے اور اسکی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ گویا روسیون کی تجارتی کامیابی کا منتہا ہے۔

انگریزون کی سابق تجارت مشہد کے ساتھ

لیکن قبل ازان کہ مین موجودہ صورت حالات پر امعان کے ساتھ نظر ڈالون مین اس واقعہ کی طرف جو اس ضمن مین مین نے کسی کتاب مین مندرج نہین پایا ناظرین کو متوجہ کیا چاہتا ہون کہ یورپ اور خراسان کے درمیان جس قوم نے سلسلہ تجارت قایم کیا وہ انگریز تھے نہ کہ روسی۔ ڈیڑھ سو سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ اول اول انگریزی تاجرون نے بحیرہ اخضر سے مشہد تک کی اوس شاہراہ کے افتتاح کی کوشش کی جس سے ہمارے رقیب اب اس قدر فائدہ اوٹھا رہے ہین۔ ایران کے ساتھ برطانیہ کے تجارتی تعلقات کی داستان پر مین اس سرزمین کی غیر معروف یا فراموش شدہ تاریخ کے ابواب مین سے ایک نہایت ہی حیرت انگیز باب کی حیثیت سے

نظر ڈالتا ہون اور آگے چلکر مین اوس شجاعت او استقلال کا بھی کچھہ ذکر کرون گا جس سے کام لیکر
اوس زمانہ مین جبکہ سوداگرون کو صاحب سیف بھی اوسیطرح ہونا پڑتا تھا جیسے کہ صاحب قلم انگریزی
تجارتی کمپنیون کے کارپردازون نے تجارت کے ساتھہ ساتھہ برطانیہ کلان کا علم اور اوس کا
پرشکوہ نام اُن سرزمینون مین لیجاکر قایم کیا جہان سب کو اپنی جانین معرض خطر مین ڈالنی پڑتی
تھین اور اکثر لوگون کی زندگیان جوکھون مین تلف ہوتی تھین - اور جہان سے صحیح وسلامت
پلٹ کر آنے والون کے لئے نہ تو اپنا ے ملک کی طرف سے نعرہ ہاے تحسین بلند ہوتے
تھے اور نہ شاہی انجمنون کی طرف سے تمغے ملتے تھے - منجملہ اون خیالات کے جو جان
ایلٹن (یہ وہ طباع مگر متلون مزاج انگریز ہے جس نے اٹھاروین صدی کے وسط مین بحیرہ
اخضر کی انگریزی تجارت کی اوس تجدید مین جان ڈالکر خود ہی اوسے ضایع کردیا جس کی تاریخ
جوناس ہینوے نے جو خود اِس کارنامہ مین امتیاز کے ساتھہ شریک تہا نہایت شرح وبسط
سے قلمبند کی ہے) کے تصور نے پیدا کئے ایک یہ تہا کہ مشہد مین ایک انگریزی کارخانہ قایم
کیا جاوے اور استرآباد کی راہ سے لندن کا اونی کپڑا منگا کر خراسان کے دار الخلافہ مین مشرق
کی لاتعداد دولت کے معاوضہ مین فروخت کیا جائے - جن امید بھرے لفظون مین اوس
نے یہ تجویز برطانوی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرس برگ کے سامنے پیش کی تہی اونہین اب ہم کیا ہی
بوالعجبی سے پڑھتے ہین :-

مشہد سے بخارا تک کی تجارت مین انگریزی تاجرون کو کسی زبردست حریف کی رقابت کا خوف
نہین ہوسکتا - جب تک کہ اون کو سلطنت روس مین سے اپنے مال کے لے جانے اور بحیرہ

اخضر مین جہاز چلانے کی اجازت رہے گی اور یہ دونون باتین ایسی ہین کہ شہنشاہ روس اپنے فائدے کے خیال سے رعایاے برطانیہ کلان کے حق مین تسلیم کرے گا اوسوقت تک اِس تجارت مین اونکے سامنے کسی اور کی پیش نہ جاسکے گی"[۵۱]

جو واقعات کہ فیاض اور بھولے بھالے روس اور روپیہ پیدا کرنے والے انگلستان کی اس خیالی تصویر کے قالب مین جان پڑنے کو مانع آئے اون کا ذکر مین آگے چلکر کرونگا۔ یہان مین صرف مختصر سی تاریخ اس واقعہ کی بیان کرتا ہون کہ مشہد پراس کا اطلاق کس صورت سے ہوتا ہے۔ ماہ دسمبر ۱۷۴۳ء مین ہوے خود کچھ تجارت کا مال لیکر استرآباد تک آیا اور اوس کا قصد تہا کہ اپنے مال کو بذریعہ کاروان مشہد لیجاے لیکن وہ آگے نہ جاسکا کیونکہ اوس کے زمانہ قیام استرآباد مین نادر شاہ کے برخلاف علم بغاوت بلند کیا گیا اور اوس کا مال لوٹ لیا گیا اور قریب تہا کہ وہ خود بہی غلام بناکر ترکمانون کے ہاتھہ بیچ ڈالا جاے۔ لیکن روسی کمپنی کے (جو لندن سے تجارت کرتی تہی): دو کارپرداز مشہد پہونچنے مین کامیاب ہوئے۔ ان مین سے ایک جسکا نام منگو گرہیم یا گریم تھا واپس آتے وقت ۱۷۴۳ء مین بمقام سمنان مارا گیا۔[۵۲] دوسرا اون میں ایپ نامی دو سال ۳ مہینے تک یعنے ۱۷۴۳ء سے ۱۷۴۵ء تک مشہد مین مقیم رہا مگر اوسے کچھ زیادہ کامیابی نہین ہوئی کیونکہ اوسنے صرف ۵۵۰۰ پاونڈ کی مالیت کا مال بیچا۔ وہ سلامتی کے ساتھ

---

[۵۱] دیکھو "ہسٹاریکل اکاونٹ آف برٹش ٹریڈ اوور دی کیسپین سی" (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کے تاریخی حالات) مصنفہ جوناس ہنوے۔ جلد اول صفحات ۳۷ لغایت ۳۹۔

[۵۲] دیکھو (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کے تاریخی حالات) مصنفہ جوناس ہنوے جلد اول صفحات ۳۷ لغایت ۳۹

اپنے ملک مین واپس پہنچا لیکن اسکے بعد کسی کو ایسے خطرناک تجربہ کے دہرانے کی ہمت نہ پڑی - اور تین سال کے عرصہ کے اندر اندر ہر ایک انگریزی سوداگر نے اس خیال سے اس سرزمین کو خیرباد کہی کہ جان بچی لاکھون پائے۔

حالات مابعد

مین انگریزی تجارت کے قیام کے متعلق جو پہلی کوشش کی گئی اوسکی تاریخ یہ ہے جو بیان ہوئی - موجودہ صدی (اونیسوین صدی) مین دارالخلافہ کے طہران مین منتقل ہوجانے - وسائل آمدورفت اور رسل و رسائل کے متعلق زیادہ طمانیت اور سمت جنوب مین خلیج فارس سے بندرعباس کی راہ کے افتتاح مکرر کی وجہ سے مشہد ایک دفعہ پھر برطانوی یا انگریزی و ہندی تجارت کے دائرۂ اثر مین آگیا ہے - حالانکہ روس کو بھی شمال کی طرف متواتر دست اندازیون کی وجہ سے اس نواح مین کچھہ کم فائدہ نہین پہونچا قدیم سیاحون نے وقتاً فوقتاً روسی تجارت کا اس علاقہ مین[1] روزافزون ترقی کرنا بیان کیا ہے

[1] اس کا مقابلہ کرنیل ویلنٹائن بیکر کی کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۳۰۰ سے کرو جسمین وہ کہتا ہے کہ "وسط الشیا کی کل تجارت بتدریج روس کے ہاتھون مین چلی جارہی ہے" الخ - اوڈونون کی کتاب "دی مرواوسس" (گلشن مرو) بھی اس بارہ مین دیکھنی چاہیے - اس کتاب کی جلداول مین صفحہ ۳۰۰ پر وہ کہتا ہے - "روس کامل طور سے یورپ کے مال مین مشہد کی تجارت کا مالک ہے - البتہ کسی قدر شکر مارسیلس سے آتی ہے - اونی اور سوتی کپڑے - چینی کے ظروف - کانچ کی کشتیان - لیمپ اور دوسری یورپ کی بنی ہوئی چیزین سب روسی ساخت کی ہین"

اور یہ خیال بادی النظر مین حق بجانب معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی سوداگرون کے ہاتھہ سے خراسان کی تجارت چند سال سے ایسی نکل گئی ہے کہ اوس کا پھر حاصل ہونا محال ہے۔

بادی النظر مین روس کا تفوق

بادی النظر مین یہ چونکا دینے والی خبر صحیح معلوم ہوگی۔ استرآباد سے مشہد تک خراسان مین جتنے ذی امتیاز شہر واقع ہین (مثلاً شاہ رود۔ سبزوار۔ نیشاپور۔ بجنورد۔ شیروان اور کوچان) اونمین سے کسی ایک کے بازارون مین اگر کوئی شخص جا کر دیکھے تو اوسے روسی اثر کی علامات بدیہی نظر آئین گی۔ دوکانین روسی ساخت کے انواع و اقسام کے سوتی کپڑون مثلاً لٹھے۔ خاصے اور چھینٹ وغیرہ۔ روسی ساخت کی شکر۔ روسی چینی کانچ اور دہات کے برتنون اور مہذب اور متمدن زندگی کی جملہ ارزان ضروریات سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہین خراسان مین یا تو براہ بندر گز و استرآباد و شاہ رود اور یا براہ عاشق آباد و کوچان داخل ہو کر ان اشیاء کی ایک موج ذخار صوبہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بہتی ہوئی جاتی ہے اور دیسی بازارون مین کسی غیر ملک کی ساخت کی اگر کوئی چیز مقابلہ کے لئے سر اوٹھاتی ہے تو اوسکو غرقاب کر دیتی ہے۔ فرانسیسی شکر مارسیلس سے براہ بمبئی منگوائی جایا کرتی تھی۔ اب یہ تجارت بھی مسدود ہو گئی اور قند یا بورے کی قسم سے کوئی شکر سوائے روسی شکر کے یہان دیکھنے مین نہین آئی۔ روسی مٹی کا تیل جو باکو سے آتا ہے تمام بازارون مین بکتا ہے ۹-۱۸۸۸ء مین ۳۶۰۰۰ پاونڈ کی شیشہ مین درآمد ہوئی۔ لیمپ۔ جھاڑ۔ ہانڈیان۔ بلورین آویزون کے شمعدان۔ کشتیان۔ شیشے کے آبخورے۔ گلاس۔ سماوار۔ چاء دانیان طشتریان

تالے - ارزان قسم کی چھریان - کانٹے اور چاقو سب روسی ساخت کے ہین اور سرسری نگاہ
سے دیکھنے والے کو انہین دیکھکر یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ کل ضروریات زندگی کے بہم پہونچانے
کا ٹھیکہ روس ہی نے لے لیا ہے۔

ایرانی شمار اعدادی



مین مشہد مین تھا تو مین نے روسی اور انگریزی و ہندی تجارت کی جدا جدا مقدار و قیمت
کی حتی الامکان صحیح کیفیت کے دریافت کرنے کی خاص طور پر کوشش کی - اور جن لوگون کو
اِن معاملات مین رائے زنی کا بہترین استحقاق تھا اور جن مین زیگلر و کمپنی (یہ ایک ہی یورپین
تجارتی کوٹھی ہے جو یہان قایم ہے) کا ایجنٹ بھی شریک تھا اون سے اِس بارہ مین استفسار
کیا۔ یہ امر محتاج بیان نہین کہ ایران مین حصول شمار اعدادی قریب قریب ناممکن ہے اور جو
اعداد کہ بعد از وقت بسیار ملتے بھی ہین وہ بسا اوقات ناقص یا غلط ہوتے ہین - تجارت
کی مجموعی مقدار کے متعلق جو اندازہ ایران مین کیا جاتا ہے وہ اکثر صورتون مین چُنگی خانہ کے
نقشہ جات پر مبنی ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ استقرار کی یہ بنا لازمی طور پر قابل اعتبار نہین
ہوتی - یورپین سوداگرون یا اونکے گماشتون سے اگر اعداد کے متعلق کوئی استفسار کیا جاے
تو وہ اطلاع مطلوبہ کے بہم پہونچانے مین دریغ نہین کرتے لیکن دیسی سوداگر یا تو اپنا حساب
بتانا چاہتے ہی نہین اور یا حساب سرے سے رکھتے ہی نہین - اس لئے جو اعداد کہ اب مین
درج کیا چاہتا ہون نہ تو وہ اور ایسے حسابات جیسے سرکار انگریزی کے عہدہ دارون نے شائع
کیا ہے خراسان کے متعلق ایران کے دوسرے حصون کی طرح صحیح متصور ہو سکتے ہین - البتہ

ان اعداد کو تخمیناً صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔

جو کیفیت مجھے مشہد مین معلوم ہوئی

مین جن جن لوگون کی زبانی مجھے وہان کے حالات معلوم ہوئے اونہون نے مجھے یقین دلایا کہ اگرچہ خراسان مین باعتبار کمیت روسی مال تجارت بڑہا ہوا ہے لیکن کیفیت وقیمت کے لحاظ سے ابھی تک انگریزی مال کو اوسپر تفوق حاصل ہے۔ سستا مال جو ہرجگہ نظر آتا ہے اور تمام خوردہ فروش سوداگرون کی دوکانون مین بہرا پڑا ہے سب کا سب روس سے آتا ہے اور اوس کے ساتھہ مقابلہ نہین ہو سکتا۔ لیکن زیادہ قیمتی مال درآمد جو خراسان مین کچہہ تو مغرب کی طرف سے براہ تبریز و طہران وشاہ رود۔ مگر زیادہ مقدار مین جنوب کی طرف سے براہ بندر عباس وکرمان آتا ہے وہ برطانوی یا انگریزی وہندی الاصل ہوتا ہے اور پاونڈون مین حساب لگانے سے یہ بات ثابت کی جا سکتی ہے کہ اوس وقت مشہد کی تجارت جس قدر کہ بمبئی کے ساتھہ تہی اوسکی مالیت تمام روس کی تجارت سے زیادہ تہی۔ مثلاً مشہد کا محصول چنگی ۱۸۸۸ء مین (یعنے وہ محصول جو مال تجارت درآمد شدہ پر لیا گیا) گورنمنٹ سے پچاس ہزار تومان (۳½ تومان = ۱ پاونڈ)[۱] کے معاوضہ مین خرید لیا گیا تہا اور یہ اندازہ لگایا گیا تہا کہ اس مین سے تیس ہزار تومان اوس مال پر لگایا جائے گا جو بندر عباس سے آتا ہے اور بیس ہزار تومان باقی کے تمام مال

---

[۱] کو لونی بیان کرتا ہے کہ ۱۸۳۰ء مین مشہد کے محصول چنگی کا ٹھیکہ پندرہ ہزار تومان مین دیا گیا۔ "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان تک کا سفر) جلد اول صفحہ ۲۹۱۔

پر جو ایران اور روس سے آتا ہے حالانکہ روس کے مال پر جو محصول لگایا گیا اوسکی مقدار دس ہزار تومان بھی نہ تھی۔

انگریزی قونسل کی رپورٹ

اوس وقت یہ وثوق آمیز دعوے مجھے محتاج توضیح معلوم ہوا لیکن جو تفصیلی کیفیت مجھے قونسل جنرل میکلین کی قابل تحسین تجارتی رپورٹ بابت سنہ ۱۸۹۰ء کے ذریعہ سے معلوم ہوئی اوس سے مین دعوائے مسطور کی تشریح اور کئی ایک اعتبار سے اوسکی تصحیح کرسکا ہون۔ یہ پہلی رپورٹ ہے جو مشہد یا خراسان کے متعلق مرتب کی گئی ہے اور مشہد جیسے اہم تجارتی مرکز مین ایک انگریزی قونسل کے موجود ہونے کو بجائے خود حق بجانب ثابت کرتی ہے۔ یہ رپورٹ اُن سفارتی اور تجارتی و مالی رپورٹون کے ایک سلسلہ مین درج ہے جو انگریزی فارن آفس نے جاری کیا ہے۔ اور بلا شبہہ یہ ایک سالانہ سلسلہ کا پہلا نمبر ہوگا۔[۵۱]

انگریزی اور روسی مال درآمد کی قیمت

اس رپورٹ سے مجھے معلوم ہوا کہ کل قیمت اوس انگریزی و ہندوستانی مال کی جو سنہ ۱۸۸۹-۹۰ء (ایرانی سال کا شمار اوس زمانہ سے ہوتا ہے جب کہ آفتاب نقطہ اعتدال ربیعی پر پہونچتا ہے۔ یعنی ۲۱- مارچ سنہ ۱۸۸۹ء سے ۲۱- مارچ سنہ ۱۸۹۰ء تک) مین خراسان مین لایا گیا ۸۴۳۰۰ پاونڈ اور روسی مال کی مجموعی مالیت ۱۰۴۰۰۰ پاونڈ تھی۔ لیکن اعداد اول الذکر

---

[۵۱] دیکھو "اینوئل سیریز" (سلسلہ سالانہ) بابت سنہ ۱۸۹۰ء نمبر ۷۵۳۔

مین یقینی طور پر اوس کالی اور سبز چینی چا کی قیمت کا ایک بڑا حصہ شریک کرنا چاہیے جو بمبئی سے جہاز پر بار ہوکر آئی اور جسے بلاشبہہ انگریزی تاجرون نے چین سے منگوایا۔ اِس چینی چا کی مجموعی قیمت ۴۳۳۰۰۰ تومان یا ۱۲۲۷۱۴ پاؤنڈ تہی۔ لیکن یہ تقریبًا کل کی کل بخارا اور خیوا وغیرہ کو جاتے وقت مشہد مین سے ہوکر گذرتی ہے۔ خراسانی مذاق ہندوستان کی کالی چا کو زیادہ پسند کرتا ہے جسکی درآمد مالیتی ۱۲۰۰۰ پاؤنڈ اوس انگریزی و ہندوستانی مال درآمد کی مجموعی مقدار مین پیشتر شامل کی جا چکی ہے۔ چینی چا کی قیمت کے ایک بڑے حصہ کے اس مین شریک کر دینے سے وہ ابہام رفع ہوجاتا ہے جو بصورت دیگر میرے اطلاع دینے والون کے بیانات مین پایا جاتا ہے۔

انگریزی وہندوستانی تجارت کے راستے

یہان مین کچھہ دیر ٹھہر کر اون آسانیون پر غور کرون گا جو یورپ کی رقیب طاقتون کو ایک دوسری کے مقابلہ مین خراسان مین حاصل ہین۔ برطانوی یا انگریزی و ہندوستانی مال درآمد کی راہین نام کو تو تین ہین لیکن عمل لحاظ سے صرف دو ہین۔ پہلی راہ وہ دور دراز خشکی کی راہ ہے جو ترکی بندرگاہ ترابزان سے جو بحیرہ اسود کے ایک گوشہ مین واقع ہے شروع ہوکر طہران اور تبریز کو طے کرتی ہوئی آتی ہے۔ اِس کی مسافت پندرہ سو میل ہے اور سفر کاروان اونٹ پر چہار مہینے مین طے ہوتا ہے[1]۔ دوسرا راستہ بندر عباس واقع ساحل خلیج فارس سے مشہد کو آتا

[1] ترابزان سے مشہد تک بہر لدے ہوے اونٹ کا کرایہ ۲۷ تومان یعنی ۷ پاؤنڈ ۱۷ شلنگ اور بندر عباس سے (براہ کرمان) مشہد تک ۹ تومان یعنی ۲ پاؤنڈ ۱۱ شلنگ ۶ پنس ہوتا ہے۔

ہے۔ اس کی دو شاخین ہین۔ نزدیک کی راہ کرمان۔ راہوار نرمبند اور تون سے ہوتی ہوئی گزرتی ہے اور ۴۰۹ میل لمبی ہے اور خچر پر ۴۰ اور اونٹ پر ۷۵ دن مین طے کی جاسکتی ہے۔ دور کی راہ یزد مین سے گزرتی ہے کبھی کبھی سوداگر اسے اختیار کرتے ہین اور وہ زیادہ تر اس وجہ سے کہ باربرداری کے حاصل کرنے مین ادہر آسانی ہے اور یزد کے پر رونق بازار مین اونہین مال بیچنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ تیسرا راستہ جو ہندوستانی تجارت کے لئے قریب ترین اور راست ترین ہے ریل کے ذریعہ سے براہ درہ بولان انگریزی سرحد چمن واقع بلوچستان مین اور وہان سے براہ قندہار و ہرات مشہد کو آتا ہے۔

ہندوستانی سرحد سے یہ راستہ صرف تیس منزل یا ۶۷۰ میل ہے۔ کسی زمانہ مین یہ راستہ تجارت کی جان ہوتا تھا لیکن امیر افغانستان[۵۱] کے تفقید اور سختی کی وجہ سے جس نے اپنے ذرایع آمدنی کی توسیع کو حق راہ روی کے بیش قرار اور گرانبار محصول کے مطالبہ پر مبنی قرار دیا ہے اور جو اپنے ہمسایون کی آسانی اور تجارتی ترقی کی طرف سے بالکل بے پروا ہے یہ راستہ عملی طور سے بالکل مسدود ہوگیا ہے۔ اول الذکر دو ممکن الاختیار راستون مین سے تربزان کی طرف کے راستہ سے ۱۸۸۹ء مین ۴۰۰ ۲۳ پاونڈ کی مالیت کا برطانوی مال تجارت اور بندر عباس کی راہ سے انگریزی و ہندوستانی مال (بہ استثنائے چار چین) ۶۰۸۷۰ پاونڈ کی مالیت کا آیا۔

[۵۱] امیر ہر ہنڈرڈ ویٹ (ایک من سولہ سیر) پر ۲ پاونڈ ۲ شلنگ اور مزید بران ہر لدے ہوئے اونٹ پر ۲ پاونڈ ۷ شلنگ کا محصول لیتا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کابل کی سڑک پر امیر ہندوستانی مال کے ہر اونٹ کے بوجھ پر جو بخارا کو جاتا ہو ۸۰ روپیہ محصول لیتا ہے۔ یہ حفاظت نہین بلکہ امتناع ہے۔

محصول مال درآمد



طانیہ کلان اور ایران کے مابین جو عہد نامہ ہے اوس کی رو سے داخل ہونے
کی بندرگاہ یا شہر مین برطانوی مال تجارت پر اصل قیمت کے لحاظ سے صرف پانچ
فیصدی محصول لیا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے برطانوی مال پر تبرزان سے بلا محصول
گذر کر تبریز مین اور انگریزی و ہندوستانی مال پر بندر عباس مین یہ محصول لیا جاوے گا۔
لیکن چونکہ خراسان مین منزل مقصود یا رستے کے بڑے بڑے شہرون مین انگریزی تاجر
نہین ہین اسلئے ایرانی عمال چنگی مقدار واجب الوصول سے کسی قدر زیادہ حاصل کر لیتے ہین
اور غیر علاقہ کے مال تجارت کو بھی اوسی طریقہ کے ذیل مین لاتے ہین جو دیسی مال کے
متعلق زیر رواج ہے اور جسکی رو سے ہر بڑے شہر مین چیزون پر محصول چنگی لیا جاتا ہے
اِسی طرح سے برطانوی مال آمدہ تبرزان پر تبریز مین ۵ فیصدی کا محصول ادا کرنے کے
بعد اوس کو ایرانی تاجرون کے حوالہ کر دینا پڑے گا جو ڈہائی فیصدی کا مزید محصول اس پر
خراسان مین داخل ہوتے وقت ادا کرینگے۔ گویا کہ محصول کی مجموعی مقدار ساڑھے سات
فیصدی ہوئی۔ اِسی طرح سے مجموعی مقدار اوس محصول کی جو بندر عباس سے براہ
کرمان آنے والے مال پر لگایا جاوے گا تقریباً ساڑھے سات فیصدی اور یزد کے
زیادہ پھیر کے راستے سے نو فیصدی ہوگی۔ اگر منزل مقصود پر یابندگانِ مال انگریز ہون
تو پانچ فیصدی کی شرحِ مقررہ سے جس قدر زیادہ محصول ہوگا وہ نہ لیا جاوے گا۔ ایرانی
عمال چنگی متعینہ بنادر کی ایک اور تجویز یہ ہے کہ پانچ فیصدی کی مقررہ شرح سے بندر پر

کم محصول لین لیکن رقم وصول نمودہ کی رسید نہ دین تاکہ وہ دوسرے شہرون مین اپنے ہم شغل بہایئون کو نہ صرف اوس کمی کے پورا کرنے کا موقع دین جو پورا محصول نہ لینے کی وجہ سے واقع ہوئی ہو بلکہ بعض دفعہ دوگنا وصول کرادین۔

روسی تجارت کی راہین

یہ ہین وہ مشکلات جو برطانوی یا انگریزی وہندوستانی تجارت کو اس سرزمین مین پیش آتی ہین۔ روس کے لئے چار تجارتی راستے کہلے پڑے ہین۔ (۱) وہ راستہ جو طفلس سے شروع ہوکر تبریز ہوتا ہوا طہران پہونچتا ہے۔ (۲) راہ رشت وطہران۔ (۳) از گز تا بہ شاہ رود براہ استرآباد۔ اور (۴) عاشق آباد سے لیکر کوچان تک کی سڑک جو ماورارالنہری ریلوے سے متعلق ہے۔ اول الذکر تین راستون کو آخری راستے نے عملی طور سے مسدود کردیا ہے جو طول مین صرف ڈیڑہ سو میل ہے۔ اس راستہ کو شروع سے لیکر آخر تک ایک ایسی سڑک کی شکل مین منتقل کیا جارہا ہے جس پر گاڑی چل سکتی ہے اور مین اپنے سفر کے حالات بیان کرتے وقت پیشتر اس کا ذکر بھی کرچکا ہون[۱]۔ جو عظیم الشان فواید روس کو حاصل ہین اون کی توضیح کی اس مقام پر حاجت نہین۔ ہم اگر ان فواید کا مقابلہ کررہے ہین تو اوسکی وجہ محض یہ ہے کہ بعض بڑی بڑی اشیاء درآمد مثلاً چاء اور نیل روس بہم نہین پہونچا سکتا۔ اس حالت پر انگریزی قونسل نے راے زنی کرتے وقت حسب ذیل

[۱] ماہ مئی ۱۸۹۱ء مین مجھے معلوم ہوا کہ اس سڑک کے اوس حصہ پر جو کوچان اور مشہد کے درمیان واقع ہے اوسپر خچرون اور گہوڑون کے بجاے اب بہاری بے کمانی کی گاڑیان جن مین دو تین بلکہ چار گہوڑے جتے ہوتے ہین آنے جانے لگ گئی ہین۔

تحریر قلمبند کی ہے جسے پڑہکر ہمین ذرا بھی تعجب نہین ہوتا۔

یہ ظاہر ہے کہ ماوراء النہری ریلوے کا عاشق آباد مین مشہد سے صرف ڈیڑہ سو میل کے فاصلہ پر موجود ہونا اور ان شہرون کا عنقریب ایک نہایت عمدہ مکادمی[لہ] (کنکر کی کُٹی ہوئی) سڑک سے ملا دیا جانا ایسے واقعات ہین کہ انگریزی مال تجارت جسے سمندرون کو عبور کرنا اور دور دراز خشکی کے ناہموار راستے طے کرنا پڑتے ہین روسی مال کے ساتھہ ایران کے ان علاقون مین بہی مقابلہ کا دعوے اوس وقت تک نہین کر سکتا جبتک کہ ہماری اپنی ریلوے کی اس علاقہ مین توسیع نہ ہو جاے۔

محصول جنگی

روس کو اپنی فوقیت کا حال اچھی طرح سے معلوم ہے اور وہ مالی ساز و باز سے اس تفوق کو اور زیادہ رفیع کرنے کی کوشش کر رہا ہے حالانکہ ایسی چالون کو وہ حضرات جنہین انگلستان مین فن سیاست مدن کے ماہر ہونے کا دعوے ہے جایز نہین رکھتے۔ برخلاف اس کے اس قسم کی منصوبہ بازی ممالک غیر اور بالخصوص دولت روسیہ

لہ میرے خیال مین اس لفظ کا استعمال یہان غیر موزون ہے کیونکہ مجھے یقین واثق ہے کہ بیچارے مکادم کو اگر قبر مین سے اوٹھا کر عاشق آباد و مشہد کی سڑک پر ڈال دیا جاے تو وہ اپنے ذی وقعت نام کے اس بُرے طور پر تشہیر کیے جانے کے مشاہدہ سے مبہوت رہجائے گا۔

---

* جان لاؤڈن مکادم نے جس کا سن ولادت ۱۷۵۶ع اور سن وفات ۱۸۳۶ع ہے اول اول انگلستان مین سنگریزون کی کٹی ہوئی سڑک کے تیار کرنے کے طریقہ کو رواج دیا۔ چنانچہ اس قسم کی پختہ سڑک کو اوسکے نام کے لحاظ سے "مکادمائزڈ" کہا جاتا ہے جس کا ترجمہ مینے مکادمی کیا ہے۔ مترجم

کی تجارتی حکمت عملی کا نمایان عنصر ہے۔ روسی مال پر سرحد ایران سے گذرتے وقت پانچ فیصدی کا محصول مقررہ دولت روس کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے لیکن ایرانی روئی کی برآمد کو ترقی دینے کے لئے اِس کے حق مین بمقابلہ اوس روئی کے جو بحیرہ بالٹک یا بحر اسود کی راہ سے لائی جاتی ہے روس دس فیصدی کی رعایت مرعی رکہتا ہے۔ چنگی کے متعلق ایک فرمان کی رو سے جو ماہ فروری سنہ ۱۸۸۹ء مین شایع ہوا ایرانی مال تجارت پر جو ماوراءالنہر جاتا ہے مالیت کے لحاظ سے ڈہائی فیصدی محصول لگایا جاتا ہے۔ لیکن بعد کے ایک فرمان مصدرۂ فروری سنہ ۱۸۹۰ء کی رو سے اگر اِس قسم کا مال یوروپ کو جانے کی غرض سے فقط ماوراءالنہر مین سے گذرے تو عاشق آباد یا ماوراءالنہری ریلوے کے کسی دوسرے اسٹیشن سے روانہ کئے جانے کی حالت مین اوس پر کوئی محصول نہین لیا جاتا۔

مال درآمد کی کثیر ترین مقدار باعتبار نوعیت

(۱) انگریزی و ہندوستانی مال

انگریزی و ہندوستانی مال تجارت جو بندر عباس کی راہ سے لایا جاتا ہے اوس کا سب سے بڑا حصہ چین کی چاء کو نکال کر اہی نک چاء ہے۔ یعنی ہندوستان کی سبز چاء یا لیتی ۱۴۰،۱۷ پاؤنڈ (جو زیادہ تر بخارا کو جاتی ہے) اور ہندوستان کی کالی چاء جو خراسان مین پسند کی جاتی ہے۔ اِس کے بعد نیل کی باری آتی ہے جس کی مجموعی قیمت ۱،۰۱،۱۷۰ پونڈ ہوتی ہے اور جس مین سے نصف سے زیادہ نیل روسی وسط ایشیا کو

جاتا ہے[۵۱]۔ اس نیل پر جو محصول درآمد لیا جاتا ہے اوس سے وصول محصول کے اوس اقتنائی طریقہ کی توضیح ہوتی ہے جس کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ تین فی صدی محصول بندر عباس مین لیا جاتا ہے۔ ایک فی صدی کرمان مین اور ۲½ فی صدی مشہد مین پہونچنے پر۔ اگر اس کے ساتھہ ڈہائی فیصدی کا وہ محصول جو روس اسپر ماوراءالنہر مین سے گذرتے وقت لگاتا ہے اور ڈہائی فیصدی کا مزید محصول جو خان بخارا اپنی سرحد پر وصول کرتا ہے ملا دیا جاے تو تاتاری دارالحکومت مین پہونچتے تک اسکی قیمت ایسی گرانبار ہو جاتی ہے کہ معمولی چیزون کا شمار بھی بیش بہا لوازم تنعم مین ہونے لگتا ہے۔ خاکی رنگ اور نیز سفید لٹھے۔ چادرین اور قمیصون کے کپڑے۔ روسی مال کے مقابلہ مین انگریزی ساخت کے زیادہ پسند کئے جاتے ہین اور یہ مال تقریباً بارہ ہزار پاؤنڈ کی مالیت کا براہ بندر عباس آتا ہے۔ کشمیری شالین تانبے کی چادرین۔ ٹین اور ادویات اور گرم مصالحہ وہ چیزین ہین جو اس تفصیل کے نمایان حصہ کو تکمیل کو پہونچاتی ہین۔

(۲) برطانوی مال

تبریز اور طہران کی راہ سے سوتی کپڑے اور چھینٹین جو اسی قسم کے روسی ساخت کے مال درآمد کے مقابلہ کی تاب لاسکتی ہین آتی ہین۔ انگریزی چاقو اور قینچیان اور چینی اور

---

[۵۱] وسط ایشیا مین نیل ہر جگہ ریشمی اور سوتی کپڑے رنگنے۔ شیشے پر رنگ چڑہانے اور اون لاجوردی اور سفید کاشی کے کام کی اینٹون پر میناکاری کرنے کے کام آتا ہے جو عمارات مذہبی اور اماکن متعلقہ اغراض دنیاوی کی تزئین کا نہایت نمایان جزو ہین۔

کانچ کے ظروف جو بازارون مین بہت کم دکھائی دیتے تھے لیکن جو اِسی راستے سے آتے ہین فوراً ہی بِک جاتے ہین باوجودیکہ اِسی قسم کی روسی ساخت کی چیزون کے مقابلہ مین اون کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے - اس کے ساتھہ ہی مجھے معلوم ہوا کہ کثرت رائے اِس خیال کی موید ہے کہ جن سستے روسی ساخت کے سوتی کپڑون کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے اون کی درآمد حد اعتدال سے متجاوز ہو گئی ہے اور اس مال سے دوکانین اس قدر بھری پڑی ہین کہ جو قیمت اِن چیزون کی دستیاب ہوتی ہے اوسکا نتیجہ سوائے مالکون کے نقصان کے اور کچھہ نہین ہو سکتا - روس اور انگلستان کی اشیاء تجارت کے باہمی مقابلہ کی خاص نوعیت بلاشبہہ یہ ہے کہ پایداری اور عمدگی کے لحاظ سے تمام انگریزی اشیاء روسی اشیاء سے بدرجہا بہتر ہین لیکن جو دور دراز فاصلہ کہ اِن چیزون کو طے کرنا پڑتا ہے اور اِس لئے جو بیش قرار قیمت لازمی طور پر اون کی لگانی پڑتی ہے اوس کے لحاظ سے یہ قریب قریب ناممکن ہے کہ وہ روسی چیزون سے مقابلہ کر سکین - جب ہم انگلستان و روس کی تجارتی حالتون کا مقابلہ کرتے ہین تو میرے خیال مین تو (قطع نظر اون اشیاء کے جن مین روس کو مقابلہ کا دعوے نہین ہو سکتا مثلاً نیل - معدنیات اور چاء) یہ بات حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے کہ باوجود اِن تمام مزاحمتون کے برطانیہ کلان کے ہاتھہ مین پھر بھی اِس قدر تجارت موجود ہے - یہ دوسرا سوال ہے کہ آیا یہ تجارت قایم رکھی جا سکتی ہے یا نہین - اور اِس سوال کے اثبات مین جواب دینے مین مجھے تامل ہے -

(۳۱) روسی مال

روسی مال کی کل مقدار قیمتی ۱۱۰۴۰۰ پاؤنڈ مین جو ماوراء النہری ریلوے کے ذریعہ سے لائی جاتی ہے تیسرا حصہ سادہ اور رنگین سوتی کپڑون کا ہے۔ جس مال کی کھپت یہان مقدار کثیر مین ہوتی ہے اوس مین دوسرا نمبر شکر کا ہے جس نے ہر ایک دوسرے علاقے یعنے فرانس یا ہندوستان کی شکر کی قدر بازار مین کم کر دی ہے۔ روسی شکر یہان ساڑھے چار پنیس فی پاؤنڈ (یعنی ۹ رفی سیر) کے حساب سے بکتی ہے اور اس کمی قیمت کی وجہ زیادہ تر وہ رعایت ہے جو دولت روس نے روسی شکر کے برآمد کرنیوالون کے لئے مرعی رکھی ہے[1]۔ اور اِس لحاظ سے یہ ممکن نہین کہ ہندوستانی شکر خواہ وہ گنے ہی کی بنی ہوئی کیون نہو اِس کا مقابلہ کر سکے۔ روسی چینی اور کانچ کے ظروف کی مالیت جو تقریباً ہر جگہ پائے جاتے ہین ۱۱۵۰۰ پاؤنڈ ہے اور روسی دھات کے برتنون کی قیمت اِس سے صرف بقدر ایک ہزار پاونڈ کے کم ہے۔

مال برآمد

(۱) جو روس کو جاتا ہے

اگر ہم خراسان کے مال برآمد کی طرف متوجہ ہون تو طبعی اعتبارات سے اس امر کی

---

[1] ایک روبل (۲ شلنگ) فی پاؤنڈ (۱۰ سیر) کے حساب سے باہر بھیجے جانے والی روسی شکر کا محصول واپس دیدیا جاتا ہے۔ لیکن وسط ایشیا اور ایران مین چونکہ اس کٹوتی سے یہ فائدہ حاصل ہوچکا ہے کہ بازار تمام دوسرے مقابلہ کرنے والون سے خالی ہوگیا اسلئے ماہ مئی ۱۸۹۱ء سے موقوف کر دیگئی ہے۔

تصریح ہوگی کہ ہندوستان کے مقابلہ مین روس کے ساتھہ اوس کے تجارتی تعلقات بہت بڑہے ہوئے ہین - جو ہندوستانی مال خراسان مین سے گذر کر روسی علاقہ کو جاتا ہے اوس کو نکال کر اوس مال کی مجموعی قیمت جو روس مین جانے والا ہے لیکن جس مین سے کچھہ دوسرے یوروپین ممالک کو بہی جاتا ہے ۱۱۱۵۰۰ پاونڈ ہے - روئی کی مالیت اوس رعایت کی تائید سے جس کا اوپر حوالہ دیا جاچکا ہے تقریباً ۴۳۰۰۰ پاونڈ کی معتدبہ رقم تک پہونچی ہے - اون کی قیمت اس سے آدہی ہے - ترکمانی اور ایرانی قالین مالیتی ۵۷۰۰ پاونڈ یورپ کو بہیجے جاتے ہین لیکن سب کے سب روسی شہرون کو نہین جاتے سب مین آخر فیروزون کی مجموعی پیداوار جو نیشاپور کے نواح کی مشہور کانون سے نکلتے ہین اور جنکی سالانہ قیمت تقریباً ۲۳۰۰۰ پاونڈ ہوتی ہے اون مین سے ۱۸۸۹ء مین ۱۷۰۰۰ پاونڈ کے فیروزے ماوراء النہری ریلوے کے ذریعہ سے یورپ کو بہیجے گئے -

روس و ایران کی باہمی تجارت کا نشو و نما

روسی و ایرانی تجارت مین ماوراء النہری ریلوے کی عمدہ کارگذاری کی وجہ سے جو عظیم الشان اضافہ ہوا ہے اوس کا تصور ناظرین کے ذہن مین پیدا کرنے کے لئے مین اون اعداد کا جو مینے اوپر کے فقرہ مین درج کئے ہین ۱۸۸۶ء کے پہلے ۹ مہینون کے اعداد کے ساتہہ مقابلہ کرنا چاہتا ہون کیونکہ عاشق آباد مین ریل صرف ماہ دسمبر ۱۸۸۵ء مین پہونچی تہی - جنوری سے اکتوبر ۱۸۸۶ء تک اوس مال کی قیمت جو ایران سے عاشق آباد کو بہیجا گیا ۱۰۰۰ پاونڈ اور اوس مال کی قیمت جو عاشق آباد سے ایران مین لایا گیا ۲۷۰۰۰ پاونڈ تہی - ۱۸۸۹ء

کی مقدار جیسا کہ مین ظاہر کر چکا ہون علی الترتیب ۱۱۱۵۰۰ پاونڈ اور ۱۱۰۴۰۰ پاونڈ تہی - بالفاظ دیگر مال برآمد کی مقدار ۳ سال کے عرصہ مین تقریباً دوگنی اور مال درآمد کی تگنی ہو گئی ہے

(۲) جو ہندوستان کو جاتا ہے

ان مہتم بالشان اعداد کے مقابلہ مین اوس مال برآمد کی قیمت جو انگریزی عملداری ہند مین بہیجا جاتا ہے صرف ۳۹۰۰۰ پاونڈ ہے جسمین سے قریباً کل کی کل افیون خراسان کی مالیت پر مشتمل ہوتی ہے جس کا زیادہ تر چینی بازارون مین بہیجنا مقصود ہوتا ہے - وس سال گذرتے ہین کہ خراسان کی مجموعی پیداوار افیون صرف ۱۶۰ ہنڈریڈ ویٹ (۲۲۴ من) ہوتی تہی - جو مال کہ خود اس صوبہ کے خرچ مین آنے کے بعد بچتا ہے اوسمین سے جس قدر مال ہندوستان کو جاتا ہے اوسکی قیمت ۳۷۱۰۰ پاونڈ اور جو قسطنطنیہ کو جاتا ہے اوس کی قیمت ۱۴۳۰۰ پاونڈ یا دونون ملاکر ۵۱۴۰۰ پاونڈ ہوتی ہے -

ایران و افغانستان کی باہمی تجارت

خراسان کی تجارت کے تفصیلی حالات کو مکمل کرنے کی غرض سے ایرانی و افغانستانی تجارت کے اعداد بھی اوسمین شریک کرنے چاہئین - مال درآمد و برآمد کی قیمت مین بہت کم فرق ہے کیونکہ یہ دونون ملک ایک دوسرے کی ضروریات کے مساوی طور پر کفیل ہوتے ہین - لیکن افغانستان تو زیادہ تر اپنے یہان سے پوستینین - اور پستہ وغیرہ جو وہان کی خاص پیداوار ہے بہیجتا ہے اور ایران سے جو چیزین افغانستان کو جاتی ہین وہ زیادہ تر شکر - مسی برتنون اور سوتی - اونی اور ریشمی پارچات پر مشتمل ہین - خراسان

سے جو مال تجارت افغانستان کو جاتا ہے اوسکی مالیت ۱۸۳۰۰ پاونڈ اور جو خراسان کو افغانستان سے آتا ہے اوسکی قیمت ۱۷۳۰۰ پاونڈ ہے۔

میزان کل

میزانون کو جمع کرنے کے بعد ہمین تجارت خراسان کا حسب ذیل مفروضہ اندازہ بہم پہنچتا ہے

درآمد از روس	۱۱۰۴۰۰ پاونڈ	برآمد به روس و یورپ	۱۱۱۴۰۰ پاونڈ
؍؍ از ہند	۶۰۸۰۰ ؍؍	؍؍ به ہند	۳۹۰۰۰ ؍؍
؍؍ از برطانیہ کلان	۲۳۴۰۰ ؍؍	؍؍ به افغانستان	۱۸۳۰۰ ؍؍
؍؍ از یورپ	۱۵۷۰۰ ؍؍		
؍؍ از افغانستان	۱۷۳۰۰ ؍؍		
میزان درآمد	۲۲۷۶۰۰ پاونڈ	میزان برآمد	۱۶۸۷۰۰ پاونڈ

میزان کل ۳۹۶۳۰۰ پاونڈ

اس میزان مین سے ہمین اون اشیا رکی بابت جن کا اول تو صوبہ مین داخل ہونے اور بعد ازان اوسکی حدود سے باہر جانے کے وقت ایک سے زیادہ مرتبہ اندراج عمل مین آتا ہے بہت کچہ منہا کر دینا چاہیے۔ بخلاف اسکے اعداد متعلقہ مال برآمد براہ طہران و تبریز و تربزان کا اندراج سرے سے عمل مین آتا ہی نہین۔ ایران و بخارا کی باہمی تجارت کے متعلق اعداد کا بالکل نہ پایا جانا جیسی کہ توقع کی جاسکتی تہی چندان فرق کا باعث نہین کیونکہ بخارا مین جو ایرانی مال جاتا ہے وہ تقریباً کل کا کل انگریزی اور ہندوستانی اشیا۔ چا۔ نیل۔ کپڑے

وغیرہ پر مشتمل ہے جس کا حساب پہلے ہی اوس مال کے ذیل مین لگایا جا چکا ہے جو بندر عباس سے آتا ہے۔

برطانیہ کلان کو کیا کارروائی کرنی چاہیئے

جو حالت پر نظر غایر ڈالنے اور خراسان کے ساتھہ دول خارجہ کی تجارت آئندہ کے متعلق کسی حد تک راے زنی کرنے کے بعد بیجا نہ ہوگا اگر اِس مقام پر مین یہ بتاؤن کہ دولت برطانیہ کو اوس حصہ تجارت کے قایم رکھنے اور فروغ دینے مین جو قدرتی طور سے اوس کے ہاتھہ مین ہے اور باقی کے حصہ کو انجام کار اپنے ہاتھہ سے نکل جانے سے روکنے کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئین - پانچ احتیاطی تدابیر عمل مین لائی جانی ممکن ہین گو کہ اون مین سے ہر ایک بدرجہ مساوی قرین احتمال نہین کہی جاسکتی - اول تو جنوب کی طرف کے خاص تجارتی راستے کی حفاظت اور اہتمام کے لئے انگریزی قونسل مقرر ہونے چاہئین - جب مین بندر عباس مین تہا تو وہان ایک بھی یورپین موجود نہ تہا حالانکہ برطانوی اغراض تجارت کی حمایت کے لئے صرف ایک غیر سرکاری شخص تہا - کرمان مین ایک انگریزی نایب قونسل اور یزد مین بھی ایک قونسل کی طرح کا ایجنٹ مقرر کیا جاسکتا ہے - ثانیاً جو سڑک کرمان سے شمال کی طرف براہ راہور - ناحی بند اور تون جاتی ہے اور جو خلیج فارس سے مشہد تک کی سب سے بڑی کاروان کی راہ ہے وہ بآسانی تہوڑے سے خرچ مین اون کنوؤن اور نہرون کو جو کسی زمانہ مین اسے سیراب کرتی تہین لیکن جو اب اٹ گئی ہین صاف کرنے اور نئی زندگی بخشنے سے بہت اچھی حالت مین لائی جاسکتی ہے - ثالثاً میری راے مین کوئی وجہ نہین ہے کہ نہ صرف موجودہ راستہ کو

درست کیا جائے بلکہ ایک نیا راستہ انگریزی مقبوضات بلوچستان سے ایرانی سرحد تک کھولا جائے اور یہ راستہ افغانستان مین ہوکر نہ گزرے بلکہ کوئٹہ سے شروع ہوکر سیستان ہوتا ہوا برجند جا پہونچے۔ ان تمام تدابیر کا اختیار کیا جانا ممکن ہے اور انگریزی و ہندوستانی دائرہ اثر کو اس طرح سے توسیع دینے مین جس مین کسیطرح کی دستبرد مکروزنہین کاہلی یا سہل انکاری سے کام لینا قابل معافی نہین متصور ہوسکتا۔ چوتھی تدبیر یہ ہے اور اس پر بلاشبہہ گورنمنٹ ہند نے اپنی توجہ بہی مبذول کی ہے کہ امیر افغانستان کو اطلاع دیجائے (نہ سیاست مدن کے اصولون کی بنا پر جنہین میری دانست مین عبدالرحمن خان جابر حقارت کی نگاہ سے دیکھیگا بلکہ دولت عالیہ محافظہ کی خواہش کی بنا پر) کہ مناسب ہوگا کہ امیر افغانستان اپنے مالی انتظام مین جو نہ صرف روس کی رعایا کے لئے مضر ہے بلکہ اوس طاقت کو جو اوس کی رفیق خاص ہے ناگوار گزر رہا ہے ترمیم کرے۔ پانچوین اور آخری تدبیر جس پر مین زیادہ شرح وبسط کے ساتھہ معاملات سیستان پر رائے زنی کرتے وقت بحث کرونگا یہ ہے کہ جس طرح روس نے شمال کی طرف ماوراءالنہر مین ریلوے قایم کی ہے اسی طرح جنوب مین بہی انگریزی ریلوے کا ایک سلسلہ قایم کیا جائے تاکہ ہم روس کے ساتھہ برابر کے موقعہ اور اوسی کے ہتہیارون کے ساتھہ نبرد آزما ہوسکین۔

روس کا خراسان پر حرص وآز کے دانت تیز کرنا

اب مین اون وجوہ کی تصریح کرتا ہون جنکے لحاظ سے قطع نظر کسی تجارتی نفع کے دونون دولتین یعنی روس و برطانیہ کلان خراسان کو اس شدید اشتیاق کے پہلو سے دیکھنے پر مجبور

ہین اور یہ بیان کرتا ہون کہ جو وسیع سیاسی نقشہ مین نے اس باب کی تفصیل کی ضمن مین کہینچا ہے اوس مین روسی طرز عمل کے پیش نظر کون سا موقعہ ہے اور برطانیہ کلان کی اغراض متخالف اور ذمہ داریان اوس سے کہان اور کس حد تک متعلق ہین۔ تسخیر ممالک اور توسیع حدود سلطنت کی خواہش جس سے روسی مصنفین کو اس ادعا کے ساتہہ انکار ہے ایک ایسی خواہش ہے کہ جس شخص کی آنکہین کہلی ہون وہ اس بات پر یقین لائے بغیر نہین رہ سکتا کہ روسیون کے دل مین یہ خواہش سب سے زیادہ زبردست جذبہ ہے۔ ہر بڑی دولت کے اثنائے نشو ونما مین ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جبکہ جدید ممالک کا مسخر کرنا اوس کی آرزو کن کا سب سے زیادہ زبردست جز ہوتا ہے۔ روس اس وقت نشو ونمائے سلطنت کے اس استحصالی درجہ مین ہے۔ برطانیہ کلان اس منزل کو طے کر چکا ہے اور اپنے زمانہ مین "مئے مردافگن" کشورکشائی کے نشہ مین چور رہ چکا ہے اور اب ایک ایسے متانت اور وقار کے درجہ پر پہونچا ہے جبکہ اوسے فتح و تسخیر کی چندان ہوس نہین رہی۔ بالفاظ دیگر خراسان کے ساتہہ روس کی جو اغراض وابستہ ہین اونہین اوس حرص و آز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جو اوس شخص کے دل مین موجزن ہو جو قبضہ کر لینے پر تلا ہوا ہو۔ برخلاف اس کے انگلستان کی نہ تو یہ آرزو ہے کہ وہ خراسان کو اپنے مقبوضات کے ذیل مین لائے اور نہ اس ملک کی گز بہر زمین کو بہی وہ کبہی اپنے تصرف مین لائے گا۔

ماوراءالنہر اور خراسان کا مقابلہ

جو وجوہ کہ بظاہر روس کے خراسان پر قابض ہونے کی خواہش کی محرک ہین اون کے

ڈہونڈنے کے لئے دور نہین جانا پڑتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ماوراءالنہر کی فتح سے روس
کے قبضہ مین ایک ایسا علاقہ آگیا ہے جس کا زیادہ تر حصہ بنجر و ویرانے ہین، اور جس
مین اگر کوئی زرخیز مقام ہے تو صرف وہ سیر حاصل قطعات زمین ہین جو کوہستان کے
دامن مین واقع ہین۔ اِس کوہستان کی دوسری طرف تین سومیل کے فاصلہ تک ایک ایسا
علاقہ پہیلا ہوا چلا گیا ہے جس کے میدانون اور وادیون مین جو کثیر التعداد چٹانون اور پہاڑیون
کے سلسلون کے مابین واقع ہین میوے۔ معدنیات۔ انواع واقسام کی پیداوار علی الخصوص
اناج کی شکل مین دولت فراوان چھپی ہوئی ہے۔ غرضکہ روس کی مثال ایک ایسے شخص کی
ہے جو ایک ویران اور پتھریلے قطعہ زمین مین خیمہ زن ہو جسے صرف ایک گھنی باڑ نے ایک
وسیع و دلکشا مرغزار سے جدا کر رکھا ہو جسمین اوسے اپنے لئے کہانا۔ اپنے جانورون کے چارہ
اور دونون کے لئے آرام و آسایش کی صورت نظر آرہی ہو۔ بہلا ایسے شخص کا جی کیا نہ للچائیگا
کہ اس باڑ مین سے گزر کر اس زرخیز و شاداب اور سہانے مرغزار کی گوناگون نعمتون پر
دست درازی کرے۔ اِسی قسم کے خیالات ہین جو روسیون کے دل مین خراسان کے
متعلق جوش زن ہین۔ اون کی یہ عین آرزو ہے کہ اخال تقی سے کوچان مین اور عاشق آباد
سے مشہد مین چلے آئین۔ یہان سامان رسد اونہین اِس قدر ملے گا کہ عظیم الشان فوجون
کے لئے کفایت کرے گا۔ کوہستانی قلعے یہان وہ ایسے ایسے پائین گے جنہین کوئی
حملہ آور سخر نہین کر سکتا۔ اسکے علاوہ اونہین ایک غریب و مطیع رعایا ملے گی۔ ایک ایسے میدان
پر وہ خیمہ زن ہونگے جہان پیشقدمی کی نئی نئی تجاویز قایم کیجا سکتی ہین اور ایک ایسی حد پر وہ پہونچ

جائین گے جہان سے وہ آیندہ پیش قدمی کرسکتے ہین -

ہندوستان پر حملہ آور ہونیکے لئے ایک عارضی مستقر

آیندہ کی سیاسی ضروریات واتفاقات کے لحاظ سے خراسان کی قدر وقیمت روس کی نظرون مین اور بہی زیادہ بڑہجاتی ہے - اس وقت افغانستانی علاقہ واقع وسط ایشیا کو روسی علاقہ سے تہر ویسٹ رجوے کی سرحد یعنی وہ فرضی خط جدا کرتا ہے جو ۵۰۰ ۳ میل کے فاصلہ تک ہری رود سے جیحون تک کہنچا ہوا چلا گیا ہے - اس مین شک نہین کہ روسی جب چاہین اس خط کو عبور کرسکتے ہین مگر ایسا کرنے سے کوئی ایسا علاقہ تو اون کے ہاتہہ مین آئے گا نہین جس سے اونہین کوئی فوری فائدہ حاصل ہو - البتہ یہ نتیجہ اسکا ہوسکتا ہے بلکہ ہونا یقینی ہے کہ برطانیہ کلان کے ساتہہ روس کی جنگ چہڑ جائے - اسمین زیادہ تر آسانی ہے کہ دبے پاؤن چکر کاٹ کر وہ غنیم پر ایک جانب سے بے خبر آپڑین - درہ ذوالفقار سے سیستان کی جنوبی سرحد افغانستان سے ملی ہوئی چلی گئی ہے - اور جس طاقت کا عمل اس سرحد کے ایرانی حصہ پر ہوا وس کی زد مین ہرات آجاتا ہے (مشہد سے ہرات تک گاڑی کی ۲۳۰ لمبی سڑک موجود ہے) اس کے علاوہ وہ سڑک بہی جو فرہ اور گرشک ہوتی ہوئی قندہار جاتی ہے اوس کے قابو مین آسکتی ہے اور رود ہلمند کے ساحل تک وہ بڑہ کر قبضہ کرسکتی ہے - روس کا عمل دخل اگر خراسان مین اور بالخصوص سرحدی علاقہ کے اوس گوشہ مین ہوجائے جس کو مین نے اس تفصیل سے بیان کیا ہے تو اوس کو انگریزی وافغانی سرحد کے متعلق عہد وپیمان کی کسی خلاف ورزی کی ضرورت ہی داعی نہ ہوگی - افغانستان

کی پوری مغربی سرحد اوس کے اثر یا حملہ آوری کی زد مین ہے۔ مزید بران سیستان مین اوسکا خط مماس بلوچستان کے ایک ایسے حصہ کے قریب سے ہوکر گزرتا ہے جسکی ملکیت متنازعہ فیہ اور قبضہ غیر مستقل و غیر آئینی ہے اور جسے انگریزی سرحد نشین سے صرف ایک قلیل فاصلہ جدا کرتا ہے۔ بالآخر یہان تک پہونچ کر روس سمندر کے قریب آجاتا ہے اور جب ایک دفعہ اوس کی ریلون کے سلسلے نصرت آباد تک قایم ہوجائین گے تو بحر ہند کی کوئی بندرگاہ جنوبی سمندرون کی موج پیمائی کا وہ موقعہ دیگر جسکا روس ایک عرصہ دراز سے آرزومند ہے اوس کے اطمینان قلبی و مسرت دلی کا باعث ہوگی۔[۵۱]

برطانیہ کلان کی اغراض خراسان مین

جن طبعی حالات کی مین نے توضیح کی ہے۔ روس کے دل مین پیش قدمی کے جو ارادے جنکا ناممکن التردید ثبوت پیش کیاجاتا ہے جاگزین ہین۔ اور اون کارروائیون کی اہمیت جن سے افغانستان کی اغراض کو ایسا قریب کا تعلق ہے۔ یہ سب امور ایسے ہین کہ ان سے اوس دلچسپی کی پوری تصریح ہوتی ہے جو انگلستان کو شاہ کے ممالک محروسہ مین مجبوراً لینی پڑتی ہے۔ جو لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ چونکہ خراسان ہندوستان سے دور ہے اس لئے اوسے بلاغل وغش بحال خود چھوڑ دیاجاسکتا ہے وہ اوس مجنونانہ سفسطہ کا اعادہ کرتے ہین جس نے نہ صرف ایران بلکہ افغانستان

---

۵۱ یہ منصوبے خیالی ڈھکوسلے ہی نہین ہین بلکہ روس حقیقت مین ون کو عملی لباس پہنانے کی تمنا رکھتا ہے۔ اس کا ثبوت آگے چل کر ایک باب مین ہم پہونچے گا جس مین ایران مین روس کے طرز عمل سے بحیثیت مجموعی بحث کی گئی ہے۔

کے ساتھ ہمارے تعلقات کو اُس پیچیدگی اور اُلجھن مین ڈال دیا ہے جسے ہم کچھ عرصہ سے
دیکھہ رہے ہین۔ افغانستان کی نسبت بسا اوقات یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ہمارے
ہندوستانی قلعہ کا شمالی و مغربی پُشتہ ہے۔ اور کسی دشمن کو اِس پُشتہ کی اطراف پر بھی
متصرف ہوجانے کا موقعہ دینا گویا فن حرب کے اصول کے اعتبار سے ایک
فاش غلطی کا ارتکاب کرنا ہوگا۔ خراسان مین برطانیہ کلان
کے اغراض و مقاصد یہ ہین کہ اس نواح مین برطانوی یعنی افغانی حقوق کی حفاظت کی جائے
سیاسی مساوات قوت یعنی مملکت ایران کی قوت کو برقرار رکھا جائے۔ اور سب سے
زیادہ یہ کہ جنوب کی طرف کی اُن راہون کی نگہبانی کی جائے جنکا کھلا ہونا انگریزی تجارت کے
لوازم مین سے ہے اور جن پر بجائے ایک موافق طاقت کے ایک مخالف طاقت کا قبضہ
ہوجانا ہندوستان کے خطرے کا باعث ہوگا۔ یہ امر تشفی و تسکین کا موجب ہے کہ جرنیل
مکلین جو حال مین مشہد کے قونسل جنرل مقرر ہوئے ہین وہ سیستان کے بھی قونسل ہین۔
لیکن سیستان مین ایک خود مختار انگریزی افسر کا مقرر کیا جانا واجبات سے ہے کیونکہ
انگریزی و بلوچی سرحد کے قریب ہونے کے باعث انگریزی اغراض و مقاصد کے
اعتبار سے سیستان کا موقعہ نہایت اہم ہے۔ اور اگر ریلوے کے قیام اور علمی طریقہ
سے آبپاشی کے انتظام سے یہان کی پیداوار کے ذرائع کو ترقی دی جائے تو یہ دائرہ
تجارت کا ایک ایسا مرکز بن سکتا ہے جس کے اثر کے قطر وسطی و جنوبی ایران تک پہونچین گے
اور جو شمالی خراسان مین روسی تفوق کا ردعمل بھی کرے گا۔

ایرانی اطاعت کیشی



آخر مین اس امر کا اظہار کرنا چاہتا ہون کہ میری دانست مین اہل خراسان روس اور برطانیہ کلان کو کس نظر سے دیکھتے ہین اور ان دونون طاقتون مین سے ہر ایک کو اپنی اپنی تجاویز کے معرض نفاذ مین لانے مین ان لوگون سے کس اعانت یا مخالفت کی توقع ہوسکتی ہے۔ ابتدائی سیاحون مثلاً فریزر[۵۱] اور میکگریگر[۵۲] اور نیپیر کا بیان ہے کہ شمالی خراسان مین شاہان خاندان قاچار کو عام طور پر تنفر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور حکومت عالیہ طہران کی طرف سے لوگ سخت بددل ہو رہے تھے۔ لیکن زمانہ کے مرور اور موجودہ شاہ کے زبردست عہد حکومت نے اس تنفر کو زائل کر دیا ہے اور خراسان بھی سلبی طور سے

---

[۵۱] "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب بست و دوم۔ "مشہد سے جب ہم نے سفر شروع کیا تو راستہ مین مجھے یہ دیکھکر نہایت تعجب ہوا کہ ایران کے موجودہ حکمران خاندان کو سب لوگ نفرت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ اظہار تنفر کے بغیر خاندان قاچار کے بادشاہون کا نام نہین لیا جاتا اور اون کے نام کو بے رحمی۔ ظلم اور ناانصافی کا مرادف تصور کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ۱۸۲۲ء کا ہے۔

[۵۲] "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول۔ صفحہ ۲۰۹۔
"خراسان مین ایک اور خیال پھیلا ہوا ہے اور عمومیت کے لحاظ سے اوسی پایہ کا ہے جس پایہ کا یہ خیال کہ روسی قوم بھی موجود ہے۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ خاندان قاچار کو تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مین نے بکرات و مرات لوگون کو یہ خیال ظاہر کرتے ہوئے سنا اور اس کے ساتھ جو الفاظ شاہان قاچار کی شان مین استعمال کئے جاتے تھے وہ مدحیہ نہ تھے بلکہ قدحیہ" یہ واقعہ ۱۸۷۵ء کا ہے۔

ایسا ہی اطاعت گزار ہے جیسا کہ ایران کے دوسرے علاقے - سلبی اطاعت کیشی سے میری
مراد یہ ہے کہ فرمانروائے اعلیٰ کی حکومت کو آبادی کا زیادہ حصہ مجہولانہ طور پر تسلیم کرتا ہے
اور اپنی طرف سے کوئی مخالف کارروائی جس سے شاہی خاندان کی تبدیلی متصور ہو یہ لوگ
نہ کرین گے لیکن یہ ہرگز نہین کہا جا سکتا کہ لوگون کے دلون مین سچا جوش وفاداری موجزن
ہے یا قومی مودت و اتفاق کی ایک چنگاری بھی وہان سلگتی ہوئی دکھائی دیتی ہے - پس
اگرچہ یہ امر قرین احتمال نہین ہے کہ اہل خراسان شاہ کے برخلاف علم بغاوت بلند کرین گے
لیکن ساتھہ ہی یہ امر قرین احتمال نہین کہ وہ لڑائی کے وقت شاہ کا ساتھہ دین گے اور
اس لئے اون کی اطاعت کی کچھہ قدر و قیمت باقی نہین رہتی - افغانون کے برخلاف جو
سنی ہین اور جن کے ساتھہ اون کی پشتینی عداوت چلی آتی ہے بلاشبہ اتحاد قومی
کا جذبہ خراسانیون مین پیدا ہو سکتا ہے لیکن مین ایک ایشیائی غنیم کے ساتھہ جنگ چھڑ جانے
کے امکان پر اس وقت بحث نہین کر رہا ہون بلکہ روس کی منصوبہ بازی اور دست اندازی
پر - پس اگر روس کل خراسان کی طرف بڑھے تو سوال یہ ہے کہ اس صوبہ کے باشندے
ایسی حالت مین کیا کرین گے ؟

روسیونکی وقعت

میرا جواب یہ ہے کہ اگر اس پیشقدمی کے ساتھہ خفیف سے خفیف فوجی طاقت کی
بھی نمایش کی جائے گی تو اہل خراسان کچھہ بھی نہین کرین گے بلکہ خاموش بیٹھے ہوئے
قسمت پر صابر و شاکر ہو کر آقاؤن کی تبدیلی پر راضی ہو جائین گے اور یہ خیال کرین گے کہ

اس تبدیلی سے اگر اون کی حالت بدستور قایم نرہی تو کسی قدر بہتر تو ضرور ہو جاسے گی اور بدتر تو کسی حالت مین ہو ہی نہین سکتی۔ حکومت ایران کی پوسیدگی اور بدنظمی نے اِن غریب لوگون کو جو ایک عرصہ دراز سے اسکے مظالم سہتے آئے ہین ایسا بددل کر رکہا ہے کہ وہ شوق کے ساتہہ محکومیت کے ہر دوسرے پہلو کے تسلیم کرنے پر رضا مند ہین جس سے اگر اور کچہہ نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہو کہ اون کی حالت مین تبدیلی پیدا ہونے کی صورت نکل آئے۔ مین یہ نہین کہہ سکتا کہ آیا روسی ایران مین ہردلعزیز ہین یا نہین کیونکہ مین وسیع معیار پر ذاتی طور سے اِس مسئلہ کی تحقیق نہین کر سکا اور جو اطلاع کہ اِس بارہ مین متعدد لوگون سے مجہے ملی وہ آپسمین نہایت درجہ متناقض تہی لیکن جو شہرت کہ روسیون نے بخارا اور خیوا مین غلامو نکے آزاد کرنے سے جن مین سے اکثر صوبہ خراسان کے ایرانی تہے[ل]

ل مین نے اس واقعہ کی نسبت کسی کو شبہہ کرتے نہین پایا تہا لیکن اتفاق سے ایک روسی کتاب میری نظر سے گزری جو "اسکچز آف پرشیا" (مرقع ایران) کے نام سے موسوم ہے اور سینٹ پیٹرسبرگ مین طبع ہوئی۔ اسکا مصنف پی۔ آگوراڈینکاف نامی ایک روسی ہے جس کو "امپیریل جاگریفیکل سوسائٹی" نے ۱۸۷۴ء مین تاجرون کے ایک کاروان کے ہمراہ جسکا قافلہ سالار جرنیل گلوخاف کی تہا اور جو مشہد کو جا رہا تہا مامور کر کے بہیجا۔ آگوراڈینکاف کے اقوال کا اکثر حصہ ایک روسی سوداگر بامگارٹن نامی کی آرا کا گویا خلاصہ ہوتا تہا۔ یہ بامگارٹن کئی سال تک شاہرود مین سکونت پذیر رہا اور وہان بیکر نیپیر، میکگریگر اور دوسرے انگریزی سیاحون نے اوسے دیکہا۔ بامگارٹن نے جو غالباً ایک صائب الرائے شخص تہا اور جسے مخالف روس ہرگز نہین تصور کیا جا سکتا اِس امر سے انکار کیا کہ خیوا مین قیدیونکی رہائی سے روس نے ہردلعزیزی حاصل کی۔ اس کے ساتہہ ہی اوس نے یہ بہی بیان کیا کہ باوجودیکہ ایرانی روسیون کی خوشامد کرتے ہین پہر بہی وہ اونہین نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکہتے ہین اور اون کی دلجوئی اور خوشنودی بہی اس خیال سے حاصل کرنا چاہتے ہین کہ کہین ایسا نہو کہ وہ اونکی غلط کارروائیون اور ستم انگیزیونکی اطلاع شاہ کو کر دین

اور سرحدی علاقہ کو ترکمانون کی دستبرد اور تاخت و تاراج سے بچانے سے حاصل کی ہے اور
اِس کے علاوہ طاقت اور کثرت تعداد کی وجہ سے جو رعب روسیون کا قایم ہے اور نیز یہ خیال
کہ وہ برابر آگے بڑھے ہوئے چلے آرہے ہین - یہ سب کی سب باتین ایسی ہین کہ جو قوم قدرتی
طور پر بودی تھی وہ اس پیشقدمی کو تسلیم اور تعظیم کی نظر سے دیکھنے لگی - بعض اشخاص ایسے ملین گے
جن کا یہ خیال ہوگا کہ تبدیلی سے یقیناً مفید نتایج مترتب ہون گے - جمہور کی راے یہ ہوگی کہ یہ
تبدیلی اٹل ہے - غرضکہ چند لوگون کی ہمدردی اکثر کی بے توجہی کے ساتھ مل کر مخالفت کا زور
توڑ دے گی اور تسخیر کے لئے راستہ صاف کر دے گی - اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیا مذہبی مخالفت
کی آگ کو تو مشتعل نہین کیا جائے گا اور کافرون کے برخلاف جہاد کرنے کے لئے عوام کو برانگیختہ
تو نہین کیا جائے گا تو اِس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ یہ امر قرین احتمال نہین ہے کہ روس
اوس وقت تک پیش قدمی کا عزم کرے گا جب تک کہ وہ اس امر کی طرف سے اطمینان نہ کرلے
مشہد مین مذہبی عنصر زورون پر ہے اور بلاشبہہ لوگون کے جذبات و احساسات اُسکے
رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین - اگر لوگون کو یہ خیال ہو کہ یہان کی زیارت گاہ کو یا اون اوقاف
کو جو اون کی آمدنی کا ذریعہ ہین یا اُن حقوق اور رعایات کو جو اِس سے وابستہ ہین کسی قسم کا صدمہ
پہونچایا جانے والا ہے یا اون مین کسی قسم کی دست اندازی کی جانے والی ہے تو اسمین ذرا
شک نہین کہ عداوت و مخالفت کی آگ اُن کے دلون مین بھڑک اوٹھے گی - لیکن روس نے اپنی
مسلمان رعایا کے مذہبی خیالات اور اونکے اوہام کو ہمیشہ تعظیم و تحمل کی نظر سے دیکھا ہے - اسلئے
ان شکوک و شبہات کا آسانی سے دفعیہ ہو سکتا ہے اور طرہ یہ ہے کہ مشہد کے ملاؤن اور

مجتہدون کو بھی اپنے اکثر دوسری ہموطنون کی طرح رشوت لینے مین کسی طرح کا پس وپیش نہین۔
اِس سے مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ کوچان کے سن رسیدہ خان نے جو مجھ سے یہ
بات کہی تہی کہ خراسان کے تمام لوگ جتھابا ندہ کر مشہد کی خاطر لڑین گے تو اوس نے
ایک بالکل لغو بات کہی تہی۔ میرا یہ گمان ہے کہ اگر مشہد کے حصہ مین مسخر ہونا لکھا
ہے تو وہ بلا کسی قسم کی کشمکش کے مسخر ہوگا اور خراسان کی ملکیت کا انتقال خون کے ایک
قطرہ کے ضائع ہوئے بغیر ہوسکتا ہے۔

انگلستان کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے

جب مین ایسے حیرت انگیز اثر اور رسوخ کو روسیون سے منسوب کرتا ہون تو اوس سے میری
ہرگز یہ مراد نہین کہ اس بارہ مین اونہون نے کوئی استثنا حاصل کرلیا ہے۔ اگر انگریز بھی
ویسا ہی دباؤ ڈال سکین یا انجام کار ویسی ہی تدابیر اختیار کرسکین تو مجھے یقین ہے کہ جس
گرمجوشی کے ساتھ اون کے مخالفین کو خیر مقدم کہا جاتا ہے اوس سے بدرجہا زیادہ گرمجوشی
کے ساتھ اون کا خیر مقدم کہا جائے گا۔ روسیون کا طرز عمل ایران مین زیادہ تر جابرانہ اور
تحکمانہ ہے اور گو اس قسم کا طرز عمل باعث ترہیب بلکہ محرک تعظیم ہو لیکن اس سے فریق ثانی
کو مانوس نہین کیا جاسکتا۔ برخلاف اِس کے انگریزون کی راستبازی اور دیانت داری
کی وجہ سے دولت انگلستان کا باوجود عدم نمائش طاقت یعنی کثرت افواج واتصال
حدود ممالک کے اس قدر وقعت کی نگاہ سے دیکھا جانا نہایت ہی قابل تحسین ہے۔
مشرقی سرحد خراسان کی تیموری اقوام جنکا مین پیشتر ذکر کرچکا ہون انگریزون کو نہایت

دوستانہ نظر سے دیکھتی ہین اور جون جون ہم بلوچستان وسرحد ہندوستان کے قریب پہونچتے جاتے ہین انگریزون کی بے تعصبانہ اور منصفانہ حکومت کی وجہ سے اون کا ہر دلعزیز ہونا زیادہ ثابت ہوتا جاتا ہے۔ ایرانی اب اس بات کا بخوبی اندازہ کرنے لگے ہین کہ انگریزون کی یہ خواہش نہین کہ اون کی مملکت کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصہ پر بھی اپنا قبضہ کرین حالانکہ روسی تصرف غاصبانہ پر تلے ہوئے ہین۔ لیکن بات اصل مین یون ہے کہ روسی اون سے قریب تر ہین اور زبردست بھی ہین اور انگریز دور ہین اور اپنی طاقت کی مرئی نمائش نہین کرتے۔ پس اگرچہ انگریزی دائرہ اثر کی توسیع کو رضامندی کے پہلو سے دیکھا جاتا ہے اور توسیع کا موقع دینے سے پہلو تہی نہین کی جاتی لیکن لوگون کے دلون مین ایسا عزم نہین پایا جاتا اور نہ یہان کوئی ایسی جماعت ہی موجود ہے جو روسی منصوبہ بازی کی کامیابی کے ساتھ مدافعت کرنے کا بیڑا اوٹھائے۔ خراسانی اپنے دوسرے ابنائے جنس کی طرح اِس وجہ تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتے کہ جس کے پاس لاٹھی ہو بھینس اوسی کے حوالے کر دین۔

مشرقی خراسان مین دوسری راہین

(۱) مشہد سے تربت حیدری تک۔ دیکھو کتاب "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) مصنفہ ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو (۱۸۷۲ء) اور کتاب "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) مصنفہ کرنیل ایون اسمتھ (۱۸۷۲ء) صفحات ۳۵۳ الی ۳۵۶۔

(۲) تربت حیدری سے باجستان تک۔ دیکھو کتاب "از اٹک تا بہ دجلہ" صفحات ۳۴۳ الی ۳۴۹

اور کتاب "مشرقی ایران" صفحات ۳۴۹ الی ۳۵۳-

(۳) باجستان سے قائن تک - دیکھو کتاب "از اٹک تا بہ دجلہ" صفحات ۳۲۵ الی ۳۴۹ اور کتاب "مشرقی ایران" صفحات ۳۴۳ الی ۳۴۹-

(۴) قائن سے برجند تک - دیکھو کتاب "از اٹک تا بہ دجلہ" صفحات ۳۰۹ الی ۳۲۵ اور کتاب "مشرقی ایران" صفحات ۳۳۷ الی ۳۴۲-

(۵) فرہ (افغانستان) سے نیشاپور تک (براہ برجند، تون و باجستان)- دیکھو کتاب "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) مصنفہ جے-پی-فیریئیر (۱۸۴۵ء) صفحات ۴۳۷ و ۴۳۸-

(۶) فرہ (افغانستان) سے سمنان تک (براہ خور و طبس) دیکھو کتاب "سفر بذریعہ کاروان" صفحات ۴۳۹ و ۴۴۰-

(۷) طبس سے برجند تک (براہ تون و قائن)- دیکھو کتاب "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول صفحات ۱۳۷ الی ۱۹۶- مصنفہ سر سی- میگریگر- (۱۸۷۵ء)

(۸) برجند سے پاہری (ہرات) تک (براہ فارگ ویزدون)- دیکھو کتاب "سفر خراسان" متذکرہ فقرہ بالا- جلد اول صفحات ۱۷۸ و ۲۰۲-

(۹) شاہ رود سے ہرات تک (براہ ترشیز و خاف) دیکھو کتاب "جرنی فرام بنگال ٹو انگلینڈ" (بنگال سے انگلستان تک کا سفر) جلد دوم صفحات ۲۲۱ الی ۲۲۳- مصنفہ جی- فاسٹر (۱۷۸۴ء) اور نیز دیکھو تحریرات کپتان کلاڈ کلارک (۱۸۵۷ء) مندرجہ جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی- جلد سی و یکم صفحات ۴۷- الی ۵۴- مطبوعہ سنہ ۱۸۶۱ء

نواں باب

معاملات سیستان

کٹے ہیں اے رخش تو نے طے سیستان کے ہامون و دشت یکسر
پیا ہے تو نے زرہ کا پانی گیا ہے ہلمند پر تو اکثر

"سہراب و رستم" میتھو آرنلڈ

ایران کی مشرقی سرحد

ذوالفقار واقع دریائے ہری رود سے جو جدید سرحد روس و افغانستان معینہ ۱۸۸۵-۸۶ء کا نقطۂ آغاز اور اس لحاظ سے علاقہ ہائے روس و افغانستان و ایران کی حدود کا مقام اتصال ہے سرحد ایران ٹھیک جنوب کی طرف قریباً ۶۱ درجہ خط متوازیۂ طول بلد پر کئی سو میل تک چلی گئی ہے کہیں تو نا کافی طور پر معین کی گئی ہے اور کہیں مشتبہ طور پر۔ کہیں اوس پر بہت کم عملدرآمد کیا جاتا ہے اور کہیں مطلقاً اوس کی تعیین ہی نہیں کی گئی ہے۔ درہ ذوالفقار سے گوتٹر واقع ساحل بحر ہند تک اس سرحد کا کل فاصلہ بخط راست سات سو میل ہے۔ یہ سرحد سلطنت

ایران کو مشرق کی طرف دو ہمسایون یعنی افغانستان اور بلوچستان سے ملاتی ہے جنمین سے کسی کے ساتھہ بہی اوسکے تعلقات اچہے نہین ہین - ایران مین اوران دونون حکومتون مین ہمیشہ سرحدی نزاعات برپا ہوتے رہتے ہین اور ایک دوسرے کے علاقہ پر یہ دولتین عارضی یا مستقل دست اندازی و تصرف کرتی رہتی ہین - تعجب کی بات یہ ہے کہ ان تینون اقوام کے اس قسم کے جہگڑون مین استحصالی اعتبار سے ایران سب سے زیادہ فایدہ مین رہتا ہے - شاید اوسکو خیال ہے کہ شمالی و مشرقی اور شمالی و مغربی حدود پر جو نقصان اوسکو روس کے فشار جابرانہ سے برداشت کرنا پڑتا ہے اوس کی تلافی ان نواح مین کسی قدر توسیع غاصبانہ سے کرکے اپنے آنسو پوچہے -

(۱) ذوالفقار سے سیستان تک

یہ سرحد جسکا مین ذکر کر رہا ہون قدرتی طور پر چار حصون مین منقسم ہے جن مین سے ہر ایک کے مدارج ثبات اور سیاسی حالات مختلف ہین - ان مین سے پہلا حصہ ذوالفقار سے سیستان کی شمالی حد تک پہیلا ہوا ہے اور اس کا فاصلہ تخمیناً تین سو میل ہے - ہرات اور روس کے توابعات کے خراسان سے علیحدہ کیئے جانیکے بعد کے زمانہ سے دولت افغانستان و ایران کے درمیان اس نواح مین کم و بیش ایک مسلمہ حد قایم رہی ہے لیکن اس حد کی تعیین کبہی نہین ہوئی اور یہی عدم تعین اون نزاعات متوالیہ کا محرک ہے جو علی العموم آبپاشی کی اون نہرون کے قبضۂ متنازعہ سے پیدا ہوتے ہین جنہین اس سرزمین کی سب سے زیادہ قیمتی اور اکثر صورتون مین مبداء فیاض کی عطا کی ہوئی نعمتون مین سب سے بڑی نعمت سمجہے

تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کا ایک جھگڑا افغانستان و ایران مین ایک سرحدی ضلع کی بابت جو کوہستان اور غوریان کے درمیان کے خطوط متوازیہ پر واقع ہے میرے آنے سے کچھ عرصہ پیشتر سے جاری تہا۔ انگریزون کو جن سے عموماً ان موقعون پر ثالث کی حیثیت سے فیصلہ کرنے کی درخواست کی جاتی ہے اور جو کئی مرتبہ اس کام کو جس کے لئے اون کا شکریہ کبہی نہین ادا کیا گیا انجام دے بہی چکے ہین اس دفعہ پہر اس نزاع کے انفصال کے لئے طلب کیا گیا تھا۔ چنانچہ اونہون نے اس قضیۂ نامرضیہ کا فیصلہ کر بہی دیا لیکن میری راے مین بقول میکگریگر کے اس فیصلہ مین سب سے بڑا وصف یہ تہا کہ فریقین مین سے ایک کی بہی اس سے تشفی نہین ہوئی۔ مین نے اس نزاع کا صرف اس غرض سے ذکر کیا کہ اس سے اون سوانح کی نمایان ترین مثال بہم پہونچتی ہے جنکا ایسی غیر معین اور طبعی اعتبار سے اس قدر غیر مشخص سرحدپر جہان حدبندی کے نشانون کی پرکہ برابر وقعت بہی نہ سمجہنے والی خانہ بدوش قومین آباد ہون آئے دن پیش آتے رہنا لازمات سے ہے۔

(۲) سیستان

دوسرا حصہ سرحد سیستان ہے جسے سرحدی کمیشن برطانیہ و ایران و افغانستان نے بہ سرکردگی سر ایف۔ گولڈ اسمڈ ۱۸۷۲ء مین معین کیا اور یہی اس باب کا موضوع غالب ہے۔ اس حصہ سرحد کا طول شمالاً جنوباً تقریباً ۱۲۰ میل ہے لیکن چونکہ اوس نئی سرحد کا خط جسکو کمیشن نے ثالثانہ حیثیت سے معین کیا ہے منحرف ہو کر جنوب و مشرق کی سمت اختیار کرتا ہوا دریاے ہلمند سے جا ملتا ہے اور پہر جنوب و مغرب کی طرف پلٹتا ہے لہذا جو مثلث اس طرح سے بنتا ہے اوس کے دونون اضلاع

کے طول کا مجموعہ وتر سے بہت زیادہ ہے۔

(۳) سرحد ایران و بلوچستان

یہ حصہ وہ ہے جو سیستان کی جنوبی سرحد معینہ ۱۸۷۲ء کے منتہا سے شروع ہو کر مکران کی حد معینہ سال ماسبق کے شمالی سرے پر ختم ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ حصہ کوہ ملک سیاہ سے جالک تک چلا گیا ہے جس کا طول ۲۰۰ میل ہے۔ سرحد کا یہ حصہ کبھی معین نہین ہوا اور کسی کو معلوم نہین کہ یہ کہان ہے اور کیا ہے۔ کوئی دو نقشے بھی ایسے نہ ملین گے جن مین یہ سرحد ایک ہی طرح پر دکھائی گئی ہو۔ اور اکثر نقشون مین تو اس لاعلمی کی تلافی ایک صریحی قیاس کے ذریعہ سے کی جاتی ہے یعنی کوہ ملک سیاہ سے ایک خط مستقیم جنوب و مشرق کی طرف سے جوار جالک تک کھینچ دیا جاتا ہے۔ اس حصہ مین مشرق کی طرف ایران کا ہمسایہ بلوچستان ہے لیکن خانہ بدوش بلوچ قومین جو سرحد پر رہتی ہین اپنے آپ کو خان قلات کا ماتحت نہین سمجھتین اور عملی لحاظ سے خود مختار ہین۔

(۴) سرحد مکران

آخری حصہ جالک اور گواٹر کی بندرگاہ کے مابین واقع ہے اور اس کا طول ۳۰۰ میل ہے مین اس کو سرحد مکران کہتا ہون کیونکہ وہ حصہ ملک جس مین ہو کر یہ سرحد جو فاصل ایران و بلوچستان ہے گزرتی ہے اسی نام سے موسوم ہے۔ اس سرحد کی تعیین کے وقت یعنی ۱۸۷۱ء مین سر فریڈرک گولڈاسمڈ کو بہت بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس پر پورا پورا عملدرآمد جاری نہین۔ سرحد کے ان آخری دونون حصون یعنی سرحد ایران و بلوچستان بالا دیا مین

سے ایک اگلے باب مین جو صوبجات شرقی سے متعلق ہے بحث کی جائے گی۔ یہان اُنکا
ذکر صرف اس واسطے کیا گیا کہ گرد وپیش کے مواقع کے لحاظ سے ناظرین کے ذہن مین
سیستان کا موقع پوری طرح سے متمکن ہو جائے۔

ضلع سیستان

باب گذشتہ مین بیان کر چکا ہون کہ سیستان ایرانی صوبہ قائن کا ایک بلوک یعنی ضلع
ہے جو میر عالم خان والی برجند کے زیر حکومت ہے اور خان موصوف اس ضلع کے انتظام
اور فوج متعینہ نصرت آباد کی کمان کے واسطے اپنا ایک نایب مقرر کر کے بھیجتا ہے۔ یہان
مین اون حالات کا ذکر کرون گا جو اس ضلع کے مقبوضات ایران مین شامل ہونے کے
محرک اور ایک جماعت ماموره تصفیہ سرحد کے ۱۸۷۲ء مین یہان بھیجے جانے کے باعث
ہوئے۔ نیز ان واقعات کی توضیح کے لئے ضرور ہے کہ اس علاقہ کا اور اس کی ابتدائی
تاریخ کا کسی قدر ذکر کیا جائے۔

سیستان کی وجہ تسمیہ

سر ہنری رالنسن کہتا ہے کہ معتبر مورخین عرب یا ایران[۱] مین سے کسی نے بھی کبھی
اس امر مین شبہ نہین کیا ہے کہ سیستان یا سجستان۔ سگستان یعنی ملک سگان یا سکیاء
سے ماخوذ ہے۔ گو کہ مقام تعجب ہے کہ سیتھین قوم جیسی خانہ بدوش بادیہ پیماؤن کی ایک

[۱] بعض مورخین انگلستان نے اسکو "ساغس" کا مشتق قرار دیا ہے "ساغس" ایک قسم کی لکڑی
ہے جو اس نواح مین پیدا ہوتی ہے اور جسے ایرانی جلانے کے کام مین لاتے ہین۔

جماعت جو تیسری صدی عیسوی مین شمال کی جانب سے یہان آئی اس ملک کو جس مین وہ
صرف سنو برس تک آباد رہی اپنے نام سے مستقل طور پر منسوب کرتی گئی - اگرچہ ساسانی تاجدار
بہرام ثانی نے جسکا زمانہ حکومت ۲۷۵ء سے ۲۹۲ء تک ہے اس قوم کو اپنی مملکت
سے ایسا خارج کیا کہ مدتین ہوئین کہ زمانہ نے اون کو صفحہ تاریخ سے مثل حرف غلط میٹ دیا
ہے تاہم اس علاقہ کا نام اُن کی مستقل اور دائمی یادگار ہے -

لفظ سیستان کا اطلاق

تاریخ کے مختلف زمانون مین اس ملک کے حکمرانون کے مقبوضات جیسے جیسے بڑھتے
گھٹتے رہے ہین ویسے ہی سیستان کا اطلاق مختلف الرقبہ ممالک پر کیا جاتا رہا ہے لیکن
اس نام کا صحیح اطلاق ہمیشہ اوس بڑے دریاچہ یا طاس پر ہوا ہے جس مین رود ہلمند اور
دوسری اُن ندیون کا پانی اکٹھا ہوتا ہے جو یہان ایک نشیبی قطعہ زمین مین ہر طرف سے
سمٹ کر آملتے ہین - اس نشیب کی حدود نمایان ہین اور اس کا طول شمالاً جنوباً ڈھائی سو میل
ہے - یہ یقینی بات ہے کہ زمانہ سابق مین یہ نشیب ایک بڑی جھیل کے پانی سے بھرا رہتا تھا
اور اگر تمام نہرین اور آبپاشی کے نالے جو دریاؤن کا بہت سا پانی خرچ کر ڈالتے ہین بند
کر دئے جائین تو مین خیال کرتا ہون کہ بہت جلد یہ نشیب پھر اپنی قدیم حالت پر آجائیگا[۱] -

سیستان کی موجودہ حالت

وہ علاقہ جو آج کل سیستان کے نام سے موسوم ہے تین بڑے نشیبون پر مشتمل ہے جو

---

[۱] دریاے ہلمند کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو مضمون درباب طاس ہلمند مرقومہ سی آر - مارکھم مشمولہ روئداد رایل جاگریفیکل سوسائٹی (سلسلہ جدیدہ) جلد اول صفحہ ۱۹۱ -

سال کے موسم اور بہار کی طغیانی کی مدت کے اعتبار سے جھیلوں اور دلدلوں اور خشک زمین کی
شکل مین بدلتے رہتے ہین۔ پہلے نشیب مین دو چھوٹی چھوٹی جھیلین ہین جو شمال کی طرف سے
ہاروت رود اور فرہ رود۔ جنوب کی طرف سے دریاے ہلمند اور مشرق کی طرف سے خوش یا خشک رود
کے بہکر یہان آنے سے پیدا ہوگئی ہین۔ ان دونون جھیلون کے درمیان ایک گھنا نیستان
حائل ہے جسے نے زار کہتے ہین اور پانی کی جو مقدار ان جھیلون مین ہوتی ہے اوس کی کثرت یا
قلت کے اعتبار سے اس نے زار مین کبھی تو دلدل ہو جاتی ہے اور کبھی خشک ہو کر بہہ
رہجاتی ہے۔ طغیانی کے موسم مین یہ دونون جھیلین جو معمولی طور پر علیحدہ علیحدہ ہین مل کر ایک
ہو جاتی ہین اور دونون کے متفقہ سیلاب نیزار کے سر سے گزر کر دوسرے نشیب مین جس کو
ہامون کہتے ہین اور جو ایک بہت بڑے اُتھلے ظرف کی شکل مین جنوب کی طرف میلون چلا گیا ہے
گرتا ہے۔ ۱۸۷۲ء مین جب انگریزی کمیشن کے اراکین یہان آئے تو ہامون بالکل خشک تھا اور وہ
جاتے اور واپس آتے وقت اوس کی تہ پر سے ہو کر گزرے لیکن ۱۸۸۶ء مین جب روسی و افغانی سرحدی
کمیشن کے بعض اراکین کوئٹہ سے ہرات کو جاتے وقت اس راہ سے گذرے تو ہامون ایک بڑی
جھیل ہوگیا تھا جس کا پانی میلون تک پھیلا ہوا تھا اور مشہور و معروف پہاڑ کوہ خواجہ جو ہامون کی مغربی
حد کا ایک ممتاز نشان ہے پانی کی وسط مین ایک جزیرہ کی طرح معلوم ہوتا تھا[۱]۔ جب کثرت

[۱] کوہ خواجہ جسے کوہ رستم بھی کہتے ہین سیاہ آتشین سنگ خارا کی ایک تن تنہا چٹان ہے جو ہامون کی سطح سے چار سو فیٹ بلند ہے اور کئی میل تک اسمین بطور ایک نمایان حدبندی کے پیلپائے کے نظر آتی ہے۔ قدیم کیانی فرمانروایان سیستان نے اس پر ایک مستحکم قلعہ بنا رکھا تھا اور ان مین سے ایک فرمانروا نے سات سال تک اس قلعہ مین محصور رہکر نادر شاہ کی افواج قاہرہ کے پیہم حملون کی مدافعت کی تفریح و تفرج کی غرض سے بھی سیستانی یہان آیا کرتے ہین۔ نوروز کے دن یعنی ۲۱ مارچ کو یہان میلا لگتا ہے اور اس چٹان کی سطح چوٹی پر گھوڑ دوڑ ہوتی ہے مزید اطلاع کے لئے دیکھو مضمون درباب "سیر کوہ خواجہ" مرقومہ میجر پی۔ لووٹ مندرجہ جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی جلد چہل و چہارم صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ ۱۸۷۴ء

سے طغیانی آتی ہے تو خود ہامون کا پانی بہہ نکلتا ہے اور جنوب کی سمت اختیار کر کے سرشیلا کی گھاٹی کو اپنی گزرگاہ بناتا ہوا نشیب ہاے متذکرہ بالا مین سے تیسرے نشیب مین جس کا نام زرہ ہے جا گرتا ہے۔ کمیشن کے قیام کے زمانہ مین یہ بات بیان کی گئی تھی کہ باشندون مین سے کسی کو یاد نہین پڑتا کہ کبھی ایسا اتفاق ہوا ہو کہ زرہ مین ہامون سے پانی آیا ہو۔ کیونکہ اب بجاے اس کے کہ جھیلین پانی سے چھلکتی ہوئی نظر آئین زیادہ تر یہی اتفاق ہوتا ہے کہ پانی کے خرچ ہو جانے سے خود دریا خالی ہو جاتے ہین اور زرہ کی جھیل عام طور سے ہمیشہ بیابان شورہ زار ہی رہتی ہے[1]۔ لیکن ۱۸۸۵ء مین ایک انگریزی افسر نے جو غربی بلوچستان مین سیاحت اور تحقیق کی غرض سے سفر کر رہا تھا سرشیلا یا شیلا

---

[1] سرسی۔ میگر یگر جب ۱۸۷۷ء مین بلوچستان کی سیاحت اور تحقیق حالات کر رہا تھا تو وہ ڈھائی دن تک برابر بیابان زرہ کے کنارے کنارے جنوب کی طرف گیا لیکن کھاری پانی کا ایک جوہڑ بھی اوس کو کہین نہین ملا۔ اوس کا بیان حسب ذیل ہے "پانی تو در کنار نمی کا بھی کہین نشان نہ تھا اور ہر طرف سواے ریت کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ نباتات استخوان بوسیدہ کی طرح خشک تھی اور ہاتھ لگاتے ہی آٹا آٹا ہو جاتی تھی" آخر کار بہ ہزار دقت ایک جگہ تھوڑا سا پانی زمین سے نکالنے مین میگر یگر کو کامیابی ہوئی۔ اس پانی کی کیفیت وہ اپنے انوکھے اور سادہ طرز مین یون ظاہر کرتا ہے۔ "اگر کوئی شخص زرہ جانے اور وہان سے پانی لانے کی تکلیف سے بچنا چاہے تو مین اوس کو ایک ایسا نسخہ بتا سکتا ہون جس سے وہ بلا دقت گھر بیٹھے ایسا پانی بنا سکتا ہے جو زرہ کے پانی کا ہی مزہ دے گا۔ سب سے پہلے تھوڑا سا سڑے سے سڑا پانی لیکر اوس مین اس قدر نمک ملاؤ کہ ذائقہ کے اعتبار سے وہ ویسا ہی خراب ہو جائے جیسا کہ رنگت کے اعتبار سے۔ اس کے بعد اوسے لندن کی گلیون کی لالٹینون کے انجنون کی دھونی دو۔ پھر اس مین کسی پرانے پیپے کا مدتون کا سڑتا ہوا پانی ملا کر خوب ہلاؤ۔ بس زرہ کا پانی تیار ہو گیا" (وانڈرنگز ان بلوچستان "سیاحت بلوچستان" صفحہ ۱۰۳)۔

کی گھاٹی مین سے دو فٹ گہرا پانی بہتا ہوا دیکھا جسکے زرہ کے شمالی حصہ مین جمع ہونے سے ایک وسیع جہیل (ہاسون) بن گئی تھی اور یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اس کا دور سو میل سے زیادہ ہے۔

گوناگون تبدیلیان

مذکرہ بالا بیان سے بآسانی سمجھہ مین آسکتا ہے کہ سیستان کی ہیئت کذائی کس درجہ تغیر پذیر ہے اور مورخین کو اوس کا مختلف وقتون کا جغرافیہ کس قدر پریشانی اور دقت مین ڈالنے والا ہے۔ کیونکہ نہ صرف جہیلین بڑہتی گھٹتی اور خشک ہوتی رہتی ہین (وہ رقبہ جوان جہیلون کی تلون مزاجی کے سرحد تے ہوتا ہے رالنسن کے بیان کے مطابق ایک سو میل طویل اور پچاس میل عریض ہے) بلکہ دریا بھی ہمیشہ اپنا راستہ بدلتے رہتے ہین اور جب جی چاہتا ہے کسی مصنوعی نہر کو اپنی گزرگاہ بناکر اوسے اصلی دریا کی شکل مین تبدیل کر دیتے ہین اور اس طرح آئندہ جغرافیہ نگارون کو الجہن مین ڈالنے کے اسباب پیدا کر دیتے ہین۔ لہذا یہ امر تعجب خیز نہین کہ اگرچہ اس ملک مین دریائی نئی مٹی لاکر بلا تفریق و امتیاز اراضیات پر زرخیزی اور بار آوری کے خزانے نثار کرتے ہین تاہم جس قدر ویران شہر اور مکانات اس ملک مین ہین شاید ہی دنیا مین کسی اسی طول و عرض کے قطعہ زمین مین ہون گے۔

روایتی تاریخ

یہ تو سیستان کی ہیئت کذائی کا مختصر خاکہ تھا۔ اب مین اوس کی تاریخ کا کچھہ ذکر کرتا ہون۔ از منہ قدیم ہی سے کوئی بات سیستان مین ایسی چلی آتی ہے جو ہمیشہ ایرانی قوت متخیلہ پر قوی اثر ڈالتی رہی ہے۔ کبھی یہ ملک نمرود "شکار افگن" کے خیالی تعلق کے لحاظ سے مہر نیمروز کہلایا۔

کبھی جمشید نے اسے اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ کبھی زال کے عظیم الشان بیٹے رستم نے جو جمشید سے پانچویں پشت مین تھا یہان نشو و نما پایا۔ برطانیہ کے روایتی افسانون مین شاہ آرتھر کو وہ درجہ حاصل نہین ہے جو رستم کو ایران کی داستانہاے قدیم مین حاصل ہے۔ کیونکہ شاہ آرتھر پھر بھی انسان ضعیف البنیان تھا اور اگر ہم ٹینی سن (ملک الشعراے انگلستان) کے ہم داستان ہون تو آرتھر اونیسوین صدی کا ایک جنٹلمین رہ جاتا ہے لیکن رستم نے نہ صرف توران کے بت پرست وحشیون اور افراسیاب کو پسپا کیا بلکہ عفریتون اور جنون کو بھی نیچا دکھایا۔ غالباً انگلستان کے قومی محافظ سینٹ جارج اژدہا افگن سے رستم کو زیادہ موزون طور پر تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ جس طرح ہم اپنے سکون پر سینٹ جارج کے عدیم المثال کارنامون کی علامتین منقش کرتے ہین اسی طرح ایرانی رستم کی شجاعت و تہور کی داستان کی تصویرون سے اپنے دروازون۔ محرابون اور ستونون کو مزین کرتے ہین۔

ابتدائی تاریخ

اسکندر اعظم کے زمانہ مین سیستان روایت کی ظلمت سے نکلکر تاریخ محققہ کی روشنی مین آتا ہے اوس وقت اسکا نام درنگیانا تھا جو اوس سرزمین کا مرادف ہے جسے ہرودوٹس نے سرنگیان سے تعبیر کیا ہے۔ سکندر غالباً اپنے مشرق کے سفر مین یعنی ہندوستان جاتے ہوئے اس طرف سے گذرا اور مراجعت کے وقت اگرچہ وہ خود جنوب کی راہ اختیار کرکے گیدروسیا (مکران) ہوتا ہوا کرمانیہ (کرمان) کو چلا گیا لیکن اوس نے فوج کا ایک سریع السیر

دستہ کریٹیرس کے زیر حکم اراکوٹیا اور درنگیانا کی جانب روانہ کیا[51]۔ ساسانی بادشاہوں کی سلطنت کے زمانہ مین سیستان مذہب زردشت کا پررونق مرکز تھا اور یہین اوس نسل کا آخری تاجدار یزدگرد عرب فاتحون سے بھاگ کر مرو جاتے ہوئے جہان اوس کی قسمت کا فیصلہ ہوا آیا تھا - زمانہ مابعد یعنی عربون کی ہی سلطنت مین یہ صوبہ ترقی کی معراج کمال کو پہونچا اور اسی زمانہ سے وہ وہ وسیع کھنڈر بہی منسوب کئے جاتے ہین جنکا ذکر مین پہلے کرچکا ہون[52]۔ نوین صدی مین یعقوب بن لیث[53] ایک کوزہ گر نے جو رہزن بہی تہا لیکن اپنی طبیعت مین سپہگری اور

---

[51] سیستان کی ابتدائی تاریخ اور وہان کے باشندونکے حالات مین سب سے بڑی سند سر ہنری رالنسن کا وہ مضمون ہے جو "نوٹس آن سیستان" (حالات سیستان) کے عنوان سے "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" کی جلد چہل وسوم کے صفحات ۲۷۲ الی ۲۹۴ مین چہپا ہے (۱۸۷۳ء)۔ آنس بارو بین ڈاکٹر بیلیو کا وہ نادر اور صحیح خلاصہ جس کا عنوان "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا دجلہ) ہے ۲۴۸ سے لیکر ۲۶۲ صفحے تک اور نیز "دی انکوائری انٹو دی اتھنا گریفی آف افغانستان" (تحقیقات نسل ہائے افغانستان) مرتبہ ۱۸۹۱ء بہی دیکھنی چاہیئے۔ ایرانی سیستان کے زمانہ حال کے خاص باشندے یہ ہین - سیستانی جو دوسری فائق وممتاز قومون کے مقابلہ مین بہت ہی ذلیل حیثیت رکھتے ہین۔ کیانی جنہین کیخسروانی نسل کے سے ہونیکا دعوی ہے۔ کردغالی یعنی کردستان کے کردون کی وہ شاخ جس نے یہان آکر غوری خاندان ملک کردیہ قایم کیا (اس خاندان کی حکومت ۱۲۴۵ء سے ۱۳۸۳ء تک قایم رہی)۔ ایراقی جو تاجیک کہلاتے ہین اور بلوچی جنکی خاص نسلین سیستان مین سربندی (جن کو تیمور ہرات مین لے گیا تہا لیکن نادر شاہ پہر یہان لے آیا) اور شاہ رخی ہین۔

[52] ان کے مفصل حالات خصوصاً نیشاوران کے حالات کے لئے دیکہو کتاب ڈاکٹر بیلیو کے صفحات ۲۴۱ و ۲۴۹ و ۲۳۷۔

[53] عمر ولیث جسکا ذکر گلستان سعدی مین ہے دراصل اسی کا چہوٹا بہائی تہا جو اسکے بعد تخت نشین ہوا۔ مترجم

"آئین سروری" کے خداداد جوہر رکھتا تھا خاندان صفاریہ[۵۱] کی بنیاد ڈالی اور اپنے زور بازو سے[۵۲] وہ قلیل العمر سلطنت قایم کی جو شیراز سے لیکر کابل تک پھیلی ہوئی تھی لیکن صدی مابعد مین محمود غزنوی کے آہنین حملہ سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئی۔ الاصطخری جو اوس زمانہ مین سیستان گیا تھا بیان کرتا ہے کہ اس ملک مین آباد شہر ہین۔ بڑی بڑی نہرین ہین اور کثرت سے دولت ہے[۵۳]۔ چنانچہ اوس کے قدرتی ذرائع دولت مین ایک سونے کی کان بھی شریک تھی جو بعد مین ایک زلزلہ کے آنے سے ضائع ہوگئی۔ تیرہوین اور چودہوین صدیون مین سیستان کو بھی اطراف وجوانب کے دوسرے بلاد وامصار کی طرح اون دو ناگہانی بلاؤن کا سامنا کرنا پڑا جو چنگیز خان اور تیمور بیگ کی انسانی صورتون مین بنی نوع انسان پر نازل ہوئین اور ان کے ہاتھون یہ لہلہاتا ہوا گلشن تباہ ہوکر ویرانہ زاغ وزغن بن گیا اور

ایسا اجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا

سیستان کے کیانی حاکمون نے جو سلسلہ اکینیہ کے اول تاجدار کیقباد کی نسل سے ہونے کا دعوی کرتے تھے سلاطین صفویہ کے عہد مین پھر اِس ملک کو آباد کیا لیکن گردش ایام نے اِس ملک کو پھر روز بد دکھایا اور ۱۷۲۲ء مین افغان حملہ آورون اور اوس کے بعد نادر شاہ کے

---

۵۱ دیکھو وہ مضمون جس کا عنوان ہے "دی کنگز آف دی صفارین ڈائنسٹی آف نیمروز آر سجستان" (نیمروز یا سجستان کے سلاطین صفاریہ) مرقومہ میجر ایچ۔ جی۔ ریورٹی۔ شمولہ جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد پنجاہ وچہارم (۱۸۸۵ء) صفحہ ۱۳۹۔

۵۲ دیکھو تاریخ سیلکم۔ جلد اول صفحات ۱۴۸ الی ۱۵۲۔

۵۳ دیکھو "اورینٹل جاگریفی" (جغرافیہ شرق) صفحات ۲۰۳ الی ۲۰۹۔

ہاتھون (جس نے اون کا استیصال کیا) اس بدقسمت ملک کے مصائب و آلام درجہ انتہائی کو پہونچ گئے۔ نادرشاہ کی وفات کے واقعہ تک جو ۱۷۴۷ء مین پیش آیا سیستان دولت افشاریہ کی عظیم الشان مگر مغصوبہ حدود مین شامل رہا۔ اسکے بعد جب اولوالعزم سپہ سالار احمد شاہ ابدالی نے اپنے آقا کے نقش قدم پر چل کر افغانستان مین سلطنت درانیہ کی بنا ڈالی تو سیستان کا الحاق اوسکی مملکت کے ساتھہ ہوگیا۔ اس زمانہ سے سیستان اول اول آج کل کی سیاسی تماشاگاہ مین نظر آنا شروع ہوتا ہے اور گزشتہ تیس سال سے برطانوی و ہندوستانی تدابیر مملکت کی بساط کا ایک اہم مہرہ ہوگیا ہے۔[۵۱]

تاریخ مابعد

احمد شاہ کی وفات کے بعد تیمور شاہ کو اوس کی وفات تک جو ۱۷۹۳ء مین ہوئی سیستان برابر خراج دیتا رہا۔ اِس کے بعد جب درانی سلطنت کے اجزا پراگندہ ہونے شروع ہوئے تو سیستان کبھی تو ہرات کے توابعات مین رہا اور کبھی قندہار کے۔ سلطنت ایران کو دوسرے معاملات مین مصروف ہونے کی وجہ سے اتنی فرصت نہ تھی کہ اسکے واپس لینے کی کوشش کرتی لیکن ۱۸۵۱ء سے یار محمد والی ہرات کی وفات کے بعد ایران نے اوس بدنظمی اور نااتفاقی سے منتفع ہوکر جو افغانستان مین پھیلی ہوئی تھی اپنے حقوق اور دعاوی پیش کرنا شروع کئے۔ اوسے اب یاد آیا کہ نادرشاہ اگرچہ حقیقت مین ایک ترکمانی غاصب تھا لیکن پھر بھی ایران کا بادشاہ

---

۵۱ رضاقلی خان نے جو زمانہ حال کے ایرانی مصنفین مین بلحاظ فضل و کمال اور باعتبار ضخامت تصانیف اعلی درجہ رکھتا ہے گزشتہ نصف صدی کے اثنا مین گمنام طور پر فارسی زبان مین تاریخ سیستان لکھی ہے۔

تھا اور سیستان نے ایران کے سلاطین سابق کی طرح اوس کو بھی خراج دیا تھا۔ علی خان حاکم سیستان کو راضی کر کے ایرانی جھنڈا سیستان مین نصب کیا گیا اور اسکے صلہ مین ایک ایرانی شاہزادی حاکم مذکور کے حبالہ نکاح مین دی گئی۔ اسی زمانہ مین ایران نے ۱۸۵۶ء مین ہرات پر حملہ کیا جس کی وجہ سے برطانیہ کلان کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کا نتیجہ صلحنامہ پیرس ہوا جسکی رو سے ایران کو ہرات کے حقوق فرمانروائی اور افغانستان کے معاملات مین دست اندازی کے دعاوی سے دست بردار ہونا پڑا۔ بااین ہمہ علی خان فوج ایران کا ایک دستہ ساتھ لیکر سیستان کو واپس آیا گو کہ اس بات پر گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے متواتر اعتراضات بھی ہوتے رہے اور ہمیشہ علی خان اور اوس کے بعد اوس کا جانشین تاج محمد (جس نے دوست محمد خان کی مہم ہرات کے وقت ایران سے مدد مانگی تھی) شاہ ایران ہی کی فرمانروائی کو تسلیم کرتے رہے۔ اس عرصہ مین وزیر اعظم سلطنت برطانیہ صلحنامہ پیرس کی ایک شرط کی خلاف ورزی پر برابر اعتراض کرتا رہا اور سلطنت ایران ہمیشہ صلحنامہ مذکور کی دوسری شرط سے انتفاع اُٹھانے کے متعلق وزیر موصوف کو توجہ دلاتی رہی جسمین یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ درصورت سلطنت ایران اور افغانستان مین نا اتفاقی ہو جانے کے انگریزی سلطنت بیچ بچاؤ کرے۔[۱]

---

[۱] دونون شرائط عہدنامہ کے فقرہ ۶ مین مندرج ہین۔ پہلی شرط حسب ذیل تھی۔ شاہ کجکلاہ ایران اقرار کرتے ہین کہ وہ افغانستان کے اندرونی معاملات مین آئندہ دست اندازی کرنے سے احتراز کرین گے۔ شاہ کجکلاہ یہ بھی وعدہ کرتے ہین کہ وہ ہرات اور تمام افغانستان کی خودمختاری کو تسلیم کرین گے اور ان ریاستون کی خودمختاری مین مداخلت کرنے کی کبھی کوشش نہ کرین گے۔ دوسری شرط کے الفاظ یہ تھے۔ ممالک ہرات و افغانستان اور دولت علیہ ایران مین اختلافات برپا ہونیکی صورت مین دولت ایران اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ وہ تصفیہ نزاع کے لئے دولت برطانیہ کی دوستانہ مصالحت سے استمداد کرے گی اور اُس وقت تک فوج کشی نہ کرے گی جب تک کہ یہ مصالحت بے سود ثابت نہ ہو۔

شیر علی بہی جو اپنے باپ دوست محمد خان کی جگہ ۱۸۶۳ء مین امیر افغانستان ہوا دل سے
چاہتا تہا کہ کچھہ نہ کچھہ فیصلہ ہو جائے - لیکن اس زمانہ مین میدان اوس عدم مداخلت کے
واجب نفرین طرز عمل کے ہاتہہ تہا جس کا لارڈ لارنس مانا ہوا حامی اور موید تہا - اور اسی اصول
کو مد نظر رکہہ کر گورنمنٹ شیر علی کو امیر تسلیم کرنا نہین چاہتی تہی حالانکہ گورنمنٹ کو بعد مین اسے مجبوراً
وظیفہ دینا پڑا - غرضکہ ایک مدت تک جانبین مین باہمی عذر - اعتراض اور حیلے حوالے ہوتے
رہے تا آنکہ نومبر ۱۸۶۳ء مین لارڈ رسل نے جسکا اس روز روز کی تو تو مین مین اور خرخشہ سے ناک مین
دم آگیا تہا ایک تحریر بہیجی جسکا مضمون یہ تہا کہ "ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ اس معاملہ مین دخل دینا نہین
چاہتی اور فریقین کو اختیار دیتی ہے کہ اپنے اپنے دعاوی کا بزور شمشیر تصفیہ و انفصال کر لین"
لارڈ رسل کی یہ کارروائی اس عالمگیر اصول کی تلقین پر مشتمل تہی کہ جس کی لاٹھی اوس کی بہینس - گو کہ
ایسا کرنے مین اوسنے جرات کا اس قدر ثبوت نہین دیا جس قدر راستبازی اور تدین کا - قصہ مختصر
یہ کہ اس اجازت سے فائدہ اوٹہا کر ایران نے ۱۸۶۵-۶۶ء مین اس ملک پر فوج لیکر چڑہ کر آیا اور اوس پر
قبضہ کر کے اس علاقہ کے تمام ایرانی باشندون کو دائرہ انقیاد مین لے آیا - بلکہ اس سے
بہی زیادہ یہ کیا کہ بلوچی رعایاے افغانستان سے ساز باز کر لیا - افغانستان کچھہ عرصہ تک
خاموش رہا لیکن شیر علی نے جو افغانستان پر پورا تسلط جما چکا تہا اور اپنا وقار قایم رکہنا چاہتا
تہا اپنے دعوے پر زور دینا چاہا - اس نازک موقعہ پر بدین خیال کہ کہین اوس اشارہ کی بنا پر جو لارڈ
رسل نے اپنی مراسلت مین کیا ہے جدال و قتال تک نوبت نہ پہونچ جائے لارڈ کلیرنڈن نے یہ
تجویز پیش کی کہ معاملہ کا تصفیہ بمصالحت و تراضی طرفین ہونا چاہیے - فریقین نے یہ تجویز زیادہ جوش

باسرگرمی کے ظاہر کیئے بغیر منظور کی اور سنہ ۱۸۷۰ء مین سرایف - گولڈاسمڈ جو برطانیہ کلان کی طرف سے چیف برٹش کمشنر (سرپنچ) مقرر ہوا تھا اس معاملہ کے انفصال کے واسطے انگلستان سے روانہ ہوا - لیکن اشکال اور تعویق کے واقع ہونیکے باعث سائل آیندہ مین صرف اسی قدر کام ہوسکا کہ سمندر سے جالک تک ایران و بلوچستان کے درمیان پیمایش اور حدبندی ہوئی اور پھین سنہ ۱۸۷۲ء مین جاکر کمیشن سیستان کو دعاوی فریقین پر غور کرنے کی غرض سے معاینہ موقع کے لیئے روانہ ہوسکا -

سرایف - گولڈاسمڈ کا کمیشن (سنہ ۱۸۷۲ء)

اور اوس کی مساعی کیفیت کچھ تو خود جرنیل گولڈاسمڈ اور اوس کے پرسنل اسسٹنٹ میجر (حال کرنل) ایون اسمتھ[له] نے قلمبند کی ہے اور کچھ ڈاکٹر بیلیو[له] نے جسے لسنہ مشرقیہ مین دستگاہ کامل ہونے کے باعث شہرت حاصل ہے اور جو جرنیل (بعد مین سر - آر) پالک کے ہمراہ گیا تھا - جرنیل موصوف ہندوستان سے بطور وکیل والیسراے (لارڈ میو) بھیجا گیا تھا لیکن اوسکے بھیجے جانے کی غرض و غایت متحقق نہوئی - حدبندی کا مسئلہ[له] بوجہ غیر معمولی طور پر آسان ہونے کے نہایت ہی مشکل تھا - سیستان کے متعلق افغانستان کا دعوی بالکل

له دیکھو کتاب "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) کا دیباچہ اور صفحات ۲۲۵ الی ۲۹۵ -

له دیکھو "ریکارڈ آف دی سیستان مشن" (حالات سفارت سیستان) جو سرکاری طور پر شائع ہوئے اور نیز "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) -

له مسئلہ حدبندی سیستان پر تھوڑے سے تصرف کے ساتھ جس کے لیئے مرزائے مرحوم کی روح سے مین معافی مانگتا ہون غالب کا یہ مشہور شعر صادق آتا ہے -

یہ مسئلہ اگر نہین آسان تو سہل ہے + دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین مترجم

صاف اور معقول تہا اور اِس بنیاد پر مبنی تھا کہ سیستان زمانہ قدیم یعنی احمد شاہ بانی سلطنت افغانستان کے زمانہ سے جزو سلطنت افغانستان چلا آتا ہے۔ اِسی طرح ایران کا دعوے بہی صاف اور معقول تھا اور اِس بنیاد پر مبنی تھا کہ سیستان اِس سے بہی زیادہ قدیم زمانہ سے جزو سلطنت ایران چلا آتا ہے اور اِس دعوے کی ایک قوی تر دلیل یہ تہی کہ ایران نے اِس علاقہ کو حال مین مکرر فتح کرکے اپنا عمل دخل بہی اوس مین کرلیا تہا۔ یہ تمام مواد نہ صرف عقل دقیقہ سنج کی موشگافیون بلکہ منطق ظاہربین کی کج بحثیون کے لئے کچھہ کم نہ تہا۔ جو مشکل اِس معاملہ کے تصفیہ مین آکر پڑی تہی اوسے دو مشرقی کمشنرون کے طرز عمل نے جو اِس کمیشن کے ارکین تہے پیچیدہ تر کردیا تھا۔ ایرانی کمشنر مرزا معصوم خان آغاز ہی سے علانیہ طور پر اسکے برخلاف تہا اور اوس سے جس قدر ہو سکا اوس نے اس معاملہ کی چلتی گاڑی مین روڑا اٹکایا۔ افغان کمشنر بہی کچھہ بہت زیادہ قابل عملدرآمد باتین نہین کرتا تہا۔ آخر کار جو کچھہ مقامی پیمایش اور تحقیقات ممکن تہی وہ پوری کرکے سر الیف گولڈ اسمڈ یہ دیکھکر کہ قضیہ زمین برسر زمین فیصل ہونا محال ہے مجبوراً طہران چلا گیا جہان اوس کے فیصلہ کو بہت کچھہ رد و کد کے بعد شاہ نے منظور کیا۔

سیستان کے حصے بخرے

جرنیل گولڈ اسمڈ نے مناسب سمجہا کہ دونون ملکون کے مقبوضہ حصص سیستان کی تصریح و تفریق کردے۔ ان حصون کا نام اوس نے سیستان خاص اور سیستان بیرونی[۱] رکہا۔ سیستان

[۱] جرنیل گولڈ اسمڈ نے اسکے متعلق خود ایک مضمون لکہا ہے جس کا عنوان ہے "بندر عباس سے مشہد تک کا سفر براہ سیستان"۔ یہ مضمون جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی کی جلد چہل و سوم مطبوعہ ۱۸۷۳ء کے صفحات ۶۵ الی ۸۳ پر مندرج ہے۔

خاص کی تعیین اوس نے اس طرح کی ہے ۔ وہ حصہ جسکے شمال مین نے زار اور جنوب مین وہ بغلی نہر ہے جو دریاے ہلمند سے سرکوہہ اور دوسرے قرب وجوار کے دیہات کی آبرسانی کے واسطے نکالی گئی ہے ۔ جس کے مشرق کی طرف دریاے ہلمند کی قدیم اور اصلی تہ اور مغرب کی جانب ہاسون اور کوہ سیاہ کے دامن ہین ۔ اس کے رقبہ کا اوس نے ساڑھے نوسو میل مربع اور آبادی کا ۴۵۰۰۰ تخمینہ کیا ہے جس مین سے ۲۰۰۰۰ سیستانی[۵۱] ۔ ۱۵۰۰۰ فارسی بولنے والے نوآباد اور ۱۰۰۰۰ بلوچی خانہ بدوش تھے ۔ سیستان بیرونی وہ حصہ ملک ہے جو شمال کی طرف دریاے ہلمند کے جھیل والے دہانہ سے لیکر کنارہ راست پر رودبار[۵۲] تک جو ہلمند کے کنارے پر جنوب کی طرف واقع ہے ختم ہوتا ہے ۔ سر الیف گولڈ اسمڈ کا فیصلہ مختصر الفاظ مین یہ ہے ۔ اوس نے سیستان خاص ایران کو اور سیستان بیرونی افغانستان کو دیا ۔ دونون حصے کے درمیان حسب ذیل حد فاصل مقرر کی گئی ۔ سیاہ کوہ سے لیکر جو ایرانی ضلع نہبندان کی شرقی حد ہے نے زار کے جنوبی دامن پر سے گزرتی ہوئی ہلمند کے بائین کنارے تک ۔ وہان سے ہلمند کے بیچ کی طرف اوس نقطہ تک جو بند کلان[۵۳] واقع کوہک سے ایک میل اوپر

---

[۵۱] سر ایچ رالنسن حسب ذیل رقمطراز ہے ۔ اصلی سیستانی آریہ قوم کے خط وخال والے ایرانی ہین ۔ اور حقیقت مین اگر قدیم نسل آریہ کے نجیب الطرفین لوگ ایران کے کسی حصہ مین پاے جاتے ہین تو وہ بھی سیستانی اور ہرات کے جمشیدی ہین ۔ دور اکمینیہ کے ایرانیون کی زبان بشکل صورت اور عام خصوصیات سلطنت ایران کے کسی اور حصہ کے نسبت اس بیرونی گوشہ مین زیادہ حفاظت کے ساتھہ قایم رہی ہین ۔

[۵۲] یہ وہی رودبار ہے جس کی طرف سعدی نے ذیل کے شعر مین اشارہ کیا ہے ۔

یکے دیدم از عرصۂ رودبار   کہ پیش آمدم بر پلنگے سوار   مترجم

[۵۳] یہ بند جسے بعض دفعہ بند امیر یا بند سیستان یا کوہک بند بھی کہا جاتا ہے ایک بہت بڑا پشتہ ہے جو دریا کے پاٹ مین جھاؤ کی شاخون ۔ لکڑی کے بڑے بڑے لٹھون اور کوٹی ہوئی مٹی چکنی کی آمیزش باہمی سے بدین غرض تیار کیا گیا ہے کہ دریا کے پانی کا زیادہ تر حصہ نہر سرکوہہ مین جا شامل ہو ۔

کی جانب ہے۔ اور وہان سے جنوبی و مغربی سمت مین بخط راست کوہ ملک سیاہ تک جو اوس کوہستان کا جو صحراے زرہ کی مغربی حد ہے شمالی سلسلہ ہے یہان سیستان کی حد ختم ہو جاتی ہے اور اس لئے فیصلہ بھی ختم ہوتا ہے اس نقطہ کے جنوب کی طرف وہ غیر معینہ اور غیر معمولہ حد ہے جو جالک تک چلی گئی ہے اور جسکا مین پیشتر ذکر بھی کر چکا ہون۔

آزادانہ راے

وجودیکہ جنرل گولڈاسمڈ ایسی ہدایات کی زنجیرون مین جکڑا ہوا تھا جو نا ممکن التعمیل تہین اور باوجودیکہ بہم رکاوٹین اوس کی راہ مین حایل تہین تاہم اگر وہ اس بارہ مین کوئی ناطق فیصلہ دے سکا تو اس کی وجہ محض وہ پیش بینی تھی جو اس امر کی محرک ہوئی کہ کمیشن کر ہندوستانی اراکین کے یہان پہونچنے سے پہلے وہ مقامی پیمایش ختم کرلے اور ان تمام باتون کو مدنظر رکھہ کر جنرل موصوف اپنی معاملہ فہمی کے لئے سزاوار تحسین ہے۔ اسمین شک نہین کہ ایک بے لاگ آدمی کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس فیصلہ کی رو سے سلطنت ایران نفع مین رہی کیونکہ جو خطہ باعتبار سیر حاصل اور زرخیز ہونے کے حقیقت مین اس ملک کی جان ہے اور جسکی نسبت دولت ایران قبضہ قدیم اور حق وخیلکاری کے دوہرے دعادی پیش کرتی تھی وہی اوسکو ملا۔ دولت ایران نے دس سال قبل بھی اس علاقہ کی نسبت اپنے حقوق پیش کئے تھے اور اگر اوس وقت اس معاملہ کا تصفیہ ہوتا تو ذرا شک نہین کہ اس دوسرے دعوے (حق وخیلکاری) کی عدم موجودگی مین جو فیصلہ ہوتا وہ اوسکے حق مین اس قدر مفید نہ ہوتا جیسا کہ اب ہوا ہے لیکن باوجود کہ اسکے دولت ایران اس فیصلہ سے ناراض ہی رہی اور

اس تقسیم کو اوسنے ہمیشہ اس نظر سے دیکھا کہ انگریزون نے اوسکا نقصان کر کے اپنی ماتحت ریاست (افغانستان) کو نفع پہونچانے کی کوشش کی۔ افغانستان اپنی طرف ناراض رہا کہ ملک کا سب سے زیادہ سیر حاصل اور شاداب خطہ ہاتھ سے نکل گیا۔ اور سنا جاتا ہے کہ اسی بات پر انگریزون کی طرف سے شیر علی کا دل کبھی صاف نہ ہوا۔ ہمہ حد پر اس فیصلہ کے مطابق پوری پابندی کی ساتھ عملدر آمد نہین ہوتا لیکن اگر ہم یہ بات مان بھی لین کہ اس فیصلہ سے رفع نزاع مین کامیابی ہوئی تب بھی یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا حکومت انگریزی کا اس قسم کے نزاعات کا انفصال اپنے ذمہ لینا مصالح عقلی پر مبنی ہے جسکی فریقین ہمیشہ غیر صحیح تاویلین کرتے ہین اور جس سے سوا بدنامی کے اور کچھ حاصل نہین ہوتا۔ دولت برطانیہ کی طرف سے ایسے کمیشنون کا بیٹھنا گو دولت موصوفہ کی عالی ہمتی کے شیوہ پر دال ہو لیکن فصل خصومات کے اس طریقہ کے لحاظ سے فریقین مین سے کوئی بھی اوسکا ممنون نہین ہو سکتا۔

سیستان کی موجودہ حکومت

ایرانی سیستان کا خاص شہر سہ کوہہ ہے جو مٹی کے تین بڑے بڑے تودون پر آباد ہونکی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے۔ ۱۸۷۲ء مین جب کمیشن کا وہان گذر ہوا تو اس شہر مین تقریباً ۱۴۰۰ کچے جھونپڑے تھے جن مین سے نصف سے زیادہ نہ اوس وقت آباد تھے اور نہ اب ہین۔ یہ قصبہ صوبہ کے سب سے زیادہ شاداب خطہ مین واقع ہے اور باشندے سب کے سب کاشتکاری کرتے ہین لیکن جیسا کہ مین پیشتر ذکر کر چکا ہون انتظامی اور فوجی صدر مقام نصرت آباد ہے (جسے گولڈاسمڈ نصیر آباد لکھتا ہے) جہان امیر قائن کا ڈپٹی گورنر (نائب صوبہ) رہتا ہے۔ اور دو پیدل پلٹنون مین سے

ایک پلٹن جسکی تعداد برائے نام ۱۰۰۰ لیکن حقیقت مین ۸۰۰ سے بھی کم ہی اور جو کل علاقہ سے بھرتی کیجاتی ہے اور کچھ رسالہ اور چند توپین متعین ہین۔ فوجی خدمت مدۃ العمر تک انجام دینی پڑتی ہے اور اون خاندانون مین جن مین سے سپاہی بھرتی کئے جاتے ہین یہ خدمت متوارث ہے۔ سپاہیون کے پاس ایرانی ساخت کی منھ کی طرف سے بھری جانیوالی بندوقین ہین اور اونکو ہر دوسرے سال سرکار سے وردی ملتی ہی۔ اون کی سالانہ تنخواہ بیس[۱] قران (نو روپیہ) اور ساڑھے سات من گیہون بیان کیجاتی ہے اور جب سیستان مین فوجی خدمت پر مامور ہون تو خوراک بھی ملتی ہے[۱]۔ افغانی سیستان کا صدر مقام چکھن سور یا چخن سور ہے (جسکو کوئی چکناسور اور فیر شیخ ناصر کہتا ہے) جو ہلمند کی جھیل کے مشرقی معاون خوش یا خشک رود پر واقع ہے۔

یوروپی سیاح

انگریزی کمیشن کے بھیجے جانے سے پہلے اون یوروپی سیاحون کی تعداد جو سیستان مین آئے اور جنہون نے اپنی سیاحت اور مشاہدات کی روداد چھوڑی بہت ہی کم ہی۔ سر جان ملکم نے جو تیسری مرتبہ دربار ایران مین سفارت کی غرض سے جانیکا ارادہ کر رہا تھا ۱۸۰۹ء مین کپتان گرانٹ (جو بعد کو بغداد اور کرمان شاہ کے درمیان والی سڑک پر قزاقون کے ہاتھ سے مارا گیا) اور کپتان کرسٹی (جو ۱۸۱۲ء مین بمقام اسلان دز نہایت بہادری کے ساتھ ایرانی فوج کی طرف سے روسیون سے مقابلہ کرتے ہوئے کام آیا) اور لفٹنٹ (بعد مین سر ہنری) پاٹنجر کو مکران۔ بلوچستان اور سیستان

[۱] یہ اعداد جو ۱۸۸۶ء مین اخذ کئے گئے ایران کی بیدل فوج کی عام تنخواہ سے مطابقت نہین رکھتے۔ اسپر آگے چلکر ایک باب مین جسکا موضوع فوج ایران ہی بحث کیجائیگی۔ لیکن بلاشبہ تقسیم تنخواہ بھی ویسی ہی بے قاعدہ ہی جیسا کہ طریقہ تقرر تنخواہ۔

لکے حالات دریافت کرنے کے واسطے بہیجا۔ کپتان گرانٹ کا سفرنامہ بیس سال بعد شایع کیا گیا۔ کرسٹی اور پاٹنجر کی سیاحت بلوچستان کے حالات پر جونادر کتاب پاٹنجر نے لکہی ہی[۵۱] اوس سے شایقین کتب اسفار بہت کچھ متمتع ہوے۔ پاٹنجر کو نوشکی مین چہوڑکر کرسٹی شمال کی جانب ہرات کو براہ سیستان روانہ ہوا اور اوسکے سفرنامہ کا (جو کبہی علیحدہ نہین شایع ہوا) خلاصہ پاٹنجر کی کتاب کی آخر مین بطور ضمیمہ شامل ہی[۵۲]

سنہ ۱۸۳۹ء مین ایک نوجوان انگریزی فوجی افسر کپتان ایڈورڈ کونولی نے جو پیمایش کی غرض سے سارجنٹ ییکمبران کو اپنے ہمراہ لے گیا تہا سیستان مین سفر کرکے موجودہ معلومات کے خزانہ مین بیش بہا اضافہ کیا[۵۳]۔ چند سال بعد لفٹنٹ آر۔ لیچ نے کونولی کا اقتدا کیا اور جو اطلاع اوس نے بہم پہونچائی اگرچہ وہ زیادہ ضخیم نتھی لیکن اوس سے اطلاعات سابقہ کا تکملہ ہوگیا۔ یہ اطلاع بہی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی روداد مین شایع ہوئی[۵۴]۔ سنہ ۱۸۴۵ء مین سیستان نے پہلا یورپین سیاح ڈاکٹر ایف۔ فاربس بہینٹ لیا۔ ڈاکٹر موصوف جو کامیابی کے ساتھ ایران کی شمالی و مغربی سرحد کی سیاحت و دریافت حالات کرنیکی وجہ سے پہلی ہی مشہور ہو چکا تہا مشہد آیا اور وہان سے براہ تربت حیدری و برجند و طبس سیستان پہونچا جہان ایک شخص ابراہیم خان نامی سردار لاش جوین نے اوسکو مار ڈالا۔ اس واقعہ قتل کے حالات ڈاکٹر فاربس کے

۵۱۔ دیکہو "ٹریولس ان بلوچستان اینڈ سند" (سفر بلوچستان و سند) مصنفہ ہنری پاٹنجر سنہ ۱۸۱۶ء۔

۵۲۔ دیکہو ضمیمہ تصنیف متذکرہ صدر صفحات ۴۰۶۔ الی۔ ۴۱۱۔

۵۳۔ اوسنے دو مضامین جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال مین شایع کیے جن مین سے ایک کا عنوان "اسکیچ آف دی فزیکل جاگرفی آف سیستان" (سیستان کے جغرافیہ طبعی کے کوایف) ہی اسکے ساتھ ایک نقشہ بہی ہی اور یہ نوین جلد مطبوعہ سنہ ۱۸۴۰ء کے صفحات ۷۱۰۔ الی۔ ۷۲۶۔ مین درج ہے دوسرے مضمون کا عنوان جو دسوین جلد مطبوعہ سنہ ۱۸۴۱ء کے صفحات ۳۱۹۔ الی۔ ۳۴۰۔ مین درج ہی "جرنل کیپٹ وہائل ٹریولنگ ان سیستان" (روزنامچہ سفر سیستان) ہی۔ ۵۴۔ دیکہو "اے ڈسکرپشن آف دی کنٹری آف سیستان" (بیان حالات ملک سیستان) جلد سیزدہم سنہ ۱۸۴۴ء صفحات ۱۱۵۔ الی۔ ۱۲۱۔

ذاتی ملازم نے بیان کیے ہین لیکن اوسکا طرز بیان کسی قدر بے ربط ہی یہ حالات ۱۸۴۳ء کی روئداد
رایل جاگرفیکل سوسائٹی مین شایع ہوئے[۵۱] تئیس سال بعد سرحدی کمیشن کے اراکین کا جب سیستان مین
گزر ہوا تو وہ اسی قاتل سے جو اوس زمانہ مین چکھن سور کا حاکم تہا دوچار ہوئے اور اس داستان غم کی
تفصیلی حالات اون کے سننے مین آئے۔ اونہین معلوم ہوا کہ ابراہیم خان ایک وحشی و نیم مجنون شخص تھا جو
چرس اور بہنگ کا نہایت درجہ عادی تہا چنانچہ جہیل کے کنارے آبی جانورون کا شکار کرتے کرتے
اوسنے نشہ کی ترنگ مین بیچارے ڈاکٹر فاربس کا بھی شکار کر ڈالا[۵۲]۔ اسی زمانہ مین ایک اور نوعمر فوجی افسر لفٹنٹ
پیٹن سن افغانی سمت سے دریائے ہلمند پر پہونچکر زمین داور سے سیستان کی جہیل تک دریائے مسطور کے
کنارے کنارے سفر کیا۔ وہ بھی ایک یا دو سال بعد قندہار کے بلوے مین جو کابل کے حادثہ کے بعد ہوا
مارا گیا۔ چند سال بعد یعنی ۱۸۴۵ء مین فرانسیسی افسر فریر سیستان مین پہونچا جسکے حالات اوسنے اپنی دلچسپ
کتاب مین قلمبند کیے ہین[۵۳]۔ خانیکاف روسی جسکی تحقیقات مسائل طبیعیہ کی قدر و قیمت اوس حاسدانہ تحقیر کیوجہ
سے جس سے علم و فن کے اس میدان مین وہ انگریزی متقدمین کی مساعی کو دیکھتا ہے کچھ زیادہ بڑہ نہین جاتی
یہان ۱۸۵۹ء مین آیا[۵۴] اور دشت لوط سے گزر کر کرمان گیا۔ یہ فہرست ہی اون یورپین سیاحون کی جنہون نے
جنرل گولڈاسمڈ اور اوسکے ہمراہیون کے سیستان جانے سے قبل[۵۵] اس ملک کے حالات قلمبند کیے۔

۵۱۔ جلد چہاردہم۔ ۵۲۔ دیکھو "فراہم دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) صفحات ۲۱۷ الی ۲۱۹۔ اور اسکا مقابلہ "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) کے صفحہ ۳۱۷ سے کرو۔ ۵۳۔ دیکھو "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) باب بست و ہفتم و بست و ہشتم۔

۵۴۔ دیکھو تذکرہ اقوام جنوبی حصہ حالات وسط ایشیا (رسالہ فرانسوی) صفحات ۱۵۳ الی ۱۶۴۔

۵۵۔ سیستان کے حالات جو قرون متوسطہ کے مصنفین زمانہ حال کے لیے بجز گولڈاسمڈ کے کمیشن کی رپورٹ کے علاوہ سپرد قلم کیے گئے ہین۔ دیکھو کتاب "گلوبس" جلد سی و دوم صفحات ۱۶۰-۱۸۶-۲۰۰ (۱۸۷۷ء) اور رسالہ "پیٹرمینس متھیلنجن" (۱۸۷۳ء) صفحات ۱۴۹ و ۱۵۰-(۱۸۷۴ء) صفحات ۵۹ الی ۶۳-(۱۸۷۵ء) صفحات ۶۶ الی ۷۲-(۱۸۷۶ء) صفحات ۲۵ الی ۲۹۔

سیستان کی سیاسی اہمیت



اب مین اوس مضمون کو شروع کرتا ہون جس کیطرف مین ناظرین کو آہستہ آہستہ لایا ہون اور جسکی اہمیت کا اظہار مین نے اس باب کے عنوان کی وساطت سے کردیا ہے لیکن جاننا چاہئے کہ "معاملات سیستان" سے مراد حدبندی کا قدیم مسئلہ یا ایران و افغانستان کے دعاوی بالمقابل کا مسئلہ نہین ہے بلکہ اس سے مراد وہ حصہ ہے (بشرطیکہ ایسا ہو) جو سیستان وسط ایشیا کے امور سیاسی اور روس و برطانیہ عظمی کی تدابیر ملکی و حربی مین غالباً لے گا یا لے سکتا ہے۔[۱] پرکار کی مدد سے اگر نقشہ کا معائنہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ علاقہ سیستان مشہد اور سمندر کے وسط مین واقع ہے لہذا موقعہ کے لحاظ سے اسے خراسان کی بڑھی ہوئی چھاونی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی یہ وہ ارض واسطہ ہے جس مین ہو کر کسی طاقت کو جو مشہد سے جانب جنوب بڑھنا چاہئے خصوصاً اوس طاقت کو جو بحر ہند تک جا نکلنے کی خواہشمند ہو اور اسطرح سے اوس طاقت کو بھی جو جنوب کی طرف سے خراسان اور مشہد تک جانیکی آرزومند ہو ضرور گزرنا پڑیگا اس مسئلہ کی پہلی صورت دولت روس سے متعلق ہے اور دوسری صورت برطانیہ عظمی سے۔

سیستان کے فواید روس کے حق مین

روس کیلیے سیستان مفاد موجبہ بھی رکھتا ہے اور مفاد سالبہ بھی۔ اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ان دونون مین سے اوسکے لئے زیادہ مفید کونسا ہے اگر وہ کسی وقت خراسان کا الحاق قرین مصلحت یا ضروری سمجھے تو سیستان پر قابض ہونیکی حالت مین اوس کو خراسان کا حصہ شمالی ہی نہین بلکہ سب کا سب صوبہ ملجائیگا۔ اسکے ساتھ ہی وہ ہندوستان کی بڑھی ہوئی سرحد واقع بلوچستان کے بالکل قریب بلکہ اوس سے بالکل متصل

[۱] مین اپنی کتاب "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (روس کا طرز عمل وسط ایشیا مین) مین اس معاملہ کی مختصر مگر جامع کیفیت قلمبند کرچکا ہون - دیکھو صفحات ۳۷۹ - الی - ۳۸۱ -

ہوجائیگا۔ اس وقت اوس کی سرحد اور ہندوستانی سرحد مین سلطنت افغانستان کے پورے پانچ سو میل فاصل ہین جو اگرچہ ملک کی ہیئت کذائی کے اعتبار سے اوسکے چڑھ آنے کو مانع نہین لیکن ایسی جنگجو اقوام سے معمور ہین جنکے دل اگر اپنے بادشاہ کی وفاداری سے متاثر نہ بھی ہون تاہم آزادی اور خودمختاری کے جذبات سے لبریز ہین۔ بالفاظ دیگر افغانستان مین ہوکر جو کوئی بھی پیش قدمی کریگا اوس کو افغانون کے ساتھہ سخت جنگ کرنی پڑیگی۔ اگر ایسا مہتم بالشان ارادہ عمل مین لانا مقصود ہو تو عہود و مواثیق محکمہ کا نقض لازم آئے گا۔ کثیر التعداد افواج کے اجتماع کی ضرورت داعی ہوگی اور روزانہ خطرات برداشت کرنے پڑینگے۔ برخلاف اسکے اگر روسی فوج خواہشمند ہو (مین نہین کہونگا کہ ہندوستان پر حملہ کرنیکی کیونکہ اس قسم کے بعید الامکان واقعہ سے بحث کرنیکی ہمکو ضرورت نہین بلکہ) ایک ایسی جگہ کو جو ہندوستان سے متصل ہو اور جہان سے ہندوستان کو حملہ کا خوف ہو اپنے حیطۂ تصرف مین لانے کی۔ اور سیستان پر قبضہ کرلے تو خطرات مذکورۂ بالا بالکل دور ہوجائینگے۔ کسی روسی و برطانوی عہدنامہ کے ٹوٹنے کی نوبت نہ آئیگی اور وحشی افغانون سے جنگ کرنے کی ضرورت نہ پڑیگی۔ روس کی بڑھی ہوئی سرحد ہندوستان کی بڑھی ہوئی سرحد سے بقدر تین سو میل کے زیادہ قریب ہوجائیگی اور اس تبدیلی موقعہ کے باعث اسی نسبت سے ہندوستان کی وجہ تشویش۔ اخراجات اور خطرات بڑھ جائینگے احتمال اس امر کا مقتضی نہین ہے کہ روس سیستان سے بھی کوئٹہ پر حملہ آور ہوگا لیکن اتنا تو یقینی ہے کہ اس مستقر سے اوسکو سرحدی اقوام کے ساتھہ سازش کرنے اور بلوچستان کے قطعات کے لقمے ہضم کرتے جانے کے غیر محدود موقعے ملتے رہین گے۔ یہ امر محتاج بیان نہین کہ افغانستان کے مقابلہ مین روس کو پہلے سے زیادہ استحکام حاصل ہوجائیگا۔ روس کا خراسان مین ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ روس

ہرات مین ہے اور روس کا سیستان مین ہونا یہ معنی رکھیگا کہ روس سبزوار اور فرہ مین بھی ہے۔ اور یہ دونون نہایت وسیع اور مہتم بالشان مقامات ہرات سے قندہار پر چڑہائی کرتے وقت راستہ مین پڑتی ہین مین اس وقت فوائد موجبہ کے اوس دوسرے پہلو پر جسکی روسے سیستان کا قبضہ روس کے حق مین نافع ہوگا یعنی جسکی روسے اوسکو جنوبی سمندر تک پہونچنے مین آسانی ہوگی زور نہین دیتا کیونکہ مین یہ مانے لیتا ہون کہ کوئی بھی برطانوی وزیر یا گورنمنٹ خلیج فارس یا بحر ہند پر کسی روسی بندرگاہ کے ہونے کی اوسی طرح کبھی روادار نہ ہوگی جس طرح کوئی زار بحیرہ اخضر پر کسی انگریزی بندرگاہ کے قایم کیجانے کو جایز نہ رکھیگا۔ یہ سچ ہی کہ روس جنوبی سواحل کی جانب کسی بحری مخرج کے حاصل کرنیکا بدرجہ غایت خواہشمند ہے اور اون دو طریقون مین سے جن سے وہ اس مقصد کو پورا کرنا چاہتا ہے ایک یہ ہے کہ وہ جنوب کی طرف دست درازی کرکے مشہد براہ سیستان آئے۔ اور یہ امر روس کی نظر مین قبضۂ سیستان کی آیندہ قدر و قیمت پر مستزاد ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ایسے واقعات کے صدور کا لزوم وابستہ ہی جو بعید الامکان ہین اور مین اون کو اسقدر خارج از حد تصور سمجھتا ہون کہ اون کی مزید جرح و تعدیل مین الفاظ صایع نہ کرونگا۔

سیستان کے فوائد برطانیہ عظمی کے حق مین

روس کے حق مین سیستان کے فوائد سالبہ اوس شکل کی ضد مین جو برطانیہ عظمی کے حق مین سیستان کے فوائد موجبہ سے پیدا ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر روس چاہتا ہے کہ سیستان کو خود لے تاکہ وہ برطانیہ عظمی کے قبضہ مین جانے نپائے۔ روس کو معلوم ہے کہ اگر سیستان پر انگریز قابض ہوگئے تو نہ صرف اوس کی اون آرزوؤن کا خون اور منصوبون کا خاتمہ ہوجائے گا جنکا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے بلکہ خود انگلستان

کی طاقت اس درجہ بڑہ جاے گی کہ وہ اپنے رقیب کی ایشیائی وقعت کا رنگ پہیکا کردیگا۔ مین اسکو
ورا زیادہ وضاحت کے ساتہہ بیان کرتا ہون مین نے گذشتہ باب مین اوس عظیم الشان تجارتی معرکہ کا
ذکر بالتفصیل کیا ہے جو خراسان مین روسی اور برطانوی و ہندوستانی مال تجارت مین برپا ہے مین
یہ ظاہر کرچکا ہون کہ جو فواید روس کو ماورالنہری ریلوے سے حاصل ہین اور روزبروز زیادہ مقدار مین
حاصل ہوتے رہین گے اون کی مدد سے روس اس قابل ہوگیا ہو کہ شمالی و مشرقی ایران کے بازارون
مین اپنے مصنوعات کا انبار لگادے اور اپنے صرف ایک ہی رقیب برطانوی ہندوستان کے
مال کی قیمت مشہد کی منڈیون مین گہٹادے۔ مین یہ بیان کرچکا ہون کہ اب وہ نازک وقت آگیا ہے کہ اگر برطانوی
وہندوستانی تجارت کو ذرایع باربرداری کی آسانیون اور کم خرچ راستون کے قیام سے کمک نہ پہونچائی گئی
تو آیکدن ایکدن اوسے شکست فاش ہوگی۔ صرف ایک ہی طریقہ ایسا ہے جس سے ہندوستانی مال اپنے
روسی رقیب سے مساوات کے ساتہہ مقابلہ کرسکتا ہے اور وہ یہ کہ روس ہی کی چالون کو اختیار کیا جائے
یعنی جنوب کی طرف سے ایک سلسلہ ریلوے آگے بڑہایا جاے جو شمال کی طرف کی ماورالنہری
ریلوے کا جواب ہو اور جس طرح ماسکو کی بنی ہوئی چیزین یہان لائی جاتی ہین اسیطرح بمبی کے مصنوعات
بھی یہان پہونچائے جائین خچرون اور اونٹون پر لاد کر یہ طے مسافت بعیدہ اور بصرف زر خطیر نہین بلکہ دخانی
طاقت کی زبردست مدد سے۔ ایسی ریلوے کیلیئے ضرور ہو کہ ہندوستان سے چلکر سیدہا سیستان کا رخ کرے

مجوزہ سلسلۂ ریلوے کی حربی وقعت

میرے خیال مین ایسی ریلوے کے تجارتی فواید سے انکار ہی نہین ہوسکتا جو ہندوستان کو خراسان
کے بازارون سے بالکل قریب کردیگی لیکن فوجی پہلو سے بھی جو فواید اس سے مترتب ہونگے وہ بھی کچھ کم

نمایان نہین ہین کیونکہ اس سے انگلستان کو موقعہ ملجایگا کہ ملک افغانستان کے جس پہلو کی محافظت کا اوسنے بیڑا اوٹھایا ہی اوسکی حفاظت کرسکے۔ اسکے علاوہ ریل کی وجہ سے انگلستان روس کی خواہش کشور کشائی کے اوس نشو ونما کو روک سکیگا جسکا مین نے ذکر کیا ہے اور جو ممکن ہے کہ دونون سلطنتون کے تعلقات دوستانہ کیلیئے خطرہ کا باعث ہون۔ اب مین توقف کرتا ہون اور اس امر کی طرف اشارہ کرنے سے محترز رہتا ہون کہ اگر کبھی سخت ضرورت داعی ہوئی تو ہندوستانی فوج اس موقعہ کو باسانی چڑھائی کے وقت استعمال مین لاسکتی ہی کیونکہ ایسی حالت کی تصور مین لاتے ہوئے بھی مجھی اکراہ معلوم ہوتا ہے کہ برطانوی یا ہندوستانی سپاہی کو پھر کبھی ایران مین بہ ارادہ مخاصمت گزرنے یا معارضانہ تقاضا کی تدبیر عمل مین لانے کی ضرورت درپیش آئے۔ بہرحال ناظرین کو اپنی رائے قایم کرنے مین نقشہ سی مدد ملیگی

اصول انجنیری کی رو سے اس ریلوے کی تیاری کی آسانیان

اب اس سلسلہ ریلوے کے قیام کے متعلق عملی لحاظ سے صرف دو اہم سوال باقی رہتے ہین۔ پہلا سوال یہ ہے کہ آیا اصول فن انجنیری ایسی ریلوے کی تیاری کے موید ہوسکتے ہین؟ دوسرا سوال یہ ہی کہ جس ملک مین اس ریلوے کا اجرا عمل مین آئے گا اوس سی کسقدر مالی نفع حاصل ہونا قرین احتمال ہی؟ اگر نقشہ دیکھا جائے تو اس حصہ کی ہیئت ارضی خود بخود صاف بتائے گی کہ سیستان پہونچنے کا سب سے زیادہ ممکن المرور (اگرچہ سب سے زیادہ قریب نہین) رستہ ہلمند کی وادی مین ہوکر گرشک یا قندہار سے ہے۔ اس مسافت کا بڑا حصہ (یعنی ہزار فٹ سے جو دریائے ارگنداب کے مقام اتصال سے نیچے کی طرف ہے) رود بار تک جس کا فاصلہ ۲۰۰ میل ہے اجو یہان گرمسیل کہلاتا ہے وہی ہی جسکو جنوبی ایران مین گرم سیر کہتے ہین۔ اسنا غناد خطہ کو کسی حصہ پر انسان کے جذبات کا قہر اس درجہ نازل نہین ہوا جیسا گرمسیل پر زمان سلف مین یہان ہری کھیتیان

لہلہاتی تھین اور پر رونق شہر آباد تھے لیکن رہزنون قزاقون اور وقت پکار فوجون کے طوفان بار نبالہ نے اسے ایک ریگ فشان اور ویران صحرا کی شکل مین بدل دیا۔ مگر وہ لوگ جو اس علاقہ مین سیاحت کر چکے ہین خصوصاً ڈاکٹر بیلیو جو ہندوستان سے روانہ ہو کر جرنیل پالک کے ساتھ اس راہ سے گزرے ہین اس کی از سر نو زندہ ہونے کے امکان کا نہایت وثوق کے ساتھ یقین دلاتے ہین۔ ڈاکٹر بیلیو کہتا ہے۔

"اس وادی مین گزشتہ سرسبزی و آبادی کے نشانات ہر جگہ موجود ہین۔ زمین نہایت سیر حاصل ہے اور آبپاشی کے لیے پانی ہر طرف سے مل سکتا ہے۔ ضرورت فقط اس بات کی ہے کہ ایک بارعب و رانصاف پسند حکومت ہو جو جلد اسکی گم گشتہ خوشحالی کو حالت اصلی پر لے آئے اور اسکو پھر باغ ثمر ور بنا دے جس مین سیستان سے قندہار تک گاؤن اور شہر مسلسل آباد ہون۔ ہمین ذرا شک نہین کہ ایک مہذب گورنمنٹ کی سرپرستی مین گرمسیل عروج اور سرسبزی کے اوسی درجہ کو پھر پہونچ سکتا ہے جو زمانہ سابق مین اوسے حاصل تھا اور اوس حالت مین وادی ہلمند کا یہ حصہ آب و ہوا کی خوشگواری اور فرحت افزائی مین وادی دجلہ کے خطہ بغداد سے دعوائے مساوات کر سکیگا۔ جب بدامنی اور بے آئینی کی نحوست امن و آئین کی سعادت سے بدل جائیگی تو گرمسیل پھر ایک دفعہ افزونی و فراوانی کا مرکز بنجائیگا۔ مغربی تہذیب کا پیش خیمہ کسی نہ کسی دن ضرور اس بھولے بسرے گوشہ مین آنیوالا ہے اور کچھ عجب نہین کہ موجودہ باشندون کے پوتے پروتے اپنی زندگی مین ریل کی سیٹی اسی اجاڑ بیابان مین گونجتی ہوئی سن سکین گے"[ا]

لیکن ممکن ہے کہ یہی پوتے پروتے "جو یقین ہے کہ اب تک پیدا ہونے شروع ہو گئے ہونگے" پل بڑھ کر مر بھی جائین مگر سیٹی کی گونج نہ سن سکین جسکی وجہ یہ ہے کہ ہلمند کی طرف ریلوے کے آنے کے یہ معنی ہین کہ افغانستان مین ہو کر ریلوے جائے اور چونکہ امیر افغانستان ابھی تک اسپر راضی نہین ہے کہ ریل کی گڑ گڑ بھی

[ا] دیکھو فراسم ری انڈس تو دی تائگرس (دریائے سندھ سے دجلہ تک کا سفر) صفحات ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷

اوسکے ملک مین بچھائی جاوے اور اگر وہ راضی بہی ہوا توچونکہ پہلا غالباً دوسری زیادہ ضروری تجاویز عمل مین لائی جاینگی - لہذا گرم سیل کے پوتے پروتے انشاءاپنی زندگی مین ریل کی سیٹی کی آواز بالکل نہ سن سکین گے

نوشکی سے سیستان تک کا سلسلہ ریلوے



اس سلسلہ کے قیام کا ایک اور بھی راستہ ہے جو زیادہ سیدھا ہونیکی وجہ سے قریب تر ہے اور مزاحمت مذکورہ بالا سے پاک ہے اسواسطے کہ اس امر کی مطلق ضرورت نہین کہ وہ افغانستان مین سے ہوکر گزرے - جاننا چاہیے کہ برطانیہ عظمی کی پشین ریلوے سلسلہ کوہ خواجہ عمران کے شمالی پہلو کی ایک نقطہ تک آگئی ہے اور نیز یہ کہ اس سلسلہ کوہ مین سرنگ نکالی گئی ہے اور چمن جو آجکل منتہاے ریلوی ہے کہلے میدان پر قندہار سے ستر میل سے بھی کم فاصلہ پر ہے پس جو سلسلہ ریلوے اس سرحدی ریلوے سے خواہ چمن کے اسٹیشن سے یا کسی دوسرے مقام سے سیستان تک قایم کیا جائے گا وہ سرتا سر بلوچستان کے علاقہ مین سے ہوکر گزریگا جو دولت برطانیہ کے ساتھ اتحاد رکھتا ہے اور جس مقام پر وہ وادی ہلمند مین جا نکلے گا اوسی کی اعتبار سے بیابان واسط کی مسافت کم یا زیادہ ہو جائے گی - نقطۂ انحراف عموماً نوشکی تجویز کیا جاتا ہے جہان سے سند پشین ریلوے کے اسٹیشن چمن تک سو میل سے کم اور کوئٹہ تک نوے میل سے کم اور دروازہ تک اسی میل سے کم مسافت ہے - نوشکی سے ہلمند تک بیابان مین کسی قسم کی مزاحمات ارضی سدراہ نہین ہین انجنیری حیثیت سے جو رکاوٹین راستہ مین پڑین گی - اون رکاوٹون سے کچھہ بھی نسبت نہین رکھتین جو جرنیل اینکاف کی راہ مین حایل تھین اور جن پر وہ ایسی آسانی سے غالب آیا -

افغانستان کی حالت آئندہ

پیش بندی کیے بغیر ایسی صورت حالات کا تصور ہم ذہن مین لاسکتے ہین جو افغانی اور بلوچی راہون مین

کسی رقابت کی مستلزم ہی نہ ہو بلکہ جسکی رو سے بہترین راہ بلالحاظ اسکے کہ وہ کونسے علاقہ مین سے
گزرتی ہے اختیار کی جا سکے ۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ افغانستان برضا و رغبت خود نظم و نسق سلطنت کے
لحاظ سے برطانیہ کے ظل حمایت مین آجائے بعض اہل الرائے اس صورت کو انگلستان اور افغانستان
کے تعلقات سابقہ کے صرف ایک ہی معقول و جائز نتیجہ سے تعبیر کرتے ہین اور اس مین ذرا شک نہین
کہ اس سے زیادہ عملی نتیجہ اور کوئی متصور نہین ہو سکتا۔ اگر افغانستان کا انتظامی لحاظ سے انگلستان کی
ظل حمایت مین آنا فرض کر لیا جائے تو زیادہ عرصہ نہ گزرنے پائیگا کہ افغانستان مین انگلستان جہان چاہے گا
ریل کی پٹریان بچھا دیگا (اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین سب سے پہلی ایرانی سرحد تک ریلوے کے سلسلہ قایم کرنے کے
مسئلہ پر توجہ صرف کیجائے گی) لیکن مخفی نہ رہے کہ جب افغانون اور انگریزون کی اغراض متحد ہون گی اور روس
اور برطانیہ کلان کی سرحد ملی ہوئی ہوگی (جیسا کہ اس مفروضہ کی رو سے لازم آتا ہے) تو جو اعتراض مین نے
کسی دوسرے مقام پر سختی کے ساتھ اس امر پر کئے ہین کہ افغانستان مین ہندوستانی اور روسی سلسلہای ریلوی کا
اتصال قرار پائے اور جن پر مین ابھی تک قایم ہون وہ اگر بالکل دور نہین ہو جائین گے تو کم تو ضرور ہو جائینگے
کیونکہ ایسی صورت مین افغانستان کے حجاب فاصل کی اٹھ جانیکی وجہ سے دونون سلطنتین ایشیا مین اسی طرح کاندھا
کھڑی ہوئی نظر آئین گی جس طرح روس اور جرمنی یورپ مین نظر آتے ہین اور انگلستان کو طوعاً و کرہاً بلخ یا ہرات
کی بھی ویسی ہی حفاظت کرنی پڑیگی جیسی موجودہ صورت مین پورٹس ماؤتھ یا بمبئی کی کرنی پڑتی ہے۔ اور دونون
سلطنتون کے سلسلہ ہائے ریلوے کا میلان اس طرف ہوگا کہ ایک نہ ایک دن آپس مین مل جائین لیکن
ایسی صورت حالات کا وقوع پذیر ہونا خواہ ممکن الوقوع ہو بھی تاہم ابھی بہت دور ہے اس کا ظہور اوسی حالت مین
ہو سکتا ہے جبکہ افغانستان کی آزادی کا قیام جو ہماری موجودہ تدابیر مملکت کا نتیجہ اور وجہ جواز ہے ناممکن ثابت ہو اور

چونکہ ایسی مشکوک مراتب کی بنا پر ہم آیندہ کی متعلق کوئی معین رائی قایم کرنے کی جرارت نہین کرسکتی لہذا ہماری تجاویز و تدابیر ایسی ہونی چاہئیں جنہین زمانہ آیندہ کی اوس حصہ کی حالات سے توافق ہو جو زمانہ حال سے زیادہ تر متصل ہے۔

حربی نکتہ چینی

ہم اوس ملک کی نوعیت کی مسئلہ کی بحث پر پہونچی ہین جس مین سے ہو کر یہ بلوچی و ایرانی ریلوے رجسکی نسبت ہم یہ فرض کئی لیتے ہین کہ اسکی تیاری موجودہ سیاسی حالتون کی لحاظ سی عمل مین آئی ہی گزرتی ہی تو ہم چارون طرف سی ایسی شہادت مین گہر جاتے ہین جو آپس مین بالکل متضاد ہے۔ بعض کا یہ خیال ہی کہ حربی پہلو سے ایسا سلسلہ ریلوی شمال اور مغرب دونون اطراف سی حملہ کی زد مین ہوگا۔ بعض ایسے بہی ہین جو کہتے ہین کہ بلند کی دونون طرف کی صحراون اور خود بلند کی وجہ سی اس ریلوی کی خاطر خواہ حفاظت ہوگی اس مقام پر میرا مقصد کسی حربی بحث مین پڑنے کا نہین ہی کیونکہ دخانی طاقت کی مدد سی طی مسافت کا طریقہ جب سی ایجاد ہوا ہی غالباً حربی مطالب کیلئے ایسی کوئی ریلوے قایم نہین کیگئی جسکی نسبت ماہرین فن نے متضاد اور متناقض آرا نہ قایم کی ہون بلوچ لائن ہری ریلوی کی بہی یہی حالت ہوئی اور یہی حال نوشکی و سیستان والی ریلوی کا ہوتا نظر آتا ہی۔ اس کے علاوہ اصول فن حرب کے اعتبار سی مجہہ ایسی ریلوی کی نسبت رائی زنی کرنے سے کچہہ سروکار بھی نہین اسواسطے کہ میرا پیشہ سپہگری نہین اور اسلیئے اگر مین نے اس مسئلہ کی متعلق رائے ظاہر کی تو غالباً مجہہ پر یہ اعتراض کیا جائیگا کہ مین اون معاملات مین دخل دیتا ہون جنکی متعلق مجہی ذرا بھی واقفیت نہین بہرحال باوجود فن حرب مین دستگاہ نہ رکہنی کی مین اشارتاً اس امر کا اظہار کئے بغیر نہین رہ سکتا کہ مجہی تو اس ریلوی مین کثیر التعداد حربی فواید نظر آتے ہین بایں ہمہ مین یہی بہتر سمجہتا ہون کہ اس ریلوی پر ایک تجارتی تجویز کے پہلو سے نظر ڈالی جائی اور اس امر کو فرض کئے لیتا ہون کہ جس طرح جرنیلون اور کرنیلون کو اسبارہ مین رائی زنی کی خواہش ہی اوسی طرح ملک کی اون لوگون کو بھی ہی

جو اس پر اپنا سرمایہ صرف کرین گے۔

مخالفانہ رائے

ہم یہ تسلیم کئے لیتے ہین کہ ہماری ریلوے سیستان تک پہونچ گئی ہی لیکن سوال یہ ہی کہ وہان پہونچکر اوسکے دیکھنے مین کیا آئیگا۔ اور وہ وہان کیا کریگی۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہین کہ سیستان کے مقامی حالات طبعی تجارت یا توطن کے لئے بالکل موافق نہین۔ یہ لوگ سیستان کی ہیئت ارضی کی نہایت ڈراونی تصویر کھینچتے ہین اور بتاتے ہین کہ وہان ایک ہوا جسکو باد صد و بست روز کہتے ہین ہمیشہ مارچ سے اگست تک شمال و مغرب کی جانب سے چلتی رہتی ہے۔ یہ ہوا طلوع آفتاب کے وقت سے چلنا شروع ہوتی ہی اور دوپہر کو کسی قدر کم ہوجاتی ہے لیکن مغرب کے بعد سے سخت تیز ہونا شروع ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ یہان ایک قسم کی خوفناک مکھی ہوتی ہے جو کاٹتی ہی اور گھوڑون تک کو مار ڈالتی ہی۔ سال کے خاص خاص موسمون مین سورج کی گرمی سے وسیع دلدلون کے پانی مین سڑاند اوٹھنے کے باعث ہوا متعفن ہوجاتی ہے اور بخار اور لرزہ پیدا ہوجاتا ہی۔ کبھی طغیانی کی وجہ سے تمام ملک غرقاب ہوجاتا ہی اور ایسی حالت مین مرور صرف "توتن" یعنی اون بیڑون کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو سرکنڈون اور جھاؤ کی شاخون کو باہم مستحکم طور پر ربط دینے سے تیار کئے جاتے ہین[1]۔ یہ معترض یہانتک مبالغہ کرتے ہین کہ اس وحشتناک تصویر مین سارا ملک شامل کر دیتے ہین اور پھر پوچھتے ہین کہ اس نیستان اور ریگستان اور دلدل مین کیا لطف زندگی یا مفاد مالی دھرا ہے؟

سر ایچ۔ رالنسن کی رائے

جو رائے سر ایچ رالنسن نے ظاہر کی ہی اگرچہ مجموعی اعتبار سے سیستان کے خلاف ہی لیکن اس لحاظ کر کہ دوسرون کے مقابلہ مین اوسکی معلومات زیادہ وسیع ہین ایسی نہین کہ پورا سیستان اوسکی لپیٹ مین آجائے۔ اسکے علاوہ

[1] اس کی تفصیلی کیفیت اور تصویر کے لئے دیکھو کتاب "فرام دی اٹلس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹلس تا دجلہ) مصنفہ ڈاکٹر بیلیو صفحہ ۲۲۰۔

وہ ایک نہایت ممتاز اور بلند پایہ اہل الرائے ہی اور اس لئے اوسکی رائے اس قابل ہو کہ اوسپر غور کامل کیا جائے وہ کہتا ہے

"اگرچہ سیستان مین قدرتی مفاد بہت ہین تاہم بحالت موجودہ یہ ایک نہایت ہی مضر صحت مقام ہی اس خطہ مین انسان سال مین صرف چند مہینے رہ سکتا ہی اور یہ اس قابل نہین کہ اسے مرکز حکومت بناکر اسپر روپیہ ضائع کیا جائے اسکے حربی مفاد کے بارہ مین یعنی جس پہلو سے اس پر ہندوستان مین خصوصیت کے ساتھ نظر ڈالی جاتی ہی سخت غلط فہمی واقع ہوئی ہی بجائے اسکے کہ سیستان (جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے) ہندوستان پر کسی قوم مخالف کے مغرب کی طرف سے حملہ آور ہونیکا مقام ابتدائیہ ہو وہ اس کام کے واسطے من کل الوجوہ ہرات سے کمتر ہی[۵۱] اسکے جنوب اور جنوب و مشرق کی طرف ایک ایسا صحرا واقع ہے جس مین سے گزر ناممکن ہی۔ البتہ اسکے مشرق کی طرف دریائے ہلمند کے واقع ہونے کے باعث جسکا پاٹ تنگ اور جس مین پانی کم ہی سیستان مین اس طرف سے داخل ہونیکا ایک رستہ پیدا ہو جاتا ہی۔ اس دریا کا پورا ساحل سیستان سے لیکر قندہار تک شمال کی طرف سے حملہ کرنیوالی فوج کی زد مین ہے اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ ہرات یا فرہ یا زمین داور مین افغان فوج سے لئے پڑے ہون تو ایرانی فوج کے لئے ہلمند کی کناری کناری سیستان سے گرشک تک کوچ کرنا ناممکن ہوگا۔ حربی لحاظ سے سیستان کی قدر و قیمت صرف اس امر پر مشتمل ہی کہ یہان باربرداری کے لئے کثرت سے اونٹ دستیاب ہوسکتے ہین اور یہ جانور زیادہ تر بلوچیون کی ملک ہین جو افغانستان کی ماتحت مین نہ کہ ایران کے اور اس لحاظ سے ہماری کام آسکتے ہین مگر ہمارے دشمنون کے کام نہین آسکتے"[۵۲]

اگرچہ مندرجہ بالا فقرہ کا مصنف خوش قسمتی سے ابھی تک زندہ ہی تاہم جائز ہوگا اگر اس امر کی تصریح کردی جائے کہ اس تحریر کا زمانہ (۱۸۷۵ء) موجودہ صورت حالات سے بہت پہلے کا ہی اور جن شرائط و حالات کو مد نظر رکھکر

[۵۱] یہ سچ ہے۔ لیکن بالفرض اگر کوئی حملہ آور سیاسی وجوہ کی بنا پر ہرات پر چڑھائی ہی نہ کرے یا غنیم کے پیچھے سے حاصل کئے ہوئے فوجی منتہا پرت کے ساتھ سیستان ہی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہو؟

[۵۲] دیکھو کتاب "انگلینڈ اینڈ رشیا ان دی ایسٹ" (انگلستان اور روس مشرق مین) صفحہ ۱۱۶۔

یہ رائے قلمبند کی گئی تہی وہ اب موجود نہین ہین حربی بحث کے ضمن مین رالنسن نے جس مسئلہ پر رائے زنی کی ہی
وہ اوس موقعہ سی متعلق ہے جو ایران کو سیستان کی راہ سے افغانستان سی حملہ کرتے وقت ملتا لیکن اس مسئلہ کو
اوس نئے مسئلہ سی کچھ بھی تعلق نہین جو روس کے ہرات کی نزدیک پہونچ جانے سے پیدا ہو گیا ہی۔ کسی ایرانی
فوج کا بہ حالت موجودہ افغانستان پر حملہ آور ہونا ایسا ہی قرین احتمال ہی جیسا کہ سینٹ پیٹرس برگ پر چڑہائی کرنا۔ لیکن
جو کچھ ایرانی یا افغان کرنا نہین چاہتے یا کر نہین سکتے وہ یورپین فوجین ریلوی کے منتہاؤن سی کرنے پر قادر ہین
اور یہ کہا جا سکتا ہی کہ اصول فن حرب کے اعتبار سی جو نکتہ چینی سیستان پر سابق مین ہوئی وہ ۱۸۹۵ع سی کالعدم ہو گئی ہی

سیستان کی زرخیزی کے متعلق موافق آرا

معترضین نے کسی قدر تصرف کے ساتھ اوس فقرہ کی تمسخر آمیز نقل اوتار کر جو ایک دفعہ
مجموعی حیثیت سے ایران کے حالات بیان کرتے وقت استعمال کیا گیا تہا[1]۔ اپنی پر الم داستان مین سیستان
کو دو حصون پر مشتمل قرار دیا ہے یعنی ایک صحرا زیر آب اور دوسرا صحرا نالائق آب۔ اون کی جواب مین نہ صرف تاریخ بلکہ
واقعات موجودہ کی تردیدی شہادت پیش کی جا سکتی ہی۔ اگر اون کا فیصلہ صحیح ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے
کہ کسی زمانہ مین یہ خطہ اپنی عظیم الشان شادابی۔ وسیع آبادی اور شاندار شہرون کی وجہ سے شہرۂ آفاق تہا
اون کہنڈرون کا کیا جواب دیا جا سکتا ہی جو میلون تک پہیلی ہوئے چلے گئے ہین اور اس کی پرانی شان
و شوکت کا سراغ بتاتے ہین؟ شادابی و زرخیزی کا دار و مدار ایران مین مطلقاً ذرایع آبرسانی پر ہی اور ایران
کے صوبون مین سے اگر کسی صوبہ مین اسقدر پانی موجود ہی کہ نہ صرف بڑی بڑی نہرون کو جو دریاؤن جیسی بڑی
ہین اور چہوٹی چہوٹے آبپاشی کی نالون اور راجبہون کو لبریز کرے بلکہ بسا اوقات ان کی کنارون سی
گزر کر جہیلون اور دلدلون کو پیدا کر دے تو وہ صرف سیستان ہی مین ہی۔ بہرحال ہم اس سرزمین کے

[1] "ایران دو حصون پر مشتمل ہے۔ ایک صحرا آب نمک اور دوسرا صحرا بے نمک"۔

سیر حاصل اور زرخیز ہونے کے متعلق اون لوگون کی آرا کا ذیل مین اقتباس کرتے ہین جنہون نے
اسے بچشم خود دیکھا۔ فیرئر نے ۱۸۴۵ء مین حسب ذیل بیان قلمبند کیا۔

"سیستان ایک ہموار ملک ہے جس مین جابجا پست پہاڑیان واقع ہین سطح زمین کا ایک ثلث تودہ
ہائی ریگ روان پر مشتمل ہے اور باقی کے دو ثلث کے اجزاء ترکیبی ریت اور چکنی مٹی ہین جن مین نباتاتی
مادہ کی افراط ہے اور جھاو، ساغس، تنگ اور سرکنڈون کے جنگل کھڑے ہین جن کے درمیان
شاداب مرغزار موجود ہین۔ دریائے ہلمند کی سالانہ طغیانی کے بعد زمین پر جس سیل کی تہ جم جاتی
ہے وہ حیرت انگیز طور پر زمین قوت نامیہ کو بڑہاتا ہے اور زمانہ دراز سے
غالباً یہی حالت چلی آئی ہے۔ کم از کم اون کہنڈرون سے جو اب ساحل دیکھنے مین
آتے ہین اس خیال کی تائید ہوتی ہے [۵۱]"

اس پر مین سر ایف۔ گولڈ اسمڈ کی رائے ایزاد کرتا ہون۔

"زمین کی زرخیزی مسلم ہے عام طور پر یہان شاید گیہون اور جو کی کاشت ہوتی ہے لیکن مٹر
لوبیا۔ ارہر۔ تل اور کپاس بہی بوئی جاتی ہے خربوزے اور خاص کر تربوز کثرت سے پیدا ہوتے ہین۔ اور
چارے کی فراخی نہین۔ معمولی نہرون کے ذریعہ سے اور اون سیلابون کے باعث جو گاہ بیگاہ آتی رہتی ہین
یہان کے طریقہ آبپاشی کو ایسی فراوانی حاصل ہے کہ محنتی اور قانع باشندون کی مدد سے
یہان اناج کی پیداوار نہایت کثیر مقدار مین ہو سکتی ہے [۵۲]"

---

۵۱ دیکھو کتاب "کاروان جرنیز" (سفرہائے کاروان) صفحہ ۴۳۶۔
۵۲۔ دیکھو "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) جلد چہل و سوم
صفحات ۱۷ و ۳۷۔

بالآخر ان دونون آرا کے ساتھ اون لوگون کی شہادت شامل کیجا سکتی ہے جنھون نے
کمیشن مامورۂ تصفیۂ سرحد کے ورود سیستان کے بعد اس علاقہ کا سفر کیا۔ ان سیاحان مابعد
کا بیان ہے کہ سیستان کے ذرایع پیداوار مین حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے اور اگر علمی طریقہ
سے آبپاشی کا انتظام کیا جائے تو پیداوار کی استعداد بے انتہا بڑہ جائے۔ اس مین شک
نہین کہ سیستان کی آیندہ ترقی کا انحصار اس امر پر ہے کہ اصول علم آب سے دریاے ہلمند کے
بہاؤ اور طغیانی کو منضبط کیا جائے۔ زمین کے موقعہ یا اوسکی سطح مین کوئی ایسی رکاوٹ
نہین جو دریا کے رخ کے جانب جنوب پلٹا دیے جانے اور بالکلیۃً زراعت کے کام مین
صرف کیے جانے کو مانع آئے۔

سیستان کا پیوند واقعات کے وسیع تر دامن مین

ایک اور امر بھی ہے جو اگرچہ سلسلے کے لحاظ سے اخیر ہے لیکن اسقدر اہم اور ضروری ہے
کہ اوسے نظر انداز نہین کیا جا سکتا۔ اگرچہ ریلین ایران مین اوس سرعت اور تیزی کے ساتھ
قایم نہ ہون گی جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہین اور ایران کے بہت حصے ایسے ہین
جہان اونکا جلد قایم ہو جانا قرین مصلحت ہی نہین تاہم اکثر لوگ اوس زمانہ کی آمد آمد کے
منتظر ہین جب بڑے بڑے شہرون اور تجارت کے ممتاز مرکزون کے درمیان تھکے ماندے
گہوڑون محنت مشقت والے اونٹون اور زخمی پیٹھ والے خچرون کے مقابلہ مین کوئی زیادہ
سریع السیر ذریعۂ نقل و حرکت قایم ہو جائے گا۔ ہم اوس دن کے متوقع ہین جب کہ شمال سے
جنوب کی طرف آمد و رفت کے ذرایع خواہ کچھ ہی کیون نہ ہون لیکن وسطی سرزمین کے بڑے

بڑے شہر غرباً شرقاً کرمان شاہ سے لیکر کرمان تک دخانی گاڑیون کے ذریعہ سے
باہم ملادئے جائین گے اور ریلون کے یہ سلسلے اون وادیون اور گہاٹیون مین سے
ہوکر گزرین گے جن کا عام رخ بلاکسی استثنا کے جانب موافق مین ہوگا یعنی شمال و مغرب سے
جنوب و مشرق کی طرف ریل کی اسطح کی شاہراہ سے جسکے ساتہہ انجام کار ہندوستان کی
ریلون کا سلسلہ ملجائیگا ایک شاخ ریلوے کا سیستان تک قایم ہونا شمال کی سمت مین بمنزلہ
ایک خفیف مگر قدرتی توزیع کے ہوگا۔ اِسکے ساتہہ ہی ساحل سمندر تک اوس سلسلۂ ریلوے
کے ذریعہ سے تعلق قایم ہوجائے گا جو بام پور سے ہوتا ہوا چاہ بہار کو جائے گا۔ یا ریگان اور
میناب کی راہ سے گوادر پہونچے گا یا اگر بلوچی علاقہ یعنی اوس علاقہ مین جو برطانیہ کے زیر حمایت
ہے کسی زیادہ تر مشرقی بندرگاہ کی ضرورت ہوئی تو پسنی یا کلمات کے عمدہ بندرگاہون تک
جائے گا۔ لیکن اگر سندہ و پشین یا بولان ریلوے کی نسبت جن کا منتہا ہندوستان کی موجودہ سرحد
ہوگا یہ خیال کیا جائے کہ یہ طوفان سے ضایع ہوجانے کے امکان کی زدمین ہونے کے باعث
سیستان تک کی ریلوے کا محفوظ و موزون مبدا نہین ہوسکتین تو اس صورت مین بولان ریلوے
بطور خود ایک مستقل بلوچی ریلوے ہوسکتی ہے جو ساحل سمندر سے روانہ ہوکر پنجگور سے گزرتی
ہوئی ایرانی سرحد کی طرف جائے گی اور بعض مستند لوگون کی تو یہہ رائے ہے کہ اس
ریلوے کو ہندوستان کے سلسلہ ریلوے نے سے بذریعہ ایک شاخ کے ملادینا چاہئے
جو کراچی سے روانہ ہوکر مکران مین سے گزرتی ہوئی اس سے جاملے۔ بحر ہند کے ساتھہ
اس طرح کی ریلوے کا اتصال ایسی صورت مین مشرقی ایران کے لئے وہی حکم رکہے گا جو

ماوراء النہری ریلوے کا اتصال بحیرہ اخضر کے ساتھ ایران کے شمالی و مشرقی حصہ کے لئے رکھتا ہے اور بحر و بر پر دخانی طاقت کی متفقہ مساعی سے چند سال مین وہ انقلاب برپا ہو جائے گا جسکا بصورت مخالف ممکن ہے کہ صدیون تک انتظار کرنا پڑے۔ بقول ڈاکٹر بیلیو کے شاید نہ ہماری اولاد اور نہ ہماری اولاد کی اولاد کی قسمت مین اوس دن کا دیکھنا لکھا ہے جبکہ ان اقطاع مین وہ ریل کی سیٹی کی گونج اپنے کانون سنین گے۔ لیکن جب ہم پیوند زمین ہو کر آیندہ نسلون کے صفحہ خاطر سے محو ہو چکے ہونگے تو شاید کوئی مطالعہ کا شایق مسافر ہماری کتاب کو لندن کے کسی بازار کی قدیم دکان مین جا کر پرانے لٹریچر کی ایک ایک شلنگ مین بکنے والی کتابون کے ڈھیر مین سے اٹھا کر پڑھے گا اور ہمین ہمارے کنج مرقد مین بھی اس بات کے لئے مبارکباد دے گا کہ جو واقعات اوس وقت تکمیل کو پہونچ چکے ہونگے اون کا خیال سالہا سال پیشتر ہمارے ذہن مین آیا تھا اور ہم نے اون کی تائید مین بصد شوق کوشش کی تھی۔



دسوان باب

از مشہد تا بہ طہران

"انسان نے اب تک جتنی چیزین بنائی ہین اون مین سے ایک بھی ایسی آرام دہ اور راحت بخش نہین جیسی کہ سر راہ ایک عمدہ سرائے یا شراب خانہ"۔

(حیات ڈاکٹر جانسن مصنفہ باسویل)

"جہان تک ایرانیون سے مجھے سابقہ پڑا مین نے اونہین بُرا پایا"۔

ہاریس

مشہد اور طہران کے درمیان ڈاک کی سڑک

ناظرین نے گزشتہ دو فصلون کے اہم اور دقیق سیاسی مباحث کو قطعًا نظر انداز نہین کیا بلکہ غور سے مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا کی ہے اون کے لئے اس باب کے آسان تر مضامین باعث تلافی ہونگے۔ مشہد مین آٹھہ دن تک قیام کرنے کے بعد مین نے بذریعہ سواری چاپار طہران کا طول طویل سفر اختیار کیا۔ اہل ایران ان دونون مقامات کا درمیانی فاصلہ ۱۵۴ فرسخ بیان کرتے ہین اور اسی کے حساب سے مسافر کو کرایہ دینا پڑتا ہے۔ اگر ایک فرسخ کو پورے چار میل کے مساوی قرار دیا جائے

تو اس فاصلہ کی مجموعی تعداد ۱۱۶۱ میل ہوتی ہے۔ لیکن اگرچہ خراسان کا فرسخ ایران کے دوسرے علاقوں کے فرسخوں کے مقابلہ مین اپنے تکلیف دہ اور بظاہر ناممکن الاختتام طول کے لئے مشہور ہے (اور اس سے حقیقت مین سڑک کی وحشت انگیز یکسانیت کی تعریف مقصود ہے) تاہم اپنے اندازے کو سیاحان سابق کے اندازے سے مقابلہ کرنے پر میری دانست مین یہ فاصلہ ۵۶۰ انگریزی میلون سے بھی کسی قدر کم ہے اس بات کو دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص گھوڑے پر اکیلا سفر کر رہا ہو اور سوا سے اوس کے گھوڑے کے قدمون کے اور کوئی چیز اوسکی توجہ کو اپنی طرف منعطف نہ کرتی ہو تو بہت جلد اوس کو صحیح اندازہ اوس فاصلہ کا جو وہ منزل بہ منزل طے کرتا ہے معلوم ہو جاتا ہے مشہد سے لیکر طہران تک کی راہ چوبیس ۲۴ منزلون مین منقسم ہے اور ڈاک

سلہ ایک سیاح جو طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک سفر کرتا رہا ہے اور اپنے خستہ و ماندہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوائے اسکے کہ زین کے سامنے کے کانٹے کو تھامے زیادہ دیر تک قایم نہین رہ سکتا بے اختیار پکار اٹھتا ہے "خراسان کے فرسخ کیا ہین شیطان کی آنت ہین"۔ جب ہم اوس جگہ کے قریب جہان ہم مقام کرنے والے تھے پہونچے تو ہمارے ہمراہیون مین سے ایک کے منہ سے بیساختہ یہ فقرہ نکلا :۔ "قسم ہے مجھکو جناب رسول اللہ صلعم کی کہ اس سڑک سے زیادہ لمبی سڑک میرے دیکھنے مین نہین آئی۔ میری کمر اور گھٹنے شل ہو گئے ہین"۔ ایک مقامی ضرب المثل بھی ہے جسکا یہان حوالہ دینا باعث دلچسپی ہوگا (دیکھو ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ برنس جلد دوم صفحہ ۸۹)۔ اور وہ یہہ کہ خراسان کا فرسخ ایسا ہی نامتناہی ہے جیسی عورتون کی بکواس اور جس شخص نے اسے ناپا ہوگا ضرور ہے کہ اوس نے اسے کسی ٹوٹی جریب سے ناپا ہو۔

کی چوکیاں پندرہ سے لیکر تیس میل تک کے متفاوت فصل سے قایم ہین۔ لیکن انکا اوسط فاصلہ ۲۳ میل ہے۔ یہ سفر مین نے آسانی کے ساتھ نو دن مین بحساب اوسط ساٹھہ میل روزانہ طے کرکے ختم کیا کسی دن ستر میل اور کسی دن اس سے کم مین طے کرتا تھا۔ ایران مین طے مسافت کے لئے یہ شرح رفتار زیادہ نہین بلکہ کم ہے[۱]۔ اور بعد مین مجھے بہ آسانی ایک دن مین پچہتر سے لیکر اسی میل تک سفر کرنے کی عادت ہوگئی[۲]۔ محکمہ تار کے عہدہ دار اور اس ملک کے رہنے والے اس سے کم سفر نہین کرتے بلکہ ایسا اوقات اس سے بھی زیادہ جاتے ہین۔ مشہد سے طہران تک بوڈاک رستے مین کہین رکنے کے بغیر ہر چوکی پر سب سے پہلے گھوڑے لے کر طہران جاتی ہے وہ اس فاصلہ کو پانچ سے لیکر چھہ دن تک کے عرصہ مین طے کرتی ہے۔ ڈاکٹر ولس کا بیان ہے کہ وہ اصفہان سے طہران تک جو قریبًا ۲۸۰ میل کا فاصلہ ہے بذریعہ سواری اسپ ۳۹½ گھنٹے مین پہونچا اور جو افسر کہ صرف دن کے وقت سفر کرتے ہین اور رات کو ٹھیر جاتے ہین اونہون نے طلوع آفتاب اور زین پر سے اترنے کے وقت کے درمیان ۱۲۰ میل فاصلہ طے کیا ہے۔

---

[۱] لیکن با این ہمہ ایک فرانسیسی افسر جس نے ۱۸۸۰ء مین اسی قدر مدت مین یہ سفر طے کیا تھا اپنی کتاب مین بیان کرتا ہے کہ جنرل مکلین نے اوس کے حیرت انگیز کارنامے پر متعجب ہوکر اوس سے کہا کہ ایک انگریزی افسر جس نے یہ فاصلہ دس دن مین طے کیا تھا بیمار پڑگیا تھا۔ واضح رہے کہ سر ایچ رالنسن نے ایک دفعہ یہ سفر چھہ دن مین طے کیا تھا۔

[۲] دیکھو پرشیا ایز اِٹ اِز (ایران کی ہیئت کذائی) صفحہ ۲۹۶۔

سرعت رفتار



اہل ایران ہمیشہ سے گھوڑے پر تیز سفر کرنے مین مشہور ہین اور اسپارہ مین اون کے بادشاہون نے بہی بسا اوقات قابل ذکر کارنامے چہوڑے ہین۔ تین سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ شاہ عباس اعظم گہوڑون کی ڈاک بٹھا کر ½ ۲۸ گھنٹے مین شیراز سے یزد پہونچا اور شاہی ہیئت دان کو حکم تہا کہ وقت کا حساب لگائے۔ میلکم[۵۱] نے ان دونون مقامات کا درمیانی فاصلہ ½ ۸۹ فرسخ یا ۳۰۳ میل بیان کیا ہے اور اگرچہ آج کل کی پیمائش کی رو سے یہ فاصلہ ۲۲۰ میل قرار پایا ہے لیکن پھر بھی ½ ۲۸ گھنٹہ مین اس قدر فاصلہ طے کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ آغا محمد خان حکمران خاندان کا بانی جب کریم خان زند کی وفات پر مازندران کو بہاگا تو شیراز سے اصفہان تک جو کسی صورت مین تین سو میل سے کم فاصلہ نہین وہ گھوڑے پر سوار ہو کر تین دن سے کم مین پہونچا۔ اوس کا بھتیجا فتح علی شاہ وارث تخت وتاج ہونے پر شیراز سے طہران کم از کم ۵۰۰ میل کا فاصلہ طے کر کے چھ دن مین گیا۔ فریزر۔ ایک ایرانی آغا بہرام کا واقعہ بیان کرتا ہے جسکے پاس نہایت اچھے اچھے گھوڑے موجود تہے کہ ایک دفعہ وہ ایک ہی عربی گھوڑے پر چھ دن مین شیراز سے طہران گیا اور وہان تین دن ٹہیر کر پانچ دن مین واپس شیراز آیا اور پھر نو دن آرام لیکر اوسنے تیسرا سفر ۷ دن[۵۲] مین طے کیا۔ لیکن سب سے زیادہ

---

[۵۱] دیکھو "ہسٹری آف پرشیا" (تاریخ ایران)۔ جلد اول۔ صفحہ ۳۴۵۔

[۵۲] دیکھو "اسے ونٹرز جرنی" (موسم سرما کا سفر)۔ جلد دوم صفحہ ۳۱۹۔

قابل ذکر کارنامہ (اس لحاظ سے کہ رحمت کشی کا تسلسل اس مین سب سے زیادہ پایا جاتا ہے) اوس فوجی افسر کا ہے جو ۱۸۰۸ء مین البا سے نپولین کے فرار ہو جانیکی خبر لے کر قسطنطنیہ سے وماوند تک جو طہران کے قریب واقع ہے ۱۷ دن مین ۱۷۰۰ میل کا مجموعی فاصلہ طے کر کے پہونچا۔ برخلاف اسکے اگر تعجیل کی کوئی وجہ نہ ہو تو ایرانیون سے زیادہ سست سوار بھی اور کوئی نہین ہو سکتا۔ اگر وہ بگٹٹ نہ جا رہا ہو تو بجبر متانت و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ خرامان خرامان جاتا ہے اور اثنائے سواری چاپار مین کوئی بھی ایسا ایرانی میرے دیکھنے مین نہین آیا جو گھوڑے پر قدم چال سے زیادہ تیز جاتا ہو

خرچ سفر

چونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ مین اپنے ذاتی تجربہ سے سواری چاپار کے حالات بیان کرتا ہون اور بعد مین اسی ذریعہ سے مین نے ایک ہزار میل سے زیادہ کا سفر طے کیا لہذا مناسب ہوگا کہ اس بارہ مین اپنے مشاہدات اور مشورون کو تلخیصاً بیان کرون۔ دوسرے باب مین جس کا عنوان "راہ و رسد" ہے مین پہلے ہی خرچ اور طرز عمل کے متعلق جو جو اطلاعین ضروری تھین درج کر چکا ہون۔ جو اندازہ مین نے اوس باب مین لگایا تھا اوس سے واضح ہو گا کہ چارون گھوڑون پر (ایک اپنے لئے۔ ایک غلام کے لئے ایک بارگیر کے لئے اور ایک سامان کے لئے۔ اس موقعہ پر مین نے سامان کے لئے ایک زاہد جانور لے لیا تھا مگر اوس کے بھاگ بھاگ جانے سے تعاقب کی جو زحمت مجھکو اوٹھانی پڑی اور جو وقت میرا ضایع ہوا۔ اوس سے مجھے پورا تجربہ حاصل ہو گیا اور پھر

سامان کے لیے زاید جانور ساتھہ رکھنے کا مین نے نام نہ لیا) مشہد سے طہران تک کے
سفر مین ۶۰۰ قران صرف ہوئے۔ اوس وقت تبادلہ کی جو شرح تھی اوس کے
لحاظ سے ۶۰۰ قران ۱۷ پاونڈ کے مساوی ہوتے تھے۔ مگر اس مین بارگیرون کا انعام
رات کے قیام کے لیئے ڈاک بنگلون کا کرایہ شامل نہین۔ ان اخراجات کی تعداد دو پاونڈ
یا اس سے کچھ زیادہ ہوتی ہے رستہ کی خوراک کا دارومدار زیادہ اوس ڈبون مین بند کیے
ہوئے گوشت کی مقدار پر منحصر ہے جو مسافر اپنے ہمراہ لے جائے۔ غرضکہ کسی صورت
مین اس سفر کا خرچ بئیس پاونڈ سے زیادہ نہ ہوگا۔ اس سفر مین میرے ہمراہ صرف ایک
شخص تھا۔ اوسی کو میرا رفیق اور اوسی کو میرا ملازم سمجھنا چاہیئے۔ یہ شخص ایک ایرانی الاصل
افغان غلام یعنی بدرقہ تھا جو برطانوی سفارت متعینہ طہران مین متعین تھا۔ اوس کا نام
نادر علی خان تھا جس کے شاندار ہونے مین کوئی کلام نہین ہوسکتا اور سڑک کے
تفصیلی حالات اوس کو معلوم تھے۔

وزیر صیغہ ڈاک

ایران مین ڈاک کا جو طریقہ مروج ہے اور جسکے قایم کیے جانے کے متعلق مین
آگے چلکر کچھ حالات بیان کرونگا۔ ڈاک کے ایک وزیر کی نگرانی مین ہے۔ لیکن
چونکہ جو عہدہ دار اس خدمت پر اسوقت مامور ہے اوس کے تفویض دو اور محکمے بھی
ہین اور مزید برآن وہ کونسل کا پریزیڈنٹ بھی ہے لہذا یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ خدمت
مسطورہ کو زیادہ اہم نہین سمجھا جاتا۔ دولت ایران کی طرف سے وزیر موصوف کو ہر ڈاک کی

چوکی کی مرمت اور سامان کے لیئے جو سرکاری سڑکون پر واقع ہو کچھہ سالانہ رقم ملتی ہے اور اس کے علاوہ گہوڑون کے دانے چارے کے طور پر ہر سال کچھہ جو اور پیال بھی ملتے ہین[۱]۔ لیکن وزیر اس کا انتظام خود نہین کرتا۔ اگر وہ ایسا کرے تو عام ایرانی طرز عمل کے سخت ہی مخالف ہو۔ ہر ایک سڑک کسی سوداگر یا مرفہ الحال شخص کو ٹھیکے پر دیدی جاتی ہے جو ایک معینہ رقم ہر سال وزیر کو ادا کرتا ہے۔ اس ٹھیکہ دار کا کام یہ ہے کہ ہر ایک چوکی پر ملازم اور گہوڑے مقرر کرے اور اس کام مین سے جسقدر روپیہ پیدا کر سکے کرے اوسکے بخل اور کفایت کی روک تہام اگر کسی شئے سے ہو سکتی ہے تو وہ یہ خیال ہے کہ مبادا سال کے ختم ہونے پر کوئی دوسرا ٹھیکہ دار زیادہ بولی بول کر اس رعایت کو حاصل کر لے۔ پس مقام تعجب نہین ہے کہ ڈاک کی چوکیان اکثر نہایت بوسیدہ اور تباہ حال ہوتی ہین اور گہوڑے ایسے مریل اور دبلے اور برے ہوتے ہین کہ کچھہ بیان نہین ہو سکتا۔ اس طریقہ کے مذموم ہونے کے متعلق اختلاف آرا ممکن نہین اور یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا سیاح کی حالت زیادہ قابل رحم ہے یا اون غریب جانورون کی جن پر اوسے مجبوراً تازیانے برسانے پڑتے ہین۔

چاپار کے ماله وما علیه

بہرحال مین سواری چاپار کے آلام ولذات کا موازنہ کرنے کی کوشش کرتا ہون

[۱] حال ہی مین سرکاری چاپار خانون کی کل تعداد ۲۰۷ اتہی اور خزانہ عامرہ سے ہر چاپار خانہ کے لئے ۲۰ تومان (۵ پاونڈ ۱۴ شلنگ) سالانہ مقرر تہے۔ اسکے علاوہ ۱۰ خروار (قریباً ۳ ٹن) جو اور اسی قدر پیال گہوڑون کے لئے مقرر تہے

تاکہ اسکی نسبت منصفانہ راے قایم کی جا سکے۔ اس طریقہ کو سیاحون نے اپنے اپنے مذاق استعداد زحمت کشی اور یاوری بخت کے اعتبار سے "باعث تفریح طبع"، "وقت طلب"، یا "عذاب" کے لفظون سے تعبیر کیا ہے اور شاید ان تینون راؤن مین سے ہر ایک کے متعلق کچھ نہ کچھ کہا جا سکتا ہے۔ ان آرا کے قایم کرنے مین سب سے بڑی وجہ تحریک وہ مقدار مسافت ہے جو طے کیجاے۔ کسی قدر اس کا دارومدار سال کی فصل یا موسم پر ہے جس مین سفر کیا جاے اور بہت کچھ سفر کرنے والے کی قسمت پر۔ زائرون کے سواے جو قافلہ کے ذریعہ سے سفر کرتے ہین۔ مشہد اور طہران والے راستے کو بہت کم لوگ اختیار کرتے ہین اور اسلیے ہر چوکی پر پانچ یا چھہ گھوڑون سے زیادہ نہین ہوتے اور بعض دفعہ اس سے بھی کم ہوتے ہین۔ ان گہوڑون کو مین نے عام طور سے نہایت تبہ حال پایا۔ کہانے کو انہین کم ملتا تھا۔ ہڈیان ان کی نکلی ہوئی تھین۔ چال ان کی ٹہیک نہ تھی اور ان کی پیٹھ پر زخم تھے جنکی وجہ سے بعض دفعہ تو جی نہ چاہتا تھا کہ ان پر سواری کی جاے۔ بہترین گہوڑے جو مجھے ملے وہ ایسے تھے کہ کسی دوسرے ملک مین او نہین اوسط درجہ کے گہوڑون مین کہترین خیال کیا جاے گا۔ ان مین سب سے خراب گھوڑے پر سوار ہونا ایک ایسی سزا تھی جسے زمانۂ آیندہ کا کوئی ڈینٹی[۵۱] موزون طور پر جہنم کے طبقہ اسفل السافلین مین اپنے جانی دشمن

---

[۵۱] ڈینٹی اطالیہ کا مشہور و معروف شاعر ہے جو سنہ ۱۲۶۵ء مین پیدا ہوا تھا۔ ہین اوس کی اوس بے نظیر نظم "ڈیوائن کامیڈی" کی طرف اشارہ ہے جس مین اوس نے بہشت۔ اعراف اور دوزخ کے متعلق خیالی تصویرین نہایت

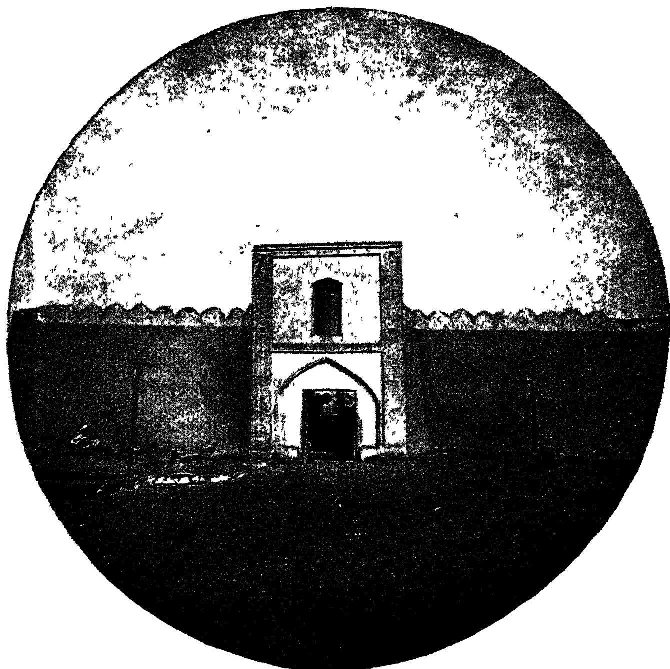
دشمن کے لئے تجویز کر سکتا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب طہران اور ترشیز والی سڑک
پر میرا گزر ہوا جسپر آمد و رفت زیادہ رہتی ہے اور جہان چاپار کا انتظام اچھا ہے تو
تعداد اور عمدگی کے لحاظ سے زیادہ قابل اطمینان گھوڑے میرے دیکھنے مین آئے
عام طور سے اون پر سوار ہونا برداشت کیا جاسکتا تھا اور بعض دفعہ تو ایسے گھوڑے
مل جاتے تھے جنہین اچھا کہا جاسکتا تھا۔ اور جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ مجھے انکے
ذریعہ سے ایک گھنٹہ مین ۸ یا ۹ میل اوسط مسافت کے حساب سے دن بھر سفر کرنے
مین کامیابی ہوئی اور جب کہ یہ دیکھا جائے کہ وہ عام طور سے پویہ چال چلتے تھے
اور بعض دفعہ سرپٹ جاتے تھے تو یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ دن بھر مین ستر یا اسی میل
کا سفر ایسا ہے کہ برداشت کیا جاسکے اور اگر موسم عمدہ اور موافق مزاج ہو تو بسا اوقات
اسکو خوشگوار و خوش آئند کی صفت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال اس فیصلہ کا
جزو اعظم یاوری بخت سے ہے۔ اگر مسافر سرکاری ڈاک کے مقابلہ یا معارضہ سے جس کا
حق ہر جگہ فایق ہے اپنے آپکو بچا سکے اور اگر رخت سفر اوسکے ہمراہ زیادہ نہو اور باربرداری
کے لئے زیادہ جانورون کا محتاج نہو اور خصوصاً اگر وہ مسافرون کی کسی دوسری جماعت
سے جو اوسی سڑک پر سفر کر رہی ہو بڑھ کر آگے نکل جائے تو اوسکی اچھی طرح گذرے گی
لیکن اگر ان تمام اسوریان مین سے کسی ایک مین نصیب نے اوس کی یاوری نہ کی تو
وہ ایران سے رخصت ہوتے وقت اس ملک پر تین حرف بھیجے گا اور کہے گا کہ یہان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۸۔ خوبی کے ساتھ کھینچی ہین۔

کے رہنے والے بدمعاش اور ناپاک ہین۔ اس مین شک نہین کہ عام سیاحون کا تجربہ یہی ہے اور اس کی توجیہ شاید اس واقعہ سے ہوسکتی ہے کہ ایران مین اگر کسی یورپین کے لئے کوئی خیال باعث تشفی ہوسکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ ایک فاصلہ معینہ کو اپنے متقدمین سے وہ زیادہ جلد طے کرے۔ غرضکہ اس بارہ مین یہان سفرت کے ساتھ مقابلہ عمل مین آتا ہے۔ رستے مین جہان تار ہے وہان سے مسافر کے دوستون اور خویش واقارب کے منتظر کانون مین اوسکے مراحل کی خبر پیغام تار برقی کے ذریعہ سے پہونچتی ہے اور مسافر کے لئے اس سے زیادہ خوشی اور نہین ہوسکتی یا اس سے بڑا کارنامہ وہ اور کوئی نہین چھوڑ سکتا کہ طے مسافت کے لحاظ سے اپنے متقدمین پر سبقت لیجائے۔

چاپارخانہ

اس مقام پر مین چاپارخانے اور اوسکی کم مایہ مگر مخصوص خصوصیات کا ذکر کرتا ہون بعض دفعہ کسی قصبہ یا گاؤن کے بیچون بیچ اور بعض دفعہ اوسکے حوالی مین مگر بالعموم کف دست میدان کی ویران تنہائی مین ایک چھوٹی سی مستطیل شکل کی عمارت پانی کے کنارے کھڑی نظر آتی ہے اس عمارت کی دیوارین کچی مٹی کی بالکل بھیانک اور ایک اندرونی احاطہ کے گرداگرد کھنچی ہوئی ہوتی ہین۔ پھاٹک پر ایک پست سا چوگوشہ برج ہوتا ہے اور عمارت کے ہر زاویہ پر ایک نیم مدور برج یا چھجا آگے کو نکلا ہوا ہوتا ہے۔ مجموعی حیثیت سے یہ عمارت بظاہر ایک چھوٹا سا مٹی کا قلعہ معلوم ہوتی ہے۔ اور حقیقت مین اس کا



ایرانی چاپارخانہ

مقصد بھی یہی ہے کیونکہ ایسے ملک مین جو کچھ زیادہ عرصہ نہین گذرنے پایا کہ ترکمانون
کی دستبرد اور غارت گری کی جولانگاہ رہ چکا ہے اور جہان بلا تفریق و امتیاز سرقہ کا
مرتکب ہونا لوگون کا عام شیوہ ہے ہر ایک جائداد کی محل سے لیکر باغچہ تک حملہ سے اسطرح
حفاظت کرنی پڑتی ہے گویا کہ ملک مین علانیہ جنگ برپا ہے۔ چاپار خانہ مین ایک بڑی
چوبی دروازہ سے داخل ہوتے ہین اور جب اس کو بند کر دیا جاتا ہے تو سوائے سیڑہی
لگا کر چڑہنے کے اور کسی طرح اس مین گذر ممکن نہین۔ جب مسافر گھوڑے پر سوار پھاٹک
مین پہونچتا ہے تو اوسے دیوار کے دونون طرف ایک پست سا چبوترہ اور دو دروازے
نظر آتے ہین جن کے ذریعہ سے نیچے کے تنگ و تار اور غلیظ حجرون مین داخل ہوتے
ہین۔ پھاٹک مین سے گزر کر اندر کا صحن آتا ہے جو طول مین بیس سے لیکر پچیس اور عرض
مین بارہ سے لیکر پندرہ گز تک ہوتا ہے۔ وسط مین ایک چبوترہ نظر آتا ہے جس پر
مرغیان گھوڑے کے ڈھیر کو کریدتی ہوئی دکھائی دیتی ہین۔ اگرچہ حقیقت مین اس
چبوترہ کا مقصود یہ تھا کہ گرمی کی راتون مین مسافر تازہ ہوا مین اس پر اپنا بستر جمائے۔ صحن
کے گرداگرد جو دیوارین ہوتی ہین اوسکے دو اور بعض دفعہ تین پہلوؤن پر چرنی بنا دی
جاتی ہے جس مین گھوڑون کے لئے گھاس ڈال دی جاتی ہے اور گرمی کے موسم مین
گھوڑون کو یہان باندہ دیا جاتا ہے۔ لیکن دو بغلی دیوارون کے اندر موسم سرما کے لئے
لمبے لمبے تنگ و تار طویلے بنے ہوتے ہین۔ جن مین ایک پست دروازہ کے
سوائے اور کہین سے ہوا یا روشنی کا گذر نہین ہوتا اور جو سڑی ہوئی لید کے ڈھیرون

سے متعفن ہوتے ہین۔ بالعموم بارگیر اور ملازم گھوڑون سمیت انہین مین سے کسی مین ایک چھوٹے سے الاؤ کے گرد سو رہتے ہین۔ صحن کی اندرونی دیوارون پر کسی زمانہ مین ہونے کا پلستر ہوگا مگر اب بالکل اوکھڑ گیا ہے۔ اور اب پوری دیوار گلی معلوم ہوتی ہے تھکا ماندہ مسافر جب گھوڑے پر سوار پھاٹک کے اندر داخل ہوتا ہے تو چاپارچی جو بعض دفعہ اپنی وردی پہنے ہوئے ہوتا ہے۔ اوسکے استقبال کے لئے باہر نکلتا ہے۔ دونون مین اس امر کے متعلق اشتیاق آمیز گفتگو ہوتی ہے کہ آیا اصطبل مین تازہ دم گھوڑے موجود ہین یا نہین اور جب چاپارچی مسافر کو اوسکے استفسارات کے جواب مین امیدوار یا مایوس کر رہا ہوتا ہے تو سامان تھکے ماندے جانورون کی پیٹھ پر سے اوتار کر چبوترہ پر رکھ دیا جاتا ہے اور برطانوی مسافر پاؤن پسار کر لیٹ جاتا ہے یا شوربے یا چاء کا ایک گرم گرم پیالہ تیار کرا کے پیتا ہے۔ اوس کا ایرانی ملازم قلیان کا جو ہمیشہ تیار رہتا ہے ایک کش لگاتا ہے اور خستہ وماندہ جانورون کو جن پر سے سوائے اون کی پھٹی پرانی گردینون کے اور ہر ایک چیز اوتار لی جاتی ہے بارگیر دس منٹ تک آہستہ آہستہ ادہر اودہر ٹہلاتا ہے اور اسکے بعد پانی پلانے کے لئے لیجاتا ہے۔ اگر اوس کی قسمت یاور ہوئی تو پاؤ گھنٹہ مین اور نہین تو کہین ایک یا دو گھنٹہ کے بعد جا کر کچھ تازہ دم گھوڑے باہر لائے جاتے ہین۔ اور مسافر اون مین سے اپنے لئے بہترین جانور پسند کر کے ایک دفعہ پھر سوار ہوتا ہے اور راہ کے نشیب و فراز کے طے کرنے مین پھر مصروف ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر تازہ دم جانور نہ موجود ہون یا کسی دوسرے سیاح



ایرانی چاپارچی

نے پیشدستی کر کے ایسے جانورون پر قبضہ کر لیا ہو تو ایسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے
کہ عیاذًا باللہ دو گھنٹہ کے انتظار شدید کے بعد وہی کمبخت جانور جو اپنی پیٹھ پر بوجھ
اوٹھائے ابھی پچیس میل کی مسافت طے کر کے آئے تھے پھر اور پچیس میل کی منزل
کو اُڑے کھا کھا کر طے کرنے کے لئے باہر لائے جاتے ہین۔ مجھے اس امر کا مقر ہونا
پڑتا ہے کہ میری ہمدردی ہمیشہ جانور کے ساتھ ہوتی تھی نہ کہ اوسکے سوار کے ساتھ۔ اور
جب اس امر کو مد نظر رکھا جائے کہ ان دقیانوسی ٹٹوؤن سے ہر روز بلکہ ہر ساعت سفاکانہ
کام لیا جاتا ہے تو مجھے بعض دفعہ یہ حیرت ہوتی تھی۔ ڈنڈے اور چابک کھانے
پر بھی وہ کس طرح اوس سست چال سے متجاوز ہوتے ہین جس کی اون کی تباہ حالت
سے توقع کیجا سکتی ہے۔

بالاخانہ

لیکن اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سیاح اپنے دن کی منزل پر پہونچ گیا ہے اور
اور اوس چاپارخانے مین وارد ہوا ہے جہان اوسے شب باش ہونا ہے تو سوال
یہ ہے کہ اوس وقت اوسے کیا پیش آئے گا۔ اس سوال کا جواب اوس آگے کو نکلے
ہوئے چہار گوشہ برج سے ملیگا جو داخل ہونے کے پھاٹک پر بنا ہوا ہے۔ اس مین
زینون کے ذریعہ سے جن کا ڈھلاؤ کوہ البرس کے پہلو کے اوتار کے برابر برابر
ہوتا ہے اور جو اندرونی صحن کے زاویون پر بنے ہوئے ہین وہ مخفی ہوتے ہین۔
ان زینون پر بدقت تمام چڑھ کر ہم سطح چھت پر جو عمارت کے گرداگرد چلی گئی ہے

پہونچتے ہین اور ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ برج صرف ایک حجرہ پر مشتمل ہے جس مین عموماً
دو اور بعض دفعہ تین دروازے جو کبھی بند نہین کئے جاتے اور دیوارون مین دو کھلے
دریچہ نما منافذ ہوتے ہین اور اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس مین چارون سمتون
سے ہوا داخل ہوتی ہے۔ یہ بالاخانہ ہے جو ممالک غیر کے مہمانون کی آسایش
کے لئے مخصوص ہے۔ اس ویران اور بھیانک مکان مین جس مین جہاز کے بادبانون
سے کم ہوا داخل نہین ہوتی مسافر کو چارو ناچار رات بسر کرنی پڑتی ہے۔ اندر کی دیوار
پر کسی زمانہ مین چونے کا پلستر اور قلعی تھی۔ اگر اس مین کسی قسم کی آسایش ہے تو وہ یہ ہے
کہ دیوارون مین متعدد اونچے طاقچے بنے ہوئے ہین جن مین ایرانی مسافرون نے
نہایت زشت وکریہ تصویرین کھینچی ہین اور کبھی کبھی (مگر ہمیشہ نہین) انگیٹھی بھی ہوتی ہے۔
سامان اس مین بالکل نہین ہوتا۔ مسافر کا پہلا کام یہ ہے کہ فرش کو جھڑوا کر کھٹملون۔
پسوون اور کیڑون مکوڑون سے صاف کرے۔ ایک کونے مین نمدہ یا دری اور اوپر
اپنا پیال سے بھرا ہوا تھیلا بچھائے۔ ایندھن مول لیکر آگ جلائے۔ کھلی کھڑکیون
کو بند کرائے اور بوسیدہ درزون پہ کیلون سے پردے لگائے۔ ان ابتدائی
تیاریون کے بغیر جو لوازمات سے ہین بالاخانہ اس قابل نہین ہوتا کہ اوسمین رہ سکین
لیکن دن بھر کے تھکے ماندے مسافر کے لئے جسکا جسم مارے تکان کے شل ہو رہا
ہوتا ہے جاڑے کی بیج بار رات مین یہ تیاریان کرنا بعض دفعہ نہایت دوبھر معلوم ہوتی
ہین۔ باوجود ان تیاریون کے بھی یہ ہوائی نشیمن بعض اوقات اس قدر سرد ہوتا ہے

کہ مسافر سردی کی تاب نہین لاسکتا اور مجبور اگے نیچے اوتر کر مرطوب اور تنگ حجرون مین سے
کسی مین پناہ لیتا ہے۔ غرضکہ کوئی آدھ گھنٹہ مین جب تیاریان ہو چکتی ہین اور خوشگوار
حرارت اکڑے ہوئے جوڑون اور خستہ اعضار کو راحت پہونچانے لگتی ہے اور سماوار
مین سے خوش آیند بھاپ اوٹھنے لگتی ہے تو تسکین کی ایک حیرت انگیز کیفیت مسافر
پر طاری ہوتی ہے اور وہ غالباً اس وقت اپنے مکان کو قلعۂ ونڈسر[۱] کی کسی پُر تکلف
خوابگاہ سے بدلنا پسند نہ کرے گا۔ لیکن جب دوسری صبح کو چار یا پانچ بجے مُنھ اندھیرے
کڑکڑاتی سردی مین جھلملاتی شمع کی روشنی مین اوسے اوٹھ کر کپڑے پہننے پڑتے ہین
چیز بست باندھنی پڑتی ہے۔ ناشتہ تیار کرنا پڑتا ہے اور آخر کار اس بات کی نگرانی کرنی
پڑتی ہے کہ تمام سامان اندھیرے مین صحیح و سالم گھوڑون کی پیٹھ پر جو نیچے اصطبل مین
ہوتے ہین بار ہو جائے تو اوس وقت کچھ دیر کے لئے یہ خیال اوسکے دل مین آتا
ہو گا کہ سیاحت ایران پر وہی مثل صادق آتی ہے کہ

"کلاہ دولتش ست اما بدرد سر نمی ارزد"

اور وہ یہ سوچتا ہو گا کہ انگلستان مین جو خوشی و اطمینان میسر ہے وہ یہان کہان۔

چاپار کے گھوڑے

ایرانی چاپار کے گھوڑون کے متعلق مین ایک آدھ جملہ اور درج کرنا چاہتا ہون کیونکہ
یہ ممکن نہین کہ ایک شخص چند ہفتون کی مدت مین ان جانورون مین سے ساٹھ ستر پر

---

[۱] شاہ انگلستان کے ایک محل کا نام ہے۔ مترجم

سوار ہو اور اونکی جنس کے متعلق کوئی عام رائے قایم نہ کرے - اس مین شک نہین
کہ برے گہوڑون مین سے مسافر اپنے لیئے سب سے اچھا گہوڑا پسند کرتا ہے لیکن
چاپارشاگرد کی ضرور نگرانی کرنی چاہیئے کیونکہ اوسکو ہر ایک جانور کی خوبیان پوری طرح
سے معلوم ہوتی ہین اور اگر اوسکی روک نہ کی جائے تو وہ اپنے لیئے سب سے بہتر
گہوڑے کا انتخاب کرے گا اور اپنے مالک کی آسایش کا ذرا خیال نہ کرے گا جسوقت
مسافر چاپارخانہ سے نکلتا ہے اور اپنے نئے گہوڑے کو کچھ دور چلا کر دیکھتا ہے تو
وہ وقت بھی اوسکے لیئے نہایت ہی تذبذب کا ہوتا ہے تین سو گز کے اندر اندر اوسی
معلوم ہو جاتا ہے کہ جو تین یا چار گہنٹہ کا سفر اوسکے سامنے ہے آیا وہ قابل برداشت
ہوگا یا پر عذاب - تہوڑے سے تجربہ کے بعد جو چال یورپین اپنے لیئے پسند کرتا ہی
وہ یہ ہے کہ کبھی تیز پویہ جائے کبھی قدم قدم - ایرانی جب پویہ یا سرپٹ نہین جاتے
ہین تو وہ ایک بہدی تکلیف دہ دُلکی اختیار کرتے ہین جو انگریزی زین پر مغز کو ہلا ڈالی
سواری چاپار کے کل اثنا مین مجہے صرف دو دفعہ ایسے گہوڑون پر سوار ہونے کا
اتفاق ہوا جو انگریزی دُلکی چل سکتے تہے - چاپارشاگرد اپنے ساتہہ چمڑے کا ایک چابک
اپنے ہمراہ رکھتا ہے اور ہر ایک مسافر کو بھی یہی چاہیئے کہ ایسا چابک ساتہہ لیکر چلے
چاپارشاگرد کی چابک کی کڑاقوت کی آوازہ ایسی ہوتی ہے کہ پناہ بخدا - لیکن گہوڑا جو چابک
کہانے کا عادی ہوتا ہے اوس سے جہرجہری تک نہین لیتا - چاپارشاگرد کو ہم نے
وقتاً فوقتاً "پوسٹ بائے" (یعنی چاپار طفلک) لکھا ہے لیکن واضح رہے کہ یہ شاگرد

"طفلک" نہین ہوتا بلکہ اچھا خاصا مرد ہوتا ہے۔ وہ زین پر سوار نہین ہوتا بلکہ عموماً سامان کے ڈھیر پر بیٹھ جاتا ہے اور اوس کی دونون ٹانگین دونون طرف پھیلی ہوئی ہوتی ہین نہ اوسکے ہاتھ مین باگین ہی ہوتی ہین بلکہ صرف ایک رسا جو قزی کے ایک سرے سے بندھا ہوا ہوتا ہی وہ ہاتھ مین لئے رہتا ہے۔ اوسکی نسبت باور تو یہ کیا جاتا ہے کہ وہ رہنمائی کریگا اور سرعت رفتار کا معیار خود قایم کریگا لیکن مجھے جلد یہ بات معلوم ہوگئی کہ ایک دن مین ستر میل کا فاصلہ اس طرح سے طے نہین کیا جاسکتا اور یہ کہ ایک غیر ملک مین بھی اپنا رہنما آپ ہی بننا چاہیئے۔ اگر روشنی ہو تو عموماً راہ کے متعلق غلطی نہین ہوسکتی کیونکہ اگرچہ یہان کوئی سڑک موجود نہین اور رستہ خچر کی صرف ایک پگڈنڈی ہے جو میدانون کو قطع کرتی پہاڑون پر چڑھتی اور درون مین اوترتی ہوئی جاتی ہے اور بعض دفعہ صرف ایک ہی لکیر ہوتی ہے اور بعض اوقات متوازی راہون کی ایک چوڑی دہاری ہوتی ہے لیکن پھر بھی بے شمار جانورون کے کہرون کے نشانات زمین پر کچھ ایسے قایم ہوگئے ہین کہ جس سمت مین جانا ہوتا ہے وہ سامنے کئی میلون تک نظر آجاتی ہے۔ رات کے وقت اگر چاپار شاگرد کی مدد نہو جس کی نظر اور حافظہ کبھی غلطی نہین کرتے تو اجنبی فوراً راہ گم کرجائے۔

چاپار کے گھوڑے کی شوخیان

ایران کے چاپاری گھوڑے کا مشہور ترین خاصہ یہ ہے کہ خواہ مخواہ سکندری کہاتا ہے۔ ان مین سے اکثر کے گھٹنے چھلے ہوئے ہوتے ہین اور گھوڑے کے

انتخاب کے وقت سب سے پہلی یہ بات دیکھنی چاہیئے کہ اوسکے گھٹنے کے بال بالکل اوڑے ہوئے تو نہیں ہیں سبجھے یہ بات معلوم نہ ہوسکی کہ آیا گھوڑے کے ٹھوکر کھانے کی وجہ لگام کا تنگ رکھتا تھا اوسے ڈھیلا چھوڑ دینا اور اس لئے مین نے یہ نتیجہ نکالا کہ چاپار کے گھوڑے کی قسمت ہی مین یہ لکھا ہے کہ سال مین اتنی ٹھوکرین کھایا کرے ان مین سے بعض تو اسباب ظاہری اور بعض اوس کی اپنی مرضی پر منحصر ہین۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ کوئی مجبور کرنے والا پراسرار قانون یہ سب کی سب ٹھوکرین اوسکو کسی نہ کسی طرح کھلوائے۔ اس واقعہ سے کہ مین ایران مین مشرقی علاقہ سے وسطی علاقہ اور وسط سے جنوب تک گھوڑے پر سوار ہوکر گیا اور ایک دفعہ بھی نہ گرا۔ بجائے اسکے کہ میرے نظریہ کی تردید ہو اوس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ کوئی وجہ موجہ ایسی نہ تھی کہ میرے ساتھ ایسی رعایت کی جائے۔ البتہ اس کی توجیہ اس دلیل سے ہوسکتی ہے کہ میرے بچاؤ کا خمیازہ دوسرے لوگ یا تو پہلے ہی اوٹھا چکے ہونگے اور یا آگے چلکر اٹھائینگے۔ میرے ایرانی ملازم کا جو میرے پیچھے پیچھے سوار آتا تھا پٹخنی کھاکر فرش خاک پر گرکے درد و تکلیف سے کراہنا میرے لئے مساوات ہوگیا تھا۔ چاپار شاگرد اگر دن بھر مین ایک دفعہ نہ گرلیتا تو اوسے نہایت ہی مایوسی ہوتی۔ ایرانی چاپار کے گھوڑے کی بے اعتباری کی حمایت مین یہ بات البتہ کہی جاسکتی ہے کہ شاذو نادر ہی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ سوار گھوڑے پر سے گرے اور اوسے سخت چوٹ آئے۔ حوادث یا صدمات کی تعداد گرنے کی تعداد کے مقابلہ مین نہایت

ہی خفیف ہے۔ دو اور عیوب میرے دیکھنے مین آئے جو ان گھوڑون مین پائے جاتے ہین۔ بعض مریل سے مریل گھوڑے بھی سوار کو اپنے اوپر چڑھنے نہین دیتے جو اس بات کا عجیب ثبوت ہے کہ اون کی یادداشت نے سابق کے تجربہ سے فایدہ اُٹھایا ہے۔ ایک دفعہ مجھے البتہ حادثہ پیش آنے ہی کو تھا۔ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک گھوڑا جس پر سے مین اُترا میرے رکاب مین پاؤن رکھتے ہی بھاگا۔ اور قریب تھا کہ اپنے آپ کو اور مجھے ایک کھلی ہوئی قنات کے گڑھے مین گرا دے۔ اسکے علاوہ جب سوار اپنا دہنا ہاتھہ چابک کے ساتھہ بلند کرتا ہے یا خالی ہاتھہ اٹھاتا ہے تو اوس سے ان جانورون کی یادداشت پر ایسا برہم کرنے والا اثر پڑتا ہے کہ وہ بسا اوقات کترا کر بائین طرف کو دفعتہً پلٹا کہا جاتے ہین۔ جب لوگ انہون کو کسی چاپار کے گھوڑے سے خاص طور پر نفرت ہو جاتی ہے تو وہ بعض دفعہ اتفاقاً اوس کی دم کاٹ ڈالتے ہین جسکی وجہ سے وہ ایک ایسے ملک مین جہان دم کا ہونا لازمی سمجھا جاتا ہے ہمیشہ کے واسطے ناقابل کار ہو جاتا ہے۔ مگر یہ فعل اگر بے رحمانہ نہین تو معاندانہ تو ضرور ہے اور اجنبیون کا اس سے اجتناب کرنے مین کوئی نقصان نہین۔ ایرانی چاپار کے گھوڑے اور طریقہ چاپار کے متعلق اس گریز کے خاتمہ پر مین شاید موزون طور سے ٹیورنیر کا وہ مہتم بالشان فقرہ درج کر سکتا ہون جو تین سو سال سے بھی پہلے اوسنے اپنے سفرنامہ ایران کے دیباچہ مین لکھا تھا۔ وہ کہتا ہے:

"مسافر ایشیا مین اوسطرح سفر نہین کر سکتا جس طرح یوروپ مین کر سکتا ہے۔

دونون براعظمون کے اوقات سفر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہین اور جو آسانیان یوروپ مین مسافرون کو حاصل ہوتی ہین وہ ایشیا مین نہین ہوتین "

سڑک کی عام حالت

مشہد سے طہران کو جو سڑک گئی ہے اوس کی اندرونی دلچسپیان ایسی محدود ہین کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جانیکی سخت ضرورت اگر داعی نہ ہو تو کوئی شخص اسے کبھی اختیار نہ کرے۔ راستہ بھر یعنی ۵۶۰ میل کے پورے فاصلہ مین ایک بھی چیز ایسی دیکھنے مین نہین آتی جسے خوبصورت کہا جاسکے اور ایسی چیزین بھی بہت ہی کم دیکھی جاتی ہین جو باعث دلچسپی ہون۔ بہرحال فصل خزان کے آخری حصہ مین اسکا منظر رنگینی سے معرا اور ویرانی لیئے ہوئے ہوتا ہے۔ سڑک یا یون کہیئے کہ ٹیا لمبے پتھریلے میدانون مین سے لہراتی۔ غیر خوش آئند پہاڑون کو قطع کرتی اور اجڑے ہوئے گاؤن اور قصبون مین سے گذرتی ہوئی جاتی ہے۔ جا بجا اس بات کا قوی ثبوت بہم پہونچتا ہے کہ کسی زمانہ مین یہان کی آبادی زیادہ گہری تھی اور اسلیئے آجکل کے مقابلہ مین اس علاقہ کی زیادہ احتیاط کے ساتھ نگہداشت کی جاتی تھی۔ مسافر کا گذر ایسے قصبون مین ہوتا ہے جو بالکل سونے پڑے ہین اور سوائے متزلزل دیوارون اور منہدم برجون کے اندوہ فزا امتزاج کے اور کچھ وہان موجود نہین۔ اوسکے دیکھنے مین ایسے قلعے اور مستحکم مقامات آتے ہین جو انحطاط کے آخری درجہ کو پہونچ چکے ہین اور اب مٹی کے بے شکل تودون سے زیادہ اون کی حیثیت نہین۔ ایسے مسدود اور متروک قناتون

کی لمبی لمبی قطارین نظر آتی ہین جنکے ذریعہ سے کبھی پہاڑون سے میدانون مین
پانی لایا جاتا ہوگا۔ شہرون کی دیوارون کے کھنڈر رہ گئے ہین اور اون مین بڑے
بڑے سوراخ نظر آتے ہین۔ جو عمارتین قابل ذکر تہین وہ اب گر رہی ہین اور جن مکانون
مین پہلے لوگ بود و باش رکھتے تہے اون کی اب یہ حالت ہو رہی ہے کہ تودہ ہاے
خاک سے اون کی حقیقت زیادہ نہین جہان سے کتے بھونکتے ہوئے سنائی دیتے ہین
غلیظ و کثیف قبرستان جنکی حرمت کی ذرا پروا نہین کیجاتی۔ اور جو ہر ایک شہر کے باہر کئی سو
گز تک پہیلے ہوئے ہوتے ہین اور جن مین لوح مزار کا نقش مٹ چکا ہے اور قبرین
زمین مین دہنستی ہوئی چلی جا رہی ہین ایسے وحشت انگیز نہین ہوتے جیسا کہ شہر کا اندرونی
حصہ جہان زندون کی حالت بھی ویسی ہی ہو رہی ہے جیسی مردون کی مسافر اگر زیادہ
سے زیادہ کسی نئی بات کے پیش آنے کی توقع کر سکتا ہے (اگرچہ جیسا کہ مین پیشتر
ذکر کر چکا ہون مجھے اس بارہ مین ناکامی ہوئی) وہ یہ ہے کہ اوس کا گھوڑا سکندری کھا کر
اگر اپنے گھٹنون کو نہ پھوڑے تو سفر کی شل کر دینے والی یکسانیت کے تسلسل ہی
کو توڑ دے۔

عبرت

لیکن اگرچہ یہ رستہ بیرونی دلچسپیون سے معرا ہے پھر بھی تاریخی اور عملی لحاظ سے
اس سے دو سبق حاصل ہو سکتے ہین۔ اس سفر کے اختیار کرنے سے مسافر محض اوس
راہ کو طے نہین کر رہا ہے جسے کم از کم پانچ سو سال سے ہزارہا زائرون نے طے

کیا ہے بلکہ وہ فوجون کی طوفان بار گذرگاہ کو دہرا رہا ہے اور عظیم الشان فاتحون
اور فرمانرواؤن کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اور اگر اوس ویرانی مین جو اوس کے
چارون طرف پھیلی ہوئی ہے اوس کی چشم بصیرت کو یہ نظر نہین آتا کہ یہ ملک ایک زمانہ
مین کیا تہا اور اب کیا ہے تو کم از کم وہ اس امر کے متعلق تو ضرور رائے قایم کرسکیگا
کہ جنگ اور وبا کے خوفناک نتائج نے کہنہ بدنظمی کے زیادہ تر خوفناک نتائج کے
ساتہہ ملکر اس ملک کی کیا حالت کردی ہے اور اس بوسیدہ شہرون اور ویران مکانون
کے اجڑے ہوئے طبقہ مین وہ زبان حال سے ایران کے دیرینہ زوال کی داستان
سنے گا۔

منزلون اور فاصلہ کی فہرست

ذیل کے نقشہ مین اون منازل کے نام اور فاصلے درج کیے جاتے ہین جو مشہد اور طہران[۱]
کے درمیان واقع ہین:-

نام مقام	فاصلہ حساب فرسخ	فاصلہ حساب میل تخمینی	نام مقام	فاصلہ حساب فرسخ	فاصلہ حساب میل تخمینی
مشہد	٠	١٠	شوراب	۷	۲۵
شریف آباد	۹	۲۴	زعفرانی	۵	۱۸
قدم گاہ	۷	۲۹	سبزوار	۷	۲۴
نیشاپور	۶	۱۷	مہر	۷	۳۲

[۱] اس سڑک پر بہت سے سیاحون نے سفر کیا ہے اور اسکے تفصیلی یا جزئی حالات بہی قلمبند کیے ہین چنانچہ ان مین

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ بحساب میل تخمینی	—	نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ بحساب میل تخمینی
مزینان	۶	۳۰		اہوان	۷	۲۴
عباس آباد	۷	۲۳		سمنان	۷	۲۴
میان دشت	۶	۲۳		لسگرد	۶	۲۳
میومای	۷	۲۴		دہ نمک	۸	۳۵
ارمیان	۴	۱۷		نشلاک	۷	۲۹
شاہ رود	۷	۲۷		ایوان قایف	۶	۲۱
دہ ملا	۴	۱۶		کبود گنبد	۷	۲۹
دامغان	۶	۲۶		طہران	۷	۲۵
گشاہ	۷	۲۳		میزان کل	۱۵۴	۴۵۹

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۲ سے میں صرف اون لوگون کا نام لیتاہون جو سب سے زیادہ مشہور یا علم وفضل کے اعتبار سے سربرآوردہ ہین :- الاصطخری (سنہ ۹۵۰ تا ۹۶۰ء) "اور سنٹ جاگر قی" (ترجمہ "مسالک الممالک")، صفحہ ۱۸۱ + رائی ڈی کلاویجو (سنہ ۱۴۰۴ء) "نیریٹو آف ایمبسی" (داستان سفارت) + وان ہیراپ (سنہ ۱۷۴۴ء) "جے ہینوے ہسٹاریکل اکاونٹ آف برٹش ٹریڈ" (تاریخی حالات تجارت برطانوی متذکرہ جے ہینوے)۔ جلد اول صفحات ۳۵۷ الی ۳۵۹ + کپتان ٹرولیہر (سنہ ۱۸۰۷ء) "ڈاسی کی سرگذشت سفر" (زبان فرانسوی) + جے۔ بی۔ فریزر (سنہ ۱۸۲۱-۲۲ء) "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب سیزدہم الی ہفدہم + کپتان اے۔ کونولی (سنہ ۱۸۳۰ء) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان کا سفر)۔ جلد اول، صفحات ۱۹۴ الی ۲۲۰ + ای۔ ایل بسٹفورڈ (سنہ ۱۸۴۰ء) "لینڈ مارچ" (سفر خشکی)۔ جلد دوم صفحات ۱۳ الی ۳۴ + ڈاکٹر جے۔ والف (سنہ ۱۸۳۱ء و سنہ ۱۸۴۳ء)

دوسرا راستہ



اسکے کہ مین کچھ اور ذکر کرون مین یہ بیان کرنا مناسب سمجھتا ہون کہ مشہد سے نیشاپور تک کی پہلی تین منزلون کا سفر ایک اور راستے سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ ڈاک کی چوکیان اور منزلین دوسرے یعنی جنوبی راستہ پر واقع ہین اس لئے اس راہ کو جو زیادہ تر شمالی سمت مین واقع ہے چاپار کے ذریعہ سے جانے والے مسافر اختیار نہین کرسکتے۔ البتہ اس طرف سے کاروان جاتے ہین (جن کے ہمراہ اونٹ نہ ہون) اور خصوصاً گرمی کے موسم مین اس راہ کو اختیار کرتے ہین۔ کیونکہ اگرچہ سڑک خراب ہے لیکن جس علاقہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۳ - "ٹریولس اینڈ ٹیریٹو آف مشن" (سفرنامہ و حالات سفارت) + جے۔ پی۔ فیریر (۱۸۴۵ء) "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان)۔ صفحات ۵۴ - الی - ۱۱۵ + کپتان سی۔ کلارک (۱۸۵۱ء)۔ "جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی)۔ جلد سی و یکم۔ صفحات ۳۷ - الی ۵۴ + این۔ ڈی۔ خانیکاف۔ (۱۸۵۸ء) "میمائر اٹ سیٹیرا" (تذکرہ وغیرہ)۔ صفحات ۷۲ - الی - ۹۷ + ای۔ بی۔ ایسٹوک (۱۸۶۲ء)۔ "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ)۔ جلد دوم۔ صفحات ۱۳۴ - الی - ۱۹۱ و ۲۷۱ - الی - ۲۹۵ + آرمینیس ویمبری (۱۸۶۳ء)۔ لایف اینڈ ایڈونچرس" (حیات و سرگزشت) باب بست و ہشتم + شاہ کجکلاہ ایران (۱۸۶۶ء و ۱۸۸۳ء) "سفرنامہ شاہ ایران" (بزبان فارسی) + ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو (۱۸۷۲ء) "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ)۔ صفحات ۳۶۸ - الی - ۴۱۱ + کرنیل ایون اسمتھ (۱۸۷۲ء) "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول۔ صفحات ۳۶۶ - الی - ۳۸۸ + کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۱۴۲ - الی - ۱۷۶ + ای۔ اوڈونوون (۱۸۸۱ء) "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد اول باب بست و دوم۔ الی بست و ہشتم۔

ہین سے یہ ہو کر گذرتی ہے وہ زیادہ تر مرتفع ہے (یعنی ۷۰۲۰ فیٹ) اور اوسکے مناظر سبزہ اور خوش نمائی کے باعث زیادہ تر دلچسپ ہین ۔ مشہد کے خاک افشان میدانون اور عریان چٹانون سے چند ہی میل کے فاصلہ پر بہتے پانی اور سبز و شاداب درختون مین پہونچکر مسافر کو حقیقت مین تعجب ہوتا ہے ۔ منزلین حسب ذیل ہین [1] ۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب
مشہد	۰	۰
جاغرک	۵	۲۰
دہ رود	۶	۲۲
نیشاپور	۶	۱۸
میزان کل	۱۷	۶۰

میری روانگی مشہد سے

ایرانی دستور کے مطابق جسے تقاضائے اخلاق مستحسن طور پر ہر جگہ برتا جاسکتا ہے ۔ کرنیل اسٹوارٹ اور دوسرے احباب میرے ہمراہ شہر کے پھاٹک کے باہر کچھ دور تک مشایعت کے طور پر سوار آئے ۔ ایک اور قابل تحسین ایرانی رواج کے بموجب کرنیل اسٹوارٹ

[1] اس راہ کو حضرات ذیل سیاحون نے اختیار کیا ہے اور بیان بھی کیا ہے :۔ جے بی فریزر (۱۸۲۱ء) + اے ۔ بی ۔ ایسٹوک (۱۸۶۲ء) + ایچ ڈبلیو بیلیو ۔ اور کرنیل ۔ ایوان اسمتھ (۱۸۷۲ء) + کرنیل ولینٹائن بیکر (۱۸۷۳ء)

نے مجھے پہلی منزل کے سفر کے لئے اپنے اصطبل مین سے ایک گہوڑا منگا کر دیا
اور ایک تیسری رسم کی تعمیل ہین مین نے یہ قصد کیا کہ پہلے دن ایک ہی منزل جاونگا
اس کا یہ مقصد تہا کہ نوکر چاکرون اور خیمہ و خرگاہ کی حالت ٹہیک ہوجائے اور مین کل
زیادہ کڑی منزل طے کرنے کے لئے آمادہ ہوجاؤن۔ مسطح میدان پر ایک گھنٹہ
تک سفر کرنے کے بعد اون تند و تیز آندہیون مین سے ایک نے چلنا شروع کیا
جسے مشرق کا سیاح اپنے تکلیف دہ تجربہ سے جانتا ہے یہ آندہی طوفان کی طرح
تھپیڑے مارتی ہوئی چلی اور خاک کے ایک بادل سے زمین آسمان کو اِس نے ایک
کردیا۔ میری آنکہون اور کانون اور منہہ کو اس کثیف طوفان نے خاک جہونک جہونک کر
بھر دیا۔ یہ آندہی ٹہیک میری سمت مقابل سے چل رہی تہی اور نہایت گرم تھی۔ جب
مشہد سے روانہ ہوکر ہم سات میل کے قریب طے کرچکے تو ہم اُن پہاڑون کے دامن
مین پہونچے جو مشہد کے میدان کو نیشاپور کے میدان سے جدا کرتے ہین اور حقیقت
مین کوہ بنالود کا جنوبی و مشرقی منتہا ہین۔ جاغرک سے لیکر دہ رود تک کی سڑک اس
سلسلہ کوہ کو بلا تکلف طے کرتی ہے لیکن ڈاک کی سڑک ایسے ڈہلوان چڑہاؤ سے
کترا کر جنوبی و مشرقی سمت کو جاتی ہے اور اس سلسلہ کی پست تر پہاڑیون اور پہلوؤن
ہی کو طے کرتی ہے۔

زایرون کا زُند و اتقا

ہر ایک پہاڑی کی چوٹی پر جہان سڑک جلد جلد چڑہتی ہوئی پہونچی ہے زایرون

نے اس مقدس شہر کی طرف جاتے وقت اظہار شکر و منت کے طور پر پتھر کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے سنہری کلس کو دیکھ کر بتقاضائے زہد و ورع لگا دئے ہیں۔ ان ڈھیروں سے مراد یہ بیان کی جاتی ہے کہ زایر یا تو اپنے کسی عزیز مرحوم کے لئے یا اپنے پس ماندوں کے لئے اور یا خود اپنے لئے پہلے سے ایک مکان تیار کرتا ہے تاکہ دوسری دنیا میں اونکے یا اوس کے کام آئے۔ ہر ایک ٹیکرے کی چوٹی پر زہد و اتقا کی یہ علامات کثرت سے موجود ہیں۔ سب سے بلند ٹیلا جہاں سے نووارد اوّل اوّل متبرک عمارت کو دیکھتا ہے سلام تپہ یعنی کوہ سلام کہلاتا ہے اور دہ رود کی سڑک پر بھی اسکے مقابل کا موقع موجود ہے۔

ایک شیعہ مسلمان جب اول اول یہاں پہونچکر اپنی منزل مقصود کو دیکھتا ہے تو فرط جوش سے اپنی پیشانی زمین پر رگڑتا ہے اور اون مصائب و آلام کو یاد کر کے زار و قطار روتا ہے جو اوسکے مذہب کے شہدا کو سہنے پڑے۔ یہاں وہ اپنے لباس کو پارہ پارہ کرتا ہے اور ان دھجیوں کو کسی شاخ یا جھاڑی سے باندہ دیتا ہے۔ تاکہ امام صاحب اوسے پہچان لیں اور قیامت کے دن اوس کی شفاعت کریں۔ یہاں وہ اپنے رنگین علم کہولتا ہے اور یا علیؑ۔ یا حسینؑ اور یا امام رضاؑ۔ کے نعرے مارتا ہوا اوس منزل مقصود کی طرف جلد جلد بڑہتا ہے جسکی اوسے اتنی مدت سے تمنا تھی۔ میں نے کئی دفعہ پیچھے مڑ کر دیکھا مگر مجھے کچھ نظر نہ آیا کیونکہ پوری وادی گرد و خاک کے ایک طوفان میں لپٹی ہوئی تھی جسکے سفید بادل آسمان کی طرف کسی آتش زدہ

گہاس کے جنگل کے دہوئین کی طرح عظیم الشان مرغولون مین اوٹھ رہے تھے۔

ان پہاڑیون مین سے ایک کی چوٹی پر پتھر کی ایک سل سیدہی کھڑی ہے جو یہان خراسان کے ایک سابق گورنر جنرل کے زہد و اتقا کی یادگار کے طور پر نصب لیگئی ہے۔ یہ گورنر جنرل طہران مین صدر اعظم اور سپہ سالار کے جلیل القدر عہدون پر سرفرازہ ہو چکنے کے بعد معتوب ہو کر اس خدمت پر بہیجدیا گیا تہا اور یہان اوسنے مشہد کی حالت درست کرنے اور اس مین عمدہ عمدہ کاروان سرائین بنانے کی وجہ سے لوگون مین عموماً زایرون مین خصوصاً بہت کچھ شہرت حاصل کی تہی۔ اوس کا نام ابھی تک زندہ ہے نہ صرف پتھر کی سل پر بہت سے احسان مند مشہدیون کی زبان پر۔

شریف آباد

تار برقی کے ستونون کی رہنمائی سے بہت سی اونچی نیچی اور چٹیل پہاڑیون کے سلسلہ کو طے کرتے ہوے ہم ترخ کی کاروان سراے مین جو ایک ندی کے کنارہ واقع ہو پہونچے سڑک پر پیادہ رو دون۔ اونٹون اور گدہون کا ہجوم تہا اور مین نے ایک گاڑی بہی دیکھی جو ان پہاڑیون مین سے ایک پر ایک بیگہ پھنس گئی تھی۔ آخرکار ایک وادی ہم شریف آباد کی قبہ دار کاروان سراے مین پہونچے جسے تربت حیدری والے مشہور اسحاق خان نے موجودہ صدی (انیسوین) کے شروع مین تعمیر کیا تہا۔ یہ اسحاق خان وہی ہے جسکا ذکر مین خراسان کے باب مین کرچکا ہون تاہم ۱۸۳۱ء مین ڈاکٹر والف جسکے دماغ مین کچھ نہ کچھ ضرور خلل تہا پہلی مرتبہ مشہد کو جاتے وقت وحشی ہزارایون کی ایک جماعت کے ہاتھہ پڑ گئے

سے بال بال بچا۔ کاروان سرا کے چارون طرف ایک چھوٹا سا گاؤن آباد ہے اور چاپارخانہ قریب ہی واقع ہے۔

میت لیجانے والے قافلے

کے وقت آفتاب نظر نہین آیا۔ پہاڑون پر سردی پیدا کرنے والا سفید کُہر چھا رہا تہا۔ روانہ ہونے کے دو گہنٹہ بعد ہم سلطان آباد کے گاؤن اور کاروان سرائے کے پاس سے ہوکر گزرے جہان میرے سامان کا گھوڑا موقع پاکر گاؤن کی پیچدار گلیون مین بہاگ گیا اور ہمین اوسے باہر نکالنے کے لئے کچھ دیر تک اچھی خاصی آنکھ مچولی کہیلنی پڑی۔ سڑک پر کئی سو مسافر تہے جن مین سے زیادہ مشہد کی طرف جانے والے تہے۔ یہ سب کے سب یا قریبًا سب کے سب گہوڑون پر سوار تہے جس سے گدہے کی سواری کے مقابلہ زیادہ خوشحال ہونے ثبوت ملتا تھا۔ مین یہ دیکھہ رہا تہا کہ شیعہ مردون کی لاشین تابوتون مین مشہد کے بڑے مدفن کی طرف جاری ہین اور سیاحان سابق کے بیانات کی روسے مین نے تابوتون کو دیکھتے ہی پہچان لیا بعض تابوت سیاہ بانات مین لپٹے ہوئے تہے اور گدہون کے دونون جانب لٹکے ہوئے تھے۔ لیکن ایک آدمی ایک بہت لمبا تابوت اپنے سامنے زین پر رکھہ کر لیجا رہا تہا اور ضرور ہے کہ کبھی کبھی اوس کے دل پر عجب کیفیت طاری ہوتی ہو بعض دفعہ کوئی میت لیجانے والا قافلہ ملتا ہے جسے اس بات کی اجازت حاصل ہے کہ شیعون کی اس قدر میتین مشہد تک پہونچاوے۔ لیکن بعض

دفعہ ایک غیر پیشہ ور میت لیجانے والا بھی دیکھنے مین آتا ہے جو اپنے سفر کا خرچ نکالنے اور آخر مین کچھ روپیہ عرضے اوڑانے کے لیے پس انداز کرنے کو اپنے کسی زیادہ متمول ہم وطن یا دوست کی لاش لیجانے کا ذمہ لیتا ہے۔

قدم گاہ

قدم گاہ مین وہ رستہ جو مشہد سے دہ رود کو آتا ہے پہاڑون پر سے اوتر کر میدان کی طرف آتا ہے اور اوس رستہ سے مل جاتا ہے جسپر مین سفر کر رہا تھا۔ قدم گاہ کی نسبت یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام طوس کو تشریف لیجاتے وقت یہان فروکش ہوئے تھے اور یہان کے آتش پرستون پر اپنی کرامت ظاہر کرنے کے لئے اوہنون نے اپنے قدم کا نشان ایک کالے پتھر پر چھوڑا۔ چنانچہ یہ پتھر بعد مین ہمیشہ کے لئے زیارت گاہ ہو گیا[۱]۔ اس مقدس مقام پر ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ ایسٹوک کہتا ہے کہ اس مسجد کا بانی شاہ عباس تہا۔ مگر اوس کا خیال صحیح نہین حقیقت مین اس مسجد کا بانی شاہ سلیمان تہا اور اس مقام کے تقدس کی وجہ سے یہان بہت سے سید

---

[۱] فارس کے صوبہ مین اصطخر کے قریب ایک اور قدمگاہ بھی ہے جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہان ایک چٹان پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھوڑے کے سم کا نشان ثبت ہے۔ دیکھو پروسیڈنگس آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" (روئداد رایل جاگرفیکل سوسائٹی) سلسلہ جدید جلد پنجم بابت ۱۸۸۳ء جس مین کپتان ویلس کا مضمون مندرج ہے۔ سترہوین صدی کے مصنفین نے بعض ساسانی پتھر کی مورتون کو بھی جو شیراز کے قریب پائی گئن قدم گاہ لکھا ہے۔

رہتے ہین جو بدمعاش ہونے کے لحاظ سے اپنے اکثر دوسرے بھائیون سے کم نہین۔ مسجد ایک بڑے باغ کے اوپر کے کنارے پر ایک مرتفع چبوترہ پر واقع ہے۔ کسی زمانہ مین اس باغ کے کئی خوبصورت درجے پھولون کی کیاریون۔ حوضون اور بہتے پانی کی نہرون سے مزین ہوتے تھے۔ اگرچہ یہ باغ اب بہت کچھ ویران ہوگیا ہے پھر بھی کثیر التعداد درخت اس پر اپنا سایہ کئے ہوئے ہین۔ مسجد کے اندر ایک ہی درجہ ہے جس مین ابھرے ہوئے کنارے والے محراب مین سے داخل ہوتے ہین اور اسکے اوپر ایک بہت بڑا قبہ ہے۔ پتھر جس پر قدم ہے مسجد کے اندر ہے اور یہ کچھ مقام تعجب نہین کہ امام صاحب کے قدم کا نشان معمولی قدمون کے نشان سے بڑا ہے۔ ان سب بڑے آدمیون کے پاؤن بھی بڑے تھے مین نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کا نشان حضرت عمرؓ کی مسجد واقع یورشلیم مین اور بدھ کے پاؤن کا نشان کوہ آدم پر سیلون مین دیکھا ہے اور اونکے قدمون کے بہت بڑے ناپ کو دیکھکر مجھے تعجب ہوا کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام کے قدم کا نشان نسبتاً اسقدر کیون چھوٹا ہے۔ قبے کے بیرونی حصے پر کسی زمانہ مین کاشی کا کام تھا لیکن اب وہ اکھڑ کر نیچے گر پڑا ہے اگرچہ ابھی تک ایک صحیح و سالم کتبے کی دھاریان گنبد کے پیٹ اور ردکار پر نمایان ہین۔ مسجد کے باغ سے نہر نکلکر سڑک کے بیچون بیچ صنوبر[۱] کے درختون کی ایک شاندار قطار کے پاس سے بہتی ہوئی چاپار خانہ اور

[۱] بیان کیا جاتا ہے کہ جن بیچون یا مخروطی پھلو ن سے یہ صنوبر اوگے ہین اونہین چار سو سال قبل ایک زائر کوہستان

ایک بڑی کاروان سرا سے کے درمیان گذرتی ہے - زیارت گاہ سے اوپر ایک پہاڑی پر جو سطح میدان سے پانچسو فیٹ بلند ہوگی۔ قدم گاہ کا گاؤن اور قلعہ ہے اور وادی کی سمت مقابل مین جو یہان پہاڑون مین پیدا ہوئی ہے ایک اسی طرح کی پہاڑی پر ایک پرانی گڑہی واقع ہے -

نیشاپور کا میدان

قدم گاہ سے روانہ ہونے کے ایک گھنٹہ بعد ہم نیشاپور کے مشہور و معروف میدان مین پہونچے جسکی تعریف مین مورخین سابق اسقدر رطب اللسان ہوئے ہین - اسکے عجائبات کا اظہار کثرت کے اعتبار سے بارہ کے عدد کے اضعاف کی وساطت سے کیا گیا ہے - مثلاً یہ کہا جاتا تھا کہ یہان فیروزے - تانبے - سیسے - سرمہ - لونے - نمک - مرمر اور سیلکھری کی بارہ بارہ کانین ہین - پہاڑون سے نکل کر ہمیشہ بہنے والی بارہ ندیان ہین - بارہ سو گاؤن ہین اور بارہ ہزار قناتین ہین جو بارہ ہزار چشمون سے نکالی گئی ہین - یہ شاعرانہ دولت بالکل ضایع ہو چکی ہے - لیکن نیشاپور کا میدان ابھی تک زرخیز و شاداب ہے اگرچہ یہ شادابی و زرخیزی ویسی نہین جس سے روایات کے سفینے معمور ہین - مگر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان اقطاع کی شادابی (کم از کم موسم خزان کے آخری حصہ مین) انگلستان کے سیر حاصل علاقہ کی شادابی سے کچھ بھی مناسبت رکھتی ہے - سواے اون درختون سے ڈھکے ہوے جو کھو نٹے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳۱ - ہمالیہ سے لایا تھا -

قطعات سے کہ جہان گاؤن واقع ہین اور کہین سبزہ کا نشان نہین پایا جاتا لیکن یہ قطعات ہر پاؤ پاؤ میل کے بعد واقع ہین اور کثیر التعداد نالیون اور پشتون سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ کل علاقہ زیر آبپاشی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اناج یہان بیج سے دس گنا پیدا ہوتا ہے لیکن آجکل یہان کی خاص پیداوار۔ چانول۔ افیون اور تمباکو ہین۔ فیریر جو ۷۵ سال قبل زیادہ اچھی فصل مین اس رستے سے گذرا اس کی دلفریبیون کا ذکر نہایت جوش سے کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے: "مین نے اس سے پہلے ایران مین سبزہ کی کہین ایسی فراوانی نہ دیکھی تھی اور جب نگاہ رہ رہ کر اسکے سبزہ زارون پر پڑتی تھی تو مجھے آسانی سے سمجھ مین آجاتا تھا کہ ایران کے فرمانروایان قدیم کو نیشاپور سے کیون ایسا خاص انس تھا۔"

شہر نیشاپور

نیشاپور (نسایا۔ یا نسوا۔ مورد رحمت یزدان۔ مولد ڈایونیسس[۱] رب النوع روایات یونان۔ اور فردوس ایران") کی شکستہ دیوارین اور برج جن پر ایک بلند مسجد کی چھت اور مینار چھائے ہوئے ہین شہر مین پہونچنے سے بہت دیر پہلے ہمین نظر آنے شروع ہو گئے تھے ایک وسیع قبرستان مین سے گزر کر جس کی کثیف قبرین اوس غلاظت کا ثبوت دیتی تھین جو ایران مین کیا موت اور کیا حیات دونون مین ساری ہے اور شہر کی جنوبی دیوار کا چکر کاٹ کر ہم چاپارخانہ مین جو مغربی پھاٹک کے ٹھیک باہر واقع تھا پہونچے۔ شہر پناہ جو کسی زمانہ

[۱] قدیم یونانیون کے عقیدے کے مطابق شراب کا دیوتا۔ مترجم

مین بلند تھی اس وقت کو جان کی شہر پناہ سے بھی زیادہ ویران حالت مین تھی ہر پچاس گز کے اندر دیوار مین بڑے بڑے سوراخ تھے اور دیوار کے بعض بعض حصے تمام دکمال غائب ہوگئے تھے ۔لیکن ایک مقام پر کچھ آدمی مرمت کے کام پر لگے ہوئے تھے اور ایک برج کو ازسر نو تعمیر کر رہے تھے۔ ایک کھائی مین سے گیلی مٹی کی چکیتیان کہود کر دست بدست اوپر پہونچا دی جاتی تہین جہان اونہین ایک دوسری پر جما دیا جاتا تہا لیکن یہ بات میری سمجھ مین بالکل نہین آسکی کہ اس ترمیم سے اب کیا فائدہ مترتب ہوگا۔ اگر غنیم چاہے تو دہا واکرتا ہوا وہ نیشاپور مین ایسی ہی آسانی سے داخل ہوسکتا ہے جیسی آسانی سے براسپٹن کی سڑک تک اگرچہ فائدہ اوسکو ایسا کرنے سے اوسی قدر ہوگا جس قدر براسپٹن کے قبرستان پر فوجی قبضہ کر لینے سے۔

نیشاپور کی تاریخ اور شہرت

نیشاپور کا نام عرف عام مین نے یا نو اور شاپور سے مشتق ہے ۔اور روایت یون ہے کہ شاپور نے ازسر نو اس کو بنایا یا ایسے مقام پر بنایا جو نے زار تھا۔ لیکن یہ شہر شاپور سے بھی پہلے کا تہا اور اس کی روایتی بنیاد طہمورث سے منسوب کی جاتی ہے جو فرمانروایان سلسلہ پیشدادی کا ایک بادشاہ تھا اور نوح علیہ السلام سے چوتھی پشت مین تہا۔ اس کا صحیح ماخذ نو (آجکل کے فارسی لفظ نیک کا مرادف) اور شاپور سے بیان کیا جاتا ہے کہ اس شہر کو سکندر اعظم نے برباد کیا اور بعد مین شاپور اوّل یا شاپور ذوالاکتاف (ایرانی روایات انکو ہمیشہ مخلوط کر دیتی ہے) نے ازسر نو تعمیر

کیا۔ شاپور ذو الاکتاف کی نسبت یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اوسنے اپنا ایک بہت بڑا مجسمہ تیار کراکر نصب کرایا جو مسلمانون کے حملے تک یہان قایم رہا۔ لیکن شاپور کے شہر کا موقع وہ نہین تہا جو موجودہ نیشاپور کا ہے بلکہ زیادہ تر جنوب و مشرق کی طرف تھا جہان اِسکے کہنڈر ابھی تک ایک نیلگون گنبد والے مقبرہ کے گرد پائے جاتے ہین جو سڑک کی بائین جانب واقع ہے۔ نیشاپور جو دنیا کے ہر شہر سے یقیناً زیادہ برباد ہوا اور پھر بنایا گیا۔ عربون کے زمانہ مین از سر نو پہلا پہولا اور اسکے بعد دیگرے خاندان طاہریہ اور محمود غزنوی کا جب کہ وہ حاکم خراسان تہا اور فرمانروایان خاندان سلجوقی کا پایہ تخت رہا۔

سلجوقیون کے پہلے سلطان طغرل بیگ نے اسے اپنا مستقر بنایا اور اوسکے عہد مین یہ عظمت و شان کے منتہائے عروج کو پہونچا۔ بہت سے مشہور و معروف سیاحون نے اسکی عظمت و شوکت اور شہرت و ناموری کا ذکر کیا ہے۔ دسوین صدی مین عرب سیاح الاصطخری نے اسے مربع شکل مین پایا جو چارون طرف ایک ایک فرسخ کے فاصلہ مین پہیلا ہوا تہا۔ جسکے چار پہاٹک تہے اور اطراف مین دو وسیع آبادیان تھین۔ گیارہوین صدی مین ناصر خسرو بیان کرتا ہے کہ اگر قاہرہ کا ہمسر کوئی دوسرا شہر ہے تو وہ نیشاپور ہے۔ ایک عرب نے اسکی قناتون اور اسکے باشندون کے متعلق یہ ظرافت آمیز فقرہ کہا ہے کہ "یہ شہر کیا ہی نفیس ہوتا اگر اس کی نہرین بالائے زمین ہوتین اور اسکے باشندے زیر زمین"۔ ایک اور مصنف ابو علی العلوی نے بیان کیا

ہے کہ یہ شہر فسطاط[1] (قاہرہ قدیم) سے زیادہ بڑا۔ بغداد سے زیادہ آباد۔ بصرہ سے زیادہ منتظم اور قیروان سے زیادہ شاندار ہے۔ اس مین ۴۴ محلے ۵۰ بڑی بڑی سڑکین۔ ایک شاندار مسجد اور ایک مشہور آفاق کتب خانہ تھا۔ سلطنت خراسان کے چار[2] بادشاہی شہرون مین اس کا بھی شمار تھا۔

نیشاپور کی بربادی

اب بدبختی کا دور آیا اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ بارہوین صدی کے بعد سے اگر نیشاپور اس غرض سے تباہ ہوا کہ از سر نو تعمیر کیا جائے تو جون ہی کہ اس کی مکرر تعمیر عمل مین آئی بربادی بھی ساتھ ہی ساتھ آئی۔ کسی شہر نے کسی زمانہ مین ایسی سخت جانی نہین ظاہر کی۔ کوئی شہر کسی زمانہ مین ایسی سفاکانہ تباہی کا کھلونا نہین بنایا گیا۔ خود قدرت نے

---

[1] فسطاط کی بنا حضرت عمرو بن العاص نے اپنے زمانہ تسخیر مصر مین ڈالی۔ اس شہر کے بنا ڈالے جانے کا واقعہ نہایت دلچسپ ہے جسکو علامہ شبلی نے اپنی کتاب الفاروق مین اس طرح بیان کیا ہے۔

"عمرو نے چند روز تک یہان قیام کیا اور یہین سے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ علاقہ فتح ہو چکا۔ اجازت ہو تو اسکندریہ پر فوجین بڑھائی جائین۔ وہان سے منظوری آئی۔ عمرو نے کوچ کا حکم دیا۔

اتفاق سے عمرو کے خیمہ مین ایک کبوتر نے گھونسلا لگا لیا تھا۔ خیمہ اکھاڑا جانے لگا تو عمرو کی نگاہ پڑی۔ حکم دیا کہ اسکو یہین رہنے دو کہ ہمارے مہمان کو تکلیف نہ ہونے پائے۔ چونکہ عربی مین خیمہ کو فسطاط کہتے ہین اور عمرو نے اسکندریہ سے واپس آکر اسی خیمہ کے قریب شہر بسایا اس لئے خود شہر بھی فسطاط کے نام سے مشہور ہو گیا اور آج بھی یہی نام لیا جاتا ہے" الفاروق مطبوعہ ۱۸۹۹ع صفحہ ۱۹۶۔

مترجم

[2] باقی کے شہر مرو، بلخ اور ہرات تھے۔

انسان کی اوسکے انتقام کے وحشیانہ عزم مین اعانت کی کیونکہ جو کچھ فاتح کی تسخیر سے بچ رہا تھا اوسے زلزلہ نے منہدم کیا[۵۱]۔ بارہوین۔ تیرہوین اور پندرہوین صدیون مین یہان تین بڑے زلزلے آئے۔ ان کے ہاتھون جو تباہی نیشاپور پر نازل ہوئی اوسکا آغاز ترکمانون نے کیا جنہون نے ۱۱۵۳؁ء مین مشہور سلطان سنجر کے عہد مین اسکو ایسا غارت کیا کہ جب یہان کے باشندے لوٹ کر آئے تو اونہین اپنے گھرون کا نشان تک نہ ملا۔ لیکن اگر "ترکمانی صولت" تازیانہ کا حکم رکھتی تھی تو "مغلی جلاوت" نے نیش عقرب کا کام دیا۔ چنگیز خان کے مغلون نے اوسکے بیٹے تلوی خان کی ماتحتی مین ۱۲۲۰؁ء مین شہر کو شعلہ و شمشیر کے حوالہ کیا[۵۲] اور ایک معتبر مورخ بیان کرتا ہے کہ اونکی خونفشانی

[۵۱] عرفی نے جسکے کلام مین آثار ایران کا جابجا ذکر ہے اور جس کے اس مشہور شعر کو سنکر کہ

ازنقش و نگار درو دیوار شکستہ — آثار پدید است صنا دید عجم را

بے اختیار ایران کی گذشتہ شان و شوکت کا عبرت ناک نقشہ آنکھون مین پھر جاتا ہے اپنے ایک مشہور نعتیہ قصیدے مین جسکا مطلع۔

سپیدہ دم چو زدم آستین بہ شمع شعور — شنیدم آیۂ استفتحوا از عالم نور

ہے نیشاپور کے تباہ کن زلزلون کی طرف اسطرح سے اشارہ کیا ہے۔

نعوذ باللہ اگر روز حشر طے نہ کند — شفاعت تو طی نامۂ اناث و ذکور

زشرم کثرت عصیان من بہ رعشہ فتد — حساب گاہ قیامت چو ارض نیشاپور

[۵۲] اسی چنگیز گردی مین خواجہ فریدالدین عطار جنہین صوفیہ کرام کے طبقہ مین ایک ممتاز درجہ حاصل ہے اور جنکا پندنامہ زبان زد خاص و عام ہے شہید ہوئے۔ مترجم

سفاکی کی پیاس اوس وقت تک نہ بجھی جب تک کہ اونہون نے سترہ لاکھہ چالیس ہزار
نفوس کا خون نہ بہا لیا اور شہر کو ایسا مسمار نہ کر دیا کہ گہوڑا اوسپر ٹھوکر کہائے بغیر جا سکے۔
پچاس سال نیشاپور پھر آباد کیا گیا لیکن مصیبت اور عذاب کے جن جن مرحلون کو اس نے
اوسوقت سے طے کیا ہے اون کا ذکر کرنا موجب طوالت ہوگا۔ مغلون تاتاریون۔
ترکمانون اور افغانون نے یکے بعد دیگرے اسے اپنا شکار بنایا اور بتدریج اسے
اوس شکل مین منتقل کر دیا جسے اٹھارہوین صدی مین ایک وسیع کہنڈر سے تعبیر کیا گیا
۱۷۴۷ءمین نادرشاہ کی وفات پر اس شہر نے احمد شاہ ابدالی افغان کے حملہ کی مدافعت
کی لیکن چھہ مہینے کے محاصرے کے بعد اوس نے اسے مسخر کر لیا اور جو واقعات
کہ اس تسخیر کے وقت پیش آئے وہ اگر چنگیز خان کی سفاکیون کے مساوی نہ تھے
تو کم از کم اونکے یاد دلانے والے ضرور تھے۔ لیکن فاتح جس قدر کامیاب ہوا اوسی قدر
حزم و احتیاط سے بھی اوس نے کام لیا۔ جس ترک سردار عباس قلی خان نے اوس کا
مقابلہ کیا تھا اور جسکو وہ تعظیم کی نگاہ سے دیکھنے لگا تھا اور جسکی بہن سے اوس نے
شادی بھی کر لی تھی اوسی کو اس شہر کی حکومت احمد شاہ نے پھر دیدی۔ عباس قلی خان
اس احسان کے معاوضہ مین عمر بھر احمد شاہ ابدالی کا مطیع رہا۔ اور شہر کو آرایش و تزئین
کے لحاظ سے اپنی ہمت و مستعدی سے حالت اصلی پر لے آیا۔ اوسکے جانشین کے
زمانہ مین ۱۷۹۶ءمین نیشاپور بلا کسی جہگڑے کے قاچار غاصب آغا محمد خان کے
قبضہ مین چلا آیا اور اوسوقت سے ابتک دولت ایران کے ماتحت رہا ہے ۱۸۲۱ء

مین فریزر نے اسکی آبادی کا اندازہ ۰۰۰ ۵ کیا- کونولی نے ۱۸۳۰ع مین آبادی کی تعداد ۰۰۰ ۸ ہونا بیان کی- سر- ایف- گولڈ اسمتھ نے بھی ۱۸۷۲ع مین یہی تعداد بیان کی- سب سے بعد کا اندازہ دس ہزار کا ہے اور یہ تعداد اوس ترقی کے لحاظ سے جسکی ایک طویل امن کے زمانہ مین امید کی جاسکتی ہے کچھ زیادہ نہین-

مقبرۂ عمر خیام



بہت سے انگریزی ناظرین شاید نیشاپور کو صرف اس تقریب سے پہچانتے ہونگے کہ یہ ایران کے اوس ہیئت وان شاعر عمر خیام کا دار القرار ہے جس کا نام اور جس کا کلام موجودہ نسل کو فٹز جیرلڈ کے بے نظیر ترجمہ اور اس سے کمتر درجہ کے بہت سے شعرا کے مطابق اصل و تصرف آمیز تراجم کے ذریعہ سے اچھی طرح معلوم ہوگئے ہین سجھے یاد پڑتا ہے کہ اصحاب ثانی الذکر مین سے کسی ایک کی تصنیف کے دیباچہ مین مینے یہ منکسرانہ درخواست لکھی ہوئی دیکھی تھی کہ "کاش کوئی شخص میری اس کتاب کو نیشاپور مین لے جاکر عمر خیام کے مقبرہ پر نذر چڑھادے" اگر میرے پاس یہ کتاب موجود ہوتی تو یقیناً مین نے راقم کی درخواست کی تعمیل کی ہوتی اور جسوقت مین نے اپنا غیر ضروری سامان علیحدہ کیا تھا اوسی وقت شاعر کی قبر پر اس کتاب کو بھی نذر چڑھا دیتا- اگرچہ مجھے خوف ہے کہ اگر عمر خیام کی قبر کی تباہ حالت کو اوسکے انگریزی معرفین دیکھتے تو اونہین سخت صدمہ پہونچتا- یہ قبر ایک ویران سے باغ مین ہے جس مین کبھی پھولون کی کیاریان اور پانی کی نہرین تھین مگر اب سوا ے خس و خاشاک کے اور کچھ نہین

رہا۔ قبر پر کوئی کتبہ نہین ہے جس سے شاعر کے نام یا شہرت کا پتہ چل سکے۔ اور مقام افسوس ہے کہ آجکل کے ایرانی عمر خیام کی مشت خاک کی طرف سے ویسے ہی بے پرواہین جیسے اونیسوین صدی کے اہل لندن میتھیو پیرس[۵۱] یا ولیم آف مامس بری[۵۲] کی خاک کی طرف سے۔

سڑکین

یہ شہر مین مشہد و طہران کے سلسلہ تار برقی کا ایک دفتر تار ہے جس مین ایرانی عملہ مامور ہے مزید بران علاوہ اون دونون سڑکون کے جو مشہد سے آتی ہین یہ اور کئی قابل ذکر سڑکون کا مقام اتصال ہے۔ جانب جنوب ایک سڑک ترشیز سے آتی ہے اور جانب شمال ایک پگڈنڈی معاون[۵۳] سے ہوتی ہوئی جہان فیروزے کی کانین

---

۵۱ میتھیو پیرس ازمنہ وسطی کا ایک مشہور مورخ ہے جو ۱۱۹۵ء مین پیدا ہوا۔ اوس کی سب سے بڑی کتاب "ہسٹوریا میجر" (تاریخ کبیر) ہے جس مین اوسنے ابتداے آفرینش سے اپنی وفات کے زمانہ تک جو ۱۲۵۹ء مین وقوع مین آئی۔ دنیا کے واقعات قلمبند کئے ہین۔ مترجم

۵۲۔ یہ ایک انگریزی مورخ ہے جو سامرسٹشائر واقع انگلستان مین ۱۰۹۵ء پیدا ہوا۔ اوس نے آکسفورڈ مین تعلیم پائی اور عباے رہبانیت پہن کر مامسبری کے کلیسا کے کتب خانہ کا خازن ہو گیا اور اسی لحاظ سے اوسکو مامسبری سے انتساب ہے۔ اوس کی خاص تصنیف انگلستان کی ایک تاریخ ہے جس مین ولیم فاتح کے حملہ سے لیکر ۱۱۴۳ء تک کے حالات درج ہین اوس کا سنہ وفات بھی ۱۱۴۳ء ہے۔ مترجم

۵۳ کرنیل ویلنٹائن بیکر نے اس رستہ کا ذکر ۱۸۷۶ء مین اپنی کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحات ۱۶۶ الی ۱۷۱ پر کیا ہے۔

ہین کو جاتی ہے اور مغرب کی طرف وہ قدیم فراموش شدہ بحیرہ اخضر کی طرف جانیوالی تجارتی راہ واقع ہے جسکی نسبت یہ باور کیا جاتا ہے کہ ازمنہ وسطی مین چین ہندوستان اور براعظم یوروپ کو جو بڑے خشکی کے رستہ کی زنجیر باہم ملاتی تھی اوس کا یہ ایک حلقہ تھی۔ یہ راہ نیشاپور سے عربی شہر اصفرائن کو اسی نام کے میدان مین سے گذرتی ہوئی جاتی ہے اور پھر مغربی سمت اختیار کرکے پہاڑون کو اوس درہ کی طرف سے جو دہانۂ گرگان کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس مین دریائے گرگان بہتا ہے طے کرتی ہوئی اوس میدان مین جا نکلتی ہے جو ڈھلتا ہوا بحیرہ اخضر کی طرف چلا گیا ہے۔ اس راہ کی منزلین آسیڈ ورساکن چیرکس اور الاصطخری نے اپنے سفرنامون مین بیان کی ہین اور شاہ عباس اعظم نے جو کاروان سرائین اس پر بنائی تہین وہ ابھی تک کھڑی ہین اگرچہ اب اون کے کھنڈر رہ گئے ہین۔

فیروزے کی کانین

نیشاپور سے شمالی ومغربی سمت مین تقریباً چھتیس میل کے فاصلہ پر متذکرہ بالا سڑکون مین سے پہلی پر وہ مشہور و معروف فیروزے کی معادن واقع ہین جو نیشاپور کے قریب ہونے کے باعث ہمیشہ سے نیشاپور کی کانین کہلائی ہین۔ اگرچہ فیروزے ایران مین اور جگہہ بھی ہوتے ہین[1]۔ اور بعض اوقات یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دوسرے

---

[1] ایران مین فیروزے کی دوسری کانین جن کا ذکر مین نے سنا ہے یا جن کے حالات مین نے پڑھے ہے حسب ذیل ہین:- (۱) ترشیز کے قریب جنہین گورنمنٹ نے ۱۸۹۰ء مین ۱۸ تومان سالانہ کے ٹھیکہ پر دیدیا مگر ان مین کام نہین

ملکون مین بھی یہ پتھر پیدا ہوتا ہے لیکن تمام عملی مطالب کے لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہی کہ دنیا مین بھی صرف ایسی کانین ہین جو کان کنی کے مصارف کی ایک بڑی معیار پر تلافی کرتی ہین اور ہزار فیروزون مین سے جو بازار مین بکنے کیلیئے آتے ہین ۹۹۹ کا مخزن ہوتی ہین۔ یہ کانین جن کی تعداد کثیر یہان موجود ہے جن مین کھدائی کا کام جاری ہی یا جو بند ہوگئی ہین ایک ضلع مین جسکا رقبہ چالیس مربع میل ہوگا واقع ہین۔ یہ ضلع معدنی پیداوار کے لحاظ سے نہایت زرخیز ہے۔ یہان ایک نمک کی کان موجود ہے جس مین سے اس وقت نمک نکلتا ہے۔ ایک سیسے کی کان ہے لیکن اس مین سے اب سیسا نکالا نہین جاتا۔ اس کے علاوہ اس نواح مین بھربھرا پتھر بھی نکلتا ہے فیروزے پہاڑیون کے ایک سلسلے مین پیدا ہوتے ہین جسکے اجزائے ترکیبی سنگ سماق۔ سنگ سبز۔ چونے کے پتھر اور بھربھرے پتھر ہین۔ یہ سلسلہ سطح سمندر سے کبھی ۵۸۰۰ سے زیادہ یا ۴۸۰۰ فیٹ سے کم بلند نہین رہا۔ فیروزون کے نکالنے کے دو طریقے ہین۔ یا تو کانون کو جو چٹانون

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۱ – ہوتا۔ ان کا ذکر بیلیو نے کیا ہے (۲) طبس کے قریب۔ جن کا ذکر سگگر یگر اور ہربرٹ نے کیا ہی (۳) کرمان کے قریب جن کا ذکر مارکوپولو۔ لینگلے اور ہربرٹ نے کیا ہے (۴) تفت واقع ضلع یزد مین جن کا حال خانیکاف۔ شنیڈر اور ہربرٹ نے بیان کیا ہے (۵) قلعہ زری مین جو بیرجند اور نہ کے درمیان بصیران کے قریب واقع ہے۔ ان کانون کا حال خانیکاف نے بیان کیا ہے۔ کرمان کے ضلع مین متعدد کانین پائی جاتی ہین (۱) پزیو کی کانین جو گود احمرمین ہین (ب) مشیز کے قریب (ج) شہر بابک کے قریب۔ لیکن ان تمام کانون سے جو پتھر نکلتے ہین اون کی رنگت نہایت زردی مائل ہوتی ہے اور وہ زیادہ قیمتی نہین ہوتے۔

———٭———

کے اندر غلام گردشون کی شکل مین تیار کی گئی ہین کہودنے یا بارود سے اوڑانے سی اور یا پرانی کانون کے ملبے یا اوس مٹی کی ڈہونڈنے سے جسے ندیان پہاڑیون کی پہلو سے میدان مین بہالاتی ہین۔ بہترین فیروزے اب بالعموم ثانی الذکر طریقہ سے حاصل ہوتے ہین۔ کان کنی اور فیروزہ تراشی وغیرہ مین پندرہ سو آدمی مصروف ہین جو معدن بالا اور معدن پائین کے دو بڑے گاؤن اور اسی نواح کے چند چہوٹے چہوٹے موضعون مین رہتے ہین۔

کان کنی کی تاریخ

باور کیا جاتا ہے کہ زمانہ سابق مین بہ عہد فرمان روایان خاندان صفویہ جبکہ ایران تمول اور شہرت کے نصف النہار پر پہونچا ان کانون پر خود سلطنت کی طرف سے کام ہوتا تھا۔ اٹھارہوین صدی کی بدعملی اور شورش و فساد کے زمانہ مین ان کانون کی طرف یا تو بالکل التفات نہین کیگئی اور یا انہین بالکل گاؤن والون پر چھوڑ دیا گیا جنہون نے جو کچھ ممکن تھا ان مین سے نکالا۔ جب امن وامان قایم ہوا تو گورنمنٹ نے پھر ان پر قبضہ کرلیا اور اس صدی (انیسوین صدی) مین برابر یہ سب سے زیادہ بولی بولنے والے کو ٹھیکہ پر دی جاتی رہی ہین۔ لیکن کان کنی کا کوئی معینہ اور منضبط طریقہ پہلے موجود نہ تھا۔ جو شخص جسطرح چاہتا تہا کہودتا تہا اور اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت سی پرانی کانون کی چھتین اور دیوارین گر پڑین اور نہایت قیمتی پیداوار کا مخزن بالکل مسدود ہوگیا۔ اس کے علاوہ خود سائنس کی ترقی نے کان کنی کے کام کو زیادہ بے اصول کردیا کیونکہ جہان پہلے کدال سے

احتیاط کے ساتھ کام لیا جاتا اب وہان غیر مقرر طور پر بارود کا استعمال کیا جانے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے پتھر نکالتے وقت چکنا چور ہو جانے لگے۔

آمدنی



نولی کا بیان ہے کہ جب حسن علی مرزا حاکم خراسان تھا تو فیروزے کی کانون کا سالانہ محصول ایکہزار تومان اور پتھر کے نمک کی کانون کا تین سو تومان لیا جاتا تھا۔ فریزر کے زمانہ مین (سنہ ۱۸۲۱ء) دو ہزار خراسانی تومان یا دو ہزار سات سو پاؤنڈ کل کانون کے لئے اور تیرہ سو تومان سب سے بڑی کان کے لئے طلب کئے گئے۔ ایسٹوک کہتا ہے کہ سنہ ۱۸۶۲ء مین محصول صرف ایکہزار تومان یعنی چار سو پاؤنڈ تھا۔ دس سال بعد جماعت مامورہ تصفیہ سرحد کے اراکین کو معلوم ہوا کہ کل کانون کا محصول آٹھ ہزار تومان یا تین ہزار دو سو پاؤنڈ تھا۔ گو کہ سنہ ۱۸۷۹ء مین کپتان نیپیر نے محصول کی مقدار چھ ہزار تومان یا دو ہزار چار سو پاؤنڈ ہونا بیان کی۔ سنہ ۱۸۸۲ء تک محصول کی مقدار آٹھ ہزار تومان رہی لیکن اس زمانہ مین شاہ نے دانشمندی و دوربینی کی راہ سے یہ خیال کیا کہ اس سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے چنانچہ اس سال اسنے پندرہ سال کی مدت کے لئے مخبر الدولہ وزیر صیغہ تعلیمات و تار برقی و معادن کو یہ کانین اس شرح سے پٹہ پر دے دین کہ سال اول وہ نو ہزار تومان ادا کرے اور اسکے بعد ہر سال اٹھارہ ہزار تومان[1]۔ وزیر موصوف نے چند مالدار لوگون کو اپنا شریک

[1] بنجمین اپنی کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشئنس" (ایران اور اہل ایران) کے صفحہ ۹۴ پر اپنی معمولی غلط بیانی سے یہ تعداد اسی ہزار ڈالر یعنی سولہ ہزار پاؤنڈ ہونا بیان کرتا ہے۔

بنا لیا اور طباع ویکیتا جرنیل شنڈلر کو جس کی خدمات سے ہر ایک مجوزہ (کاش مین لفظ مجوزہ کے بجائے مکملہ استعمال کرسکتا) اصلاح کے کام مین استفادہ کیا جاتا تھا ایک سال تک خدمت نظامت پر مامور رہا[1] - معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس شترکا کو اپنا طریقہ کان کنی غیر نافع ثابت ہوا کیونکہ جب مین یہان آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ مجلس مسطورہ نے کانین ملک التجار مشہد کو (یہ وہی باہمت شخص ہے جس نے کوچان کی سڑک کی تیاری کا ذمہ لیا تھا) دس ہزار تومان یا دو ہزار آٹھ سو پچاس پونڈ سالانہ کے شکمی ٹھیکہ پر دے دین - اور اوس قدیم طریقہ کے بموجب جس پر ہر اجارہ دار اپنی باری مین کاربند ہوتا ہے ملک التجار نے بھی گاؤن والون کو اپنا شکمی حصہ دار بنا لیا - اوس کا ان اسامیون مین سے بعض کے ساتھ ابھی اسبات پر جھگڑا ہو چکا تھا کہ جو پتھر اونھین سے ملے اون مین سے بعض کلانی وعمدگی کے لحاظ سے متعدد پتھرون سے زیادہ بیش قیمت تھے - چنانچہ اوس نے یہ پتھر ضبط کرکے اون کا اجارہ منسوخ کردیا - سال گذشتہ (سنہ ۱۸۹۰ء) مین کل فیروزون کی قیمت جو

---

[1] ان کانون کا سب سے بہتر حال اوس کی مرتبہ رپورٹ مین مندرج ہے جو "ڈپلومیٹک اینڈ کانسیولر رپورٹس" (سیاسی وسفارتی رپورٹین) کے حصہ دوم مطبوعہ سنہ ۱۸۸۳ء مین شایع کیگئی - جن اور سیاحون نے معاون فیروزہ کو جاکر دیکھا ہے اور اونکے حالات بیان کئے ہین وہ حسب ذیل ہین بہ سجے - بی فریزر (سنہ ۱۸۲۲ء) "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) باب شانزدہم وضمیمہ "ٹریلس ساؤتھ آف دی کیسپین" (حالات سیاحت جانب جنوب بحیرہ اخضر) - صفحات ۳۴۴ - الی - ۳۴۶ + ایلیکس چوڈزکو (سنہ ۱۸۳۸ء) "ریویو دوریانت" (سیر مشرق) بزبان فرانسوی + این ڈی خانیکاف (سنہ ۱۸۵۸ء) "میمائر اٹیسرا" (سرگذشت وغیرہ) - صفحات ۹۰ - الی - ۹۳ + کرنل ویلنٹائن بیکر (سنہ ۱۸۷۳ء) "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) - صفحات ۱۶۶ - الی - ۱۷۱ -

کانون سے نکلے اسّی ہزار تومان یعنی بائیس ہزار آٹھ سو پچاس پاؤنڈ سے کم نہ تھی۔

فیروزون کی خریداری

فرض کرلینا غلطی مین داخل ہوگا کہ مشہد یا نیشاپور مین بلکہ کان کے منہ پر بھی جاکر سیاح کو نادر پتھر معقول قیمت مین مل سکتے ہین۔ ستر سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ فریزر نے یہ کوشش کی تھی لیکن اوسے ہمّت دینے کی جو بے ڈھب کوششین کی گئین اون کی وجہ سے اوسے اپنے ارادے سے باز رہنا پڑا۔ اسکے بعد جو سیاح یہان آئے اون سب کو یہی تجربہ ہوا۔ بہترین پتھرون کو کمیشن ایجنٹ کان سے نکلتے ہی خرید لیتے ہین اور یا تو یوروپ روانہ کردیتے ہین اور یا امراے ایران کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہین۔ باوجود تلاش وتفحص کے مجھے نہ تو مشہد مین اور نہ طہران مین ایک بھی اچھا فیروزہ دستیاب ہوا۔ مین اپنے تجربہ کے اظہار کے لئے بعینہٖ ٹیورنئر کے الفاظ کا اعادہ کرسکتا ہون جو اوس نے دوسو سال پہلے استعمال کئے تھے۔

"سابق مین مشہد کے جوہری ایران کی پرانی کانون کے کچھ فیروزے لاتے تھے لیکن گذشتہ پندرہ سال کے عرصہ سے کوئی فیروزہ اس طرح کا دستیاب نہین ہوا۔ جب مین پچھلی دفعہ وہان تھا تو صرف تین فیروزے دیکھنے مین آئے جو اچھے تھے۔ نئی کانون کے فیروزے بالکل نکمے ہوتے ہین اون کا رنگ برقرار نہین رہتا بلکہ کچھ مدت مین ہرا زردی مائل ہوکر پھیکا پڑجاتا ہے۔"

فریب دہی



وزون کے خریدار کو چاہیئے کہ مشرق کے جوہری کی عیاری سے جو ضرب المثل ہے اپنے آپکو بچائے ایک سچے فیروزے کا جو گہرا نیلا رنگ ہونا چاہیئے اوسکو مصنوعی طور سے بیچنے کے وقت تک قایم رکہنے کا ایک طریقہ ہے جسے یہ لوگ استعمال کرتے ہین - فیروزے مٹی کے گیلے برتنون یا کسی اور طرح سے نمی مین اوس وقت تک رکھے رہتے ہین جب تک کہ وہ بایع کے ہاتھ مین چلے نہ جائین - اس ترکیب سے اون کا رنگ آسمانی رہتا ہے - خریدار دام چکا کر فیروزہ لئے ہوئے گہر چلا جاتا ہے لیکن مایوسی کے ساتھ دیکھتا ہے کہ پتھر کا رنگ روز بروز پھیکا پڑ جاتا ہے یہان تک کہ کچھ مدت کے بعد پیلا سبزی مایل ہو جاتا ہے - معمولی قسم کے پتھر ایران مین خصوصًا اور مشرق مین عمومًا لگامون - گہوڑے کے ساز و یراق - پیش قبض کے دستون اور میانون کے مرصع کرنے کے لئے استعمال مین لائے جاتے ہین لیکن ان چپٹے سنگریزون کے بھی عمدہ نمونے مجھے دستیاب نہین ہو سکے - سب سے زیادہ معمولی قسم کے پتھر تعویذون اور نگینون کے کام آتے ہین - ان پر عربی آیات کندہ کر دی جاتی ہین تاکہ اون کی رنگین اور نقص چھپ جائین - اس قسم کے تعویذ اور نگینے مشہد مین زایرون کے ہاتھ کثرت سے بیچے جاتے ہین -

زعفرانی

اس جملہ معترضہ کے بعد مین پھر اپنے حالات سفر کا سلسلہ شروع کرتا ہون - نیشاپور -

کی میدان کو میدان سبزوار سے جو بقدر ایک ہزار فیٹ کے زیادہ نشیب مین واقع ہے۔
زشت و بدنما پہاڑیون کا ایک جھکتا اور اوٹھتا ہوا سلسلہ جسپر سے سڑک گزرتی ہے
جدا کرتا ہے۔ نیشاپور سے پندرہ میل کے فاصلہ پر زین آباد کی بڑی کاروانسرا ئے
آتی ہے۔ اسکے بعد ایک پست دہانہ مین سے گزر کر مسافر پہاڑیون مین داخل ہوتا ہی
اور کچھہ دور جاکر شور آب کا چھوٹا سا گاؤن جہان چاپار خانہ بھی ہے ایک وادی مین
نظر آتا ہے۔ جب دوسری منزل آئی تو مجھے چاپار کے متعلق وہ تجربہ پیش آیا جس سے
زیادہ تکلیف دہ تجربہ کا ایران کے تمام سفر مین مجھے اتفاق نہین ہوا۔ جس کم بخت جانور
پر مین سوار تھا اوس سے ایسی گھناونی بو آتی تھی کہ بشکل تمام مین اوس کی پیٹھہ پر بیٹھہ سکا
اور وہ خود درد اور کرب کے مارے اس طرح سے کراہتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اوس پر
عذاب الیم نازل ہو رہا ہے۔ جب اوس پر سے زین اوتاری گئی تو معلوم ہوا کہ اوس کی
پیٹھہ پر ایک بہت بڑا گھاؤ تھا۔ اس پر مین نے غلام سے گھوڑا بدلا۔ مگر مجھے معلوم ہوا
کہ اوس کے عراقی کی بھی وہی حالت ہو رہی ہے۔ اٹھارہ میل تک برابر ان مصیبت
کے مارے ہڈیون کے ڈہانچون پر سوار ہونے پر مجبور رہنا راکب اور مرکب دونون
کے لئے سوہان روح تھا۔ کئی میل تک ہموار میدان کا ایک قطعہ طے کرنے کے بعد
ہم مقام زعفرانی مین پہونچے۔ یہان ایک زمانہ مین ایک عالی شان کاروانسرا ئے
تھی جسکی نسبت یہ بیان کیا جاتا تہا کہ اس سے بڑی کاروانسرا ئے ایران مین اور کوئی
نہین۔ ایرانی جو ہر ایک شے کی تاویل مین حتی الامکان شاعرانہ نازک خیالی کو ملحوظ رکھتے

ہین بیان کرتے ہین کہ زعفرانی کی وجہ تسمیہ یہ روایت ہے کہ ایک دولتمند سوداگر نے
اس عمارت کے تیار کرتے وقت اینٹون مین کچھہ زعفران ملادی جو اوسنے [illegible] ایک
غریب شخص سے خریدی تھی جو یہ زعفران معاً کرامت سے سونے کی خاک ہوگئی اور اسکے
بعد ہمیشہ اینٹون مین چمکتی رہی[لہ]۔ اس عمارت کو جس مین ایک زمانہ مین حماموں دکانون اور باغون
کے علاوہ سترہ سو حجرے ہونے بیان کیئے جاتے ہین لیکن جواب سب کے سب
معدوم ہوگئے ہین۔ بعد سیاح شاہ عباس سے منسوب کرتے ہین۔ لیکن خانیکاف کی یہ رائے
نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ طرز عمارت اور کتبون سے جو کوفی خط مین ہین اس خیال کی
تائید ہوتی ہے کہ یہ کاروان سرا سے عربون کے زمانے مین تعمیر کیگئی اور قیاساً اس کا
زمانہ تعمیر ملک شاہ سلجوقی کے عہد کو قرار دیتا ہے۔ اسکے منہدمہ آثار پر اوس خیر خواہ خلائق
صدر اعظم نے جسکا حال اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ زمانہ حال کی وضع کی ایک خوشنما
کاروانسرا تعمیر کی۔ زعفرانی سے آگے چلکر شمالی پہاڑون سے کچھہ فاصلہ پر سڑک سبزوار
کے میدان مین داخل ہوتی ہے۔ اور اس کو قطع کرتی ہوئی کچھہ دور جاکر شہر سبزوار مین پہونچتی ہے

سبزوار

سبزوار ایک شاداب و سیر حاصل ضلع کا صدر مقام ہے جہان ۱۸۷۱ء مین سخت
قحط پڑا تھا اور یہ ضلع پہر اب کچھہ پنپنے لگا ہے۔ ۱۸۷۱ء سے پہلے سبزوار کی آبادی کا

لہ۔ اس روایت کو فریزر- فیریئر اور ایسٹوک نے علی الترتیب اپنی اپنی تصانیف کے صفحات ۳۸۵ و ۳۸۶ اور صفحات ۱۰۲ و ۱۰۳ اور جلد دوم صفحہ ۱۸۰ پر مختلف طور سے بیان کیا ہے۔

کا تخمینہ تیس ہزار لگایا جاتا تہا مگر قحط کی وجہ سے فوراً ہی کم ہو کر دس ہزار سے بھی گھٹ گئی لیکن اب پھر اٹھارہ ہزار ہونا بیان کی جاتی ہے۔ شہر کے گرد حسب معمول کچی اینٹون کی ایک فصیل کھینچی ہوئی ہے اور شمال کی طرف ایک ٹیلے پر اس مین ایک ارک واقع ہے سبزوار کی روایتی بنا مشرق کے اور شہرون کی طرح عہد سلف کے بعید ترین طبقون سے تعلق رکھتی ہے لیکن تاریخی اعتبار سے اس کا آغاز زیادہ موزون طور پر فرمانروایان سلسلہ سلجوقیہ کے زمانہ سے منسوب کیا جا سکتا ہے جسکے طرز عمارت کا سراغ اس کے بعض باقیات مین ملتا ہے۔ اپنے اکثر ہمسایون کی طرح سبزوار بھی کئی دفعہ برباد ہوا چنانچہ محمد شاہ خوارزمی نے جو وقیعہ اسکی تباہی مین اٹھا رکہا تہا اوسے تیمور نے ۱۳۸۰ء مین پورا کیا۔ جو خوشحالی اسے بعد مین از سر نو حاصل کی اوسے افغان حملہ آورون نے اٹھارہوین صدی مین اپنی حقیقی قومی خصوصیت کے اقتضا سے ملیامیٹ کر دیا۔ موجودہ شہر کی عمر سو سال سے زیادہ نہین کیونکہ علی یار خان مزینانی خراسان کے ایک طاغی حاکم نے بعہد فتح علی شاہ اسے نئے سر سے تعمیر کیا۔ کچہ عرصہ سے سبزوار مین تجارت کو ترقی ہو گئی ہے کیونکہ یہان روئی کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور اسکے علاوہ اون کی برآمد کی یہ ایک بہت بڑی منڈی ہے۔ شہر مین ارمنی سوداگرون کا ایک کارخانہ ہے جنکے تجارتی تعلقات روس کے ساتھہ براہ استرآباد و گز[لہ] ہین۔ یہ سوداگر روئی اور اون روس کو بھیجتے ہین اور

[لہ] اس رستہ کے بجائے اب خراسان مین داخل ہونے کا وہ جدید رستہ اختیار کیا جاتا ہے جو عاشق آباد سے کوچان جاتا ہے۔ یہ نیا رستہ جسکا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون سبزوار سے آسانی کے ساتھہ مل سکتا ہے۔

نکر اور چھینٹ کا کپڑا وہان سے منگواتے ہین۔ سبزوار مین ایک موٹا سوتی کپڑا تیار ہوتا ہے اور تانبے کی بدوضع دیگچیان بھی یہان بنتی ہین۔ یہ تانبا تین کانون سے جو اس نواح مین ہین اور جو شمالی ایران مین پیداوار کے لحاظ سے سب مین زیادہ مشہور ہین نکلتا ہے لیکن یہ توقع نہین کی جاسکتی کہ "پرشیئن مائننگ رائٹس کارپوریشن" (کمپنی محافظ حقوق معدنیات ایران) ان کی پوری طرح سے چھان بین کرے گی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ شمالی ایران کے جن جن مقامات مین بابیون کی کثرت ہے اون مین سے سبزوار بھی ہے

مینار خسروگرد

ایک اجنبی کے لیے سبزوار مین اگر کوئی دلچسپ شے ہے (بہ شرطیکہ اس غلطی کو جایز رکھا جائے) تو وہ شہر کے باہر واقع ہے۔ یہ ایک تن تنہا مینار ہے جسے ایرانی روایتاً خسروگرد[1] کہتے ہین اور جو موجودہ شہر کی فصیل کے دوسری طرف مغرب کی سمت مین

[1] مقام تعجب ہے کہ کرنیل ویلنٹائین جیسے باریک بین اور دقیقہ سنج سیاح نے اس مینار کا ذکر کرتے وقت اپنی کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۱۶۶ پر لکھا ہے کہ "یہ عجیب شکل کا مینارہ جو پکی اینٹون کا بنا ہوا ہے خسرو کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے" خسرو سے اس مینار کو منسوب کرتا اوسی درجہ قرین عقل ہے جس درجہ ایڈورڈ دی کنفیسر (شاہ انگلستان) یا کمنیوشیس سے۔ اوڈونوون بھی اس بلند مینار سے کو ایرانی فن عمارت مین جس کی رو سے اذان دینے کے لئے عموماً مینار پر ایک غلام گردش بنادی جاتی ہو ایک غیر معمولی وضع سے تعبیر کرتا ہو لیکن اوسے یہ خیال نہین رہا کہ جس زمانہ مین یہ مینار بنایا گیا وہ سنیون کا دور تھا نہ کہ شیعون کا۔ خسروگرد ضلع بیہق کا جو موجودہ سبزوار کا دوسرا نام تھا خاص مقام تھا۔

چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے مگر بلاشبہ اوس قدیم شہر کی حدود کے اندر تھا جسے محمد شاہ
خوارزمی نے برباد کیا۔ یہ بات مشکل سے سمجھ مین آتی ہے کہ کسی کو بھی اس مینار کی حقیقت
کے متعلق جس مین عربی فن عمارت کی ہر ایک شان پائی جاتی ہے محض اس وجہ سے تذبذب
واقع ہوا ہو کہ جو مسجد کسی زمانہ مین اسکے ساتھ موجود تھی وہ جاتی رہی ہے۔ علی الصباح اسکے
دیکھنے کیلئے مین جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا تو مین نے دیکھا کہ جاڑے کی آمد آمد مین
شمال اور جنوب کی طرف پہاڑون کی چوٹیان برف سے جو تازہ ہی گری تھی سفید ہو رہی تھین
آفتاب نے طلوع ہو کر اپنی شعاعین جب ان کی جگمگاتی ٹوپیون پر ڈالین۔ تو وہ نورانی
نظر آنے لگین اور اون کے دامن ہائے زیرین کی اودی اور ارغوانی سنجاف عجب
بہار دکھانے لگی۔ اوڈونوون نے تعظیم کے خیال کو بالائے طاق رکھکر اس مینار کو دور
سے کسی کارخانے کے دودکش سے تشبیہ دی ہے۔ اس مین شک نہین کہ یہ تشبیہ
کسی حدتک صحیح ہے لیکن جب ہم اس مینار کے پاس پہونچتے ہین تو یہ وہم رفع ہو جاتا ہے
اس وقت ہمکو نظر آتا ہے کہ یہ ایک اونچی لاٹھ ہے جو ایک سو فیٹ بلند ہوگی۔ اور
جس کی اینٹون کی چنائی اسطرح ہوئی ہے کہ بیرونی سطح پر آرایشی کام نظر آتا ہے۔ یہ لاٹھ
گاؤدم ہوتی ہوئی اوپر کو چلی گئی ہے۔ اور خط کوفی کی ابھری ہوئی اینٹون کی دھاریان اس پر
ثبت ہین۔ چوٹی ٹوٹی ہوئی ہے اور اسلئے لاٹھ ناتمام معلوم ہوتی ہے۔ یہ لاٹھ ایک
چونے اور کنکر کی تیار کی ہوئی کرسی پر کھڑی ہے جو چھ فیٹ نظر آتی ہے اور ایک اور چبوترے
پر جو قریب آٹھ فیٹ کے بلند ہے قایم ہے اِس چبوترہ کے گوشون پر دروازے



مینار خسروگرد

بنے ہوئے ہین اور اسکے گرداگرد چہوٹے چھوٹے ستون اور ایک پست سی کچی مٹی کی دیوار کھینچی ہوئی ہے۔ فرزیر نے ۱۸۲۲ء مین اس لاٹہ پر ایک چکردار زینے سے جو اسکی اندر سے اوپر چڑہا تھا اور ادڈونون نے بھی ۱۸۸۰ء مین اوس کی تقلید کی۔ یہ زینہ اب منہدم ہو گیا ہے۔

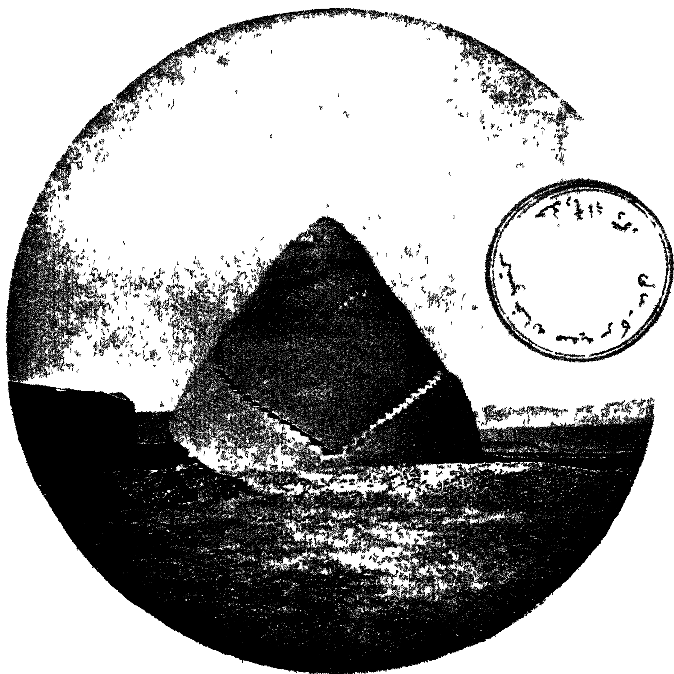
اس مینار کی تاریخ

سیاح کوئی خط پڑھ سکتا ہوگا اوسے زمانہ قدیم کی اس دلچسپ یادگار کی تاریخ کے متعلق کبھی ہی شبہ وارد نہوا ہوگا کیونکہ جو کتبہ مینار پر ثبت ہے اوس مین لکھا ہی کہ ۵۰۵ھ (مطابق ۱۱۱۰ء) مین یہ مینار ملک شاہ سلجوقی کے بیٹے سلطان محمد کے عہد مین جب کہ سلطان سنجر فرمانروا ے خراسان تھا تعمیر کیا گیا۔ افغانون نے جب ۱۷۲۳ء مین حملہ کیا تو اس مینار کو سخت صدمہ پہونچا مگر بعد مین نادر شاہ نے اسے درست کر دیا اور اب یہ اوس شہر اور اوس عظمت و شان کی ایک ہی یادگار رہ گیا ہے جو دنیا کے صفحہ سے مٹ چکی ہے۔

مہر اور مزینان

سبزوار کے قریب زمین زراعت سے سرسبز تھی۔ علی الخصوص کپاس کے کہیت کثرت سے کہڑے تہے لیکن ایک گھنٹہ سے بہی کم کی مسافت ہم نے طے کی ہوگی کہ کہیتیان نظر آنی موقوف ہوگئین۔ ہمارے سامنے اور دہنے بائین ایک ویران کنکریلا میدان پہیلا ہوا تھا جسکے وسط مین کچھ فاصلہ پر ایک پہار جسکی دو مخروطی چوٹیان تہین کھڑا تھا اور

جب ہم اسکے پاس پہونچے تو ہم نے دیکھا کہ اسکی ریڑھ کچھہ دور تک پھیلی ہوئی چلی گئی ہی
اس پہاڑ کو اپنی بائین طرف چھوڑ کر ہم اوس برف پوش سلسلہ کوہ کے قاعدہ کی طرف بڑھے
جو شمال کی طرف واقع ہے اور پانچ گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد ہم موضع مہر مین پہونچے یہ
پہلی آبادی تھی جو تیس میل کے بعد ہمارے دیکھنے مین آئی۔ چاپار خانہ گاؤن کے عین وسط
مین واقع ہے اور گاؤن کی سب سے بڑی گلی کے بیچون بیچ ایک تیز اور گدلی نہر بہتی ہے
مہر اور مزینان کے درمیان مین نے پہلی مرتبہ ایک کویر یعنی دشت نمک دیکھا یہ وہ عجیب و غریب
اور وحشت انگیز صحرا ہین جو بعض دفعہ سخت میدان اور بعض دفعہ فریبندہ دلدل کا حکم رکھتے
ہین اور وسط ایران کے اکثر حصئہ مین پھیلے ہوے ہین۔ آگے چل کر مین ان کا ذکر خاص طور
سے کرون گا۔ ریت کے سفید قطعے لون کی ایک پتلی تہ کے نیچے چمکتے ہوئے نظر
آتے تھے اور کچھ دور سے معلوم ہوتا تہا کہ گویا اوتھلے ڈابر ہین۔ مزینان کسی زمانہ مین بہت
بڑی آبادی تھی اور مستحکم گاؤن اور شہرون کے ایک مجموعہ کا مرکز تھی مگر ۱۸۳۱ء مین ایک
باغی سردار کی سرکشی کا خمیازہ اسکو بھگتنا پڑا اور عباس مرزا نے اسے برباد کر ڈالا۔ اب
اس مقام کی حالت نہایت ہی تباہ ہے۔ جو مکانات یہان موجود ہین وہ بوسیدہ یا ویران
ہین۔ گاؤن کے حوالی مین گزشتہ زمانہ کی ایک یادگار ایک کاروان سرائے کی شکل مین
جسے شاہ عباس نے تعمیر کیا تھا موجود ہے۔ ایک اور دلکشا تر عمارت بھی یہان موجود ہے
جو ہارون الرشید کے بیٹے اور حضرت امام رضاؑ کے قاتل مامون کی بنائی ہوئی ہے
لیکن اب اجڑ چلی ہے چارون طرف دوسرے قصبات یا دیہات کے آثار نظر آتے



برف خانه واقع مزینان

ہین جو سب کے سب ویران ہین۔ جب مین ایک یخ بار صبح کے پانچ بجے مزینان سے گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوا تو دونون بڑی کاروانسراؤن مین زایرون کے قافلے کوچ کی تیاریان کر رہے تھے اور گاہ بیگاہ کسی رفیع الصوت سید یا حاجی کے اللہ اکبر کی ضرب لگانے کی آواز کانون مین پڑتی تھی جسکے جواب مین زایرون کی کل جماعت صدائے بازگشت کی طرح وہی ضرب لگاتی تھی جسکی آواز سرد ہوا مین دور تک گونجتی ہوئی سنائی دیتی تھی۔ گاؤن کے دوسرے کنارے پر سے بھی اسی طرح کی آوازون کی گونج بلند ہوتی تھی۔ غرضکہ اس شور اور پکار کے ساتھ ان مقدس انبیاء السبیل کے لیے ایک نئے دن کا آغاز ہوا۔

زایرون کے قافلے

روزمرہ کے سفر مین زایرون کی جو تعداد کثیر میرے دیکھنے مین آئی اور جنہون نے مشہد کی سڑک کو گویا اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے اون کا ذکر مجھے اس بات کا شوق دلاتا ہے کہ اپنے ہر روز کے سفر کے غیر دلچسپ حالات مین اون انسانی حوالی کی کیفیت کے اضافہ سے نرالا پن پیدا کرون جو مشہد کی سڑک کے محیط ہین۔ زایرون کی جماعتون کے سفر کا رخ اوس سمت کے مقابل تھا جس مین مین سفر کر رہا تھا۔ بعض اوقات میلون سے کوئی کاروان بہتائے وسیع پر آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا نظر آجاتا تھا۔ جب یہ کاروان قریب پہونچتا تھا تو زایرون مین سے کسی متقی یا خوش الحان شخص کی آواز قرآن کی کوئی آیت پڑھتے ہوئے سنائی دیتی تھی یا کوئی زیادہ تر زندہ دل مسافر کسی ایرانی استاد کے

اشعار گاتا ہوا سننے مین آتا تھا۔ جب اس قافلہ کا لمبا سلسلہ بالکل پاس آجاتا تھا تو اس مین گوناگون راکب اور انواع و اقسام کے مرکب نظر آتے تھے۔ متمول اور خوشحال لوگ گھوڑون پر سوار قلیان کا دم لگاتے جاتے تھے۔ کچھ لوگ اونٹون پر سوار تھے۔ خچر بھی بہت سے تھے جن پر کجاوے[له] لدے ہوئے تھے۔ لیکن

مسکین خر اگرچہ بے تمیز است　　　چون بار ہمی برد عزیز است

عام طور سے بوجھ اوٹھانے کے لئے گدھا ہی دیکھنے مین آتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے جانورون پر اسقدر بوجھ لدا ہوا تھا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ ہانڈیان اور دیگچیان اور برتن اور بندوقین اور پانی کی صراحیان اونکے دونون طرف لٹک رہی ہتین اور گھر بھر کا کل سامان اون کی پیٹھ پر تہا اور اس تمام سامان پر مسخرہ انگیز متانت و سنجیدگی کے ساتھ مالک سامان کی مرغیان بھی موجود تھین۔ غریب زائرون کے لیے یہ معمولی بات ہے کہ پیدل سفر طے کرتے ہین اور جب تھک جاتے ہین تو کچھ دور کے لئے گدھے پر سوار

[له] کجاوہ جو نہایت تنگ ہوتا ہے اور جس مین تکلیف دہ ہچکولے لگتے ہین یورپیون کے لئے جن کا نیچے کا دھڑ اہل مشرق کی طرح ہر طرف مڑ اور دب سکنے کا عادی نہین ہے نہایت ہی زحمت کی سواری ہے بلکہ اس مین سوار ہونا یورپیون کے لئے قریباً ناممکن ہے۔ آدم اولیریس جو ۱۶۳۷ء مین ہالسٹین کے ڈیوک کی سفارت کے ہمراہ بطور سکرٹری مامور ہوکر آیا اپنے مصائب و آلام کی کیفیت حسب ذیل بیان کرتا ہے "طبیب سفارت کو اور مجھے کٹزاوہ (کجاوہ) مین ایک ہی اونٹ پر بٹھایا گیا۔ جس سے ہمین سخت تکلیف ہوئی۔ ایک عذاب تو ہمین اس بڑے جانور کی چال سے سہنا پڑتا تھا جو ہر قدم پر ہمین غضب کا جھٹکا دیتا تھا اور دوسرا تمام اونٹون کی ناقابل برداشت عفونت سے جو سیدھی ہماری ناک مین آکر حلول کرتی تھی"



کاروانسرا اور کجاوے

ہو لیتے ہین۔ صبح کے وقت بسا اوقات یہ دیکھنے مین آتا ہے کہ مالک اپنے گدہے پر سوار بے خبر سو رہا ہے اور وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا ہے۔ ہر ایک قافلہ کا ایک کاروان باشی یعنی قافلہ سالار ہوتا ہے جسکی علامت اکثر یہ ہوتی ہے کہ ایک سرخ پرچم جو ایک نیزے پر لہرا رہا ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مرد اپنے بڑے بڑے اونی فرغلون مین جن سے اون کا سر تک ڈہکا ہوا تھا اور جن کی خالی آستینین دونون طرف بغلون پر سے بڑے بڑے کانون کی طرح نکلی ہوئی تہین لپٹے ہوئے جا رہے تھے اور بسا اوقات اونکے چہرونکا پہچاننا مشکل تھا۔ لیکن اگر مردون کا پہچاننا مشکل تہا تو اون نیلے سوت کے ہیولانی تودون کا پہچاننا جو گدہون کی پیٹھ پر لدے ہوئے تھے اور بھی زیادہ مشکل تھا اور میری حمیت مجھے اجازت نہ دیتی تھی کہ مین اون کا انسانی الاصل ہونا باور کرون۔
ایک یا دو دفعہ جب ایک اس طرح کے قافلہ کے پاس سے مین ہو کر گزرا تو مین نے جان بوجھ کر گھوڑے کو مہمیز لگائی اور سرپٹ دوڑایا کیونکہ گدہون کا اپنے پیچھے گھوڑے کی ٹاپون کی آواز سن کر دولتیان جھاڑتے ہوئے رستہ سے کترا کر بھاگ جانا اور جو بے ڈول تودے اون پر لدے ہوئے تھے اون کا ہلنا اور ڈگمگانا اور آخر مین چیخین مارنا اور نقابون کا اون کے چہرون پر سے اتر جانا اور اپنی سواری پر سے نیچے گر پڑنے کے خطرے مین مبتلا ہونا ایسا سمان نہ تھا کہ کوئی دیکھے اور ہنسی کے مارے جسکی ایسی اشد ضرورت تھی اور جس سے لطف اوٹھانے کیلئے اس قدر محنت کیگئی تھی پیٹ مین بل نہ پڑ پڑ جائین۔ عام طور سے ہر قافلہ کے ہمراہ فقیرون کی ایک جماعت بھی تہی جو ادھر مجتہدی

بہیک مانگتے تہے اور ادہر کافر سمجہہ کر مجہپر تین حرف بہیجتے تہے۔ اسکے علاوہ بہت حال درویش بہی تہے جو اسلامی ممالک مین سب سے زیادہ تکلیف دہ اوسوقت ہوتے ہین۔ جب وہ بہیک مانگتے ہین۔

دوسرے لوگ

نہین کہا سکتا کہ جسقدر لوگون سے ہم دوچار ہوئے وہ سب کے سب زیارت کرنے کیلئے جارہے تہے۔ برخلاف اسکے ہمین بعض دفعہ خاموش ومتین سوداگرون سے بعض دفعہ ملاؤن سے جو موٹے تازے گدہون یا خچرون پر سوار تہے۔ بعض دفعہ سرکاری عہدہ دارون اور سپاہیون سے اور بعض دفعہ قبایل کے قبایل سے جو ہجرت کرکے دوسرے علاقہ مین جارہے تھے سابقہ پڑتا تھا۔ ہر صنفت وقسم اور سن وسال کے مسافر سڑک پر موجود تہے۔ سوار اور پیدل۔ امیر اور غریب۔ شریف ورذیل۔ غرضکہ شاندار۔ غریبامور۔ نفرت انگیز سحر اثر مشرقی دنیا کے سبہی طرح کے نمونے دیکہنے مین آتے تہے۔

کاروانسرائین

رات کے وقت یہ گوناگون اور متنوع عناصر (کیونکہ مختلف ممالک سے زایر یہان آتے ہین۔ اون کاروان سراؤن مین پناہ لیتے ہین جو تمام راہ مین دس دس پندرہ پندرہ میل کے فاصلے سے واقع ہین۔ ان عمارات کا مین نے اتنی مرتبہ ذکر کیا ہے کہ مین یہان ضمنی طور پر اون کا کسیقدر تفصیلی حال بیان کرنا مناسب سمجہتا ہون۔ کاروانسرائے کو مشرق کی سرائے سمجہنا چاہیئے۔ لیکن انگلستان کی سرائے کے ساتہہ اگر اسکو کوئی مشابہت

ہے تو وہ صرف برائے نام ہے۔ کیونکہ کاروانسرائے پر نہ کوئی شاندار علامت ثبت ہوتی ہے۔ نہ کوئی فرحت افزا دلکشانا نشستگاہ ہوتی ہے۔ نہ کوئی صاف ستھرا کمرہ ہوتا ہے جہاں سامان خورونوش مہیا ہو اور نہ کوئی منکسر خادم یا خندہ پیشانی مالک سرائے تمہارے خیر مقدم کے لئے بڑھتا ہے۔ کاروانسرائے کا محافظ اور نگران شاید ایک ہی شخص ہوتا ہے اور بس مسافر کو ہر ایک چیز کا اہتمام بذات خود کرنا پڑتا ہے۔ اپنے جانورون کی نگہداشت اوسے خود کرنی پڑتی ہے۔ اپنے سامان کے ڈھیر کی نگرانی بھی خود ہی کرتا ہے۔ اپنے لئے آگ وہ خود جلاتا ہے اور اپنا کہانا وہ آپ پکاتا ہے عمارت عموماً اینٹ یا پتھر کے ایک وسیع مربع یا مستطیل مکان کی شکل کی ہوتی ہے جس کی اندر ایک کہلا صحن اور اوسکے گرداگرد حجرے بنے ہوئے ہوتے ہین۔ اسکے دو بیرونی پہلو اور عقب کی دیوارین سادہ ہوتی ہین اور کچھہ دور سے دیکھنے پر یہ عمارت ایک بہت بڑا قلعہ معلوم ہوتی ہے اور بسا اوقات بانیان عمارت نے اس خیال کی پوری پوری تصدیق اسی ارادہ سے اس طرح کی ہے کہ زاویون پر باہر کو نکلے ہوئے برج ہین اور اوپر ایک فصیل ہے۔ سامنے کی بیرونی دیوار یا روکار بڑے بڑے محرابی طاقون کا ایک سلسلہ ہے جسکے ساتھہ دو فیٹ اونچا ایک چبوترہ بہی ہوتا ہے۔ گرمی کے موسم مین راتون کو بسا اوقات ان چبوترون پر مسافر سوتے ہین۔ وسط مین ایک بہت بڑا پہاٹک ہے جسکے اوپر بعض دفعہ ایک برج یا بالاخانہ ہوتا ہے اس پہاٹک کی راہ سے اندر کی انگنائی مین داخل ہوتے ہین جسکا رقبہ شاید پچاس گز مربع ہوتا ہے اور جسکے اطراف مین دو کہلی

ہوادار دریچے بیرونی دیوار کے درجون کی طرح ہوتے ہین۔ اعلی درجہ کی کاروانسراؤن
مین ان محرابی درجون مین سے ہر ایک کی پشت پر ایک دروازہ ہوتا ہے جس مین سے
ایک اندرونی حجرہ مین داخل ہوتے ہین جو سردی کے موسم مین رات کے وقت خواب
گاہ کا کام دیتا ہے۔ ان کے پیچھے بیرونی دیوار سے ملے ہوئے گرم و تاریک
طویلون کی قطارین ہوتی ہین جن مین جانور باندھ دئے جاتے ہین اور جنمین چارون کونون
سے داخل ہوتے ہین۔ غرضکہ ایک عام ایرانی کاروانسرا کی یہ ہیئت ہوتی ہے
چند ترقی دادہ یا جدید وضع کی کاروانسراؤن مثلاً برازجان کی کاروانسرا مین جو خلیج فارس
کے قریب واقع ہے (یہ عمدہ ترین سرائے بھی جو کل ملک مین میرے دیکھنے مین آئی)
ذی رتبہ یا ذی ثروت مسافرون کے لئے اوپر کی منزل پر چند درجے ہوتے ہین۔ مگر علی العموم
ایران کی سرائے کی تدبیر منزل مین جمہوریت کا عنصر زیادہ تر ساری ہے۔

رات کے وقت اونٹ کا سفر

مشرق کے اس قسم کے سفر کی جو بہت سی غیر معمولی یادگارین مسافر اپنے ساتھ لیجاتا
ہے اون مین شاید سب سے زیادہ وحشت خیز اور پر اثر یاد اون اونٹون کے قافلون کی
ہے جن سے وہ رستے مین رات کے وقت دوچار ہوتا ہے۔ شب تاریک مین دور سے
فریاد جرس سنائی دیتی ہے اور اسکی ماتمی آواز جو تہوڑی دیر بعد بلند ہوتی ہے
بتدریج زیادہ قریب آتی جاتی ہے اور گاہ بیگاہ کسی چھوٹی گھنٹی کی ٹن ٹن اسکے ساتھ ملکر
بتاتی ہے کہ اوسی قافلہ کا آخری حصہ بھی قریب آپہونچا ہے۔ بڑا جرس قطار کے

پہلے اونٹ کے گلے مین پڑا ہوتا ہے لیکن جب اس کی آواز قریب تر اور بلند تر ہوتی جاتی ہے تو نہ تو کوئی اور آواز اوس کا ساتھ دیتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز ہی نظر آتی ہے دفعتاً تاریکی مین سے ایک جہاز کے سایہ کی طرح قافلہ کا سرگروہ دبلے پاؤن نمودار ہوتا ہے۔ اوسکے گدگدے تلوؤن کی دہمک ریت کے نرم بچھونے پر آہستہ آہستہ پڑتی ہے اور بیابانی غولون کی ایک بڑی مسلسل قطار کی طرح یہ خاموش سلسلہ پاس سے گذر جاتا ہے اور شب تار کی پہنائی مین نگاہ سے غایب ہوجاتا ہے ۔

لطف تقابل



انوکہا اور ہمیشہ یاد رہنے والا ہے وہ تناقص جو مشرقی ساحت اور انگلستان کے طرز زندگی اور ذرایع نقل وحرکت مین پایا جاتا ہے ۔ نہ یہان بہاری اور لمبے اور ذری چھکڑے کسان کے مکان اور اوسکے کہیتون کے درمیان آتے جاتے ہوئے نظر آتے ہین نہ ہلکی گاڑیان اور تیز رو سواریان مکادمی سڑکون پر سرعت کے ساتھ جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہین۔ افسوس! یہان سڑکین ہی نہین ہین اور جب سڑکین نہین ہین تو پھر گاڑیان اور چھکڑے کیسے جس پوش اور کہپریل کے مکان۔ کہیتون کی بیچ کی گذرگاہین جہاڑیون کی باڑین۔ صاف ستہری کھیتیان۔ چھلکتی ہوئی ندیان اور ان سب کے بعد ریل کا دہوین کی قطار اپنے پیچھے چھوڑکر ناگہانی جہپٹ کے ساتھ گرجتے ہوئے پاس سے گذر جانا یہ سب باتین ایسی ہین کہ مشرق کے مسافر کو خیال ہوتا ہے کہ یہ سرے سے دنیا مین ہین ہی نہین۔ اور کم ازکم اہل ایران کے

لئے جن کی باوجود تنگ خیال اور غیر نشو و نما یافتہ ہونے کے یہ کیفیت ہے

کہ جس حال مین ہین اوسی مین ہین شادان،

حقیقت مین ان چیزون کا وجود ہی نہین۔ وہان تو یہ حالت ہے کہ جس چیز مین دیکھو نقل و حرکت۔ تیزی و سرعت اور مستعدی و چالاکی کا تلاطم بپا ہے اور یہان یہ کیفیت ہے کہ قرار و سکون۔ کہنگی و فرسودگی اور غیر تغیر پذیری و کاہلی کی ایسی مہر لگی ہے کہ ٹوٹتی ہی نہین

ترکمانی تاخت و تاراج

مزینان اور شاہ رود کے درمیان جن مین تقریباً ایک سو میل کا فاصلہ حایل ہے چار منزلین واقع ہین جو سابق مین منازل ہفتخوان کی طرح دشوار گزار سمجھی جاتی تھین۔ یہان خراسان کے پہاڑون کی مغربی حدود جو اوس پر پیچ سلسلہ کوہ سے شاخون کی شکل مین پھٹ کر نکلی ہین جو دریاے اترک کے طاس کے گرد حلقہ زن ہین میدان سے آملتی ہین اور سڑک اون کے دامنون اور نشیب و فراز مین سے لہراتی ہوئی گذرتی ہے یہ تمام کوہستانی علاقہ ایک زمانہ مین ترکمان قزاقون کی دستبرد اور لوٹ مار کا دنگل تھا اور ان وادیون اور گھاٹیون سے نکلکر وہ بلاے ناگہانی کی طرح مشہد کو جانے والے یا وہان سے آنے والے مسافرون کی بیکس جماعتون پر چھاپہ مارتے تھے اور جو کچھ نقد و جنس اونکو ملتا تھا اوسے لوٹتے جانورون کو اپنے آگے آگے ہانکتے اور قیدیون کو اپنے آگے گھوڑون پر بٹھا کر وہ اوسی تیزی سے اپنی پہاڑی کمین گاہون مین چلے جاتے تھے جس تیزی سے آئے تھے۔ مشہد سے مزینان تک جس رستہ کا مین ذکر کرچکا

ہون اوسکے کنارہ کنارہ مین سے اون کی موجودگی سے خوف کا بین ثبوت اون چھوٹے چھوٹے مدور برجون کی شکل مین دیکھا جو میدان پہ جابجا اس طرح کھڑے تھے جیطرح کسی بساط پر شطرنج کے مہرے اورجو عاشق آباد سے مشہد اور سرخس سے فرہ بلکہ شاہ رود سے قم تک ان خوفناک سرحدی لٹیرون کی مخصوص شکارگاہ کے نشانات تھے۔ بعض بعض مقامات پر تقریبًا ہر ایک کہیت مین ایک اس قسم کی عمارت کھڑی ہوئی نظر آتی تھی جو اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ جون ہی گرد کے اوٹھنے سے غنیم کے آنے کا حال معلوم ہوتا کسان فورًا ایک چھوٹے سے سوراخ کے ذریعہ سے جو تہ مین ہوتا تھا ایسکے اندر گھس کر سوراخ کے منہ پر دو بڑے پتھر رکھ دیتا تھا اور جب تک کہ یہ طوفان گذر نہ جاتا تھا اوسوقت تک اندر چھپا رہتا تھا۔ ترکمان لٹیرون کا جو خوف اوس زمانہ مین لوگون کے دلون پر چھایا ہوا تھا۔ اور اپنی حفاظت آپ کرنے کی وجہ سے محصوری کی جو حالت عام طور سے ملک مین پھیلی ہوئی تھی اوسکا اسی طرحکا ثبوت اون گڑھیون سے ملتا ہے جو اوس تمام علاقہ کے ہر ایک گاؤن مین بنی ہوئی ہین جس کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔ خوف کے وقت انہین گڑھیون مین باشندے پناہ لیتے تھے بیچارے مصیبت کے مارے کسان جب ایک دفعہ گڑھی کی چاردیواری کے اندر داخل ہوجاتے تھے تب تو وہ سلامت رہتے تھے لیکن اگر کہین کھلے میدان مین وہ دشمن کے قابو مین آجاتے تھے تو اسکے صرف دو نتیجے ہوتے تھے یا تو بخارا یا خیوا کا نخاس اور یا موت۔

فوجی بدرقہ



نصیب دہقان کو جس مصیبت کا ہر روز سامنا کرنا پڑتا تھا وہ سڑک کے اس خوفناک قطعہ پر جس کا مین اپ حال بیان کرنے والا ہون ڈرپوک زایر کو بھی پیش آتی تھی۔ اس خطرہ کی مدافعت کے لیے بہت کچھ احتیاطی تدابیر عمل مین لائی جاتی تھین شاہ رود اور مزینان سے مہینے مین دو دفعہ ایک فوجی بدرقہ روانہ ہوتا تھا۔ اس مین پیدل سپاہیون کی ایک جمعیت توڑے دار بندوقون سے مسلح اور ایک رسالہ ایک پرانی توپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ میان دشت دونون بدرقون کا مقام اتصال تھا جہان ایک دوسرے کو سبکدوش کرتا تھا۔ مزینان کی جمعیت کا صرف جس مین ڈیڑھ سو توڑے دار بندوقون والے جوان اور توپ خانہ کے بارہ سوار تھے مزینان کے گاؤن والون پر بجاے معمولی محصول کے عاید کیا جاتا تھا۔ اور ۱۸۷۲ء مین بھی جب جماعت ماموره تصفیہ سرحد سیستان کے اراکین طہران جاتے ہوئے ادہر سے گذرے تو اونکے ساتھ حفاظت کے لئے مزینان اور شاہ رود کے درمیان ۸۰ توڑے دار بندوقون والے جوان ساڑھے چار پونڈ کے گولے والی ایک توپ جس مین چھ گھوڑے جتے ہوئے تھے اور ڈیڑھ سو سے لیکر دو سو سوارون تک کی ایک جمعیت متعین تھی۔

زایرون کا بیم و ہراس

کونولی۔ فریزر۔ ایسٹوک۔ اوڈونون اور دوسرے مصنفین نے جنہین زایرین کے کاروانون کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے اپنے زاہد و عابد ہمراہیون

کے خوف و ہیبت سے کے حالات کی سب بے نظیر یادداشت چہوڑی ہے - ایرانی ہمیشہ
بزول ہوتا ہے مگر ایرانی زائر اوس سے بھی بدتر ہوتا ہے اور جب ترکمان پاس
ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ گویا اوس مین جان ہی نہین رہتی - پہلے تو تشویش ناک افواہین
پہیلتی ہین اور روانگی مین توقف ہوتا ہے اوسکے بعد کسی مبہم سے خبر کو سنکر قافلہ روانہ ہوتے
ہوتے رہ جاتا ہے اور انجام کار بڑی ہمت کر کے قدم آگے بڑہاتا ہے اور اکثر رات
کے وقت سفر کرتا ہے جب کہ تاریکی خطرہ کو رفع کرنے کے بجائے اور اوسکی معین ہوتی
ہے - اوّل توڑہ دار بندوقون والے جوان اپنے توڑون کو سلگاتے یا تو پیدل اور یا
گدہون پر سوار نکلتے ہین - اوسکے بعد رسالہ کے جوان چقماق والی بندوقین اور سہ پائی لئے
آتے ہین اور ان کے بعد زائرین کی بڑی جماعت آتی ہے جو حتی الامکان توپچیون اور
توپ کے قریب رہتی ہے - توپ کو محافظ جان و مال سمجہا جاتا تہا مگر واقعات
بتاتے ہین کہ اس غرض سے یہ ایک دفعہ بھی چلائی نہین گئی - ان سب کے بعد
پھر سپاہی آتے ہین اور گرد و غبار مین لپٹا ہوا پریشانی اور تشویش کے عالم مین
قافلہ آگے بڑہتا ہے - اون کے چلاّتے اور گانے اور وظیفہ پڑہتے اور ایک دوسرے
کو برا بھلا کہتے اور آپس مین لڑنے جہگڑنے کا شور میلون سے اونکے آنے کی خبر
دیتا ہے اور اگر وہ لوٹے جانے سے بچتے ہین تو اس کی وجہ یہ نہین کہ قزاقون کو گرفتاری
کا خوف ہوتا ہے یا وہ توپ سے ڈرتے ہین بلکہ اوسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ مال غنیمت
اس قدر نکما ہے کہ لٹیرون کی نظرون مین اوس کی کوئی قدر و قیمت نہین ہوسکتی کیونکہ

مسلمان زایر جب روانہ ہوتے ہین تو اپنا تمام مال ومتاع پیچھے چھوڑ آتے ہین غرضکہ
اُن کے خوف زدہ تصور مین ہر ایک جہاڑی دشمن کی کمینگاہ ہوتی ہے۔ ہر ایک ہوا
کا جھونکا جس سے گرد اڑے غنیم کے حملہ کا قاصد ہوتا ہے اور ہر ایک پہاڑی ایک
چھپے ہوے سوارون کے دستے کے مامن کا حکم رکھتی ہے۔ جب قافلہ منزل مقصود
کو پہونچتا ہے اور خدا کی تائید سے اوسکے یہ خاص بندے صحیح وسلامت وہان پہونچ
جاتے ہین تو بآواز بلند خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے اور یا علیؑ یا حسینؑ اور شیعہ مذہب کے
دوسرے تمام ائمہ کے نام لے لے کر نعرے مارے جاتے ہین۔

گرفتاری کے قصے

لیکن یہ کہنا قرین انصاف ہوگا کہ اگرچہ ایک قافلہ کے تا فلہ کا بیم وہراس
قابل تحقیر تہا تاہم انفرادی حیثیت سے لوگون کا خوف بلا وجہ نہ تھا۔ ابھی تک بہت سے
واقعات اس قسم کے بیان کئے جاتے ہین کہ ترکمان قزاقون نے اکیلے دکیلے مسافرون
یا چھوٹی جماعتون کو گرفتار کر لیا اور اس نواح کے دیہات مین مشکل ہی سے کوئی ایسا کسان
ملیگا جس پر کبھی نہ کبھی اوسکے کہیتون یا پانی کے چشمون پر قزاق نہ آگرے ہون اور
جسے اگر خوبی قسمت سے سالہا سال کی غلامی کے بعد فدیہ دیکر رہا کرا لیا گیا ہو تو اوسکی
جسم پر سفاکی وبیدردی وطوق وسلاسل کا عمر بھر نہ مٹنے والا نشان نہ پایا جاتا ہو۔
کرنیل ایون اسمتھ نے یہ بیان کرنے مین غلطی کی ہے کہ موسو ڈی بلاکول فرانسیسی
عکاس جس نے اس فن کو شوقیہ طور پر اختیار کیا تہا اور جو ۱۸۶۰ء مین مرد کی مہم کے ساتھ

جسکا انجام بربادی اخر ہوا اس غرض سے گیا تہا کہ تصویرین اتارے اور شاہ کے لیئے میدان جنگ کا ایک رنگین مرقع کہینچے اسی سڑک پر گرفتار کیا گیا اور اوس وقت تک رہا نہ ہوا جب تک ١٥ مہینے کی قید بھگتنے کے بعد اوس کے شاہی سرپرست نے گیارہ ہزار تومان (جو اوس زمانہ مین پانچ ہزار پاونڈ کے مساوی ہوتے تہے) کا فدیہ[1] اوس کی رہائی کے لیئے ادا نہ کیا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ ترکمانون نے اوس حملہ مین اوسے گرفتار کیا جو اونہون نے بمقام مرو ایرانی دستہ فوج پر کیا تہا۔ البتہ یہ واقعہ درست ہے کہ اسی سڑک پر ایرانی فوج کا ایک جرنیل جسکے زیر کمان چھہ ہزار فوج تھی جب دو یا تین لمحون کے لیئے اپنی فوج کے پیچھے قلیان کا ایک آخری کش لگانے کے لیئے ٹہیرا تو ترکمان اوس کی فوج کے دیکہتے دیکہتے اوسکو پکڑ کر بھگا لے گئے اور چند ہفتون مین وہ خیوا کے بازار مین چند پاونڈ کو بیچ ڈالا گیا۔

روسیون کا کارنمایان

صوبہ خراسان پر روس کی نیت کے متعلق خواہ کچھ بھی کہا جاوے لیکن اس مین

---

[1] بیان کیا جاتا ہے کہ اول اول ترکمانون نے اس ناشاد عکاس کی قیمت تین پاونڈ دس شلنگ لگائی۔ لیکن جب اونکو معلوم ہوا کہ یہ شخص یورپ زادہ ہے اور ذی وقعت ہے تو اونکے مطالبہ کا نرخ بتدریج بڑہتا گیا۔ اس اثنا مین خان خیوا کو معلوم ہوا کہ قیدی کے پاس آلات نقشہ کشی موجود ہین اور اس سے یہ قیاس لگا کر کہ وہ ضرور کوئی فوجی انجنیر ہے اوسے لے لینا چاہا تاکہ اوس کی مدد سے وہ اپنے دارالحکومت کو مستحکم کر سکے۔ کرنل ویلنٹائن بیکر نے فرط سیرچشمی سے فدیہ کی تعداد جو آخر مین ترکمانون نے لینی منظور کی المضاعف بتائی ہے۔ موسیو دی بلاکول نے اپنی سرگزشت ماہ اپریل ۱۸۶۳ء مین اپنی کتاب "تور دے ماندے" (سفر عالم) (بزبان فرانسوی) مین قلمبند کی۔

تو شک نہین کہ اس بلاے بے درمان یعنی ترکمان لٹیرون کے استیصال سے اوسنے نہ صرف ایران کو بلکہ ہر ایک سیاح کو جو طہران اور مشہد کے درمیان سفر کرتا ہے ہمیشہ کے لئے اپنا مرہون منت بنالیا ہے۔ ماوراالنہر کے تقی ترکمانون کے برخلاف اس کامیابی کے ساتھ معرکہ آرا ہوتے وقت بلاشبہ وشک روس کی علت غائی خود غرضی سے معرا نہ تھی اور نہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اوسنے ایران کی اغراض کو مدنظر رکھکر یہ کام کیا یا یہ کہ کافہ انام کی بہبودی کے لحاظ سے یہ خدمت اوسنے اپنے ذمہ لی لیکن کم از کم اس بارہ مین تو روس کی نیت سے قطع نظر کیا جاسکتا ہے اور ہم اپنے آپکو اور اوس کو اس کامیابی پر مبارکباد دے سکتے ہین۔ اسکابیلف کی ۱۸۸۱ء کی کامیاب فوج کشی اور اخال تقی کے الحاق کے بعد سے مشہد اور طہران کے درمیان کی سڑک بالکل محفوظ و سلامت ہوگئی اب کوئی پہرا یہان مامور نہین ہے اور نہ اوس کی ضرورت ہی باقی ہے اور زائرون کو درگاہ ایزدی مین عجز و الحاح کے ساتھ تائید چاہنے کی اب کوئی خاص وجہ باقی نہین رہی مسافر اگر اب اچانک خوفزدہ ہوسکتا ہے تو اوس کا باعث اس سے زیادہ تشویش ناک نہین کہ گاہ بیگاہ کبک کہساری جوان پہاڑون مین کثرت سے ہین دفعتہً فراٹا بھرتے ہوئے اوسکے گھوڑے کے قدمون کے تلے سے اوپر کو اڑتے ہین۔

میل ابریشم

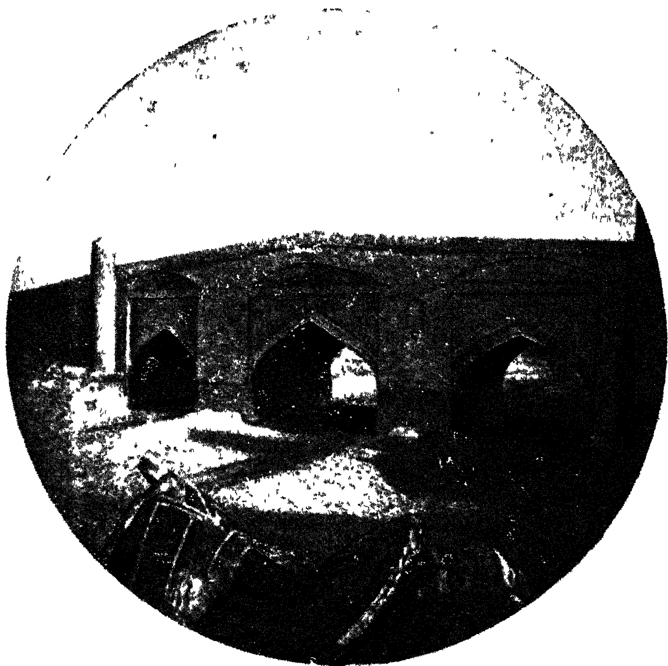
مزینان سے روانہ ہونے کے بعد ہماری سڑک شمال کی سمت مین پہاڑیون کی طرف

بڑہی۔ صبح کی دہندلی روشنی مین مین نے جنگلی ہرنون کا ایک بہت بڑا گلہ سڑک سے تین سو گز کے فاصلہ پر دیکھا لیکن میرے طپنچہ کی گولیون کا اثر اس سے زیادہ نہین ہوا کہ وہ معمول سے زیادہ تیزی کے ساتھ نگاہ سے غائب ہو گئے۔ چودہ میل طے کرنے کے بعد ہم صدر آباد کی ویران کاروانسرائے اور قلعہ مین پہونچے۔ جیسا کہ نام سے واضح ہوتا ہے یہ عمارات اوس صدر اعظم کی تعمیر کی ہوئی ہین۔ جس کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے مگر قلعہ اور اوس کی فوج عملی لحاظ سے بالکل بیکار تہی کیونکہ اس فوج کی طاقت صرف اسی قدر تہی کہ وہ دوسرون کی حفاظت کا خیال دل مین لائے بغیر فقط اپنا بچاؤ آپ کر سکے صدر آباد سے دوسری طرف ڈیڑہ میل کے فاصلہ پر ہم پل ابریشم پر پہونچے جسے ابتدائً نادر شاہ نے تعمیر کیا تہا اور جسکی حال ہی مین مرمت ہوئی ہے۔ یہ پل دریائے ابریشم پر بنا ہوا ہے جسکے پانی مین اون نمکین چشمون کی وجہ سے جو اسکے منبع کے قریب واقع ہین۔ بہت زیادہ کہاری پن پایا جاتا ہے۔ دریائے ابریشم شمال کی طرف سے بہتا ہوا یہان آتا ہے اور قالمورا کا نام اختیار کرکے آگے چلکر جنوب کے ایک کویر مین جذب ہو جاتا ہے۔ قالمورا کو عموماً خراسان کی مشرقی سرحد خیال کیا جاتا ہے اور اٹھاروین صدی مین یہ احمد شاہ درانی کی افغانی سلطنت کی شمالی ومغربی سرحد تھا۔ جب مین یہان سے گذرا تو دریا کی تہ جس کا عرض تقریباً ۲۰ گز ہوگا بالکل خشک تہی نکلتے سورج نے مجھکو اسکا عکس لے لینے کی اجازت دی اور اس کی تصویر سے جو مقابل کے صفحے پر درج ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایران کا بطور نمونہ پیش کئے جا سکنے والا پل ہے۔

اسکے بعد مین جلد جلد آگے روانہ ہوا۔

عباس آباد

میل آگے چلکر ہم ایک مقام پر پہونچے جو چشمہ گرم کے نام سے مشہور ہے
اور جہان ایک چھوٹا سا سوتا متعدد ڈابرون کو بھرتا ہے اور گہاس کے چند قطعات کو
سیراب کرتا ہے۔ یہ مقام عہد سابق مین نہایت خوفناک سمجہا جاتا تھا کیونکہ ترکمان قزاق
کوہستان مین اپنے گہوڑون پر دور و دراز کی مسافت طے کرنے کے بعد یہان اپنے
گھوڑون کو پانی پلانے لایا کرتے تہے اور یہین بد قسمت مسافر بسا اوقات اون کے
ہتے چڑہ جایا کرتا تہا بسنہ ۱۸۴۵ء مین اسی مقام کے قریب فیریر کو بھی اون سے دست
و گریبان ہونا پڑا اس منزل کے ختم پر عباس آباد کے گاؤن کا خوش سواد قلعہ واقع ہے
جو ایک ٹیکرے پر درجہ بدرجہ بنا ہوا ہے اور اس کی رفیع الشان رد کار بے شمار دریچون
سے مشبک اور برجون سے آراستہ ہے مگر یہ برج اب بوسیدہ ہو چلے ہین۔ اسکے
باشندے سو گرجستانی خاندانون کی ایک نوآبادی کی نومسلم نسل سے ہین جسے
شاہ عباس اعظم نے تین صدی پہلے اس غرض سے لا بسایا تہا کہ شمالی سرحد پر وہ اوکی
فوجی نوآبادیون کی زنجیر کے ایک حلقہ کا کام دین اوسنے اونکے لئے سو تومان نقد
اور گیہون کے سو خروار کا سالانہ وظیفہ مقرر کیا تہا مگر کچھ عرصہ کے بعد یہ وظیفہ بند
کر دیا گیا۔ تیسری نسل مین اونکو گرجستانی زبان بولنے کی ممانعت کر دی گئی اور اس لیے
وہ مسلمان ہو گئے مگر بعض سیاحون نے اون کی بولی مین اونکی مادری زبان کا عنصر ابھی



پل ابریشم

ملک پایا ہے۔ ترکمانون کے خطرناک زمانے مین عباس آباد کا ایک بھی ایسا مرد نہ تھا جو ایک سے زیادہ دفعہ قیدی بناکر نہ لیجایا گیا ہو۔

میان دشت



اور چٹیل ٹیلون کے اوپر سے گذرتے اور دہانہ الحق نام ایک وادی کی کنکریلی تہ کو طے کرتے ہوئے ہم اسی نام کے ایک میلے کچیلے گاؤن مین پہونچے جہان کسی زمانہ مین پچاس فوجی سپاہیون کا ایک دستہ سڑک کی محافظت کے لئے مامور تھا۔ اِسکے بعد اسی قسم کے مناظر اور نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے ہم عباس آباد سے روانہ ہونے کے بعد ایک ہزار فیٹ کی بلندی پر پہونچے اور آخرکار میان دشت[۱] کی عالیشان کاروان سرائے مین جس کی اونچی فصیلین اور آگے کو نکلے ہوئے برج اسے ایک بہت بڑی گڑھی کے مشابہ بناتے ہین اور کئی میلون سے نظر آتے ہین وارد ہوئے۔ یہ مقام منازل ہفتخوان" کا مرکز تھا جہان پہونچکر مسافت کا نصف خطرہ رفع ہو جاتا ہے اور زائر جمع ہو کر اظہار مسرت کرتے ہین یا تشویش ناک خبرین پھیلاتے ہین۔ یہان ایک پرانی کاروانسرائے بھی ہے جسے شاہ عباس نے بنایا تھا چنانچہ شاہ موصوف کا نام اِسکے پھاٹک پر لکھا ہوا ہے لیکن نئی کاروانسرائے جو ایک بہت بڑی برجون والی عمارت ہے اور پکی اینٹون کی بنی ہوئی ہے حال مین بنائی گئی

[۱] کونولی نے اسے میرگان دشت لکھا ہے اور وان میر اپنے تقریباً سو سال قبل زیادہ صحت کے ساتھ میون دشت لکھا تھا۔

ہے۔ اس کی فصیل کا ارتفاع ۲۰ فیٹ ہے ۔ ایک صحن جس مین چاپارخانہ واقع ہے
دونون کو آپس مین ملاتا ہے اور پانی تین بڑے آب انبارون یعنی باولیون مین رہتا
ہے جن مین پتھر کے گھرے زینے کی راہ سے پہونچتے ہین ۔

دہانۂ زیدار

ان دشت کے پرے وہ علاقہ واقع ہے جسکو زمانہ سابق مین سفر کے سب سے
زیادہ خطرناک حصّے کی گذرگاہ سمجھا جاتا تہا۔ سڑک پست دہانون مین چکر کاٹتی ہوئی گول
ٹیکرون اور ٹیلون کے بیچ مین سے گذرتی ہے جہان ہر ایک موڑ پر ایک چھپا ہوا
نشیب ہوتا ہے اور ہر ایک بلندی پر دشمن کی کمین گاہ کے موجود ہونے کا خوف
ہوتا ہے پہاڑیان چٹیل اور سنگلاخ ہین - روئیدگی اونپر اگر کہین ہے تو نہایت
ہی پست جہاڑیون کی شکل مین پائی جاتی ہے ان مین کبک کثرت سے رہتے ہین جو
بعض دفعہ جوڑون اور بعض دفعہ پانچ پانچ چھہ چھہ کی ٹکڑیون مین دیکہنے مین آتے
ہین - یہ ایسے ہلے ہوئے ہین کہ سڑک پر ادہر ادہر دوڑتے پھرتے ہین اور مسافر کے
پاس آجانے پر بہی نہین بہاگتے[۱] - یہان وہ مشہور دہانہ زیدار واقع ہے جس مین سے

[۱] کبک یعنی عام سرخ ٹانگون والا تیتر ہے - ایران مین کبک دری کی بہی ایک قسم ہوتی ہے -
اسکے علاوہ دُرّاج یعنی ہندوستان کا کالا تیتر بہی پایا جاتا ہے - تیہو یعنی ریت مین رہنے والا تیتر بہی ہوتا ہے
جس کی نسبت فریزر نے بیان کیا کہ اس کی دوڑ شیطان کی سی ہے - مزید بران جیرفتی یعنی جہاڑیون مین
رہنے والا تیتر - کبک چل یعنی خاکی تیتر اور بجری کرا - یا باقرغرا یعنی جنگلی مرغ بہی یہان پائے جاتے ہین -

ہو کر ترکمان بالعموم تاخت و تاراج کے لئے آیا کرتے تہے اور اسکے منہ پر زیدار کا
چہوٹا سا قلعہ واقع تہا جس مین پچاس سربازون کی ایک جمعیت متعین تہی مگر یہ قلعہ
اب مسمار ہوگیا ہے۔ پہاڑیون کو طے کرنے کے بعد ہمین میومائی کے اوپر توام
چوٹیون والا پہاڑ[1] نظر آتا ہے اور اسکے شمالی دامن کا چکر کاٹکر ہم موضع میومائی مین پہونچتے
ہین جہان شاہ عباس ثانی کی تعمیر کی ہوئی ایک عمدہ کاروانسرائے واقع ہے اور کچھہ
عالی شان پرانے چنار بھی کہڑے ہین۔ میومائی کے چاپار خانے کے جس بالاخانے
مین مین مقیم ہوا اوسی مین اوڈونوون کو عرب حاجیون کی ایک غضبناک جماعت
نے گہیر لیا تہا جس سے وہ بال بال بچا تہا اور اسی کاروان سرائے مین ڈاکٹر جان
کارمک جو کئی سال تک عباس مرزا کا طبیب خاص رہا ۱۸۳۳ء مین بعارضہ ٹائیفس مرا۔

ارمیان

اس کے بعد کی منزل جو میومائی سے لیکر شاہرود تک کی ہے اور جسکا فاصلہ ۵۴ میل
ہے ایران مین سب سے زیادہ لمبی ہوا کرتی تہی اور بہت سے مسافرون نے اسکی
تکالیف پر نوحہ خوانی کی ہے لیکن ڈاک کے مطالب کے لئے اب اس کو ارمیان
کی منزل اور چاپار خانہ سے دو حصون مین تقسیم کردیا گیا ہے۔ سڑک کا پہلا حصہ جو ادہی
سلسلہ کوہ کے قاعدہ کے ساتہہ ساتہہ جاتا ہے۔ نہایت پتہریلا ہے۔ رستے مین

---

[1] فریزر اس پہاڑ پر ۱۸۳۴ء مین چڑہا اور اسکی سب سے اونچی چوٹیون پر اوسنے دو نہایت ہی قدیم ویران قلعے بنے ہوئے دیکہے۔ دیکہو" اے ونٹرس جرنی" (موسم سرما کا سفر)۔ جلد دوم۔ صفحات ۱۵۴-الی-۱۶۴-

دو چھوٹے چھوٹے گاؤن واقع ہین جن مین سے ہر ایک کی زندگی کا دار و مدار ایک چھوٹی سی ندی پر ہے جسکی کوہستانی گذرگاہ کا سراغ سفیدون کی ایک پتلی قطار سے ملتا ہے۔ ارمیان ایک پہاڑی کے پہلو پر واقع ہے اور اس کا منظر خوش آیند ہے چاپارخانہ کے دروازے کے باہر سڑک کے ساتھ ساتھ ایک پانی سے بھری ہوئی ندی بہتی ہے اور بہت سے سرسبز کہیتون کو جو گاؤن کے قریب ہین شاداب کرتی ہے شاہ رود تک کی مسافت کا پہلا نصف حصہ پہاڑیون کے اوس پست تر سلسلہ مین سے چکر کاٹتا ہوا گذرتا ہے جو بتدریج ڈھلکر شاہ رود کے میدان مین جو ارمیان سے ایک ہزار فیٹ نیچے ہے ضم ہو جاتا ہے۔ شاہ کوہ جو شاہ رود اور استرآباد کے درمیان البرز کی بلند ترین چوٹی ہے اوس کا برفانی تاج دن بھر میری نظرون کے سامنے رہا اور مجھے معلوم تھا کہ شاہ رود اسکے دامن مین واقع ہے۔ جب شاہ رود گیارہ میل رہ جاتا ہے تو ایک مسطح میدان پر نظر پڑتی ہے جس کا عرض دس میل ہوگا اور جس پر درختونکے تین علیحدہ علیحدہ سبز جھنڈ کھڑے ہوئے نظر آتے ہین۔ انمین سے جو دو قریب تر ہین وہ تو چھوٹے چھوٹے نا قابل ذکر گاؤن تھے اور ان سے پرے جو سب سے بڑا تھا اور گویا البرز کا دامن اوڑھے ہوئے تھا وہ شاہ رود تھا۔ یہ قصبہ درختون مین ایسا چھپا ہوا تھا کہ باغون کی دیوارون اور میوہ دار درختون کے جھرمٹون مین سے بہت دیر تک گذر کرنے کے بعد مین دفعتًا بازار مین جا نکلا۔

شاہ رود



یک سابق کے باب مین شاہ رود کے موقع کی حربی اہمیت کا مین پہلے
ہی ذکر کر چکا ہون۔ یہ قصبہ بہت سی سڑکون کا مقام اتصال ہے۔ ہرات سے مشہد کو جو
سڑک جاتی ہے طبس، ترشیز، یزد، استرآباد، مازندران اور دار السلطنت سے جو
سڑکین آتی ہین وہ سب کی سب یہین ملتی ہین۔ شاہ رود ایک میدان پر واقع ہے جسکی
زرخیزی اور سرسبزی کے متعلق نومبر کا مہینا ہونے کی وجہ سے مین کوئی صحیح رائے
قایم نہین کرسکا لیکن اس کی پیداوار کی بہت بڑی استعداد اور ذرایع آبرسانی کی فراوانی
اور بہتات مین کوئی کلام نہین۔ رود شاہ اوس گلی کے پاس سے ہو کر بہتی ہے جو چاپار
خانہ کے باہر واقع ہے لیکن اس موسم مین اوسکی حقیقت ایک چھوٹی سی ندی سے زیادہ
نہ تھی اور اس لحاظ سے اوس عظمت وشان کی مستحق نہ تھی جو اس کے نام سے مترشح
ہوتی ہے۔ یہ مقام باعتبار مستحکم ہونے کے میری نظر مین نہایت ہی حقیر ہے کیونکہ
ایک اُجڑے ہوئے قلعے اور دو چھوٹے چھوٹے مٹی کے برجون کے علاوہ جو
ایک مخروطی شکل کی پہاڑی کی چوٹی پر بنے ہوئے تھے اور کوئی تعمیر اس کے بچاؤ کی
لئے موجود نہ تھی۔ شاہ رود اپنے مقامی ساخت کے جوتون کی تیاری کے لئے
مشہور ہے اور شاہ اور شاہی خاندان اس صنعت کے سرپرست بیان کئے جاتے ہین۔
اسکے علاوہ اس مقام کو اوس ہیبت ناک موذی شب گز یا غریب گز کی وجہ سے شہرت
حاصل ہے جس نے یہان اوڈونوون پر حملہ کیا تھا مگر شکر ہے کہ بندہ پر اوس نے نظر التفات

رکھی - مزید براں یہ مقام نہ صرف مازندران کی مقامی پیداوار کی منڈی ہے بلکہ روسی
مال درآمد براہ گز و استرآباد روسی اور روسی الاصل ارمنی سوداگرون کی وساطت سے
بکثرت یہان آتا ہے[۵۱]۔ روسی کاکیس اینڈ مرکری کمپنی کا بھی ایک ایجنٹ اس شہر مین رہتا ہے
اسکی آبادی پانچہزار ہونا بیان کی جاتی ہے۔ یہان ایک ایرانی تار کا دفتر ہے اور استرآباد
تک تار کا سلسلہ قایم ہے جہان چکشلیار کی راہ سے قزل اروات اور ماوراالنہر کے
ساتھہ مزید تعلقات تار برقی قایم ہین۔ روسی سفارت متعینہ طہران کو جب کوئی پیغام عاشق آباد
مین پہونچانا مقصود ہوتا ہے تو اسی سلسلہ کی راہ سے پہونچاتی ہے۔

بازار

چونکہ مین شاہ رود مین دوپہر کے وقت پہونچا تہا۔ اس لئے مین نے کچھ دیر شہر کی
سیر مین گذاری۔ اس مین ایک بہت بڑا مسقف بازار ہے۔ چھت چھپر کی نہین بلکہ
پختہ ہے اور دوکانین وسیع اور آراستہ ہین۔ میرے مشاہدات اور استفسارات نے
اون خبرون کی پوری تصدیق کی جو مین نے مشہد مین سنی تہین۔ سب کی سب شکر روسی
تہی اور سب کی سب چاہ ہندوستانی تہی جو بندر عباس سے براہ یزد لائی گئی تھی۔ رنگین
دریسون اور چھینٹون کا زیادہ تر حصہ روسی ساخت کا تہا لیکن لٹھے پر کسی بمبئی کے کارخانے

---

[۵۱] عاشق آباد سے سبزوار تک کوچان کی راہ سے جو نیا تجارتی رستہ کہولا گیا ہے اوس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اوسی سے اوسکے باعث روس کی اوس تجارت مین جو شاہ رود کے ساتھہ ہوتی ہے بہت کچھہ کمی واقع ہوگئی ہے یا یا شاید مجھے یون کہنا چاہیئے کہ تجارت کا رخ ایک طرف سے دوسری طرف بدل گیا ہے۔

کا نشان ثبت تھا اور مین نے نہ صرف مانچسٹر کے سفید دھلے ہوئے سفید سوتی کپڑو
ایک بہت بڑا انبار جسپر بمبئی کی چھٹیان لگی ہوئی تھین دیکھا بلکہ بہت سے کورے
تھان بھی میرے دیکھنے مین آئے جو سیدھے مانچسٹر سے یہان لائے گئے تھے۔ یہ
بات قابل اطمینان تھی کہ باوجودیکہ شاہ رود عملی لحاظ سے بحیرہ اخضر کی ایک روسی بندرگاہ
سے صرف چار منزل کے فاصلہ پر واقع ہے پھر بھی مانچسٹر کا بنا ہوا کپڑا یہان دیکھنے
مین آیا۔ مین نے کچھ خوش طعم سفید انگور چند پنس دیکر یہان خریدے۔ ان سے شاہ رود
مین شراب بنائی جاتی ہے۔

بسطام

اگرچہ شاہ رود ضلع بسطام شاہ رود کا صدر مقام ہے پھر بھی گورنر یہان
نہین رہتا اور نہ یہان دار الحکومت ہی ہے۔ دار الحکومت شہر بسطام مین ہے جو
شاہ رود سے شمال و مشرق کی سمت مین ساڑھے تین میل کے فاصلہ پر رود شاہ
کے منبع کی طرف واقع ہے۔ بسطام کو شاہ رود سے ایک سنگلاخ پہاڑی جدا کرتی
ہے بسطام (جو ایک مازندرانی نام ہے) شاہ رود کے مقابلہ مین زیادہ زرخیز اور سیر
حاصل ہے اسکے علاوہ یہ مقام مسلمان زائرون کے نزدیک نہایت متبرک ہے
کیونکہ مشہور شیخ یا سلطان بایزید جو صوفیہ کرام مین سے ہین یہان ایک خوشنما مسجد
کے صحن مین ۸۷۴ء مین دفن کیے گئے۔ یہ مسجد اب بہت کچھ ویران ہو گئی ہے
اس مسجد کا گنبد کسی مغل فرمانروا نے ۱۳۱۳ء مین تعمیر کیا تھا اور اسکے ساتھ ایک

مینارہ لرزان بھی اوسی قسم کا ہے جو مین آگے چلکر اصفہان کے ذکر مین بیان کرون گا۔ اس مینارہ کو جب چوٹی پر سے ہلاتے ہین تو یہ جنبش کرنے لگتا ہے۔ کرنیل لووٹ نے اس نظارہ کو اون اینٹون اور چونے کی لچک سے منسوب کیا ہے۔ جو اسکی تعمیر مین صرف کیا گیا ہے اور زیادہ مدت کے گذرنے کی وجہ سے زیادہ لچکدار ہوگیا ہے اور اسکو اسی طرح کے اوس نظارے سے تشبیہ دیتا ہے جو سنگ لرزان کی سلون مین دیکھنے مین آتا ہے[۵۱]۔ اس کے علاوہ بسطام مین اینٹون کا بنا ہوا ایک عجیب و غریب برج ہے جس کا بیرونی دور متعدد نمایان زاویون کی وجہ سے کتے کے دانتون کے مشابہ ہے اور اوس برج کے ہم شکل ہے جسکا ذکر مین آگے چلکر[۵۲] ے کے بیان مین کرونگا۔

گورنر کی طرف سے وکلا مع تحف و ہدایا

شاہ رود کے چاپارخانہ مین جو اس لحاظ سے کہ اوس مین بالاخانہ کے تین درجے

---

۵۱ ۔ "پروسیڈنگس آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" (رویداد رایل جاگرفیکل سوسائٹی) سلسلہ جدید جلد پنجم۔ صفحہ ۷۹ مطبوعہ ۱۸۸۳ء ۔ بسطام کی عمارات کا بہترین بیان خانیکاف کی کتاب "میموایر" اسٹر آگر تذکرہ وغیرہ کے صفحہ ۷۹ پر درج ہے۔

۵۲ ۔ فریزر اپنی کتاب "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) کے صفحات ۶۱۲ ۔ الی ۔ ۶۱۴ ۔ مین ایک اسی قسم کے کثیر الاضلاع برج کا ذکر کرتا ہے جو جرجان کے قریب دریائے گرگان کے کنارہ پر واقع ہے۔ یہ برج ڈیڑھ سو فیٹ اونچا تھا۔ اس کا اندرونی قطر ۵۰ گز اور بیرونی ۵۰ باون گز تھا اور اسکی چوٹی بلند مخروطی شکل کی تھی جس مین ایک دریچہ لگا تھا۔ عربی زبان کی دو چوڑی سطرون کے پڑھنے سے واضح ہوتا تھا کہ یہ بھی بسطام ہی کی طرح کا برج ہے۔

ہین۔ یکتا ہے جب مین پہونچا تو مین نے دیکھا کہ یہان قالین کے فرش اور پردہ وا
دروازون کی وجہ سے تنعم کی غیر معمولی علامات نمایان ہین۔ بازار سے واپس آکر جب
مین منھ ہاتھہ دہونے لگا اور کپڑے بھی مین نے اوتار ہی دیے تھے تو ملا کسی
اطلاع کے مجھے معلوم ہوا کہ مزید سرکاری توجہہ مجھپر مبذول کی جا رہی ہے پہلے دو آدمی
جو تھوڑی سی فرانسیسی بول سکتے تھے بلا اطلاع کے اندر داخل ہوئے ایک تو
شاہ رود کی کمپنی مسرس زیگلر کا گماشتہ تھا اور دوسرا اوتانیانز نامی ایک کوٹھی کا کارپرداز تھا۔
چونکہ اونہون نے اپنے آنیکی کوئی وجہ نہین بتائی اس لئے مین نے قیاس کیا کہ وہ
محض بتقاضائے استعجاب آئے ہین لیکن مشرق مین اس قسم کی باتون پر اظہار ناراضی
نہین کرنا چاہیئے بلکہ اور اونکو خوش اخلاقی کی علامات سے تعبیر کرنا چاہیئے۔ لہذا مین
منہ ہاتھ دہونے اور کنگھا وغیرہ کرنے مین مصروف رہا اور شاہ رود کی تجارت اور سوداگری
کے متعلق اون سے باتین بھی کرتا رہا۔ لیکن تھوڑی دیر مین بالاخانہ کے دروازے مین
پھر سایہ نمودار ہوا اور تین ایرانی عہدہ دار اندر داخل ہوئے اور ملازمین کی ایک جماعت
باہر کھڑی رہی۔ اِن تینون کے پیچھے پیچھے کچھ نوکر ایک کشتی لیے ہوئے آئے
جس مین چاء کے دو ڈبے اور نیلے کاغذ مین لپٹے ہوئے چار مصری کے کوزے
رکھے ہوئے تھے۔ اِن کے بعد دو اور آدمی آئے جو ایک دُنبہ کو جو لاتین پھینک
رہا تھا اوٹھائے ہوئے تھے۔ اِن سب کے بعد ایک اور شخص آیا جو بید کی بنی ہوئی
دو کرسیان لایا۔ یہ نظارہ ایسا پر اثر تھا کہ اگر مین اسکو اپنے ناظرین کے سامنے تھیٹر

ہے کے تماشہ کی شکل مین قلمبند کرکے پیش کرون تو غیر موزون نہ ہوگا۔

تماشہ گاہ - ایرانی چاپار خانہ کا ایک کچا مکان۔

افراد اہل تماشہ - ایک انگریز فلالین کی قمیص اور گھٹنا پہنے اور موزے چڑھائے ہوئے

ارمنی سوداگر۔

ایرانی پیشخدمت باشی۔

لالٹین جلاتے ہوئے دُنبے۔

لوازمِ تماشہ - مصری کے کوزے اور بید کی بنی ہوئی کرسیان۔

اب مجھے حقیقت حال معلوم ہوئی اور مین سمجھا کہ گورنر شاہرود نے جو شاہی خاندان سے ہے ارسمی طور پر میرے پاس اپنے وکیل بھیجے ہین اور مجھے بسطام مین آکر اپنے ہان مہمان ہونے کی دعوت دی ہے اور ارمنیون کو بطور مقدمہ کے روانہ کیا ہے تاکہ وہ سب کچھ دیکھ بھال آئین اور ترجمانی کی خدمت انجام دین اونکی مدد سے مین نے گورنر کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور جو تحایف اونسنے میرے لئے بھیجے تھے۔ اونہین مین نے قبول کیا لیکن قدرتی طور پر یہ لازم تہا کہ مساوی قیمت کی کوئی سوغات اوسکے وکیلون کو دون۔ چنانچہ مین نے کچھ تومان ان حضرات کی خدمت مین نذر کئے اور اونہون نے نہایت اطمینان کے ساتھ روپیہ جیب مین ڈالکر یہ سمجھا کہ چلو معاملہ ختم ہوا۔ غرضکہ اونہون نے ظاہر کیا کہ اب آرام کا وقت آپہونچا ہے اور یہ کہہ کر کورنش بجا لاتے ہوئے رخصت ہوئے۔ اوہر مین نے دُنبہ ذبح کرایا اور بڑے مزے کی

بھنی ہوئی ران کھانے پر میرے سامنے آئی۔

سفر کا دوسرا حصّہ

شاہ رود کی منزل سفر مشہد و طہران مین قریباً نصف سے کچھ زیادہ فاصلہ پر واقع ہے
اس سے سفر کے دو حصّے ہو جاتے ہین لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان دونون مین کم
دلچسپ کونسا ہے۔ اونکی ہیئت ظاہری مین ایک عجیب تطابق پایا جاتا ہے کیونکہ جس طرح
مشہد سے شاہ رود تک کی سڑک پر دو مشہور قدیم شہر نیشاپور اور سبزوار واقع ہین اسی طرح
اس سڑک کے شاہ رود سے لیکر طہران تک والے حصہ مین دامغان اور سمنان ہین
اور جس طرح پہلے حصّہ مین (اگر کوئی عمارت قابل دید ہے تو) سبزوار اور بسطام کے مینار
اور برج ہین اسی طرح دوسرے حصّہ مین بھی ہمین دامغان اور سمنان کے اسی قسم کے
مقابر پر اکتفا کرنی پڑتی ہے۔ بالاخر اس تطابق کو مکمل کرنے کے لئے جس طرح پہلا مشہور
و معروف ترکمانی درون کو طے کر کے ختم ہوتا ہے اسی طرح اس رستہ کا دوسرا حصہ
سفر کے آخری دن سے پہلے کے روز اون مشہور تر بحیرہ اخضر کے علاقہ کی طرف رہنمائی
کرنے والے درون مین گذرتا ہے جو ویرامن کے میدان کا منفذ ہین۔ پتھریلے
کوہ اور مریل گھوڑے دونون کی خصوصیات مشترکہ ہین۔

اوجڑے ہوے شہر

دیہہ ملا کی طرف جاتے وقت ایک نہایت ہی ذلیل گھوڑا مجھے سواری کو ملا اور جس
رستے پر مین نے سفر کیا وہ بھی کچھ کم برا نہ تھا۔ چاپار خانہ گاؤن کے سوا دمین جو کچھ دور

آگے جاکر ایک میدان مین واقع ہے کھڑا ہے یہ گاؤن مٹی کے ایک بہت بڑی ٹیلے کی وجہ سے ذکر کے قابل ہے جس پر کسی زمانہ مین ایک قلعہ بنا ہوا تھا جسکی شکستہ دبوسیدہ دیوارین اب حسرتناک کہنڈرون کی شکل مین بدل گئی ہین۔ دیھ ملا سے لیکر دامغان تک کا رستہ ذرا صاف ہے مگر کسی طرح کٹنے ہی مین نہین آتا میری دہنی طرف البرز کی سنگلاخ سرحی لئے ہوئے فصیل میدان سے عمودی ادہٹتی ہوئی چلی گئی تہی اور ایک سد یاجوجی کی طرح اس عظیم الشان سلسلہ کوہ کی گہاٹیون اور درون کو اس نے مسدود کر رکہا تہا اور ان سب کے پیچھے مازندران کے دہندلے میدان بحیرہ اخضر کی طرف ڈہلتے ہوئے چلے گئے تہے۔ بائین یعنی جنوب کی طرف اگرچہ مین نے اکثر نقشون پر ایک دشت کویر کی علامت دیکہی ہے لیکن میری ذاتی یادداشت مین مندرج ہے کہ دن بھر کے سفر مین اس طرف کا افق دس میں کے اوسط فاصلہ سے پہاڑیون کے ایک سلسلہ سے محدود تھا جن کا ارتفاع اسقدر ہے کہ اکثر نقشون پر اونہین دکہایا جاسکتا ہی لیکن جو نقشے میرے دیکھنے مین آئے اون مین سے اکثر مینے ان پہاڑیون کا کوئی سراغ نہین پایا۔ دامغان تک کی سڑک متعدد دیہات مین سے ہوکر گذری جن مین سے ایک گاؤن مہمان دوست حقیقت مین اسم بامسمے تہا کیونکہ پیدل اور سوار مسافرون کا اس کی ایک ہی گلی مین بہت بڑا ہجوم تہا۔ دامغان سے تین میل کے قریب ہم ایک ویران شہر بستاجان کے کھنڈرون مین سے ہوکر نکلے کچے مکانون کے ایک ویران شہر کا اس سے زیادہ اندوہناک نظارہ تصور مین نہین

آسکتا۔ مکان چھتین اور دیوارین بتدریج منہدم ہوکر مٹی کے ناقابل شناخت تودون کی شکل مین منتقل ہوجاتی ہین۔ مگر بمرور زمانہ یہ تودے ایسے ٹھوس ہوجاتے ہین کہ بیسیون بلکہ بعض دفعہ سیکڑون سال تک قایم رہتے ہین۔ یہ فرض کرلینا بھی ٹھیک نہین کہ ہر ایک ویران شہر یا موقع کے ساتھ اوسکے باشندون کا نشان بھی روے زمین سے مٹ چکا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا تھا کہ ایران کی آبادی جو اب فلسطین کی طرح منتشر ہے کسی زمانہ مین چین کی آبادی کی طرح گنجان ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ یہ قیاس غلط ہوگا۔ جس طرح ہر ایک بڑے ایرانی فرمانروا یا بانی خاندان شاہی نے کیخسرو کے زمانہ سے لیکر آج تک اپنے دارالسلطنت کو اس خیال سے ایک جگہہ سے دوسری جگہ منتقل کیا کہ اوس کے نام کے ساتھہ نئے جاہ و جلال کو انتساب ہو اسی طرح ہر ایک چھوٹے چھوٹے حاکم ضلع یا سردار علاقہ نے اپنے فرمانروا کی مثال کو پیش نظر رکھہ کر اضلاع مین ایک نئی آبادی کے قایم کرنے کی کوشش کی اور ادنی درجہ کے طبقون مین بھی ہر خاندان کے سردار نے اپنی حالت کی اصلاح اور اپنے پیشینیون پر تفوق لیجانے کے خیال سے نئی عمارت بنالی۔ غرضکہ

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ✦ رفت و منزل بدیگرے پرداخت

نئی عمارتون کے بنانے کی اس عالمگیر خواہش نے جو ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگون کے دلون مین ساری ہے اور قحط۔ وبا اور جنگ کی آفتون نے آپس مین مل کر شہرون اور مکانون کے بے شمار بوسیدہ ڈھانچون کی ترکیب مین حصہ لیا ہے۔

دامغان



میل کے فاصلہ سے دامغان کے دو مینار سے جو سبزوار کے مینار کے مقابل ہین پردہ نگاہ پر ہویدا ہوتے ہین۔ دونون ایک دوسرے سے کچہہ فاصلہ پر شہر کے مختلف حصون مین کہڑے ہین دونون مین سے جو زیادہ تر اپنی حالت اصلی پر قایم ہے اور جسکے اوپر چڑہا جا سکتا ہے اوسپر بعد کے زمانہ کی ایک برجی بہی ہے جس مین موذن کے لئے ایک دروازہ بنا ہوا ہے شہر کی سب سے بڑی گلی کے سرے پر واقع ہے۔ ایک مسجد اسکے قریب ہے۔ یہ وہ مسجد نہین جسکے ساتھہ یہ ابتدا ئً ملحق تھا بلکہ حال کے زمانہ کی تعمیر ہے۔ سبزوار کے مینار کی طرح اسکی روکار اینٹون کی ہے اور اون کی چنائی اس طرح سے کی گئی ہے کہ دور پر مہندسی شکلین بن گئی ہین اسکے علاوہ خط کوفی مین ابہروان کام کا ایک کتبہ بہی اس پر ثبت ہے۔ دونون مینار امامزادون کے مقبرون سے تعلق رکہتے ہین اور اونکے نام سے منسوب ہونے کے باعث منار جعفری اور منار قاسمی کہلاتے ہین۔ ان دونون امامون کی زیارت گاہون اور نیز پیر علمدار یعنی حضرت امام محمد فرزند امام ابراہیم کے مقبرے کے حالات کے متعلق مین ناظرین کی توجہ خانیکاف کے عالمانہ

۵۱ دیکہو "میمو ایر ایٹیرا" (تذکرہ وغیرہ) صفحات ۴ و ۵ و ۷۔ ییٹ نے اپنی کتاب "لینڈ آف دی امامس" (سرزمین ائمہ) کے ۱۹۷ اپر یہ لغو غلطی کی ہے کہ میناروں کا نام چہل ستون اور مسشد جم بتایا ہے۔ اول الذکر نام ایران مین ہر بڑی اور نفیس عمارت سے منسوب کیا جاتا ہے اور اسلئے اوسکا اطلاق مسجد پر ہو سکتا ہے نہ کہ مینار پر۔ اسی طرح مسشد جم سے اوسکی مراد مسجد جامع ہے جو ہر ایک شہر مین ویسا ہی حکم رکہتی ہے جیسا اکسفورڈ یا کیمبرج مین "یونیورسٹی چرچ" (کلیسائے دار العلوم)۔

اوراق کی طرف منعطف کرتا ہون۔ دامغان اگرچہ موجودہ صدی (انیسوین) مین بھی بہت بڑا شہر تھا لیکن اب افسوس ناک انحطاط کی حالت مین ہے ایک بہت بڑے مربع قلعہ کے ویران کھنڈر جن مین ایک کمرہ فتح علی شاہ کا مقام ولادت ہونے کے لحاظ سے مشہور تھا اور دکھایا جایا کرتا تھا یا بازار کے مثلثی میناروں سے اوپر سر اوٹھائے کھڑے ہین لیکن بوسیدہ ہو ہو کر گر رہے ہین۔ مین گھوڑے پر سوار بازار مین سے ہوکر گذرا جو ایک لمبی سقف پوش گلی پر مشتمل ہے اور شاہ رود کے مقابلہ مین بہت کم صاف اور آراستہ ہے۔ شہر مین ایک ندی بہتی ہے جو ایک پہاڑی چشمہ سے جس کا نام چشمہ علیؑ ہے آتی ہے اس چشمہ پر شاہ کا گرمیون کے رہنے کا محل بنا ہوا ہے اسکے علاوہ یہ مقام زیارت گاہ بھی ہے کیونکہ یہ منجملہ اون مقامات کے ہے جہان حضرت علیؑ کے گھوڑے نے خشمگین ہو کر اس زور سے اپنا سم پتھر پر مارا کہ اوسکا نشان مستقل طور پر رہ گیا۔ اس کرامت کے موقع کے قریب ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک اور کرامت ایک چشمہ کی شکل مین موجود ہے جس کا نام چشمہ باد ہے۔ کہتے ہین کہ اگر خاص خاص وقتون مین اس کو جنبش دیجائے تو ایسا طوفان اُٹھتا ہے کہ اوسکے تھپیڑون سے ہر ایک چیز برباد ہو جاتی ہے۔[1]

دامغان کی تاریخ

تاریخی دلچسپی کے لحاظ سے دامغان کے دو پہلو ہین۔ روایتی اور جدید۔ اسے ہمیشہ

---

[1] جے۔ بی۔ فریزر۔ "اے ونٹرس جرنی" (موسم سرما کا سفر) جلد دوم صفحہ ۳۰۰-۳۰۴ + ای۔ بی۔ ایسٹوک۔ جلد دوم صفحہ ۱۵۷ + کرنل ویلنٹائن بیکر۔ صفحہ ۳۳۸ + +

قدیم شہر ہیکاٹامپیلاس یعنی سو دروازون والے شہر کا موقع قرار دیا گیا ہے یہ نام یونانیون
نے اوس شہر کا رکھا تھا جو سلسلہ ارساسیدیہ کے بارہین فرمانروا ون کا پایہ تخت تھا
لیکن چند مٹی کے تودون اور متعدد زمین دوز نالیون کے سوا جن کے بنانے مین شہر
کی بڑی بڑی سلین صرف کی گئی ہین دامغان مین نہ تو اس وقت ایسے آثار باقی ہین جن کو
اوس رفیع الشان عہد قدیم پر منطبق کیا جا سکے اور نہ تاریخ ہی اس امر کی شاہد ہے کہ کبھی
اس قسم کے آثار یہان موجود تھے۔ فریر نے البتہ اس نظریہ کی تردید کی کوشش اس
استدلال سے کی ہے کہ سو دروازون والے شہر سے مراد لازمی طور پر ایک ایسا شہر ہونا
چاہیئے جہان بہت سی سڑکین آپس مین ملتی ہون حالانکہ دامغان مین صرف دو سڑکین
ہین مگر میرے خیال مین اوس کا خیال غلط ہے۔ اسی استنباط کی بنا پر وہ شاہرود لبسطام
کو ہیکاٹامپیلاس کا موقع قرار دیتا ہے[1]۔ لیکن قطع نظر اس واقعہ کے کہ دامغان مین دو سے
زیادہ سڑکین ملتی ہین اس امر کو یقینیات سے تعلق نہین ہے کہ یونانیون نے اس کا
جب یہ نام رکھا تو اونکی مراد شہر کے دروازون سے ہی تھی یہ نام اونہون نے مصری شہر
تھیبیز کا بھی رکھا تھا جسکی نسبت یہ قیاس کیا گیا ہے کہ سو دروازون سے اشارہ اون
کثیر التعداد عالی شان مندرون کے دروازون سے ہے جن سے میمس (فرعون مصر)
کا پایہ تخت مزین تھا اور ممکن ہے کہ بائیمن شہر کے متعلق بھی سو دروازون سے یہی
مراد ہو۔ لیکن اگر دامغان اور ہیکاٹامپیلاس کے ایک ہونے کے مسئلہ سے بلحاظ

---

[1] کاروان جیمز۔ در شہر ہائیہ کاروان (صفحات ۹۶-۹۱) ۱۳۴ء۔

اوس کے نظری ہونے کے قطع نظر بھی کیا جائے تاہم دامغان کے موجودہ نام کے ساتھہ بھی تاریخی اعتبار سے بہت کچھہ دلچسپیان وابستہ ہین[۱]۔ نہ یہان اس امر کے تکرار کی ضرورت ہے کہ چنگیز خان نے اسے ایک دفعہ برباد کیا اور نہ اس واقعہ کے اعادہ کی حاجت کہ تیمور نے دوسری دفعہ اسکو تباہ کیا۔ بنی نوع انسان کے ان دونون دشمنون کیلئے شہرون کی شان وشوکت کا مٹانا ایک معمولی سی بات تھی۔ ڈان رائی ڈی کلیویجو جب ۱۴۰۴ء مین شاہ کیسٹیل کی طرف سے سفارت پر مامور ہوکر تیمور کے دربار سمرقند کو جاتے وقت شمالی ایران مین سے ہوکر گزرا تو اوس نے دامغان مین ابھی تک مٹی مین گڑے ہوئے انسانی سرون کے دو برج کھڑے ہوئے دیکھے جو تیمور نے اپنی فتح کی یادگار مین چند سال پیشتر یہان نصب کئے تھے۔ شاہ عباس نے اس شہر کو نئے سرے سے تعمیر کیا اور اسکا ارک بنایا۔ ماہ اکتوبر ۱۷۲۹ء مین نادر شاہ نے اپنی مشہور فتح اشرف افغان پر حاصل کی جو سال آیندہ مین افغانون کے ایران سے نکالدئے جانے کا پیش خیمہ تھی۔ اسی مقام پر ۱۷۶۳ء مین کریم خان زند کے وحشی منش سوتیلے بھائی ذکی خان نے جسے قوم قاجار کا بلوہ فرو کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا اپنے قیدیون کو سر نیچے اور پاؤن اوپر برابر برابر فاصلہ سے زمین مین گاڑکر ایک باغ لگایا اور یہین ۱۷۹۶ء مین نادر کا مصیبت زدہ پوتا شاہ رخ اوس وحشیانہ عذاب کے اثر سے مراجعہ مشہد مین آغا محمد شاہ نے اوس پر روا رکھا تھا۔ موجودہ (انیسوین) صدی مین دامغان کو

---

[۱] دامغان کے قدیم حالات کے لئے دیکھو تصانیف اصطخری - مقدسی و یاقوت حموی -

قطعی طور پر بجاے ایک دشمن کے ایک دوست نے تباہ کیا یعنی ۱۸۳۲ء مین عباس مرزا کی فوج تین مہینے تک یہان آکر رہی اور اوسکے قیام کے برباد کن اثر سے یہ شہر کبہی نہین پنپا۔ کوئی ٹڈی دل بہی ایسی عام تباہی نہ پہیلاتا جو اس فوج نے اپنے زمانہ قیام مین پہیلائی۔ آبادی اب ۱۳۰۰۰ ہزار بتائی جاتی ہے۔ مگر مجہے باور نہین آتا۔

دولت آباد


امغان سے روانہ ہونے کے بعد سڑک غرب کا رخ اختیار کرتی ہے اور ایک میدان کو جو شروع شروع مین کنکریلا لیکن بعد مین زرخیز اور زراعت سے سرسبز ہے طے کرتی ہوئی غُشاہ کی طرف بڑہتی ہے۔ غشاہ مین صرف دو عمارتین ہین۔ ایک کاروانسراے اور ایک چاپارخانہ اور اگر ضروریات عفرنہ ہوتین تو اس مقام مین جو خیر آماد سے یہ عمارتین بہی قایم نہ کی جاتین۔ رستہ مین اگر کوئی دلچسپ مقام آتا ہے تو وہ دولت آباد کا ویران قلعہ ہے جسکے گرد تین دیوارین کہنچی ہوئی ہین اور ایک گہری کہائی اوسے گہیرے ہوئے ہے۔ ساٹھ سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ سارجنٹ گینس ایک انگریز نے جو عباس میرزا کی فوج مین ملازم تہا اسکی نسبت یہ کہا تہا کہ "ایران مین جو چہوٹے چہوٹے قلعے میرے دیکہنے مین آئے ہین اون مین یہ سب سے بہتر ہے"[ل] دامغان کے حاکم نے جس نے کچہ مدت تک گورنر صوبہ کے استحصال کی مدافعت کی تہی عباس مرزا کو بیس ہزار تومان نذرانہ اس شرط پر پیش کیا کہ اوسے دامغان کی حکومت پر بحال رکہا جاے

[ل] جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی (روزنامچہ رائل جاگریفیکل سوسائٹی) جلد یازدہم صفحہ ۱۳۶ (مطبوعہ ۱۸۴۱ء)

عباس مرزا نے روپیہ تو جیب مین ڈال لیا اور حاکم کو مشہد لیتا گیا اور مقامی گورنر نے اوس کی غیبت سے فائدہ اوٹھا کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نواح کے دوسرے اکثر مقامات کی طرح یہ اب ویران ہے اور انحطاط جلد جلد اس پر اپنا عمل کر رہا ہے۔

کرگان

ن بھر بلکہ اپنے تمام سفر کے اثنا مین میرا گذر اون متعدد بڑے بڑے تودہائے گل کے پاس سے ہوا جنکی حقیقت کے سمجھنے مین شمالی ایران کے مسافر کو بہت کچھ وقت پیش آئی ہے۔ یہ مٹی کے بہت بڑے بڑے مدور یا بیضوی ٹیلے ہین جو پچاس سے لیکر سو فیٹ تک بلند ہین۔ ان پر عمارت کا کوئی نشان نہین بلکہ چکنی مٹی کے ٹھوس ڈھیرون سے مرکب ہین۔ جنکے پہلوؤن کو مرور زمانہ نے صاف و ہموار کر دیا ہے۔ مقامی روایت انہین جمشید سے منسوب کرتی ہے جسکے دوسرے لفظون مین گویا یہ معنی ہوئے کہ راویون کو ان کی حقیقت کچھ بھی معلوم نہین تھی۔ بعض لوگ انہین آتشکدون کے موقع سے تعبیر کرتے ہین جو قدیم زمانہ مین جبکہ مذہب زردشت رائج تھا تعمیر کئے گئے ہونگے۔ لیکن مجھے ذرا بھی شبہ نہین کہ اگر وہ سب کے سب نہین تو اون مین سے اکثر مٹی کے قلعے تھے جو گاؤن کی حفاظت کے لیئے بنائے گئے تھے اور یہ گاؤن مدت ہوئی کہ پیوند زمین ہو چکے ہین۔ مٹی کے یہ ٹیلے علی العموم اون میدانون مین پائے جاتے ہین جہان قدرت نے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہین پیدا کیا اور اس لیئے انسان کو مصنوعی طور پر اوسکے پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ بہت سے ٹیلون کی چوٹیون پر ابھی تک

مٹی کی گڑھیوں کی ٹوٹی ہوئی بے شکل دیوارین نظر آتی ہین اور ظاہر ہے کہ یہ گڑھیان کسی زمانہ مین ان چوٹیون پر بنی ہوئی ہون گی۔ اس کا بین ثبوت بدشت مین جو شاہرود کے قریب واقع ہے اور بجنورد و شاہرود کے درمیان جاجرم مین ملتا ہے۔ جہان یہ ٹیلے جنہین یہان کرگان کہا جاتا ہے صاف اور چٹیل ہین وہان اوپر کی عمارت بالکل مسمار ہو چکی ہے۔ ان ٹیلون کا ایک طویل سلسلہ ابھی تک وادی گرگان مین واقع ہے درگمیش تپی (یعنی چاندی کی پہاڑی) سے جو بظاہر انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا ٹیلا ہے اور بحیرہ اخضر کے ساحل پر واقع ہے شروع ہو کر مٹی کی ایک تہری قلعبندی کو جو اسکندر اعظم سے منسوب کیجاتی ہے ترکیب دیتا ہوا بجنورد تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے۔ بعض مقامات مین مثلاً قزوین اور طہران کے درمیان اون کے متساوی الفصل ہونے سے یہ بدیہی قیاس پیدا ہوتا ہے کہ انہین ایک کیمپ کی خبر دوسرے کیمپ کو دینے کے لئے روشنی کے منارون کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو گا۔ بہرحال دونون صورتون مین اون کا مقصد فوجی تھا۔ اس امر کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ ان مین سے کسی کو بھی مقبرہ تصور کیا جائے۔

اہوان

غشاہ سے روانہ ہو کر سڑک ایک ویران اور غیر مزروعہ میدان مین سے گذرتی ہے۔ اسکی بعد بتدریج ایک چڑھاؤ آتا ہے جسے طے کر کے یہ ایک عسیر المرور درہ مین داخل ہوتی ہے اور پھر دفعتہً ایک تاریک سے نشیب مین جا پہونچتی ہے جہان اہوان کا چاپار خانہ اور

کاروانسرا سے واقع ہین - موجودہ اینٹ کی سرائے شاہ سلیمان صفوی کے زمانہ کی
بنی ہوئی ہے - ایک قدیم تر سرائے بھی ہے جو پتھر کی ہے اور نوشیروان ساسانی
سے منسوب کی جاتی ہے مگر اب اوسکے کھنڈر رہ گئے ہین - لفظ اہوان کے معنی جس نے
بظاہر سیاحان سابق[۵۱] کو بہت کچھ مغالطہ مین ڈالا ہے غزال صحرائی[۵۲] ہین روایت اس مقام
سے اون حیرت انگیز کرامتون مین سے ایک کو منسوب کرتی ہے جو حضرت امام رضاؑ
سے سفر طوس کی مختلف منازل مین ظہور مین آئین - یہان اونہین ایک اسیر ہرنی ملی جس نے
اونکے مقدس وجود کو پہچان کر گویائی حاصل کی اور اپنے بچھڑے ہوئے بچے کے لئے
اون سے مدد مانگی - امام صاحب نے شکاری کو حکم دیا کہ ہرنی کو چھوڑ دے اور خود اوسکی
واپس چلے آنے کے ضامن ہوئے - لیکن ہرن کے لئے اپنے گھر کی خوشیان وعدہ
کی ایفا پر غالب آئین اور اوسنے اپنا اقرار پورا نہ کیا - اسپر شکاری نے امام صاحب
سے کہا کہ میری ہرنی لائیے چنانچہ اونہون نے اپنی قوت ارادی کے زور سے اوسکو
اوسکے صیاد کے پاس واپس بلا بھیجا جسکے پاس وہ بعد کو ہمیشہ بطور ایک اسیر یا پالتو
جانور کے رہی اس مقام پر مسافر اوس کوہستان مین داخل ہوتا ہے جو دامغان اور سمنان
کے میدانون مین فاصل ہے - قلۂ فاصل کے بلند ترین مقام سے سمنان بارہ میل

---

[۵۱] فریزر نے اسے اہیاب یین لکھا - فریزر نے اہییون اور اوڈونوون نے اغیحان - اسی طرح غشاہ کا ہجا
گاسیک - گوشہ - کوشک اور کوشہ کیا ہے -

[۵۲] آہو کے معنی غزال کے ہین اسی لئے آہو بر مہ (یعنی بچہ غزال) ایران مین بزہ کو کہتے ہین -

کے فاصلے سے پتھرون کے فرش پر ایک سبز قطعہ کی شکل مین نظر آتا ہے۔ دوسری طرف اتار گو آسان تھا لیکن رستے مین پتھر بہت بکھرے ہوئے تھے اور گھوڑے کو پوبہ ڈالکر شہر کی طرف جانے مین کوئی لطف نہ تھا۔ رستے مین مجھے ایک بند گاڑی ملی جسمین چار گھوڑے جتے ہوئے تھے اور ان مین سے دو پر سوار بیٹھے ہوئے تھے۔ گاڑی کے آگے کچھ سوار بھی جارہے تھے اور ایک گارد بھی ہمراہ تھا مجھے یہ دیکھکر تھوڑی دیر کے لئے خوف پیدا ہوا کہ کہین یہ میرے ہی استقبال کے سامان تو نہین ہین مگر اس امر کے دریافت کرنے سے مجھے اطمینان ہوا کہ گاڑی مین حاکم ضلع سوار تھا جو غالبًا اپنے غیر وسیع علاقہ کا دورہ کرنے کے لئے نکلا تھا۔

سمنان

سمنان ایران مین اپنے وسیع اور شاداب باغون۔ اپنے پرانے درختون۔ دامغان کے مقابل کے ایک وسیع مینارے۔ حال کی بنائی ہوئی ایک خوشنما اور آراستہ مسجد۔ چار کی ٹکیون اور نیلے سوت کے پائجامون کی مقامی ساخت عورتون کے حسن اور زبان کے عسیر الفہم ہونے کے لحاظ سے مشہور ہے۔ شاید ان تمام باتون مین ایک بھی ایسی نہین جو اجنبی کی توقع کو پورا کرتی ہو۔ چھوٹی گلیون مین ندیون کا پانی بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ گلیان ایران مین عام طور سے نہ صرف سڑکون بلکہ نالیون کا بھی کام دیتی ہین۔ لیکن باوجودیکہ آبرسانی کے ذرایع اس قدر وسیع ہین پھر بھی شہر اوس سے پوری طور پر منتفع ہوتا ہوا معلوم نہین ہوتا۔ البتہ تمباکو کی یہان کثرت سے کاشت کیجاتی ہے

بازار کے باہر کہلے مقام مین چند پرانے چنار ہین اور ایک عالی شان درخت خود بازار مین کہڑا ہے اور اس کا دیوقامت تنہ چہت کو چیرتا ہوا اوپر کو نکلا ہے قدیم مینارہ بھی بازار کے وسط مین واقع ہے اور مسجد جامع سے ملا ہوا کھڑا ہے لیکن مسجد کے اب کہنڈر رہ گئے ہین۔ مینارہ ایک سو فیٹ بلند ہے اور اس مین ایک زینہ ہے جسمین مینارے کی چوٹی تک سو سیڑہیان ہین مینارے کی چوٹی پر موذن کے لئے غلام گردش بنی ہوئی ہے۔ زلزلہ اور مرور زمان کی وجہ سے یہ جہک گیا ہے۔ فتح علی شاہ کی مسجد مین جو یہان سے تہوڑے سے فاصلہ پر واقع ہے ایک وسیع چار دیواری پچاس گز مربع ہے اس مین دو خوشنما ایوان بھی ہین جو کاشی کے کام کے چوکہٹون مین نصب ہین۔ اس کے متعلق ایک مدرسہ ہے۔ چار کی ٹکیون کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہی کہ جب ویمبری نے جس نے اون کی شہرت ہرات سے بعید مقام مین سنی تھی اونہین خریدنا چاہا تو اوسے یہ ٹہیٹ ایرانی جواب ملا کہ ان چیزون کی مانگ اس قدر زیادہ اور اونکی مقدار برآمد اس قدر کثیر ہے کہ مقامی خرچ کے لئے کچھہ بھی نہین رہین جسطرح ویمبری کو چار کی ٹکیان نہین ملی تہین اوسی طرح خوبصورت عورتین میرے دیکھنے مین نہین آئین۔ زبان کے متعلق مین لاعلمی کے باعث کوئی رائے نہین قایم کرسکا۔ لیکن خانیکاف جیسے محقق السنہ نے بھی سوالات کے ذریعہ سے اس زبان کے حالات دریافت کرنے کی ناکام کوشش مین معروف رہکر اس سے زیادہ ناطق نتیجہ نہین نکالا کہ یہ ایک مازندرانی بولی ہے جس کی آوازون کا جزو اعظم حروف علت ہین۔ اس کے علاوہ

ایک روایت ہے کہ ایک عالم فاضل نے جسے کسی ایرانی شہنشاہ نے ایک دفعہ
اس امر کی تحقیق پر متعین کیا تہا کہ جو زبانین اوسکے ملک کے باشندے بولتے ہین
اونکے متعلق بعد تحقیق کیفیت پیش کرے تو اوسنے سمنان کی بولی کی تشبیہہ اپنے
شاہی سرپرست کے حضور مین اس طرح سے ظاہر کی کہ ایک خالی کدو مین کچہہ سنگریزے
ڈالکر اونہین کہڑکہڑا دیا۔[۱] بیان کیا جاتا ہے کہ سمنان مین ۴۰۰۰ گہر اور ۱۶۰۰۰ باشندے
آباد ہین لیکن غالباً اس اندازہ مین مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ یہودیون کو یہان رہنے
کی ممانعت ہے لیکن پچیس کے قریب ہندو بنئے تجارت مین مصروف ہین کیونکہ
سمنان وہ مقام ہے جہان بندر عباس سے براہ یزد وطبس ایک رستہ جنوب کی طرف
سے آتا ہے اور شمالی صوبون کو مال تجارت بہم پہونچاتا ہے ایک عام وضع کی کچی دیوار
جس کے پہلوؤن پر برج اور پہاٹک ہین اور جو معمولی بوسیدگی کی حالت مین ہے۔
شہر کے گرداگرد کہنچی ہوئی ہے اور گورنر ایک مستحکم ارک مین جو شہر کی شمالی ومغربی دیوار
سے اوپر کو اوٹھا ہوا ہے رہتا ہے۔

لسگرد

ایک لمبا پتھریلا چڑہاؤ اون چند دلچسپ مقامات مین سے ایک کی طرف ہماری رہنمائی

---

[۱] دیکہو "گرامیٹکل نوٹ آن دی سمنانی ڈائلیکٹ" (سمنانی زبان کے متعلق ایک نحوی یادداشت) مصنفہ پادری بیجے۔ ٹ مندرجہ "جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسایٹی" (روزنامچہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی) جلد شانزدہم۔ صفحہ ۱۲۰۔ (مطبوعہ ۱۸۸۴ع) اور نیز دیکہو مضمون متعلقہ زبان سمنان مرقومہ۔ اے۔ ایچ شنڈلر۔ مندرجہ تصنیف خود۔ جلد سی ودوم باب سوم

کرتا ہے جو مشہد اور طہران کی درمیانی سڑک پر واقع ہین۔ یہہ لسگرد کا عجیب وغریب آدمیون کے رہنے کا ٹھور یہ ہے کیونکہ مین اس سے زیادہ موزون نام اسکے لیئے تجویز نہین کرسکتا۔ یہان کسی زمانہ مین ایک اونچے مدور گلی ٹیلے پر جو میدان سے شاید اسّی فیٹ اوپر کو اٹھا ہوا چلا گیا ہوگا۔ ایک قلعہ بنا ہوا تہا۔ قلعہ اب برباد ہو گیا ہے اور اسکے اندرونی مکانات اینٹ اور خاک کے تودون کی شکل مین بدل گئے ہین۔ لیکن گاؤن والے انہین ویران کھنڈرون مین آباد ہین اور بیرونی دیوارون کی چوٹیون پر اونہون نے دو منزلہ کچے مکان بنا لئے ہین جن پر اندر کی طرف سے بوسیدہ سیڑہیون کی راہ سے چڑہتے ہین۔ ان مکانون کی ہیئت کذائی کا سب سے زیادہ نمایان جز ان گھر لکڑی کی کڑیون کا ایک چھجا ہے جسے مٹی سے لیپ دیا گیا ہے۔ یہی کمزور چھجا جو گرد کسی کو نیچے گر پڑنے سے بچانے کے لیئے کوئی کٹہرا ابھی نہین اور جو مارے سوراخون کے چھلنی ہو رہا ہے۔ ان لوگون کا آنگن ہے۔ کچھ دور سے یہ جگہ یون نظر آتی ہے کہ گویا پرندون کی ایک بہت بڑی ٹکڑی نے یہان آکر بسیرا لیا ہے اور دیوارون مین اپنے رہنے کے لیئے گھونسلے بنائے ہین۔ اس تمام ٹیلے کی بیرونی شکل ایک بہت بڑے پیپے سے مشابہ ہے ٹیلے کے اوپر سیڑہیون کے ذریعہ سے جن کی سلامی مین بہت کم ڈھال ہے چڑہتے ہین اور اسکے اندر داخل ہونے کی راہ ایک چھوٹا سا چور دروازہ ہے جو پتھر کی ایک سل ہے جو ایک چول پر گھومتی ہے مشتمل ہے۔ مین اندر داخل ہوا اور سیڑہیون پر چڑھکر اوپر کی منزل کے چند گھونسلون (مین اونہین جھونپڑی کے نام سے تعبیر نہین کرسکتا) کو مین نے

جہانک کر دیکھا۔ عورتون کے مُنہ پر نقاب تھی اور وہ کثافت اور غلاظت مین اٹی ہوئی
تھین۔ مکانون کی عام اندرونی حالت وہی تھی جسکی توقع کسی عقاب کے نشیمن کے
کے آئین خانہ داری سے کی جاسکتی ہے۔ یہان بھی وہی زبان بولی جاتی ہے جو سمنان
مین رائج ہے۔ قلعہ کے گرد ایک عمیق وعریض خندق ہے جو اب باغ کی شکل مین منتقل
کردی گئی ہے اِس باغ کے محاصل خانقاہ حضرت امام رضاؑ واقع مشہد کے اوقاف کی
توفیر مین حصہ لیتے ہین۔

قشلاق تک کی سڑک

[illegible]و سے روانہ ہوکر سڑک ایک پہاڑی علاقہ مین سے گذرتی ہے جس مین موسم
سرما کے سیلابون کی کاوش نے گہری نالیان اور گہاٹیان پیدا کردی ہین جن پر پل
بندھے ہوئے ہین۔ جب سڑک پھر میدان مین اُترتی ہے تو موضع دیہہ نمک کم از کم
بارہ میل کے فاصلہ پر ایک بے انتہا ویران اور نفرت انگیز صحرا کے وسط مین واقع
نظر آتا ہے۔ سیاحت ایران مین اوس جہوٹی اُمید سے زیادہ فریب دہ اور کوئی شئے
نہین ہوسکتی جو مسافر کو اپنی منزل مقصود کے دیکھنے سے جو بادی النظر مین صرف
چند میل کے فاصلہ پر واقع معلوم ہوتی ہے پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ اوس مایوسی سے
زیادہ تکلیف دہ اور تھکانے والی کوئی اور شئے ہوسکتی ہے جو اوسوقت مسافر کو ہوتی
ہے جبکہ میل طولانی ہوکر فرسخون کی شکل مین بدل جاتے ہین اور منزل مقصود تک مسافر
کسی طرح پہونچتا ہی نہین۔ کچھ فاصلہ سے دیکھنے پر جو مقام صرف ایک دو مکانات کی

آبادی معلوم ہوتا تھا وہ قریب آنے سے ایک اچھا خاصہ گاؤں نکل آتا ہے جس مین بہت سے مکانات ہین اور جو کف دست بیابان کے خاکستری محیط کے کسی چھوٹے سے نیم سرسبز شعب مین چھپا ہوا تھا۔ اس کے بعد جو علاقہ آتا ہے اور جو ویرانی مین اس سے کچھ کم نہین اوسمین ہمارا گذر پادیھ اور ارادان[۵] کے پاس سے ہوتا ہے۔ یہ گاؤں بھی مٹی کی بڑے بڑے مصنوعی ٹیلون کی چوٹیون پر قلعہ کی شکل مین بنے ہوئے ہین اور اجڑے ہوئے ہین۔ لسگرو کی طرح یہ مکرر آباد نہین ہوئے۔ جب ابتدا ٔ یہ قلعے تعمیر اور برجون اور کنگرون سے آراستہ کئے گئے ہونگے تو ان کی شان ہی نرالی ہوگی۔ اب ان کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ کہین کہین تو قلعہ کی شکل پہچانی جاسکتی ہے اور کہین کہین فقط مٹی کے ٹھوس اور چٹیل ٹیلے رہ گئے ہین جن کے متعلق مین فقرہ سابق مین تفصیلی بحث کرچکا ہون ارادان کی پرے ایک پانی سے بھری ہوئی ندی پہاڑون سے نکلتی ہے اور بہت سی شاخون مین منقسم ہو جاتی ہے جن مین سے کم از کم بیس کو مین نے نصف میل کے فاصلہ مین طے کیا ہوگا۔ زراعت مین بھی اسی نسبت سے ترقی ہو جاتی ہے اور قشلاق سے (جسکے لغوی معنی قیام گاہ موسم سرما کے ہین) جو علاقہ خالصہ ہے طہران کے شاہی اصطبلون کے لئے دانہ اور چارہ بہم پہونچایا جاتا ہے۔ یہ علاقہ ضلع خار کا ہے جسکا ذکر قدیم تاریخون اور سفرنامون مین اکثر آیا ہے اور جو شمالی ایران کے ایک خرمن ہونے کی وجہ سے مشہور ہے یہان سے سڑک شمال و مغرب کی سمت اختیار کرتی ہے اور قشلاق سے

---

[۵] فریزر اس مقام کو ہرادو کہتا ہے۔

آٹھ میل کے فاصلہ پر پہاڑیوں کے ایک سلسلہ مین اوس راہ سے داخل ہوتی ہے جس کو عام طور پر مشہور دروازہ ہاے بحیرہ اخضر سے منسوب کیا جاتا ہے اور جو اس لحاظ سے اس علاقہ کے سیاسی مسٔلہ کو پیدا کرتا ہے۔

دروازہ ہاے بحیرہ اخضر

اس مقام پر میرا یہ مقصد نہین ہے کہ اس مسٔلہ پر بالتفصیل بحث کرون اور اس کے لئے یہان گنجایش ہی نہین۔ اسکے امور تنقیح طلب کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصنفین سابق اونکو اپنا مبحث بنایا اگرچہ اونہون نے کوئی قطعی راے قایم نہین کی نظر بران مین اپنے ناظرین کو اس مسٔلہ کے متعلق۔ رینل[۱]۔ اوسلے[۲]۔ سوزیر[۳]۔ فریزر[۴]۔ فیریر[۵]۔ ایسٹوک[۶] اور گولڈ اسمڈ[۷] کی تصانیف کی ورق گردانی کا مشورہ دیتا ہون۔ دروازہ ہاے بحیرہ اخضر سے مراد وہ درہ ہے جس مین سے ہوکر اربیلا[۸] کی شکست کے بعد دارا باختر

---

[۱]۔ دیکھو دی جاگریفیکل سسٹم آف ہیروڈوٹس" (ہیروڈوٹس کا نظام جغرافی)۔ صفحہ ۱۷۴۔

[۲]۔ دیکھو ٹریولس ان دی ایسٹ" (سفر مشرق)۔ جلد سوم ضمیمہ سوم۔

[۳]۔ دیکھو سکندر نامہ" (سفر ثانی) ۱۸۱۳ء صفحہ ۳۶۴ و ۳۶۵۔

[۴]۔ دیکھو جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ ۱۸۲۱ء صفحات ۲۹۱ الی ۲۹۳۔

[۵]۔ دیکھو" کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان)۔ ۱۸۴۵ء صفحات ۵۹ و ۶۰۔

[۶]۔ دیکھو جرنل آف اے ڈپلومیٹ۔ (ایک سفر کا روزنامچہ)۔ ۱۸۶۲ء جلد دوم صفحہ ۱۴۰۔

[۷]۔ دیکھو جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) لندن (۱۸۷۴ء) جلد چہارم صفحہ ۱۶

[۸]۔ اربیلا جس کا نام اب اربیل ہے موصل سے ۴۸ میل جانب مشرق و جنوب واقع ہے۔ اس کے قریب سکندر نے

کی طرف بھاگا تھا اور جس مین سے سکندر کی فوج نے اوس کا تعاقب کیا تھا - اس درہ کی شناخت کے لئے ضروری اطلاع کا اکثر حصہ ایرین[۵۱] اور پلائنی[۵۲] کی تصانیف مین مل سکتا ہے - پلائنی کہتا ہے کہ یہ درہ آٹھ میل لمبا ہے اور اٹھائیس[۵۳] میل تک اس کی راہ مین کہین پانی نہین ملتا - اور ایرین کہتا ہے کہ سکندر دھاوا کرتا ہوا یہان رگے[۵۴] سے ایک دن مین پہونچا - لیکن دروازہ ہائے بحیرہ اخضر ہونے کا دعوی کا استحقاق چار درون کو ہے - ایک درہ تنگ شمیر پر ہے جس کی نسبت روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۸ - ۱۰ اکتوبر ۳۳۱ قبل مسیح مین آخری شکست دیکر سلطنت ایران کا خاتمہ کر دیا - مترجم -

۵۱ - ایک فیلسوف اور مورخ تھا جو ۱۰۰ء مین پیدا ہوا - سکندر اعظم کی مہم ایشیائی کے مفصل حالات اوسنے قلمبند کئے - ہندوستان کے متعلق بھی اوسکی ایک تصنیف موجود ہے - یہ تصانیف جرمنی زبان مین ترجمہ ہو کر شائع ہوئی ہین - مترجم

۵۲ - اٹلی کا ایک نہایت مشہور عالم اور مورخ اور سلطنت کا رکن رکین تھا - ۲۳ء مین پیدا ہوا - اوسکی مشہور کتاب "ہسٹوریا نیچرلیس" (صحیفہ فطرت) ہے جس کا ترجمہ ہر ایک یورپین زبان مین ہو چکا ہے - اس کتاب کو مضامین کا مجموعہ اور معلومات کا مخزن سمجھنا چاہیئے کیونکہ پلائنی کے تمام مشاہدے اور تجربے اس مین سنیج ہین - پایا جاتا ہے کہ اوسکی کتاب مین بیس ہزار مسایل سے بحث کیگئی ہے - ۷۹ء مین وکو وسو ویس کی اوس نشانی کے موقع پر راکھ اور چنگاریون کے ڈھیر مین دب کر مر گیا جو پمپیائی کی حسرت ناک بربادی کا باعث ہوئی -

۵۳ دیکھو "ہسٹوریا نیچرلیس" (صحیفہ فطرت) کتاب ششم فصل چہاردہم -

۵۴ دیکھو "مہم اسکندر" - کتاب سوم فصل بستم - دھاوے کا لفظ مین نے اس لئے لکھا کہ ایرین نے حسب ذیل الفاظ لکھے ہین :- "اوس شخص کے لئے ایک دن کا سفر جو اسکندر کی طرح مسافت طے کرے" اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سکندر نے غیر معمولی تیزی کے ساتھ سفر کیا -

ذو الفقار کے ایک وار سے چٹان کو کاٹ ڈالا - یہ درہ اوس سڑک پر واقع ہے - جو دار السلطنت سے شاہ رود کو جاتی ہے اور کوہ البرز کی بلندترین چوٹی شاہ کوہ کے نیچے استرآباد اور شاہ رود کے درمیان ہے اس درہ کا طول ڈیڑہ سو گز اور عرض فقط اٹھارہ فیٹ ہے اور اسکی دونون دیوارین جو چونے کے پتھر کی ہین عمودی چلی گئی ہین نیپیر کہتا ہے کہ "اس مین ذرا شک نہین کہ یہی دروازہ ہاے بحیرہ اخضر ہین"۔ مگر اس مین بھی شک نہین کہ نیپیر غلطی پر ہے کیونکہ نہ صرف اس درہ کی ہیئت کذائی اور طول بیان متذکرہ سے غیر مطابق ہین بلکہ تنگ شمشیر بر بقدر دو سو میل کے زیادہ تر مشرق کی سمت مین ہے - برنس[۱] نے درہ گدوک واقع کوہستان البرز کو جو فیروزکوہ کے شمال مین ہے اور جس مین سے ہوکر مازندران کو جانے والی معمولی سڑک گذرتی ہے دروازہ ہاے بحیرہ اخضر [illegible] ہے شمالی درون مین جو عراق عجم سے مضافات بحیرہ اخضر کی طرف رہنمائی کرتے ہین [illegible] چی متصل فیروزکوہ اور تنگ سرانزا کو بھی جو یہان سے کچھ دور ہے سنگلاخ اور عمودی د[illegible] ن والی گھاٹیون کے ہونے کی وجہ سے دروازہ ہاے بحیرہ اخضر ہونے کا دعوی ہو[illegible] ہے - لیکن موریر[۲] جو بذات خود یہان آیا اور جس نے اونکی ہیئتون کے تشابہ کو محسوس کیا اوسے بہت جلد یہ بات معلوم ہوگئی کہ فاصلہ کے اعتبار سے جس مشابہت کا ہونا اون مین لازمی تہا وہ اُن مین موجود نہین ہے کیونکہ وہ طہران سے

---

[۱] "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم صفحہ ۱۱۱ -

[۲] "سکنڈ جرنی" (سفر ثانی) - مصنفہ موریر صفحہ ۳۶۵ -

۹۰ میل جانب مشرق واقع ہین اور اس لحاظ سے سکندر بھی ایک دن مین اس قدر مسافت
طے نہین کرسکتا تھا۔ نظر بران اوسنے یہ رائے ظاہر کی اور فریزر۔ فیریر اور ایسٹوک نے
بدلائل موجہ اوسکی تائید کی کہ دروازہ ہائے بحیرہ اخضر اوس درہ کو سمجھنا چاہیئے جو خوار اور
ورامن کے میدانون کے درمیان واقع ہے اور جہان سفر کرتا کرتا مین اب پہونچا ہون

تنگ سر درہ

اس درہ کا نام سر درہ ہے۔ اس مین ایک تنگ گذرگاہ سے جانب جنوب
و مشرق داخل ہوتے ہین اور یہ سلسلہ کوہ البرز کی اوس شاخ مین سے پیچ کہاتا ہوا جاتا ہی
جو یہان جنوبی و مغربی سمت مین ایران کے بڑے وسطی صحرا کی طرف جاتی ہے۔ جو
یادداشت مین نے قلمبند کی اوس کی رو سے اس درہ کا طول قریباً چھہ میل [۱] ہے
ایک شور ندی وادی کی تہ مین بہتی ہے جسکے کنارون پر لون کی ایک سفید پیڑی
جمی ہوئی تہی۔ کبھی کبھی یہ درہ کشادہ ہو کر ایک چھوٹا سا میدان بن جاتا تھا۔ اور پھر سکڑ جاتا
تہا۔ وسط ایک پرانی ویران عمارت کہڑی ہے جسکے کونون پر برج ہین اور مغربی مخرج
پر دو قدیم قلعون یا برجون کے آثار موجود ہین۔ بظاہر اس جگہ کو اوس زمانہ کے معیار
کے مطابق جو توپون سے آشنا نہین تہا اچھی طرح سے مستحکم کیا گیا ہے اور اسی

---

[۱] مصنف جب گھوڑے پر سوار ہو اور اپنا بیان بعد مین شاید حافظہ سے قلمبند کرے تو اس صورت مین فاصلہ
کا تخمینہ مین جو غلط فہمی اوسکو واقع ہو سکتی ہے اوسکا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ اس درہ کے طول کی مقدار
کا مختلف مصنفین نے مختلف اندازہ لگایا ہے۔ فیریر ۳½ میل بیان کرتا ہے۔ ایسٹوک ۴ میل اور اوڈونوون ۱۲ میل ہے۔

واقعہ سے اس امر کے قرین احتمال ہونے کی تائید ہوتی ہے کہ عہد سلف مین یہ ضرور ایک مسلمہ کوہستانی گذرگاہ تھی - اسکے علاوہ مصنفین عہد عتیق نے اس کارے سے جو فاصلہ قلمبند کیا ہے اور جو قریب چالیس[۴] میل کے ہے آجکل کے فاصلہ سے کافی تطابق رکھتا ہے -

اختلاف آرا

خلاف اسکے اس خیال کو نظر انداز نہین کیا جا سکتا کہ اس درہ کی طبعی ہیئت ایسی نہین کہ صحیح طور سے دروازون کے لفظ کا اطلاق اوسپر ہو سکے یا پلائنی کے اس بیان کی تصدیق ہو سکے کہ یہ انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے اور بعض مقامات پر سے اسقدر تنگ ہے کہ صرف ایک گاڑی اوس مین سے گذر سکتی ہے - اسکے علاوہ اس کو بھی پیش نظر رکھنا پڑتا ہے کہ چونکہ یہ درہ تمام سلسلہ کوہ کی صرف ایک چھوٹی سی شاخ کو طے کرتا ہے اس لیے مقام تعجب ہی کہ اسے دوسرے ممتاز تر درون کے مقابلہ مین اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ اور سب سے زیادہ یہ امر قابل غور ہے کہ یہ سیدھا علاقہ بحیرہ اخضر مین داخل نہین ہوتا بلکہ اسے طے کر کے البرز کا خاص سلسلہ کوہ پھر بھی قطع کرنا باقی رہ جاتا ہے اور اس سلئے اس امر کی کافی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ یہ دروازہ ہائی بحیرہ اخضر کے نام سے موسوم ہو[۱] - بہرحال ان مشکلات مین سے اول الذکر مشکل کو مسٹر ایچ - رانسن نے جسے ایران کے علم الجبال مین بے نظیر دستگاہ حاصل ہے یہ رائے پیش کر کے حل کیا

[۱] یہ مشکل شاید اس امر کے فرض کر لینے سے رفع ہو سکتی ہے کہ "کیسپین سی" (بحیرہ اخضر) کی طرح اس درہ کی وجہ تسمیہ

ہے۔ کہ اصلی ابواب بحیرہ اخضر درہ سر درہ نہین ہین بلکہ اسی سلسلہ کوہ کی ایک دوسری گھاٹی کا نام ہین جو شمال کی طرف چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور تنگ سلوک کے نام سے مشہور ہے۔ اس گھاٹی کو سر ایچ رالنسن نے ۱۸۳۵ء مین جاکر دیکھا اور اس کی طبعی خصوصیات اگرچہ غیر معروف ہین لیکن مصنفین یونان وروما کے بیانات سے مطابق ہین اور اسکے علاوہ رے اور میدان خار کو ایک زیادہ قریب کے راستہ سے یہ گھاٹی ملاتی ہے۔

اصلی دروازے

اس خیال سے گریز نہین کرسکتا کہ جو لوگ یونانی اور رومائی مصنفین تذکرہ صدر کے بیانات کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اونہین اس مشکل عقدہ کا یہ حل تسلیم کرنا پڑیگا یا کم از کم اسکی نسبت اونہین یہ باور کرنا پڑے گا کہ آیندہ چلکر اس کی تصدیق ہو جاے گی اسکے علاوہ یہ اہم واقعہ بھی انداز نہین کیا جاسکتا کہ جو یورپین سیاح اصفہان سے مازندران کو شمال کی سمت مین عباس اعظم کے دربار فرح آباد یا اشرف واقع بحیرہ اخضر مین گئے جسکو تین سو سال سے بھی کم کا عرصہ ہوتا ہے اونہون نے اون گھاٹیون کے حالات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۲ یہی قوم کیسپیائی ہے جسکا ذکر استرابو[۵] نے اکثر کیا ہے اور جو اس نواح مین رہتی تھی اس قوم کا نام ابھی تک ضلع جاسپ مین جو کاشان کے مغرب کی طرف سے باقی ہے۔

[۵] استرابو مشہور یونانی جغرافیہ دان اور مورخ۔ حمص مین ۶۶ سنہ ء قبل مسیح کے قریب پیدا ہوا۔ سنہ وفات کا ٹھیک حال معلوم نہین مگر ۲۱ سنہ ء اور ۲۵ سنہ ء کے درمیان اس کا واقع ہونا تصور کیا جاسکتا ہے۔ یورپ ایشیا اور افریقہ کے اکثر حصون مین اوسنے سفر کیا اور اوسکے جغرافیہ کے سترہ مقالے ہین جو لندن مین بسلسلہ بالمن کلاسیکل لائبریری ۱۹۱۷ء مین شائع ہوئی ہین

سپرد قلم کیے ہین جن مین سے ہو کر وہ اسی نواح مین کوہ البرز کو طے کرکے لیے اور اونکے
بیانات پلائنی کے بیان سے مطابقت رکھتے ہین۔ محلہ باغ سے (جسے ایک ایرانی جغرافیہ
دان میدان خار سے تطبیق دیتا ہے) پیٹرو ڈیلا ویلی سنہ ۱۶۱۸ء مین اور سر ٹامس ہربرٹ
بھمراہی سر رابرٹ شرلی و سر ڈاڈ مور کاٹن سنہ ۱۶۲۷ء مین روانہ ہو کر ایک گھاٹی مین سے
ہوتے ہوئے حبلہ رود اور فیروز کوہ کو گئے اور وہان سے بحیرہ اخضر کی طرف روانہ ہوئے
اس گھاٹی کے جو حالات ان دونون نے بیان کیے ہین وہ پلائنی کے بیان سے
بالکل مطابق ہین۔ پیٹرو ڈیلا ویلی بیان کرتا ہے کہ محلہ باغ سے روانہ ہو کر وہ ایک نہایت
تنگ و عمیق گھاٹی مین داخل ہوا جس کے دونون طرف بلند پہاڑ تھے اور جو بعض موڑون
پر سے اسقدر تنگ تھی کہ فینس کا بھی اس مین سے گذرنا مشکل تھا۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے
کہ اس گھاٹی مین کھاری پانی کی ایک چھوٹی سی ندی بہتی تھی۔ ہربرٹ اسپنے انوکھے
فقرون مین بیان کرتا ہے۔" اس رات کے سفر کا اکثر حصہ دریاے طارس کی ترین سی
طے ہوا جسکی دیو پیکر پیشانی خلا مین پانی کی پسینے سے تر ہوتی ہے۔ گھاٹی کا عرض چالیس
گز کے قریب ہے اور اسکی تہ پر سنگریزے بکھرے ہوئے ہین۔ دونون طرف دیوار کی
شکل کی عجیب و غریب پہاڑیان ہین جو دو گولی کے ٹپہ سے بھی زیادہ بلند ہین۔ آٹھ میل
تک یہ گلی اس طرح چلی جاتی ہین اور اسکی ہیئت کذائی اوس بیان سے مطابق ہے
جو پلائنی اور سالینس نے اِسکے متعلق درج کیا ہے۔ غرضکہ یہ ایک عظیم الشان گذرگاہ ہے
جسکے مصنوعی یا قدرتی ہونے کی نسبت قطعی طور سے فیصلہ نہین کیا جا سکتا لیکن اگر

مجہہ سے پوچہا جاے تو مین اسکو آفرینندہ کون و مکان کی کنیز یعنی قدرت کی دستکاری سے تعبیر کرونگا۔" ان مصنفین کے بیانات اوس بیان سے کچہہ زیادہ مختلف نہین ہین جو اے ہچوڈ کو سابق روسی قونصل متعینہ رشت نے اوس درہ کے متعلق قلمبند کیا ہے جس مین ہوکر وہ ۱۸۳۵ء مین بہر ہی سر ایچ - رالنسن گذرا تہا - وہ اسے گردن سیالک کہتا ہے اور اسکے بیان مین لکہتا ہے کہ یہ ایک مہیب گہاٹی ہے جس کا طول ۲۵۰۰ گز ہوگا جسکی چٹیل اور عمودی دیواریں بلندی مین ساڑہے چہہ سو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک ہونگی اور جو سب سے زیادہ چوڑے مقام پر صرف تیس فیٹ اور سب سے زیادہ تنگ حصہ[۵۱] پر پانچ فیٹ چوڑی ہوگی - بخلاف اسکے یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ جن درون کا پلائنی - ڈیلا ویلی - ہربرٹ اور رالنسن نے ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ وہ دروازہ ہاے بحیرۂ خضر نہ ہون جن مین سے ہوکر دارا بہاگا تہا اور سکندر نے اوس کا تعاقب کیا تہا اور اس نام کے دعویدار ایک سے زیادہ درے ہین - یہ حل سب سے زیادہ مظنون معلوم ہوتا ہے کیونکہ تنگ سر درہ بڑے بڑے فاضل اہل الراے کے نزدیک ایرین اور نیز کونٹس[۵۲] کرٹیس اور مارسیلنس[۵۳] کے بیانات سے کسی اور شمالی یا مشرقی درہ کے مقابلہ مین زیادہ

۵۱ - "اسپیلے ڈے دیڑے" (حالات سفر) - مطبوعہ ۱۸۵۰ء - حصہ سوم

۵۲ روفس کونٹس کرٹیس ایک رومائی مصنف تہا جس نے رومتہ الکبریٰ کے شہنشاہ وسپیسین کے عہد مین جس کا زمانہ سنہ ۶۹ء سے ۷۹ء تک ہے نشو و نما پایا اوسنے اپنی تاریخ مین جو دس جلدون مین ہتی مگر جس کی دو پہلی جلدین گم ہوگئی ہین سکندر کی مہم کا حال لکہا ہے - اوس کی کتاب اول اول ۱۴۷۱ء مین وینس مین طبع ہوئی - اور اسکے بعد ۱۸۴۲ء مین برلن مین چہپی - مترجم - ۵۳ امیئنس مارسیلینس چوتہی صدی کا ایک رومائی مورخ ہے ۳۳۰ء مین پیدا ہوا - شہنشاہ جولین

مطابق ہے[ؔ۵]۔ لیکن میری راے مین اسے وہ درہ قرار نہین دیا جاسکتا جس کا ذکر پلائنی نے کیا ہے اور نہ اسے اون دروازہ ہاے بحیرۂ اخضر سے تطبیق دیجاسکتی ہے جس سے استرابو نے اسقدر جغرافی اہمیت منسوب کی ہے۔

دماوند

رہ سے نکلکر ہم ایک مرتفع میدان مین پہونچے جسپر قریب ترین سلسلہ ہاے کوہ کی بادامی اور خاکستری چٹانون کو اپنے سایہ مین لیئے ہوے ایک مخروطی شکل کی متساوی الساقین جگمگاتی ہوئی چوٹی ملکھڑی تہی اور میری مسحور نظرون کے سامنے دماوند کا عالی شان نظارہ پیش کر رہی تھی اس دن کے بعد سے ایک مہینے تک سواے اوس حالت کے جبکہ صبح کے وقت دہند اور کہر کی وجہ سے مطلع مکدر ہوتا تہا یہ رفیع القدر نظارہ جو ہمیشہ طہران پر سایہ کیے رہتا ہے میری نگاہ کے پردے سے محو نہین ہوا اور ۱۶۰ میل تک میرے سفر جنوب کے اثنا مین میرے ساتھ ساتھ رہا۔ جاپانی مناظر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۵ ۔ نے ایران پر جو چڑہائی کی تہی اور جس کا نتیجہ اوسکے حق مین بادی بخش ہوا اوس مین یہ بھی شریک تہا۔ اوسنے اپنی تاریخ ۱۴۳ جلدون مین لکھی ہے مگر پہلی ۳۲ جلدین گم ہوگئی ہین باقی کی ۱۸ مین ۳۵۳ء سے لیکر ۳۷۸ء تک کے واقعات درج ہین اور اس لحاظ سے نہایت ہی قابل قدر ہین کہ یہ واقعات اوسکے اپنے چشم دید تہے۔ جغرافیہ۔ آثار قدیمہ اور اوضاع و اطوار اقوام کے متعلق اوسنے اپنی تاریخ مین جابجا یادداشتین قلمبند کی ہین اور قومون مین عربون قوم ہن اور جرمنیون پر اور ملکون مین مصر۔ ایران۔ شام اور تھریس پر اوسنے نہایت دلچسپ نوٹ دیئے ہین۔ اوس کی کتاب کی بہترین طبع ۱۸۷۴ء مین بمقام لیپزگ ہوگئی۔ مترجم۔

ؔ۵ ۔ جرمن مصنفون مثلاً اسپیگل۔ ڈرایزن۔ توماشک اور شنڈلر نے اس خیال کی تائید کی ہے۔ آخر الذکر مصنف

مین جو درجہ فیوجی[۵] یاما کو حاصل ہے وہی ایرانی مناظر مین دماوند کو ہے۔ دونون مین ابدیت رفعت اور تمکنت کی شان پائی جاتی ہے دونون کی مستقل مہر اپنے اپنے ملکون کی روایات پر ثبت ہے[۶] اور اگر عدیم المثال فیوجی نے نپان[۷] کی صنعت پر اوس سے بہت زیادہ اثر ڈالا ہے جتنا دماوند نے ایران پر تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل جاپان اگرچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۶۔ نے اوس راستہ کی حسب ذیل قیاسی سمت مجھکو بتائی ہے جو اسکندر نے دارا کے تعاقب مین اختیار کیا تھا۔ روز اول ہرے سے موجودہ ایوان کیف تک ۳۸۳ اسٹیڈیم یعنی ۴۴ میل۔ روز دویم دروازہ ہائے بحیرہ اخضر (تنگ سر درہ) اور کہرا (خار) مین سے ہوکر موجودہ اراوان تک ۲۹۷ اسٹیڈیم یعنی ۳۴ میل۔ روز سویم لسگرد تک ۱۳۳۱ اسٹیڈیم یعنی ۳۸ میل روز چہارم آہ یا گرماب تک ۳۷۰ اسٹیڈیم یعنی ۴۲ میل۔ روز پنجم۔ فرات تک جو ہیکاٹا مپیلاس یعنی دامغان کے قریب واقع ہو ۴۱۷ اسٹیڈیم یعنی ۴۸ میل۔ روز ششم۔ ۴۰۰ اسٹیڈیم یعنی ۴۶ میل شاہ رود تک جہان اوسنے دارا کی نعش پڑی پائی۔

[۱]۔ جاپان کے ایک بلند پہاڑ کا نام ہے جو سطح سمندر سے ۱۲۲۸۸ فیٹ بلند ہے۔ مترجم۔

[۲] "مقامی روایات کے مطابق دماوند یا دیوبند (یعنی دیوون کے رہنے کی جگہ) اون تمام واقعات کا مقام وقوع سمجھا جاتا رہا ہے جو انسانون کی نقاب اوڑھے ہوتے ہین۔ ایرانی سلمانون کے قول مطابق یہی وہ مقام ہے جہان حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے بعد آکر ٹھہری۔ یہین جمشید اور رستم جنگی کارنامون سے قومی نظمین بھری پڑی ہین رہتے تھے یہین فریدون نے جسکے ہاتھون ضحاک کو شکست ہوئی آتش افروزی کی یہین خود ضحاک کی قبر ہے اور پہاڑ کا دھوان اوس کے نتھنون مین داخل ہوتا رہتا ہے یہین ایران کا پرامیتھس[۱] یا سد زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے جسکے جگر کو سیمرغ ایک دیو پیکر پرندہ نوچ نوچ کر کھایا کرتا ہے۔ آتش افشان پہاڑون کے قعر خزانون سے معمور ہین جنکی محافظ اژدہے ہین۔" ماخوذ از یونیورسل جاگرفی" (جغرافیہ عالم) طبع انگریزی جلد نہم صفحہ ۹۴۔ [۳] نپان جسکے معنی مطلع خورشید کے ہین جاپان کا دیسی نام ہے۔ مترجم

---

[۱] یونانی روایت کے مطابق پرامیتھس ایک دیوتا تھا۔ جسے مہا دیوتا جوپیٹر نے آسمان سے بجلی چرانے کے جرم کی پاداش مین ایک پہاڑ سے جکڑ دیا تھا تاکہ ایک منقار دار خونخوار پرندہ اوسکی بوٹیان نوچ نوچ کر کہائے۔ مترجم

اختراعاً ایرانیون سے کم نہین ہین تاہم تخیلاً وہ اہل ایران پر سبقت لے گئے ہین۔

ایوان کیف



یک مسطح اور غیر مزروعہ میدان کو طے کرنے کے بعد ہم ایوان کیف[51] کے گاؤن اور چاپار خانے مین پہونچے جس مین داخل ہوتے وقت ہمین ایک تیز اور گدلی پایاب ندی مین سے گذرنا پڑا جو اِسکے قریب بہتی ہے۔ ایوان کیف سے مراد عشرت منزل ہے اگرچہ بعض لوگون نے اسکی وجہ تسمیہ اور بھی بیان کی ہے یعنی ایوان کے (ایک ویران عمارت جو اس نواح مین[52] ہے اوسکی نسبت روایت ہے کہ کیمبیس کا محل تھا) اور ایوان کی (منزل بادہ نوشی) جو کچھ بھی اسکی وجہ تسمیہ ہو لیکن میری نظرون مین تو عیش پرستون کے لیئے یہ مقام باعث دلچسپی نہ تھا۔ بہت سے مکانات مکینون سے خالی تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ باشندے ان مکانون کو چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے ہین۔ اور جس شہنشاہ نے ایسے گندے اور میلے مقام کو اپنی نزہت گاہ قرار دیا ہوگا وہ بھی بڑا ہی بد مذاق ہوگا۔ ایوان کیف اور کبود گنبد کے درمیان دریائے جاجرود پہاڑون سے نکلتا ہے اور اس موسم مین جبکہ میرا یہان سے گذر ہوا کم از کم پچیس جداگانہ نہرون مین تقسیم ہو گیا تھا جو اپنی کنکریلی تہون مین بہنے کی کوشش کر رہی تہین اور ان سب کا پاٹ ملا جلا کر پاؤ میل ہوگا۔ مین نے ان سب کو پایاب عبور کیا اور کبود گنبد مین تمدن کی

---

[51] فریزر اسے ہیوانک یا ایوانی کیج کہتا ہے۔

[52] ایسٹوک نے اپنے سفرنامہ کی جلد دوم صفحات ۲۷، ۳۰، ۳۱ پر اسکا ذکر کیا ہے۔

اون علامات کی رجعت قہقہری کو دیکھا جن سے نو دن ہوئے کہ مین مفارقت اختیار کرچکا تھا - یہ علامات خطوط کے ایک بہت بڑے انبار پر جو روانگی انگلستان کی بعد پہلی دفعہ مجھے ملے اور ایک عمدہ سے گھوڑے پر مشتمل تہین جو میرے ایک دوست مقیم طہران نے میرے استعمال کے لئے پہلے سے بہیجا یا تھا - مین خوشی خوشی ویرانے کے میدان کو تیزی کے ساتھ طے کرنے لگا - جبکے کہنڈر جو کچھہ دور سے چار ستونون کی شکل مین نظر آتے تہے ایک ٹیکرے پر میدان کے ایک نشیب مین سے اوٹہتے ہوئے دکھائی دے رہے تہے - دس میل کے فاصلہ سے افق پر مجھے اسطح کی چمک نظر آئی جیسے اندہیری رات مین دور سے جلتی ہوئی آگ کی ہوتی ہے یہ شاہ عبدالعظیم[۵۱] کے مقبرہ کے سنہرے کلس کی جگمگاہٹ تھی جس پر آفتاب کی شعاعین اپنی برچھیان پہینک رہی تہین - سابق مین کاروان کا رستہ اس زیارت گاہ کے پاس سے اوس سلسلہ کوہ کے دامن مین ہوتا ہوا گذرتا تہا جو ویرامن اور طہران کے میدانون کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے - اب تک بھی اس راہ کو زایرین اختیار

---

[۵۱] شاہ عبدالعظیم قدس سرہ کی خانقاہ باعتبار اپنے تقدس کے زائرین کے لئے گو کیسی ہی مشہور کیون نہ چلی آئی ہو لیکن تاریخی لحاظ سے جس اہم واقعہ نے اسکو ہمیشہ کے لئے مشہور کردیا ہے وہ ایران کے اوس فرمانروا کی حسرتناک شہادت ہے جو عباس اعظم کے بعد سطوت و جبروت اور تدبر و سیاست کے لحاظ سے مشرق مین اپنی آپ ہی نظیر تہا - ۱۸۹۶ء مین جب شاہ کجکلاہ ناصر الدین شاہ عبدالعظیم کی خانقاہ مین جہان وہ فرط ارادت سے اکثر آیا کرتے تہے اپنے معمول کے موافق آئے تو خانقاہ سے نکلتے وقت ایک بابی نے گولی مار کر اونکو شہید کیا - مترجم

کرتے ہین اور اون کا یہ فرض ہے کہ خواہ وہ مشہد کو جاتے ہون یا وہان سے واپس آتے ہون لیکن اس بزرگ کی خانقاہ کی ضرور زیارت کرین مگر باربرداری کے جانور اور چاپار کی سڑک اب سلسلہ کوہ کے اوپر سے شمالی سمت مین ایک زاویہ بنائے ہوئے جاتے ہین - درہ کی چوٹی پر چڑھ کر یہی سڑک پہاڑ کے گرد آلود تھون مین سے چکر کاٹتی ہوئی گذرتی ہے یہان تک کہ جب شمالی چوٹی آتی ہے تو میدان ہین جو پہاڑ کے قاعدہ سے شروع ہو کر دور تک چلا گیا ہے حد نظر پر سبزہ کا وہ قطعہ نظر آتا ہے جس ہین صرف چند عمارتون کے بام ورواق سر اوٹھائے نظر آتے ہین اور جو ایران کا دارالسلطنت ہے اس سے بھی پرے شہر سے کوئی سات میل کے فاصلہ پر کوہ البرز تیوری چڑھائے کھڑا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ زنگ کھائے لوہے کی ایک فصیل آسمان سے باتین کر رہی ہے -

طہران

مسافر دور دراز کا سفر طے کرنے کے بعد جب اوّل اوّل طہران کو دیکھتا ہے تو اوسکو فرحت ہوتی ہے لیکن اس کا منظر کچھ زیادہ شاندار نہین ہے جب مین پہاڑ کی پہلو سے اوترا اور طہران کے قریب پہونچا تو یہ بات مین مشکل سے باور کر سکا کہ جو سبز سی پٹی مجھے نظر آرہی ہے وہ اصل مین ایک بہت بڑا شہر ہے جسکی آبادی قریباً دو لاکھ ہے - جو عمارتین درختون کی چوٹیون سے اوپر اوٹھی ہوئی نظر آتی تھین اون مین سے ایک تو ایک بڑی مسجد تھی جسکے چار کاشی کے کام کے مینارے تھے اور جو اتنی دور

سے ارگن کے رنگین بیلنون کی طرح اور زیادہ قریب پہونچکر کارنتھین وضع کے مصنوعی
ستونون کے طرح نظر آتے تھے۔ ایک یا دو برج تھے اور ایک گنبددار عمارت تھی
جسکی چھت پر لوہے کی پٹیون کا ایک ڈھانچ تھا جو بعینہ اُس لوہے کے حلقے کی طرح
نظر آتا تھا جس مین مدرسون کا کرۂ زمین نصب ہوتا ہے۔ قریب پہونچکر معلوم ہوا کہ آخرالذکر
عمارت تکیہ یا امام باڑہ تھی جو شاہ کے محل کی حدود کے اندر واقع ہے۔ دیوارونکے
باہر جانب جنوب اینٹون کے بہت سے پزاوے ہین۔ جن کا ٹھیکہ صدر اعظم[۵] کے
پاس ہے اسی مقام پر سلخ بھی واقع ہین جن کا محصولِ سالانہ دوہزار دوسو تیس پاونڈ سے
شہر پناہ کے اندر ایک مزین وحشی پھاٹک مین سے جو آبادی سے کچھ دور ہے مین
شہر کے اندر داخل ہوا اور انگریزی سفارت خانہ مین جو شہر کی شمالی حدود پر واقع ہے
پہونچنے سے پہلے مجھے کوئی دو میل تک گلیون مین سے گذرنا پڑا۔

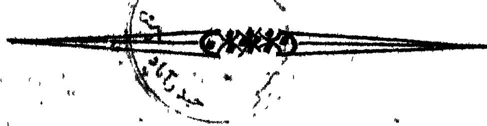
طہران اور مشہد کے درمیان دوسرے رستے

از طہران تا بہ شاہ رود۔ (گرمی کے موسم کا یعنی کوہستانی راستہ براہ دماوند فیروزکوہ
اور چشمہ علی۔ ۲۳۷ میل)۔ جے۔ بی۔ موریر (سنہ ۱۸۱۴ع)۔ سیکنڈ جرنی۔ (سفر ثانی)

---

۵ صدر اعظم حق اجارہ ۱۲ ہزار تومان یعنی ۳۴۳۰ پاونڈ سالانہ ادا کرتا ہے اور اینٹون کا نرخ مقرر کرنے مین
اپنے نفع کو مد نظر رکھتا ہے۔ سنہ ۱۸۸۸ع مین دو قسم کی اینٹین تیار کی گئین ہین۔ اچھی اور بری۔ اچھی کی قیمت موسم
کے لحاظ سے ۳۵ سے لیکر ۴۰ قران تک اور بری کی ۲۵ سے لیکر ۳۰ قران فی ہزار رہتی۔ اب ایک ادنیٰ قسم
بڑھا دی گئی ہے جسے قسم بدترین سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور ان تینون اقسام کی قیمتین علی الترتیب ۴۵ سے ۵۲۔
۳۵ سے ۴۲ اور ۲۰ سے ۲۵ قران فی ہزار تک ہین۔

باب بست و سوم + کپتان آنریبل - جی - نیپیر (۱۸۷۴ء) "جرنل آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی) جلد چہل و ششم - صفحہ ۶۲ - الی - آخرہ ۱۸۷۶ء جو راستے طہران اور مشہد کے درمیان جرنیل - اے - ایچ - شنڈلر نے ۱۸۷۶ء مین اختیار کئے اور جن کا ذکر اوسنے نقشہ کے ساتھہ اپنی تصنیف مطبوعہ ۱۸۷۷ء کے صفحات ۲۱۵ - الی - ۲۲۹ پر کیا ہے وہ حسب ذیل ہین :- (۱) سمنان جنوبی راہ براہ فرات تا بہ دامغان - (۲) میومائی - شمالی راہ - براہ شریف آباد تا بہ میان دشت - (۳) میان دشت - جنوبی راہ - براہ خان خودی و دشت گرو تا بہ عباس آباد - (۴) عباس آباد - شمالی راہ - براہ فرومید وجغتائی تا بہ میدان جوین اور وہان سے جنوبی و مشرقی سمت مین براہ طبس تا بہ سبزوار - (۵) نیشاپور شمالی و مغربی راہ تا بہ معادن فیروزہ اور وہان سے جنوبی و مغربی سمت مین براہ شوراب تا بہ زعفرانی -



جلد اول ختم ہوئی

غلط نامہ جلد اوّل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴ دیباچہ مترجم	۸	ڈالتی	ڈالتی	۳۵	۸	کچھہ محبت	کچھہ کم محبت
۲ دیباچہ مصنف	۱۴	مضمون کہ	مضمون کا	۴۳	۱۵	چوہدری	چودہری
۳ "	۱۲ و ۱۳	اسکے صوبون اسکی صوبون	اسکے صوبون	۴۶	۷	سمجھتا	سمجھا
۵ "	۸	پیون	پہنون	۴۷	۳	تصور	تصویر
۷ "	۱۱	موقت الیشوع	موقت الیشوع	"	۱۶	جودہ	موجودہ
۱۲ "	۵	متذکرہ بالا صدر	متذکرہ بالا	۵۲	۱۳	بذمہ حضرت حسن بلکہ حسین	بذمہ حضرت حسین بلکہ حضرت حسن
۴ اصل کتاب	۱۰	مالیہ و ماعلیہ	مالہ و ماعلیہ	۵۳	۱۷	قدرت	ندرت
۱۱	۱۶	بنجر و پرانہ	بنجر ویرانہ	۶۲	۱۰	بازار کا بگاڑ	بازار کا بگڑا ہوا
۱۶	۱۷	سپ	اسپ	۶۹	۷	شروع	×
۱۹	۱۲	حدود فاصل	حدود فاصل	"	۸	مزاوز	مزدور
۳۱	۴	نمایون	نمایون	۷۶	۱۵	انگلستان	لینگے
"	۵	رنگین	رنگینی	۸۳	"	پیش قرار	پیش [illegible]
۳۳	۱۴	یکتا دل	یکیاول	۹۱	۹	جیبت	جہبت
"	۱۶	پائی جاتی	پائی جاتی	۹۳	۴	سفر طہران براہ جہادم	جہادم سفر طہران براہ
"	"	بھی ہین	بھی	۹۷	۱۴	مزاف	مزاحمت
"	۱۷	مکر و تزور	مکر و زور	۱۰۰	۱	اوسکے	روس کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۰	۵	الوداغ	الوداع	۱۹۳	۸	پرسواے	سواے
۱۳۰	۱۸	ہرروزرشور	ہرروزشور	۱۹۹	۱۷	ایشس	ریشس
۱۳۱	۵	پڑارلس	پڑارہ بس	۲۰۱	۱۵	حشت	خشت
۱۳۲	۹	ناگفتہ یہ	ناگفتہ بہ	۲۰۴	۱۴	تکلیف	تکلف
〃	۱۰	ناپائداد	ناپائدار	۲۱۳	۶	رمانبرداروں	فرمانرواؤن
۱۴۴	۷	لئے کو	لئے	۲۲۰	۱۱	ہوتا ہے	ہوتا
۱۴۵	۱۱	اچلون	اچکون	〃	۱۳	دیکہا	دیکہتا
۱۴۹	۸	چونکہ	جوکہ	۲۲۲	۳	سیرمین مین	سیرمین
۱۵۰	۹	ایک سال	ایک سال	۲۲۵	۳	میرے	مثلاً میرے
۱۵۳	۱۱	حل کرین علاحدہ	چلکر بہت علیحدہ	۲۲۹	۶	یزر	فریزر
۱۶۳	۱۳	دی	دیا	۲۳۰	۱۳	چان	کوچیان
۱۶۴	۱۲	۱۸۸۸ء پہلی	۱۸۸۸ء مین پہلی	〃	۱۵	سے	مجہسے
۱۷۲	۱	نے	لے	۲۳۲	۶	نیک	ایک
۱۷۳	۱	نامور	مامور	〃	۸	وده	موجوده
〃	۱۸	نوں	دونون	〃	۱۳	دس	اوس
۱۷۴	۱۲	معائنہ	معائنہ کے بعد	〃	۱۴	رولے	پڑاوے
۱۸۴	۱۳	روس	اوس	〃	۱۶	مستفیدیہ	مستفید
۱۹۱	۲	سڑک	سڑک کی	۲۳۳	۷	پرروس	اوس

صحیح	غلط	سطر	صفحہ	صحیح	غلط	سطر	صفحہ
۲۰ / اکتوبر	اکتوبر	۳	۲۹۳	نفوذ	تفود	۱۲	۲۳۴
بیخ	بیخ	۱۰	۲۹۵	ہٹنے	ہٹتے	۱۴	۲۴۸
×	دو سے لیکر پانچ میل	۱۷	۲۹۶	کٹھن	گٹھن	۱۷	۲۵۳
	×	۱	۲۹۷	کھردری	گھردری	۷	۲۵۴
×	کہ اس کا سعیار معین نہین	۲	״	مہتم	مہتم	۶	۲۵۶
مینار	مینا	۱۱	۳۰۱	مغرب	جنوب	۱۰	۲۵۷
سُتھرے	سہترے	۱۴	״	دریائے	درباب	۱۱	״
گھوڑون	گھوڑیون	۱۰	۳۰۲	عمودی	دی	۱۵	״
سفیر	سفر	۵	۳۰۸	کیا ہے مترجم	کیا ہے۔	۱۷	״
قلبند	بلند	۸	۳۱۰	ایران ارغون	ایران ارغوان	۱۴	۲۶۹
گھوڑے	گھوڑ	۷	۳۱۶	جو	جور	۷	۲۷۸
کو	کا	۹	۳۱۸	جیسے	جیسے	۵	۲۸۲
جنائے	جن	۱۳	۳۲۱	دور راہ	دورراہ	۱۲	۲۸۳
پیش کے	پیش	۱۴	״	دوازدہ	دوافادہ	۱۴	״
[illegible]	مرور	۹	۳۳۰	ایران کی نسبت	ایراق کی	۷	۲۸۷
تہین کرتے	تہین لیتے	۱۶	״	بعید	بعد	۷	۲۸۸
غلطی کا	غلطی	۱۵	۳۳۱	صفحہ ۵ پر	صفحہ پر	۱۶	۲۹۰
پڑھنے	پڑھے	۳	۳۳۲	ایسے	اسی	۳	۲۹۲

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴۴	۱	سے نے	×
۳۴۳	۶	مہتمم	مہتم
〃	۹	اسی	اس
۳۵۱	۴	جوڑا	جوڑ
۳۵۳	۱۰	دونوں ایک	دونوں نے ایک
۳۵۶	۳	یڑھتا	بڑھتا
۳۶۵	۳	اوزبینون	اور زبینون
۳۶۶	۳	باب بین	باب بین بین
۳۷۱	۱۱	ام الباد	ام البلاد
〃	۱۵	بیان گیا ہے	بیان کیا گیا ہے
۳۷۴	۹	صرف ہوتے ہین	صرف ہوتی ہے
۳۷۸	۱۷	۲۷۹	۳۷۹
۳۷۹	۲	۲۷۸	۳۷۸
۳۸۰	۱۱	رون کی ملک	اون کی ملک
۳۸۱	۱	کہار ہے	کہارہا ہے
۳۸۲	۲	گوجا	گرجا
۳۸۳	۵	جاگیرتی ہے	جاگرتی ہے
〃	۱۵	آن ننگ سلیمان	آن گنگ سلیمان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۶	۱۰	زاوبہ	زاویہ
۳۹۰	۱	سٹرک	سٹرکین
۳۹۱	۵	اس مسئلہ	روس اس مسئلہ
۳۹۵	۱۳	بجنرد مین	بجنرد
۳۹۷	۱۲	سرحد پر ہوئے	سرحد پر ہونے
۴۰۴	۱	وہان سے کے	وہان کے
〃	۹	ابن جوقل	ابن حوقل
۴۰۵	۷	(لیدن)	(لیدن) مین
〃	۱۰	مسرق	مشرق
〃	۱۴	اصطہری	اصطخری
۴۱۲	۳	منتا	منتہا
〃	۴	پہونچکر جنوب	پہونچ کر ہم جنوب
۴۱۳	۵	مشہد کے قریب	مشہد کے قریب ہے
۴۱۴	۱۳	اون سے	اون کے
۴۱۷	۱۵	برقائن	پرقائن
۴۱۹	۴	کہ اوہ	کہ وہ
۴۲۰	۱۱	اوس	روس
۴۲۱	۱۰	پہونچاتا	پہونچتا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳۳	۱۴	لوپنا	لواپنا	۵۲۴	۲	ذکردن	ذکر کردن
〃	۱۶	اور ایسے	اور نہ ایسے	۵۲۶	۱۶	زمد	زہد
۴۶۹	۹	ڈہالی	ڈہائی	۵۲۸	۶	عموماً زرایرون	عموماً اورزرایرون
۴۷۹	۱۰	دونون حصے کے	دونون حصون کے	〃	۸	سل پر	سل پر بلکہ
〃	۱۵	بشکل	شکل و	〃	۱۳	وادی ہم	وادی مین ہم
〃	۲۰	مٹی چکنی	چکنی مٹی	〃	۱۷	ہزار رائیون	ہزار رایون
۴۸۰	۱۷	باوجود کر اسکے	باوجود اسکے	۵۲۹	۱۰	مقابلہ	مقابلہ مین
۴۸۲	۵	ساتھہ مین گیہون	سات من گیہون	〃	۱۱	جاری	جارہی
۴۸۷	۱۳	تعدیل پر مین الفاظ	تعدیل پر الفاظ	۵۳۶	۱۷	آج	آج تک
۴۸۸	۶	برطانوی ہندوستان کے	برطانی ہندوستانی	۵۳۸	۳	سال نیشاپور	سال بعد نیشاپور
۴۹۷	۷	زمین قوت نامیہ	زمین کی قوت نامیہ	۵۴۶	۹	دستباب	دستیاب
〃	۸	جواب ساحل	جولب ساحل	۵۴۹	۶	بعد	بعض
۴۹۹	۱۵	ریلوے نے سے	ریلوے سے	۵۵۴	۱۱	مزکز	مرکز
۵۰۹	۱۷	کھینچی ہین۔	کھینچی ہین بہتر جم	۵۶۰	۴	اکام	کام
۵۱۱	۱۷	سوائے	سوا	۵۷۰	۱۱	بوسیہ	بوسیدہ
۵۱۳	۱۲	اور اور اوس	اور اوس	۵۷۶	۱۹	یا	*
۵۱۸	۳	تنگ رکھتا تہا	تنگ رکھتا تہا یا	۵۷۹	۳	لا	بلا
۵۱۹	۵	اترا	اترا تھا	۵۸۵	۸	گا	گاہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸۵	۱۵	دانچسپی	دلچسپی	۶۰۳	۱۰	انداز	نظر انداز
۵۹۰	۸	مسب	منسوب	۶۰۴	۱	لئے	گئے
۵۹۵	۱۶	چڑکر	چڑھکر	״	۱۵	زین	سے
۵۹۹	״	ایران	ایرن	۶۰۵	۷	حرف	صرف
۶۰۱	۱۳	وسط	وسطین	״	۱۷	سکند	سکندر
۶۰۲	״	ہوئی کہ	ہوئی	۶۰۸	۲	یوان	ایوان
״	۱۴	دووازہ	دروازہ	۶۰۹	۱۰	تنہیت	تہنیت

التماس

نقشۂ ایران جس کا حوالہ مین نے اپنے دیباچہ اور فہرست تصاویر مین دیا ہے وہ مین اسوجہ سے اس جلد کے ساتھہ ہدیہ ناظرین نہین کرسکا کہ اوس کی تیاری کے لیے بہت کچھ محنت اور وقت کی ضرورت تھی حالانکہ میرے پاس اسقدر وقت نہ تھا کہ مین اوس کو خاطر خواہ طور پر تیار کراسکتا۔ اسس جلد کی ضرورت کے لئے نقشہ مقابل صفحہ (۱۲۵) کافی ہوگا۔

نقشہ ایران کے لئے ناظرین کو چوتھی جلد کا منتظر رہنا چاہیئے۔ واضح رہے کہ اصل کتاب کا نقشہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی انگلستان کی کامل توجہ اور مصنف کتاب کی پوری نگرانی کے ساتھہ کہین ایک سال کے بعد جاکر تیار ہوا تھا اور اوسکے ساتھہ ہر طرحکی آسانیان اس کی تیاری کیلئے ولایت مین موجود تھین۔ ہندوستان مین نہ تو وہ آسانیان موجود ہین۔ نہ یہان ایسے صناع ہی ہین سب سے زیادہ یہ کہ میرے پاس اسقدر وقت نہین۔ اور چونکہ مین یہ چاہتا ہون کہ مین اپنی کتاب کے ساتھ جو نقشہ دون وہ اصل سے بہت ہی گھٹا ہوا نہ ہو۔ لہذا ناظرین کو جو مایوسی اسوقت نقشہ کے نہ موجود ہونے سے ہوگی اوسکی تلافی انشاءاللہ تعالیٰ چوتھی جلد کی اشاعت کے وقت ہو جائیگی۔

ظفر علیخان